

ظاہر و باطن کی اصلاح کرنے والی مشہور و معروف کتاب ”احیاء العلوم“ کا نچوڑ



# بَابُ الْأَحْيَاءِ

ترجمہ بنام

## احیاء العلوم کا خلاصہ

مُصَنَّفٌ

علیہ رحمۃ اللہ الوالی

حُجَّةُ الْإِسْلَامِ إمام محمد بن محمد غزالی شافعی

الْمُتَوَفَّى ۵۰۵ھ



پیشکش: مجلس المدینة العلمیة (دعوتِ اسلامی)  
(شعبہ تراجم کتب)

مکتبۃ المدینہ

SC1286

فیضانِ مدینہ محلہ سوداگران پرانی سبزی منڈی، باب المدینہ کراچی، پاکستان۔

فون: 4126999-93/4921389-4125858 فیکس: 4125858

الْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ وَالصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ عَلَى سَيِّدِ الْمُرْسَلِينَ  
أَمَّا بَعْدُ فَأَعُوذُ بِاللَّهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

## کتاب پڑھنے کی دُعا

از: شیخ طریقت، امیر اہلسنت، بانی دعوتِ اسلامی، حضرت علامہ مولانا ابوبلال

محمد الیاس عطار قادری رضوی دَامَتْ بَرَكَاتُهُمُ الْعَالِيَةَ

دینی کتاب یا اسلامی سبق پڑھنے سے پہلے ذیل میں دی ہوئی دُعا

پڑھ لیجئے اِنْ شَاءَ اللَّهُ عَزَّوَجَلَّ جو کچھ پڑھیں گے یاد رہے گا۔ دُعا یہ ہے:

اللَّهُمَّ افْتَحْ عَلَيْنَا حِكْمَتَكَ وَأَنْشُرْ  
عَلَيْنَا رَحْمَتَكَ يَا ذَا الْجَلَالِ وَالْإِكْرَامِ

ترجمہ: اے اللہ عَزَّوَجَلَّ! ہم پر علم و حکمت کے دروازے کھول دے اور ہم پر اپنی رحمت نازل فرما! اے

عظمت اور بزرگی والے! (المستطرف ج ۱ ص ۴۰ دارالفکر بیروت)

**نوٹ:** اول آخر ایک ایک بار دُرُود شریف پڑھ لیجئے۔



طالبِ غم

مدینہ

و قیچ

ومغفرت

۱۳ شوال المکرم ۱۴۲۸ھ

ظاہر و باطن کی اصلاح کرنے والی مشہور و معروف کتاب ”احیاء العلوم“ کا نچوڑ

## بَابُ الْأَحْيَاءِ

ترجمہ بنام

# إِحْيَاءُ الْعُلُومِ كَا خِلَاصِ

مُصَنَّفِ

حُجَّةُ الْإِسْلَامِ

امام محمد بن محمد غزالی شافعی علیہ رحمۃ اللہ الوالی

الْمُتَوَفَّى ۵۰۵ھ

پیشکش: مجلس المدینۃ العلمیۃ (شعبہ تراجم کتب)

ناشر

مکتبۃ المدینۃ باب المدینۃ کراچی

۲۰۰۸

الصلوة والسلام على رسول الله وعلى آله وصحبه أجمعين يا حبيب الله

نام کتاب	:	کتاب الاحیاء
ترجمہ بنام	:	احیاء العلوم کا خلاصہ
مؤلف	:	امام محمد بن محمد غزالی شافعی علیہ رحمۃ اللہ الوالی
مترجم	:	مدنی علماء شعبہ تراجم کتب (المدينة العلمية)
سن طباعت	:	صفر المظفر ۱۴۲۹ھ، بمطابق فروری 2008ء
ناشر	:	مکتبۃ المدینہ فیضانِ مدینہ، باب المدینہ کراچی، پاکستان۔
قیمت	:	روپے

## تصدیق نامہ

حوالہ: ۱۵۲

تاریخ: ۱۷ صفر المظفر ۱۴۲۹ھ

الحمد لله رب العلمين والصلوة والسلام على سيد المرسلين وعلى آله واصحابه اجمعين

تصدیق کی جاتی ہے کہ کتاب ”کتاب الاحیاء“ کے ترجمہ

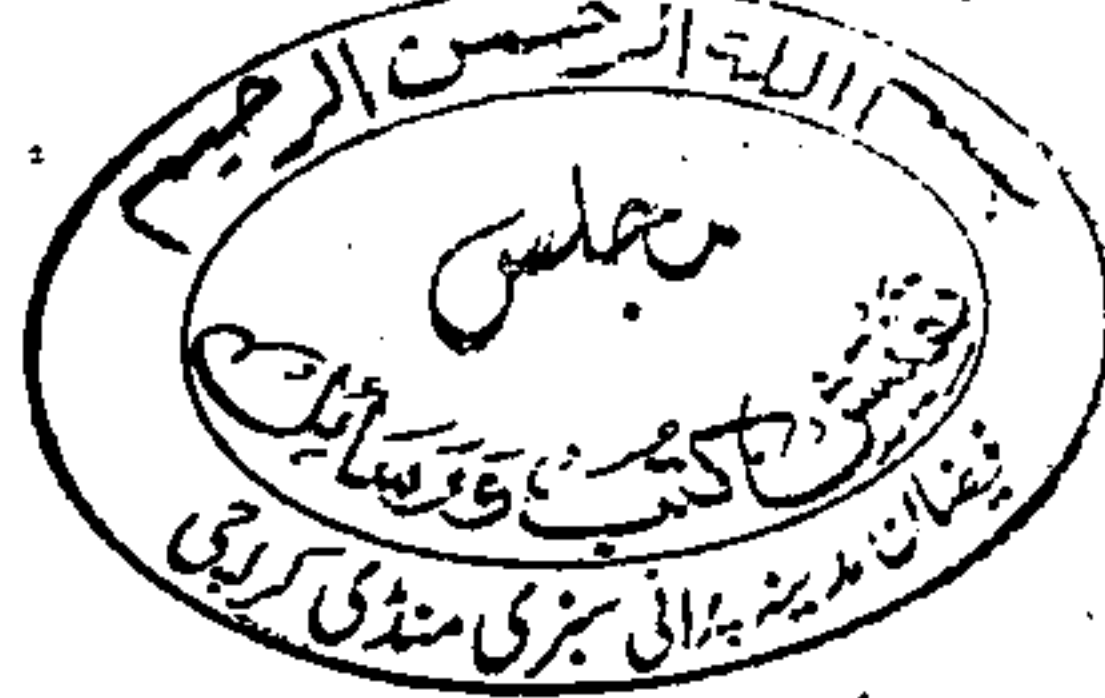
”احیاء العلوم کا خلاصہ“

(مطبوعہ مکتبۃ المدینہ) پر مجلس تفتیش کتب و رسائل کی جانب سے نظر ثانی کی کوشش کی گئی ہے۔ مجلس نے اسے مطالب و مفادیم کے اعتبار سے

تقدیر و ملاحظہ کر لیا ہے، البتہ کمپوزنگ یا کتابت کی غلطیوں کا ذمہ مجلس پر نہیں۔

مجلس تفتیش کتب و رسائل (دعوتِ اسلامی)

20 - 02 - 2008



مدنی النجاء: کسی اور کو یہ کتاب چھاپنے کی اجازت نہیں۔



الْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ وَالصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ عَلَى سَيِّدِ الْمُرْسَلِينَ  
أَمَّا بَعْدُ فَأَعُوذُ بِاللَّهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ ط

## ”شریعت سے طریقت جدا نہیں“ کے انیس خُروف کی

نسبت سے اس کتاب کو پڑھنے کی 19 نیتیں

از: شیخ طریقت، امیر اہلسنت، بانی دعوتِ اسلامی حضرت علامہ

مولانا ابوبلال محمد الیاس عطار قادری رضوی ضیائی دامت برکاتہم العالیہ

فرمانِ مُصطفیٰ صَلَّى اللهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ: **يَتَى الْمُؤْمِنِ خَيْرٌ مِّنْ عَمَلِهِ** یعنی مسلمان کی نیت اس کے عمل سے بہتر ہے۔

(معجم کبیر طبرانی ج 6 ص 185 حلیث 5942 بیروت)

دو مَدَنی پھول: ﴿۱﴾ غیر اچھی نیت کے کسی بھی عمل خیر کا ثواب نہیں ملتا۔

﴿۲﴾ جتنی اچھی نیتیں زیادہ، اتنا ثواب بھی زیادہ۔

﴿۱﴾ ہر بار حمد و ﴿۲﴾ صلوٰۃ اور ﴿۳﴾ تعوذ و ﴿۴﴾ تسمیہ سے آغاز کروں گا (اسی صلحہ پر اوپر دی ہوئی دو غزبی عبارات پڑھ لینے سے چاروں نیتوں پر عمل ہو جائے گا) ﴿۵﴾ رضائے الہی عزوجل کیلئے اس کتاب کا اول تا آخر مطالعہ کروں گا۔ ﴿۶﴾ حسی الوسخ اس کا باؤضو اور ﴿۷﴾ قبلہ رُو مطالعہ کروں گا ﴿۸﴾ قرآنی آیات اور ﴿۹﴾ احادیث مبارکہ کی زیارت کروں گا ﴿۱۰﴾ جہاں جہاں ”اللہ“ کا نام پاک آئے گا وہاں عزوجل اور ﴿۱۱﴾ جہاں جہاں ”سرکار“ کا اسم مبارک آئے گا وہاں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم پڑھوں گا اور ﴿۱۲﴾ جہاں جہاں کسی صحابی کا نام مبارک آئے گا رضی اللہ تعالیٰ عنہ پڑھوں گا ﴿۱۳﴾ اس کتاب کا مطالعہ شروع کرنے سے پہلے اس کے مؤلف کو ایصالِ ثواب کروں گا ﴿۱۴﴾ اپنی اصلاح کیلئے اس کتاب کے ذریعے علم حاصل کروں گا ﴿۱۵﴾ (اپنے ذاتی نفع کے) ”یادداشت“ والے صلحہ پر ضروری نکات لکھوں گا ﴿۱۶﴾ دوسروں کو یہ کتاب پڑھنے کی ترغیب دلاؤں گا ﴿۱۷، ۱۸﴾ اس حدیث پاک ”كَيْفَ اَدْوَاتِ حَابُوا“ ایک دوسرے کو تحفہ دو آپس میں محبت بڑھے گی۔ ﴿۱۹﴾ مؤطا امام مالک ج ۲ ص ۴۰۷ حدیث ۱۷۳۱ پر عمل کی نیت سے (ایک یا حسب توفیق) یہ کتاب خرید کر دوسروں کو تحفہ دوں گا ﴿۱۹﴾ کتابت وغیرہ میں شرعی غلطی ملی تو ناشرین کو تحریری طور پر مطلع کروں گا (ناشرین وغیرہ کو کتابوں کی افلاط صرف زبانی بتانا خاص مفید نہیں ہوتا)

الْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ وَالصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ عَلَى سَيِّدِ الْمُرْسَلِينَ  
أَمَّا بَعْدُ فَأَعُوذُ بِاللَّهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

## المدينة العلمية

از: شیخ طریقت، امیر اہلسنت، بانی دعوتِ اسلامی حضرت علامہ

مولانا ابوبلال محمد الیاس عطار قادری رضوی ضیائی دامت برکاتہم العالیہ

الحمد لله على احسانه وبفضل رسوله صلى الله تعالى عليه وسلم تبليغ قرآن وسنته في عالم غير سياسي  
تحريك "دعوتِ اسلامي" نيكي كي دعوت، احياء سنت اور اشاعت علم شريعت كو دنيا بھر ميں عام كرنے كا عزم مصمم ركھتي ہے،  
ان تمام امور كو حسن خوبی سر انجام دينے كے لئے متحدہ مجالس كا قيام عمل ميں لایا گیا ہے جن ميں سے ايک مجلس  
"المدينة العلمية" بھی ہے جو دعوتِ اسلامي كے علماء و مفتیان كرام كثر هم الله تعالى پر مشتمل ہے،  
جس نے خالص علمي، تحقيقي اور اشاعتی كام كا بیڑا اٹھایا ہے۔ اس كے مندرجہ ذیل چھ شعبے ہیں:

(۱) شعبہ كُتبِ اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ (۲) شعبہ تراجم كتب (۳) شعبہ درسی كُتب

(۴) شعبہ اصلاحي كُتب (۵) شعبہ تفتیش كُتب (۶) شعبہ تخریج

"المدينة العلمية" كی اولین تریج سرکارِ اعلیٰ حضرت امام اہلسنت، عظیم المہر كت، عظیم المرتبت، پروانہ شمع

رسالت، مجدد دین و ملت، حامی سنت، ماتی بدعت، عالم شریعت، پیر طریقت، باعث خیر و برکت، حضرت علامہ مولانا الحاج الحافظ  
القاری الشاہ امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن كی گراں مایہ تصانیف كو عصر حاضر كے تقاضوں كے مطابق حتی الوسع سہل  
اُسلوب ميں پیش كرنا ہے۔ تمام اسلامي بھائی اور اسلامي بہنیں اس علمي، تحقيقي اور اشاعتی مدنی كام ميں ہر ممكن تعاون فرمائیں  
اور مجلس كی طرف سے شائع ہونے والی كُتب كا خود بھی مطالعہ فرمائیں اور دوسروں كو بھی اس كی ترغیب دلائیں۔

اللہ عزوجل "دعوتِ اسلامي" كی تمام مجالس بشمول "المدينة العلمية" كو دن گیارہویں اور رات بارہویں ترقی

عطا فرمائے اور ہمارے ہر عمل خیر كو زیورِ اخلاص سے آراستہ فرما كر دونوں جہاں كی بھلائی كا سبب بنائے۔ ہمیں زیر گنبد خضرا  
شہادت، بخت البقیع ميں مدفن اور بخت الفردوس ميں جگہ نصیب فرمائے۔ آمین بجاہ النبی الامین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم



رمضان المبارک ۱۴۲۵ھ

پیش کش: مجلس المدينة العلمية (دعوتِ اسلامي)

## پہلے اسے پڑھ لیجئے!

## بیٹھے بیٹھے اسلامی بھائیو!

اللہ عزوجل نے انسانوں کی تخلیق فرمائی اور ان کی ہدایت و راہنمائی کے لئے وقتاً فوقتاً انبیاء و رسل علیہم الصلوٰۃ والسلام مبعوث فرمائے جنہوں نے انسانیت کو اللہ و خدہ لا شریک کی بارگاہ میں سرنگوں کیا اور ان کے ظاہر و باطن کو ہر طرح کی آلودگیوں سے پاک فرمایا۔ سب سے آخر میں اللہ رب العزت نے اپنے محبوب پاک، حضور سید المرسلین، خاتم النبیین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو تمام انسانیت کے لئے رحمت بنا کر مبعوث فرمایا۔ چنانچہ،

اللہ عزوجل ارشاد فرماتا ہے:

وَمَا أَرْسَلْنَاكَ إِلَّا رَحْمَةً لِّلْعَالَمِينَ ۝  
 (پ ۱۷، الانبیاء: ۱۰۶)

ترجمہ کنز الایمان: اور ہم نے تمہیں نہ بھیجا مگر رحمت سارے جہان کے لئے۔

حضور نبی پاک، صاحب لولاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی امت کو علم سے مزین کیا اور انہیں ظاہر و باطن کی پاکیزگی عطا فرمائی۔ جیسا کہ اللہ عزوجل نے قرآن حکیم میں ارشاد فرمایا:

كَمَا أَرْسَلْنَا فِيكُمْ رَسُولًا مِّنكُمْ يَتْلُوا عَلَيْكُمْ آيَاتِنَا وَيُزَكِّيكُمْ وَيُعَلِّمُكُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَيُعَلِّمُكُم مَّا لَمْ تَكُونُوا تَعْلَمُونَ ۝ (پ ۲، البقرة، ۱۰۱)

ترجمہ کنز الایمان: جیسا ہم نے تم میں بھیجا ایک رسول تم میں سے کہ تم پر ہماری آیتیں تلاوت فرماتا ہے اور تمہیں پاک کرتا اور کتاب اور پختہ علم سکھاتا ہے اور تمہیں وہ تعلیم فرماتا ہے جس کا تمہیں علم نہ تھا۔

اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ ظاہر و باطن کی پاکیزگی کے لئے علم کا ہونا بے حد ضروری ہے۔ اور ظاہر و باطن کی پاکیزگی ہی کو اصلاحِ نفس کا نام دیا جاتا ہے۔ پھر یہ کہ علم کے حصول کا حکم تو حدیث شریف میں بڑے واضح طور پر دیا گیا ہے۔ چنانچہ،

حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "طَلَبُ الْعِلْمِ فَرِيضَةٌ عَلَى كُلِّ مُسْلِمٍ وَمُسْلِمَةٍ" ترجمہ: ہر مسلمان مرد و عورت پر علم حاصل کرنا فرض ہے۔ (المقاصد الحسنیة، حرف الطاء المهملة، الحدیث: ۶۶۰، ص ۲۸۲)

(ابن ماجہ، کتاب السنۃ، باب فضل العلماء والحث علی طلب العلم، الحدیث ۲۲۳، ص ۲۴۹)

سیدی اعلیٰ حضرت، امام اہلسنت، مجدد دین و ملت، حامی سنت، ماحی شرک و بدعت امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن اس حدیث پاک کی شرح کرتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں: "ہر اس شخص پر اس کی حالت موجودہ کے مسئلے سیکھنا فرض عین ہے اور انہیں میں سے ہیں مسائل حلال و حرام کہ ہر فرد بشر (یعنی انسان) ان کا محتاج ہے اور مسائل علم قلب یعنی فرائض قلبیہ مثل تواضع



واخلاص و توکل وغیرہ اور ان کے طریق تحصیل (یعنی حاصل کرنے کے طریقے) اور محرمات باطنیہ (مثلاً تکبر و ریاء و عجب و حسد وغیرہ) اور ان کے معالجات کہ ان کا علم بھی ہر مسلمان پر اہم فرائض سے ہے جس طرح بے نماز فاسق و فاجر و مرتکب کبائر (یعنی کبیرہ گناہ کرنے والا) ہے یونہی بعینہ ریاء سے نماز پڑھنے والا انہیں مصیبتوں میں گرفتار ہے۔ نَسَلُ اللّٰهُ الْعَفْوَ وَالْعَافِيَةَ (یعنی ہم اللہ تعالیٰ سے مغفرت کا سوال کرتے ہیں) (فتاویٰ رضویہ، ج ۲۳، ص ۶۲۴)

بہر حال انبیائے کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کے بعد صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین اور پھر اولیائے کرام رحمہم اللہ تعالیٰ خلق خدا کی رہنمائی، انہیں علوم سے مزین کرنے اور ان کی اصلاح نفس کے کام کو سرانجام دیتے رہے۔ جوں جوں زمانہ ترقی کرتا گیا، اصلاح نفس کے طریقوں میں بھی تبدیلیاں آتی گئیں۔ بزرگان دین علیہم رحمۃ اللہ التین نے تحریر و تقریر ہر ذریعے سے لوگوں کی اصلاح کی سعی بلیغ فرمائی اور بارہا سیاسی طور پر اسلام کو ناقابل تلافی نقصان پہنچا مگر مذہبی اعتبار سے اسلام مغلوب نہ ہو سکا۔ اس کی وجہ یہی تھی کہ صوفیائے کرام رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کی اصلاح نفس والی تحریک کے اثرات لوگوں میں موجود تھے۔ انہی بزرگان دین علیہم رحمۃ اللہ التین کی کاوشوں کا نتیجہ ہے کہ آج بھی گلشن اسلام ہر ابھرا اور لہلہاتا نظر آ رہا ہے۔

حضرت سیدنا امام محمد غزالی علیہ رحمۃ اللہ الوالی کی شہرہ آفاق تصنیف ”احیاء العلوم“ ظاہری و باطنی علوم پر مشتمل اور اصلاح نفس کرنے والی ایک مایہ ناز کتاب ہے جس کی تعریف میں بڑے بڑے ائمہ رطب اللسان ہیں جیسا کہ،  
حضرت سیدنا امام سبکی علیہ رحمۃ اللہ القوی ارشاد فرماتے ہیں: ”احیاء العلوم ان کتب میں سے ہے جن کی حفاظت اور اشاعت مسلمانوں پر لازم ہے تاکہ زیادہ سے زیادہ مخلوق ہدایت یافتہ ہو جو بھی اس کتاب میں غور کرتا ہے خواب غفلت سے بیدار ہو جاتا ہے۔“  
آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے مزید فرمایا: ”اگر لوگوں کے پاس احیاء العلوم کے علاوہ اہل علم کی کوئی کتاب نہ رہے تو یہی ان کے لئے کافی ہے۔ میں فقہاء کی تصنیفات میں نظر و فکر اور نقل و اثر کے اعتبار سے اس کتاب کی مثل کوئی کتاب نہیں پاتا۔“

(اتحاف السادة المتقين، باب الاحوال المتعلقة بمصنف هذا الكتاب، الفصل التاسع عشر، ج ۱، ص ۳۷)

زیر نظر کتاب ”لباب الاحیاء“ (یعنی احیاء کا خلاصہ) حضرت سیدنا امام محمد غزالی علیہ رحمۃ اللہ الوالی کی اسی مشہور زمانہ تصنیف ”احیاء العلوم“ کا خلاصہ ہے جو آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے خود ہی تحریر فرمایا۔ اس کتاب میں انسان کے تمام معمولات زندگی کا جامع بیان ہے۔ اس میں ایک مقدمہ، ایک خاتمہ اور چالیس ابواب ہیں جن میں سے ہر دس ابواب بالترتیب عبادات، عادات، مہلکات اور منجیات پر مشتمل ہیں۔ عبادات میں بنیادی عقائد، ارکان اسلام، وظائف اور دعائیں بیان کی گئی ہیں۔ عادات میں سنت کے مطابق زندگی گزارنے کا جامع بیان ہے۔ مہلکات میں انسان کو ہلاکت میں ڈالنے والی چیزیں (مثلاً نفسانی خواہشات، زبان، غصہ اور حسد کی آفات، بخل، تکبر، عجب یعنی خود پسندی اور حب مال اور حب جاہ کی مذمت وغیرہ) بیان کی گئی ہیں اور منجیات میں انسان کو نجات

دلانے والی اشیاء (مثلاً توبہ، صبر و شکر، خوف ورجاء، فقر و زہد، توحید و توکل اور مراقبہ و محاسبہ وغیرہ) کا بیان ہے۔

مجلس المدینۃ العلمیۃ کے شعبہ تراجم کتب کے مدنی علماء کثرتاً اللہ تعالیٰ کی انتھک کاوشوں سے اس کا اردو ترجمہ ”احیاء العلوم کا خلاصہ“ کے نام سے شائع ہو کر آپ کے ہاتھوں میں ہے۔ اس میں جو بھی خوبیاں ہیں وہ یقیناً اللہ عزوجل اور اس کے پیارے حبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی عطاؤں، اولیائے کرام رحمہم اللہ تعالیٰ کی عنایتوں اور شیخ طریقت، امیر اہلسنت، بانی دعوت اسلامی حضرت علامہ مولانا محمد الیاس عطار قادری دامت برکاتہم العالیہ کی پر خلوص دعاؤں کا نتیجہ ہے اور جو خامیاں ہیں ان میں ہماری کوتاہی کا دخل ہے۔

حضرت سیدنا امام محمد غزالی علیہ رحمۃ اللہ الوالی چونکہ مسلک شافعی تھے اس لئے فقہی اعتبار سے اختلافی مسائل میں حتی الامکان احناف کا موقف حاشیے میں بیان کر دیا گیا ہے۔ اور تکبر، حسد، ریاکاری وغیرہ کی تعریفات کے لئے بھی حواشی کا التزام کیا گیا ہے۔ ترجمہ کے لئے ”دَارُ النَّبِيِّ دِمَشْقُ“ کا نسخہ استعمال کیا گیا ہے۔

ترجمہ کرتے ہوئے درج ذیل امور کا خصوصی طور پر خیال رکھا گیا ہے:

☆..... سلیس اور با محاورہ ترجمہ کیا گیا ہے تاکہ کم پڑھے لکھے اسلامی بھائی بھی اچھی طرح سمجھ سکیں۔

☆..... آیات مبارکہ کا ترجمہ اعلیٰ حضرت، امام اہلسنت الشاہ امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن کے ترجمہ قرآن کنز الایمان سے لیا گیا ہے۔

☆..... بیان کردہ احادیث مبارکہ کی تخریج کا حتی المقدور اہتمام کیا گیا ہے۔

☆..... جگہ بہ جگہ مفید حواشی کا اہتمام کیا گیا ہے، بالخصوص فقہی مسائل میں احناف کے موقف کی وضاحت کی گئی ہے۔

☆..... کئی مقامات پر مشکل الفاظ کے معانی بریکٹ میں لکھ دیئے گئے ہیں۔ نیز کئی الفاظ پر اعراب بھی لگائے گئے ہیں۔

☆..... علامات ترقیم (زموزاوقاف) کا بھی خیال رکھا گیا ہے۔

اللہ عزوجل کی بارگاہ میں دعا ہے کہ ہمیں ”اپنی اور ساری دنیا کے لوگوں کی اصلاح کی کوشش“ کرنے کے لئے مدنی

إنعامات پر عمل اور مدنی قافلوں میں سفر کرنے کی توفیق عطا فرمائے اور دعوت اسلامی کی تمام مجالس بشمول مجلس المدینۃ العلمیۃ

کو دن پچیسویں رات چھبیسویں ترقی عطا فرمائے۔ آمین بجاہ النبی الامین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم

**شعبہ تراجم کتب (مجلس المدینۃ العلمیۃ)**

## تَعَارُفِ مُصَنِّفِ

نام و نسب:

آپ کی کنیت ابو حامد، لقب حجة الاسلام اور نام نامی، اسم گرامی محمد بن محمد بن محمد بن احمد طوسی غزالی رحمہ اللہ تعالیٰ ہے۔

ولادت با سعادت:

آپ رحمہ اللہ تعالیٰ علیہ ۴۵۰ھ خراسان کے شہر طوس میں پیدا ہوئے۔ آپ رحمہ اللہ تعالیٰ علیہ کے والد گرامی اسی شہر میں اُون

کات کر بیجا کرتے تھے۔

علمی زندگی:

حضرت سیدنا امام محمد غزالی علیہ رحمۃ اللہ الوالی نے ابتدائی تعلیم اپنے شہر میں حاصل کی اور فقہ کی کتابیں حضرت احمد بن محمد راذکانی رحمہ اللہ تعالیٰ علیہ سے پڑھیں۔ پھر 20 سال سے کم عمر میں جرجان میں امام ابو نصر اسماعیلی رحمہ اللہ تعالیٰ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ پھر طوس واپس تشریف لائے اور تین سال وہیں ٹھہرے رہے۔ اس کے بعد ۴۷۳ھ نیشاپور میں امام الحرمین امام جوینی رحمہ اللہ تعالیٰ علیہ کی بارگاہ میں زانوئے تلمذ طے کیا اور ان سے اصول دین، اختلافی مسائل، مناظرہ، منطق، حکمت اور فلسفہ وغیرہ میں مہارت تامہ حاصل کی اور ان میں سے ہر فن میں بہترین اور مدلل کتب تصنیف فرمائیں۔ (ایک موقع پر امام الحرمین رحمہ اللہ تعالیٰ علیہ نے یہ ارشاد فرمایا کہ ”غزالی، علم کے دریائے ذخار ہیں۔“)

اساتذہ کرام:

آپ رحمہ اللہ تعالیٰ علیہ کے چند مشہور اساتذہ کے نام یہ ہیں: فقہ میں علامہ احمد بن محمد راذکانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ، امام ابو نصر اسماعیلی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ، امام الحرمین ابو المعالی امام جوینی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اور حافظ عمر بن ابی الحسن رواسی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ تصوف میں ابو علی فضل بن محمد بن علی فارمدی طوسی۔ اسی طرح آپ کے مشائخ میں یوسف سجاج، ابو سهل محمد بن احمد عبید اللہ حفصی مروزی، حاکم ابو الفتح نصر بن علی بن احمد حاکمی طوسی، ابو محمد عبد اللہ بن محمد بن احمد خوارمی، محمد بن یحییٰ، ابن محمد سجاعی زوزنی، حافظ ابو الفتیان عمر بن ابی الحسن رواسی دہستانی، نصر بن ابراہیم مقدسی وغیرہ شامل ہیں۔ اور علم کلام و جدل میں آپ رحمہ اللہ تعالیٰ علیہ کے مشائخ کے بارے میں علم نہ ہو سکا اور فلسفہ میں آپ کا کوئی استاذ نہ تھا جیسا کہ اپنی کتاب المنقذ من الضلال میں آپ رحمہ اللہ تعالیٰ علیہ نے خود صراحت فرمائی ہے۔

پیش کش: مجلس المدینۃ العلمیہ (دعوت اسلامی)

تلاذہ:

حجۃ الاسلام حضرت سیدنا امام محمد غزالی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے بے شمار شاگرد تھے جن میں سے اکثر اپنے وقت کے بھر عالم، فقیہ، محدث، مفسر اور مصنف کی حیثیت سے معروف تھے۔ آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے شاگردان گرامی میں محمد بن تو مرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ، علامہ ابو بکر عربی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ، قاضی ابونصر احمد بن عبد اللہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ، امام ابوسعید یحییٰ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ، ابوطاہر رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ، امام ابراہیم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ، ابوطالب عبدالکریم رازی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ، جمال الاسلام ابوالحسن علی بن مسلم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ۔

مدرسہ نظامیہ میں تدریس:

۴۷۸ھ میں جب حضرت سیدنا امام الحرمین رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا وصال ہو گیا تو حضرت سیدنا امام غزالی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ملک شاہ سلجوقی کے وزیر نظام الملک کے پاس تشریف لے گئے۔ اس کی مجلس ان دنوں اہل علم کی مجلس ہوتی تھی۔ وہاں آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے مختلف علماء سے مناظرے کئے، آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ان پر غالب آئے اور سارے عالم میں مشہور ہو گئے۔ وزیر نظام الملک نے بغداد میں مدرسہ نظامیہ کی بنیاد رکھی اور آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ۴۸۴ھ میں وہاں استاذ مقرر ہوئے، لوگوں میں آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو بہت مقبولیت اور احترام حاصل ہوا۔ حضرت سیدنا امام غزالی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ چار سال بغداد میں تدریس و تصنیف میں مشغول رہے۔ پھر آپ نے تدریس کے لئے اپنے بھائی کو اپنا قائم مقام بنایا اور خود حج کے ارادے سے مکہ معظمہ روانہ ہو گئے۔

دنیا سے بے رغبتی:

پھر حضرت سیدنا امام محمد غزالی علیہ رحمۃ اللہ الوالی کا دل دنیا سے اچاٹ ہو گیا اور مکمل طور پر فکر آخرت میں منہمک ہو گئے اور ۴۸۹ھ میں دمشق پہنچے اور کچھ دن وہاں قیام فرمایا۔ پھر ایک عرصہ بیت المقدس میں گزارا۔ آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ دوبارہ دمشق واپس تشریف لائے اور جامع دمشق (یعنی جامع اموی) کے مغربی منارے پر ذکر و فکر اور مراقبے میں مشغول رہے (یہ شام کی ایک بڑی یونیورسٹی ہے)۔ امام غزالی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ شام میں تقریباً دس سال رہے۔ پھر حجاز، بغداد اور نیشاپور کے درمیان سفر جاری رہا۔ بالآخر آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ طوس واپس تشریف لائے اور اپنے گھر کو لازم پکڑ لیا اور تادم آخر وعظ و نصیحت، عبادت اور تدریس میں مشغول رہے۔

آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی تصانیف:

حضرت سیدنا امام محمد غزالی علیہ رحمۃ اللہ الوالی نے کئی علوم و فنون میں سینکڑوں کتب تصنیف کیں، جن میں سے چند کے نام یہ ہیں:

فقہ شافعی: (۱) تعلیقہ فی فروع المذہب (۲)، بیان القولین (۲)، الوجیز فی الفروع (۲)، الوسیط المحیط

پیش کش: مجلس المدینۃ العلمیہ (دعوت اسلامی)

بأقطار البسيط (۵) البسيط فی فروع المذهب (۶) خلاصه الوسائل إلى علم المسائل فی فروع المذهب (۷) اختصار المختصر (۸) غایة الغور (۹) مجموعہ فتاویٰ وغیرہا۔ اصول فقہ: (۱۰) تحسین المأخذ (۱۱) مفصل الخلاف فی اصول القیاس (۱۲) مأخذ فی الخلافیات (۱۳) شفاء العلیل (۱۴) منتخل فی علم الجدل (۱۵) المنحول (۱۶) المستصفی۔ منطق: (۱۷) معیار العلم (۱۸) محک النظر (۱۹) میزان العمل۔ فلسفہ: (۲۰) مقاصد الفلاسفہ۔ علم کلام: (۲۱) تہافتہ الفلاسفہ (۲۲) المنقذ من الضلال والمفصح عن الاحوال (۲۳) إجماع العوام عن علم الکلام (۲۴) الإقتصاد فی الاعتقاد (۲۵) المستظهری فی الرد علی الباطنیة (۲۶) فضائح الاباحیة وحقیقة الروح (۲۷) الرسالة القدسیة (۲۸) تفرقة بین الاسلام والزندقة (۲۹) مواہم الباطنیة (۳۰) القول الجمیل فی رد علی من غیر الانجیل (۳۱) القسطاس المستقیم۔ تصوف و اخلاق: (۳۲) منهاج العابدین الی جنۃ رب العالمین (۳۳) کیمیائے سعادت (۳۴) احیاء علوم الدین (۳۵) القصد الاقصى (۳۶) اخلاق الابرار (۳۷) جواهر القرآن (۳۸) جواهر القدس فی حقیقة النفس (۳۹) مشکوٰۃ الانوار فی لطائف الاخیار (۴۰) مزاج السالکین (۴۱) نضیحة الملوک (۴۲) بدایة الهدایة (۴۳) ایہا الولد۔ آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی بعض مشہور کتب کے نام یہ ہیں: (۴۴) المقصد الاسنی فی شرح اسماء الحسنی (۴۵) اربعین (۴۶) المرشد الامین (۴۷) تلبیس ابلیس (علامہ ابن جوزی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے بھی اسی نام سے ایک کتاب لکھی ہے) (۴۷) قانون الرسول (۴۹) عجائب صنع اللہ (۵۰) القربة الی اللہ، (۵۱) المجلس الغزالیة (۵۲) تنبیہ الغافلین (۵۳) الفرق بین الصالح و غیر الصالح (۵۴) مکاشفة القلوب (۵۵) اسرار الحروف والكلمات۔

### حضرت سیدنا امام غزالی علیہ رحمۃ اللہ الیٰہی کا مقام و مرتبہ:

حضرت سیدنا علامہ اسماعیل حقی علیہ رحمۃ اللہ الخلی سورۃ طہ، آیت نمبر ۱۸ کے تحت (تفسیر روح البیان، ج ۵، ص ۳۷۴۔ ۳۷۵ پر) نقل فرماتے ہیں: حضرت سیدنا امام راعب اصفہانی قدس سرہ الزبانی نے محاضرات میں ذکر فرمایا کہ صاحب حزب البحر عارف باللہ حضرت سیدنا امام شاذلی علیہ رحمۃ اللہ الیٰہی فرماتے ہیں: ”میں مسجد اقصیٰ میں محو آرام تھا کہ خواب میں دیکھا مسجد اقصیٰ کے باہر صحن کے درمیان میں ایک تخت بچھا ہوا ہے اور لوگوں کا ایک جمع عظیم گروہ درگروہ داخل ہو رہا ہے، میں نے پوچھا: ”یہ جمع غیر کن لوگوں کا ہے؟ مجھے بتایا گیا: ”یہ انبیاء و رسل کرام علی نبینا وعلیہم الصلوٰۃ والسلام ہیں جو حضرت سیدنا حسین حلاج رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے ظاہر ہونے والی ایک غلط بات پر ان کی سفارش کے لئے حضرت سیدنا محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہیں۔“ پھر میں نے تخت کی طرف دیکھا تو حضور نبی کریم، رؤوف رحیم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اس پر جلوہ فرما ہیں اور دیگر انبیاء

کرام جیسے حضرت سیدنا ابراہیم، حضرت سیدنا موسیٰ، حضرت سیدنا عیسیٰ اور حضرت سیدنا نوح علی نبینا وعلیہم الصلوٰۃ والسلام زمین پر بیٹھے ہیں۔ میں ان کی زیارت کرنے لگا اور ان کا کلام سننے لگا۔

اسی دوران حضرت سیدنا موسیٰ علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام نے ہمارے پیارے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے گفتگو کرتے ہوئے عرض کی: ”آپ کا فرمان ہے: ”عَلَمَاءُ أُمَّتِي كَأَنْبِيَاءِ بَنِي إِسْرَائِيلَ“ یعنی میری امت کے علماء بنی اسرائیل کے انبیاء کی طرح ہیں۔“ لہذا مجھے ان میں سے کوئی دکھائیں۔“ تو اللہ کے پیارے حبیب، حبیب لبیب عزوجل صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت سیدنا امام محمد غزالی علیہ رحمۃ اللہ الہی کی طرف اشارہ فرمایا۔ حضرت سیدنا موسیٰ علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام نے آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے ایک سوال کیا اور آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے دس جواب دیئے۔ تو حضرت سیدنا موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا کہ جواب سوال کے مطابق ہونا چاہئے، سوال ایک کیا گیا اور تم نے دس جواب دیئے تو حضرت سیدنا امام غزالی علیہ رحمۃ اللہ الہی نے عرض کی: ”جب اللہ عزوجل نے آپ سے پوچھا تھا: ”وَمَا تِلْكَ بِمِثْلِكَ تَرْجَمُهُ كُنْزُ الْإِيمَانِ“ تیرے ہاتھ میں کیا ہے۔“ تو اتنا عرض کر دینا کافی تھا کہ ”یہ میری چھٹری ہے۔“ مگر آپ نے اس کی کئی خوبیاں بیان فرمائیں۔“ (یہ واقعہ فتاویٰ رضویہ ج ۲۸، ص ۲۱۰ اور النبراس شرح شرح العقائد ص ۲۲۷ پر بھی موجود ہے)

علماء کرام تَشْرَفُهُمُ اللَّهُ تَعَالَى فرماتے ہیں کہ گویا امام غزالی علیہ رحمۃ اللہ الہی، حضرت سیدنا موسیٰ کلیم اللہ علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کی بارگاہ میں عرض کر رہے ہیں کہ ”جب آپ کا ہم کلام، باری تعالیٰ تھا تو آپ نے وفور محبت اور غلبہ شوق میں اپنے کلام کو طول دیا تا کہ زیادہ سے زیادہ ہم کلامی کا شرف حاصل ہو سکے اور اس وقت مجھے آپ سے ہم کلام ہونے کا موقع ملا ہے اور کلیم خدا عزوجل سے گفتگو کا شرف حاصل ہوا ہے اس لئے میں نے اس شوق و محبت سے کلام کو طوالت دی ہے۔“ (کوثر الخیرات، ص ۴۰)

## وصال پر ملال:

حضرت سیدنا امام محمد غزالی علیہ رحمۃ اللہ الہی تقریباً نصف صدی آسمان علم و حکمت کے افق پر آفتاب بن کر چمکتے رہے۔ بالآخر ۵۰۵ھ طوس میں وصال فرما گئے۔ بوقت وصال آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی عمر مبارک 55 سال تھی۔

**خُذَارْ حَمْتُ كُنُنْدُ اِيْنِ بِنْدْكَانِ پَاكِ طِيْنَتِ رَا** یعنی اللہ تعالیٰ اپنے ان نیک خصلت بندوں پر رحمت نازل فرمائے۔ (آمین)

(اللہ عزوجل کی ان پر رحمت ہو اور ان کے صدقے ہماری مغفرت ہو۔ آمین بجاہ النبی الامین صلی اللہ علیہ وسلم)

(ماخوذ از اتحاف السادة المتقين، تفسير روح البيان، فتاوى رضويه، النبراس شرح شرح العقائد، كوثر الخيرات وغيرها)

ضممنی فہرست

صفحہ نمبر	مضامین	صفحہ نمبر	مضامین
	حظیہ سوم مُہلکات (یعنی ہلاکت)	21	مقدمہ
195	میں ڈالنے والے اعمال)	22	حظیہ اول عبادات
195	باب 21: عجائبات قلب کا بیان	23	باب 1: علم سیکھنے اور سکھانے کا بیان
212	باب 22: ریاضت نفس کا بیان	40	باب 2: عقائد کا بیان
223	باب 23: پیٹ اور شرمگاہ کی شہوت کا بیان	47	باب 3: طہارت کے اسرار
233	باب 24: زبان کی آفات	58	باب 4: نماز کے اسرار و مسائل
248	باب 25: غصہ، کینہ اور حسد کی آفات	77	باب 5: زکوٰۃ کے اسرار کا بیان
256	باب 26: دنیا کی مذمت کا بیان	84	باب 6: روزے کے اسرار کا بیان
262	باب 27: بخل اور خُب مال کی مذمت	89	باب 7: حج کے اسرار کا بیان
273	باب 28: خُب جاہ اور ریاء کی مذمت	116	باب 8: تلاوت قرآن پاک کا بیان
286	باب 29: تکبر و عجب (خوبسندی) کی مذمت	119	باب 9: اذکار اور دعاؤں کا بیان
290	باب 30: بُرُور یعنی خوش فہمی کی مذمت کا بیان	124	باب 10: اوراد و وظائف کا بیان
300	حظیہ چہارم مُنجیات (نجات دلانے والے اعمال)	127	حظیہ دوم عادات
300	باب 31: توبہ کا بیان	128	باب 11: کھانے پینے کے آداب کا بیان
307	باب 32: صبر و شکر	136	باب 12: آداب نکاح کا بیان
312	باب 33: رجاء اور خوف کا بیان	141	باب 13: کسب معاش کے آداب
324	باب 34: زُہد و فقر کا بیان	145	باب 14: حلال و حرام کا بیان
334	باب 35: توحید اور توکل کا بیان	153	باب 15: آداب محبت
349	باب 36: محبت، شوق اور رضا کا بیان	163	باب 16: گوشہ نشینی کا بیان
365	باب 37: نیت، اخلاص اور صدق کا بیان	166	باب 17: سفر کے آداب
372	باب 38: مُراقبہ و مُحاسبہ کا بیان	168	باب 18: سماع اور وجد کا بیان
377	باب 39: تفکر کا بیان	173	باب 19: تیکی کا حکم دینا اور برائی سے منع کرنا
380	باب 40: موت اور اس کے بعد کا بیان	180	باب 20: آداب معیشت اور اخلاق نبوت کا بیان

تفصیلی فہرست

صفحہ نمبر	مضامین	صفحہ نمبر	نمبر شمار	مضامین	صفحہ نمبر	نمبر شمار
35	استاذ کے آداب	21	21	مقدمہ		1
37	علم کی آفات کا بیان	22	22	حصہ اولی عبادات		2
37	علماء آخرت اور علماء دنیا کی علامات	23	23	باب 1: علم سیکھنے اور سکھانے کا بیان		3
39	عقل اور اس کے شرف کا بیان	24	23	علم کے فضائل پر آیات مبارکہ		4
40	باب 2: عقائد کا بیان	25	23	علم کے فضائل پر احادیث مبارکہ		5
40	اہل سنت و جماعت کے عقائد کا بیان	26	25	علم دین سیکھنے کی فضیلت		6
40	اللہ عزوجل ہر عیب سے پاک ہے	27	25	علم دین سکھانے کی فضیلت		7
41	اللہ عزوجل کی حیات و قدرت	28	27	فرض عین، فرض کفایہ، محمود اور مذموم علوم کا بیان		8
41	اللہ عزوجل کا علم	29	28	حضرت سیدنا امام شافعی علیہ رحمۃ اللہ اکافی		9
41	اللہ عزوجل کا ارادہ	30	28	امام شافعی علیہ رحمۃ اللہ اکافی کی غذا		10
42	اللہ عزوجل کی سماعت و بصارت	31	29	امام شافعی علیہ رحمۃ اللہ اکافی کا زہد		11
42	اللہ عزوجل کا کلام	32	29	امام شافعی علیہ رحمۃ اللہ اکافی کا خوف خدا عزوجل		12
43	اللہ عزوجل کے افعال	33	31	حضرت سیدنا امام مالک رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ		13
44	کلمہ شہادت کے دوسرے حصے رسالت کا بیان	34	31	حضرت سیدنا امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ		14
44	بعث بعد الموت پر ایمان لانا	35		حضرت سیدنا امام احمد بن حنبل اور حضرت سیدنا امام		15
45	حوض کوثر پر ایمان لانا	36	31	سفیان ثوری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہما		
45	حساب و کتاب پر ایمان لانا	37	31	مذموم علوم کا بیان		16
45	شفاعت انبیاء علیہم السلام پر ایمان لانا	38	32	استاذ اور شاگرد کے آداب کا بیان		17
45	صحابہ کرام علیہم الرضوان پر ایمان لانا	39	32	شاگرد کے آداب		18
46	تدریس جازبہ نمانی کرنے کی وجہ	40	32	شرح حدیث		19
46	اسلام کا معنی	41	35	بہترین علم		20



68.	پیشوائی اور امامت کا بیان	65	47	باب 3: طہارت کے اسرار	42
70	جمعة المبارک کی فضیلت، آداب، فرائض اور سنتیں	66	47	طہارت کے چار مراتب ہیں	43
71	جمعة کی سنتیں	67	48	احداث سے طہارت کا بیان	44
72	ساعات کی تفصیل و نوافل کا بیان	68	48	قضائے حاجت کے آداب	45
73	عیدین کی نماز کا بیان	69	50	وضو کا طریقہ	46
74	سورج و چاند گرہن کی نماز	70	54	غسل کا طریقہ	47
75	نماز استسقاء کا بیان	71	54	فرائض و ضو	48
77	باب 5: زکوٰۃ کے اسرار کا بیان	72	55	غسل فرض ہونے کے اسباب	49
77	وجوب زکوٰۃ کے اسباب	73	55	تیمم کا طریقہ	50
77	جانوروں کی زکوٰۃ	74	56	صفائی نصف ایمان ہے	51
78	اونٹوں کی زکوٰۃ	75	58	باب 4: نماز کے اسرار و مسائل	52
79	گائے کی زکوٰۃ	76	58	نماز، سجدہ، جماعت اور اذان وغیرہ کے فضائل	53
79	بکریوں کی زکوٰۃ	77	58	فضیلت اذان	54
79	زمین کی فصل کی زکوٰۃ	78	59	فرض نماز کی فضیلت	55
80	سونے چاندی کی زکوٰۃ	79	59	ارکان کو مکمل ادا کرنے کی فضیلت	56
80	صدقہ فطر	80	60	باجماعت نماز کی فضیلت	57
80	زکوٰۃ کی ادائیگی اور اس کی شرائط	81	61	سجدہ کی فضیلت	58
81	زکوٰۃ وصول کرنے والوں کا بیان	82	61	خشوع کی فضیلت	59
82	مصارف زکوٰۃ کی اقسام	83	62	مسجد بنانے کی فضیلت	60
82	نظمی صدقہ کا بیان	84	63	نماز کے ظاہری اعمال کی کیفیت	61
84	باب 6: روزے کے اسرار کا بیان	85	66	نماز کے فرائض	62
86	روزے کے درجات کا بیان	86	67	باطنی شرائط	63
87	نظمی روزوں کا بیان	87	67	اعمال قلبیہ کا بیان	64

117	قرآن پاک پڑھنے کے آداب	111	89	باب 7: حج کے اسرار کا بیان	88
119	باب 9: اذکار اور دعاؤں کا بیان	112	89	حج اور مساجد کی فضیلت	89
121	دعا کے آداب	113	91	مکہ مکرمہ میں قیام کی فضیلت و کراہیت	90
121	درویش شریف کے فضائل	114	92	مدینہ منورہ کی فضیلت و عظمت	91
122	استغفار کی فضیلت	115		حج کی شرائط، صحت، ارکان، واجبات اور	92
123	دعا کے بہتر الفاظ	116	93	ممنوعات کا بیان	92
124	باب 10: اوراد و وظائف کا بیان	117	93	حج کے صحیح ہونے کی شرائط	93
124	اوراد کی فضیلت، ترتیب اور اس کے احکام	118	94	آزادی اور استطاعت	94
125	فضیلت والے دن اور راتیں	119	94	ارکان حج	95
127	حظہ ووم عادات	120	95	حج کی اقسام	96
	باب 11: کھانے پینے کے آداب	121	95	حج اور عمرہ کی ادائیگی کے تین طریقے ہیں	97
128	کا بیان		96	متمتع کے لئے شرائط	98
129	آداب طعام (یعنی کھانے کے آداب) کا بیان	122	97	ممنوعات حج و عمرہ	99
131	اجتماعی دعوت کے آداب	123	97	حج و عمرہ میں ممنوع امور	100
134	ضیافت (یعنی مہمان نوازی) کے آداب	124	98	سفر حج کے آداب	101
136	باب 12: آداب نکاح کا بیان	125	104	وقوف عرفات اور ما قبل امور کا بیان	102
137	نکاح کے فوائد کا بیان	126	106	حج کے دیگر اعمال کا بیان	103
137	نکاح کی آفات	127	108	احرام سے نکلنے کے تین اسباب ہیں	104
138	عقد نکاح کی شرائط	128	108	خطبات حج	105
138	آداب نکاح	129	109	عمرہ اور طواف وداع تک کے بقیہ امور	106
138	منکوحہ کے متعلق شرائط	130	109	طواف وداع کا بیان	107
139	خوش گواری زندگی کے لئے آٹھ فضائل	131	109	مدینہ منورہ کی زیارت اور آداب	108
139	خاندان اور بیوی کی ذمہ داریاں	132	116	باب 8: تلاوت قرآن پاک کا بیان	109
141	باب 13: کسب معاش کے آداب	133	116	غافل لوگوں کی تلاوت کی مذمت	110

379	فکر کی حقیقت اور اس کا نتیجہ	327	361	فضیلتِ رضا کا بیان	305
379	فکر کی گزر گاہیں	328	362	اللہ عزوجل سے محبت کرنے والا مرید	306
380	باب 40: موت اور اس کے بعد کا بیان	320	364	امیر المؤمنین حضرت سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شان	307
380	موت کے ذکر کی فضیلت	330		باب 37: نیت، اخلاص اور صدق کا بیان	308
381	امیدوں کو کم کرنا اور لمبی امیدوں کی مذمت	331	365		
383	سکراتِ موت کا بیان	332	366	نیت کی حقیقت کا بیان	309
383	سکراتِ موت کے وقت کیا کیا جائے؟	333	367	نیتِ اختیاری چیز نہیں	310
385	دوسری مصیبت	334	368	اخلاص کا بیان	311
385	ملک الموت اور حضرت سیدنا داؤد علیہ السلام	335	370	اخلاص کی حقیقت کا بیان	312
386	ملک الموت اور حضرت سیدنا ابراہیم علیہ السلام	336	370	اخلاص کے بارے میں مشائخ کرام علیہم الرحمۃ کے اقوال	313
387	تیسری مصیبت	337	371	صدق کی حقیقت کا بیان	314
387	مردہ اپنا ٹھکانہ دیکھ لیتا ہے	338	371	صدق کا معنی	315
387	قریب المرگ (یعنی مرنے کے قریب شخص) کو کیا کرنا چاہئے؟	339	372	باب 38: مَرَاقِبَهُ وَمَحَاسِبَهُ کا بیان	316
388	موت کے وقت مہلت نہیں دی جائے گی	340	373	نفس کی نگہداشت	317
	رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اور خلفاء	341	373	پہلا مقام: نفس سے شرائط طے کرنا	318
389	راشدین رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا وصال مبارک		373	دوسرا مقام: مراقبہ کرنا	319
390	آقائے دو جہاں علیہ الصلوٰۃ والسلام کی آخری گھڑیاں	342	373	تیسرا مقام: عمل کے بعد نفس کا محاسبہ کرنا	320
	امیر المؤمنین حضرت سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا وصال	343	374	چوتھا مقام: کوتاہی پر سزا دینا	321
395			374	پانچواں مقام: مُجَاهَدَہ کرنا	322
	امیر المؤمنین حضرت سیدنا عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا وصال	344	374	چھٹا مقام: جہر کرنا	323
396			375	حکایت	324
	امیر المؤمنین حضرت سیدنا عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا وصال	345	377	باب 39: تَفَكُّر کا بیان	325
398			377	تَفَكُّر کی فضیلت	326

402	عذاب قبر اور منکر نکیر کے سوالات	358		346	امیر المؤمنین حضرت سیدنا علی المرتضیٰ کرم اللہ
403	مؤمن کا سفر آخرت	359	398		تعالیٰ وجہہ الکریم کا وصال
403	مردہ جو قوں کی آواز سنتا ہے؟	360	399	347	قریب المرگ (مرنے کے قریب) لوگوں کے اقوال
404	کافر کا سفر آخرت	361		348	حضرت سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا وقت
406	صور کے پھونکنے جانے اور مابعد کے حالات	362	399		وصال
407	شفاعت کا بیان	363	399	349	حضرت سیدنا معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا وقت وصال
407	حوض کوثر کا بیان	364		350	حضرت سیدنا ذوالنون مصری علیہ رحمۃ اللہ القوی کا
407	جہنم، اس کی سختیاں اور عذاب	365	400		وقت وصال
408	جنت اور اس کی نعمتیں	366	400	351	قبر کی حالت اور قبروں کے پاس بزرگوں کے اقوال
409	دیدار الہی عزوجل	367	400	352	اولاد کی موت کے وقت کے آداب
410	الاحتسابیہ	368	401	353	زیارت قبور
410	نیک فالی کے طور پر وسعت رحمت الہی پر دلالت	369	401	354	موت کی حقیقت
410	کرنے والی احادیث کا بیان		401	355	کیا مردے زندوں کا کلام سنتے ہیں؟
413	ماخذ مراجع	370	402	356	ملائکہ رحمت کا میت کو تسلی دینا
416	المدینۃ العلمیہ کی کتب	371	402	357	قبر کا میت سے کلام کرنا

دعوتِ اسلامی کے سنتوں کی تربیت کے مدنی قافلوں میں سفر اور روزانہ فکرِ مدینہ کے ذریعے مدنی انعامات کا رسالہ پر کر کے ہر مدنی (اسلامی) ماہ کے ابتدائی دس دن کے اندر اندر اپنے یہاں کے (دعوتِ اسلامی کے) ذمہ دار کو جمع کروانے کا معمول بنا لیجئے  
 اِنْ شَاءَ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ اس کی برکت سے پابند سنت بننے، گناہوں سے نفرت کرنے اور ایمان کی حفاظت کے لئے کڑھنے کا ذہن بنے گا۔

## مقدمہ

اللہ عزوجل کی تمام نعمتوں پر اور اس نے جو اپنی حمد کرنے کی توفیق عطا فرمائی اس پر اس کا شکر ہے، اور درود و سلام ہو تمام رسولوں کے سردار حضرت سیدنا محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم پر جو اللہ عزوجل کے نبی، رسول اور بندہ خاص ہیں اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی آل، اصحاب، آپ کے خلفاء اور آپ کے وزراء پر رحمتیں ہوں۔

### اما بعد!

(حجۃ الاسلام امام محمد غزالی علیہ رحمۃ اللہ الوالی فرماتے ہیں) مجھ پر اپنے کچھ سفروں کے دوران یہ بات ظاہر ہوئی کہ میں اپنی کتاب ”احیاء علوم الدین“ کا خلاصہ مرتب کر دوں کیونکہ اس کے بہت زیادہ ضخیم ہونے کی وجہ سے اس سے نفع حاصل کرنے میں مشکل پیش آرہی تھی پس میں نے اللہ عزوجل سے توفیق و بھلائی چاہتے ہوئے اور نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں درود و سلام کا نذرانہ پیش کرتے ہوئے اس کام کا آغاز کیا۔ (جو پایہ تکمیل تک پہنچا)

اس خلاصہ کے چالیس ابواب ہیں جو چار حصوں پر مشتمل ہیں:

(۱)..... عبادات (۲)..... عادات (۳)..... مہلکات (۴)..... منجیات

اللہ عزوجل ہی سیدھی راہ کی توفیق بخشنے والا ہے۔



## حصہ اول

## عبادات

علم سیکھنے اور سکھانے کا بیان

باب 1:

عقائد کا بیان

باب 2:

طہارت کے اسرار

باب 3:

نماز کے اسرار و مسائل

باب 4:

زکوٰۃ کے اسرار کا بیان

باب 5:

روزے کے اسرار کا بیان

باب 6:

حج کے اسرار کا بیان

باب 7:

تلاوت قرآن پاک کا بیان

باب 8:

اذکار اور دعاؤں کا بیان

باب 9:

اوراد و وظائف کا بیان

باب 10:

84060

134	معاملات کی صحت کی شرائط	142	156	باب 19: نیکی کا حکم دینا اور	173
135	معاملات میں عدل کرنے اور ظلم سے بچنے کا بیان	143		برائی سے منع کرنا	173
136	باب 14: حلال و حرام کا بیان	145	157	مستحب کے آداب کا بیان	175
137	فضیلتِ حلال	145	158	عبادات میں مروجہ منکرات	175
138	حلال کے درجات	147	159	بادشاہوں کو نیکی کی دعوت دینا اور برائی سے منع کرنا	176
139	حلال و حرام کے درجات	147	160	باب 20: آداب معیشت اور اخلاق	
140	شبہات کے مراتب کا بیان	148		نبوت کا بیان	180
141	شبہ کا دوسرا مقام	149	161	حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے آداب کا بیان	180
142	تجسس اور سوال کا بیان	150	162	حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے اخلاق عالیہ کا بیان	183
143	مالی مظالم سے توبہ کا بیان	151	163	آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے کچھ دیگر آداب	186
144	بادشاہوں کے وظائف اور انعامات	152	164	رسول خدا عزوجل و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی	
145	باب 15: آداب محبت	153		گفتگو اور تہنم	188
146	اللہ عزوجل کے لئے اخوت کا معنی	154	165	آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے کھانے کے آداب اور اخلاق	190
147	اخوت اور محبت کے حقوق	157	166	آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے لباس کے	
148	مسلمان، رشتے دار اور پڑوسی کے حقوق	159		متعلق آداب اور اخلاق	191
149	غلاموں کے حقوق	162	167	آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی شجاعت	193
150	باب 16: گوشہ نشینی کا بیان	163	168	آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے معجزات	193
151	گوشہ نشینی کے فوائد و نقصانات اور اس کی فضیلت کا		169	حطہ صوفیہ مہلکات	195
	واضح بیان	163	170	باب 21: عجائبات قلب کا بیان	195
152	باب 17: سفر کے آداب	166	171	قلب کے معانی	195
153	سفر کرنے میں کیا نیت ہو؟	166	172	روح کے معانی	196
154	باب 18: سماع اور وجد کا بیان	168	173	نفس کے معانی	196
155	سماع کے آثار	169	174	عقل کے معانی	197

236	پانچویں آفت: لڑائی جھگڑا کرنا	197	198	175	دل کے لشکر
237	چھٹی آفت: تکلف اور بناوٹ سے گفتگو کرنا	198		176	علوم کے اعتبار سے دل کی حالت نیز علماءِ ظاہر اور صوفیاء کے طریقے میں فرق کا بیان
237	ساتویں آفت: گالی گلوچ اور فحش کلامی	199	207		
237	آٹھویں آفت: لعنت کرنا	200	210	177	طریقہ صوفیاء کے صحیح ہونے کا بیان
238	نویں آفت: گانے گانا و شعر کہنا	201	212	178	باب 22: ریاضت نفس کا بیان
238	دسویں آفت: ہنسی مزاح کرنا	202	212	179	ایچھے اور بُرے اخلاق کا بیان
239	گیارہویں آفت: مذاق اڑانا اور تمسخر کرنا	203	214	180	اخلاق سنوارنے کا تفصیلی طریقہ
240	بارہویں آفت: راز کو ظاہر کرنا	204	215	181	نفس کے عیوب پہچاننے کا بیان
240	تیرہویں آفت: جھوٹا وعدہ کرنا	205	217	182	ایچھے اخلاق کی علامات کا بیان
240	چودھویں آفت: جھوٹ بولنا اور جھوٹی قسم کھانا	206	218	183	ابتدائی عمر میں بچوں کی تربیت کا طریقہ
241	پندرہویں آفت: غیبت	207	219	184	مُرید بننے کی شرائط
242	غیبت کی تعریف اور کب غیبت کی رخصت ہے؟	208		185	باب 23: پیٹ اور شرمگاہ کی شہوت کا بیان
243	غیبت کے کفارے کا بیان	209	223		
244	سولہویں آفت: چغلی کھانا اور چغلی کی تعریف	210	223	186	بھوک کی فضیلت اور شکم سیری کی مذمت کا بیان
245	سترہویں آفت: منافقت	211	224	187	نوالہ چبانے میں بھی وقت صرف ہوتا ہے
245	اٹھارہویں آفت: بے جا تعریف کرنا	212	224	188	پیٹ کی شہوت کو توڑنے والی ریاضات
245	تعریف کرنے والے کے لئے آفات	213	228	189	شرمگاہ کی شہوت توڑنے کا طریقہ
246	مدوح کے لئے آفات	214	230	190	مُرید پر نکاح کرنا واجب ہے یا ترک کرنا
	انیسویں آفت: گفتگو میں چھوٹی غلطیوں سے لاپرواہی کرنا	215	231	191	شہوت کی مخالفت کرنے پر فضیلت
246			233	192	باب 24: زبان کی آفات
	بیسویں آفت: صفات باری تعالیٰ کے متعلق سوال کرنا	216	234	193	پہلی آفت: بے مقصد کلام کرنا
247			234	194	دوسری آفت: فضول گوئی کرنا
	باب 25: غصہ، کینہ اور حسد	217	235	195	تیسری آفت: گناہوں کے متعلق کلام کرنا
248	کی آفات		236	196	چوتھی آفت: بحث و مباحثہ کرنا اور جھگڑنا



218	غصے کی مذمت کا بیان	248	240	حب جاہ	273
219	غصے کی حقیقت	248	241	گناہی کی فضیلت	274
220	غصے کا علاج	250	242	حب جاہ کی مذمت	275
221	غصے کے علاج کی چند صورتیں	250	243	حب جاہ کا علاج	276
222	فضیلتِ حلم کا بیان	251	244	حب جاہ کا علمی علاج	276
223	غفور و رزور کی فضیلت کا بیان	252	245	مدح کو پسند اور مذمت کو ناپسند کرنے سے خلاصی	
224	زری کی فضیلت کا بیان	253		کیسے ممکن ہے؟	277
225	حسد کی مذمت کا بیان	254	246	ریا کاری	277
226	باب 26: دنیا کی مذمت کا بیان	256	247	ریاء کی حقیقت کا بیان	281
227	دنیا کی مذمت	256	248	ریاء خفی کا بیان	283
228	دنیا کی حقیقت و ماہیت کا بیان	260	249	ریاء خفی کا علاج	284
229	باب 27: بخل اور خب مال کی مذمت		250	گناہ چھپانے کی رخصت	284
		262	251	ریاء کے خوف سے عبادات کو چھوڑنا جائز نہیں	284
230	مال کی تعریف و مذمت کا بیان	263	252	باب 29: تکبر و عجب (یعنی خود پسندی) کی مذمت	
231	قناعت اور لوگوں کے مال سے بے نیاز ہونے کی تعریف اور حرص کی مذمت				286
232	قناعت پسندی کا حصول	264	253	تکبر کا بیان	286
233	سخاوت کی فضیلت	265	254	تکبر کا معنی	287
234	بخل کی مذمت	265	255	تکبر کی اقسام	287
235	ایثار کی فضیلت	266	256	عجب (یعنی خود پسندی) کا بیان	288
236	بخل کا علاج	267	257	عجب کی حقیقت	289
237	فقر کی فضیلت اور غنا کی مذمت	267	258	عجب کا علاج	289
238	علمائے سوء کی مذمت	269	259	باب 30: غرور (یعنی خوش فہمی) کی مذمت کا بیان	
239	باب 28: حب جاہ اور ریاء کی مذمت	269	260	غرور کی مذمت پر آیات کریمہ اور احادیث مبارکہ	290

327	سائلین کے احوال کا بیان	284	293	261	شیطانی دھوکے کے شکار لوگوں کی اقسام
328	خیر خواہی کا انوکھا انداز	285	300	262	حطیہ چیلوم منجیات (نبات دلانے والے اعمال)
329	زہد کا بیان	286	300	263	باب 31: توبہ کا بیان
329	زہد کیا ہے؟	287	300	264	توبہ کا وجوب
332	زہد کے درجات	288	300	265	توبہ کی فضیلت
334	باب 35: توحید اور توکل کا بیان	289	305	266	مقبول توبہ کا بیان
335	حقیقت توحید اور اس کے درجات کا بیان	290	305	267	کن چیزوں سے توبہ کرنا ضروری ہے
335	توحید توکل کی اصل ہے		307	268	باب 32: صبر و شکر
335	مراتب توحید	291	307	269	قرآن و حدیث میں صبر کے فضائل
336	ان مراتب کی تفصیل	292	307	270	حقیقت صبر کا بیان
345	توکل کے متعلق اسلاف کے اقوال	293	308	271	صبر جمیل کی تعریف اور شکر
345	توکل کے درجات	294	309	272	حقیقت شکر کا بیان اور شکر کے مختلف طریقے
346	مُتَوَكِّلِينَ کے اعمال کا بیان	295	310	273	اللہ عَزَّوَجَلَّ کے بارے میں شکر کا مفہوم
346	اعمال متوکلین کی اقسام	296	312	274	باب 33: رجاء اور خوف کا بیان
347	عیال دار کا توکل	297	313	275	امید کی فضیلت اور ترغیب
	باب 36: محبت، شوق اور رضا	298	316	276	خوف کا بیان
349	کا بیان		317	277	انبیاء کرام علیہم السلام کا خوف خدا عَزَّوَجَلَّ
350	محبت کا معنی	299	318	278	حضرت سیدنا داؤد علیہ السلام کا خوف خدا عَزَّوَجَلَّ
350	حدیث پاک کی شرح	300	321	279	صحابہ کرام اور تابعین کا خوف خدا عَزَّوَجَلَّ
352	مدرکات کی اقسام	301	324	280	باب 34: زہد و فقر کا بیان
352	اللہ عَزَّوَجَلَّ کی محبت کا قرب بخشنے والے اسباب	302	324	281	مال کا فقیر
353	محبت الہی عَزَّوَجَلَّ کا بیان	303	325	282	فقر کی فضیلت
359	بندے کے لئے اللہ عَزَّوَجَلَّ کی محبت کا بیان	304	327	283	سوال کرنے کی ممانعت اور اجازت

وہ اپنی اور دوسروں کی نجات کا سامان کرتا ہے اور یہی انسان کا کمال ہے۔

**فرض عین، فرض کفایہ، محمود اور مذموم علوم کا بیان:**

اللہ کے پیارے حبیب، حبیب لبیب عزوجل و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان عالیشان ہے: **طَلَبُ الْعِلْمِ فَرِيضَةٌ عَلَى كُلِّ مُسْلِمٍ** ترجمہ: ہر مسلمان پر علم کا حاصل کرنا فرض ہے۔“

(سنن ابن ماجہ، کتاب السنۃ، باب فضل العلماء والحث علی طلب العلم، الحدیث ۲۲۴، ص ۲۴۹۱)

ہر بالغ مسلمان پر صرف کلمہ توحید و رسالت کی شہادت اور اس کا معنی و مفہوم سمجھنا ضروری ہے، اس کے احکام کو دلائل کے ساتھ جاننا لازمی نہیں پس بغیر شک و شبہ کے اس کا اعتقاد رکھنا ہی کافی ہے اگرچہ یہ بات تقلید سے حاصل ہو۔

عرب کے ان پڑھ جب اسلام قبول کرتے تو حضور نبی کریم، رؤوف رحیم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ان کے ساتھ ایسا ہی معاملہ فرماتے، پھر وہ مستقل طور پر پیش آنے والے احکام الہی کو سیکھنے میں مشغول ہو جاتے جیسے نماز، روزہ۔ پس نماز فرض ہونے کی عمر میں وہ نماز سیکھتے اور فرض ہونے سے پہلے اس کے لئے تیار ہو جاتے اور اسی طرح روزہ ہے۔

مسلمان ہونے کے بعد سال گزرنے تک اگر وہ اتنے مال کا مالک رہتا ہے جس پر زکوٰۃ فرض ہے تو اس پر زکوٰۃ کا علم حاصل کرنا فرض ہے اور اسے بقدر ضرورت سیکھنا فرض ہے اور اسی طرح حج کے فرض ہونے سے آگاہ ہونا بھی ضروری ہے لیکن جس طرح فوراً حج ادا کرنا ضروری نہیں اسی طرح حج کا علم سیکھنا بھی فوراً ضروری نہیں اور پھر بقدر حاجت ان چیزوں کا علم حاصل کرنا بھی واجب ہے جو گناہوں کے ترک سے متعلق ہوں۔

پھر اگر اسے اپنے اعتقادات میں شک ہو تو اتنا علم حاصل کرنا اور غور و فکر کرنا ضروری ہے جس سے اس کا شک دور ہو جائے۔ اسی طرح اس علم کا حاصل کرنا بھی فرض ہے جس سے ہلاکت میں ڈالنے والی چیزوں سے نجات حاصل ہو اور درجات میں بلندی ہو۔ اس کے علاوہ دیگر علوم کا سیکھنا فرض کفایہ ہے فرض عین نہیں۔

معلوم ہوا کہ علوم کے درجات کا تعین علم آخرت سے قرب اور دوری کی بناء پر ہے جس طرح علوم شرعیہ دیگر علوم سے افضل ہیں اسی طرح حقائق شریعت سے تعلق رکھنے والا ظاہری علم احکام سے تعلق رکھنے والے علم سے افضل ہے پس فقیہ ظاہری طور پر احکام کے صحیح و غلط ہونے کے متعلق بتاتا ہے جبکہ ایک علم اس کے علاوہ ہے جو عبادت کے قبول ہونے یا رد کئے جانے کی وضاحت کرتا ہے اور وہ صوفیاء کرام کا علم ہے جس کی وضاحت آگے آئے گی۔

وہ مشہور علماء جن کے مذاہب کی طرف لوگ متوجہ ہوتے ہیں اور ان کی اقتداء کرتے ہیں وہ علم فقہ، علم حقائق اور ان پر عمل

کے جامع تھے اور یہ بات ان کے ظاہری احوال اور نقل کردہ اقوال سے عیاں ہے اور وہ پانچ علماء ہیں: حضرت سیدنا امام شافعی، سیدنا امام مالک، سیدنا امام اعظم ابوحنیفہ، سیدنا امام احمد بن حنبل اور سیدنا امام سفیان ثوری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم۔ ان میں سے ہر ایک جس طرح لوگوں کے مصالِح سے متعلق ظاہری علوم کا ماہر تھا، اسی طرح ہر ایک علومِ آخرت کا ماہر اور عابد و زاہد تھا اور وہ ان تمام علوم کے ذریعے اللہ عزوجل کی رضا کے طالب تھے اور موجودہ دور کے فقہاء نے صرف ایک خصلت میں ان کی پیروی کی اور وہ فقہی مسائل کا استنباط اور اس کی اشاعت ہے کیونکہ بقیہ چار خصائل کا تعلق آخرت سے ہے اور یہ خصلت دنیا و آخرت دونوں سے متعلق ہے۔

اب ہم آئمہ کرام کے ان احوال کا تذکرہ کرتے ہیں جو ان چاروں خصائل پر دلالت کرتے ہیں۔

### حضرت سیدنا امام شافعی علیہ رحمۃ اللہ الکافی:

حضرت سیدنا امام محمد بن ادریس شافعی علیہ رحمۃ اللہ الکافی کے عابد ہونے پر دلیل یہ ہے کہ آپ نے رات کو تین حصوں میں تقسیم فرما رکھا تھا ایک تہائی علم کے لیے، دوسری تہائی عبادت کے لیے اور تیسری تہائی نیند کے لئے۔

حضرت سیدنا ربیع علیہ رحمۃ اللہ القوی فرماتے ہیں: ”حضرت سیدنا امام شافعی علیہ رحمۃ اللہ الکافی رمضان المبارک میں نماز میں ساٹھ مرتبہ قرآن مجید ختم کیا کرتے تھے۔“

آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے ایک دوست حضرت سیدنا بویطی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں: ”حضرت سیدنا امام شافعی علیہ رحمۃ اللہ الکافی روزانہ ایک بار قرآن پاک ختم فرماتے تھے۔“

حضرت سیدنا حسن کراہیسی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں: ”میں نے حضرت سیدنا امام شافعی علیہ رحمۃ اللہ الکافی کے ساتھ کئی راتیں گزاریں آپ تقریباً رات کا ایک حصہ نماز پڑھتے اور میں نے دیکھا کہ آپ پچاس آیات سے زیادہ نہیں پڑھتے تھے اگر کبھی زیادہ پڑھتے تو سو آیات ہو جاتیں۔ آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ جب کسی آیتِ رحمت پر پہنچتے تو اللہ عزوجل سے اپنے لئے اور تمام مؤمنین کے لئے رحمت کا سوال کرتے اور جب عذاب والی آیت پڑھتے تو عذاب سے پناہ مانگتے۔ اپنے لئے اور تمام مؤمنین کے لئے نجات کا سوال کرتے۔“

آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا پچاس آیات پر اکتفاء کرنا اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو قرآن مجید کے اسرار و رموز میں تبحر و کمال حاصل تھا۔

### امام شافعی علیہ رحمۃ اللہ الکافی کی غذا:

حضرت سیدنا امام شافعی علیہ رحمۃ اللہ الکافی فرماتے ہیں: ”میں نے سولہ سال سے کبھی سیر ہو کر کھانا نہیں کھایا کیونکہ پیٹ کا

بھر جانا بدن کو بھاری، دل کو سخت، دانائی کو زائل کرتا، نیند کو بڑھاتا اور عبادت میں سستی لاتا ہے۔“  
 آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں: میں نے اللہ عزوجل کے نام کی نہ کبھی سچی قسم کھائی نہ جھوٹی۔  
 حضرت سیدنا امام شافعی علیہ رحمۃ اللہ الکانی سے ایک مسئلہ پوچھا گیا مگر آپ خاموش رہے عرض کی گئی: ”آپ جواب کیوں نہیں دیتے؟“ ارشاد فرمایا: ”اس لئے کہ جب تک مجھے معلوم نہ ہو جائے کہ میرے خاموش رہنے میں بہتری ہے یا جواب دینے میں۔“  
 حضرت سیدنا احمد بن یحییٰ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ ”ایک دن حضرت سیدنا امام شافعی علیہ رحمۃ اللہ الکانی قندیلوں کے بازار سے نکلے تو ہم آپ کے پیچھے پیچھے چل پڑے دیکھا کہ ایک شخص کسی عالم کو بیہودہ باتیں کہہ رہا تھا حضرت سیدنا امام شافعی علیہ رحمۃ اللہ الکانی ہماری طرف متوجہ ہوئے اور ارشاد فرمایا: ”فحش کلامی سننے سے اپنے کانوں کو پاک رکھو جیسے تم اپنی زبانوں کو برے کلام سے پاک رکھتے ہو کیونکہ (قصداً) سننے والا کہنے والے کے ساتھ شریک ہوتا ہے اور بے وقوف آدمی ہی اپنے برتن (یعنی دماغ) میں سے سب سے بری بات تمہارے برتنوں (یعنی دماغوں) میں ڈالنے کی حرص کرتا ہے۔ اگر بے وقوف کی بات اسی کی طرف لوٹا دی جائے تو لوٹانے والا نیک بخت ہوتا ہے جس طرح کہ اس کا قائل بد بخت ہوتا ہے۔“

حضرت سیدنا امام شافعی علیہ رحمۃ اللہ الکانی فرماتے ہیں: ”ایک دانانے دوسرے عقلمند کی طرف لکھا کہ تمہیں علم دیا گیا ہے لہذا تم اپنے علم کو گناہوں کی سیاہی سے آلودہ نہ کرو، ورنہ تم اس دن اندھیرے میں رہو گے جب اہل علم اپنے علم کی روشنی میں چلیں گے۔“  
**امام شافعی علیہ رحمۃ اللہ الکانی کا زہد:**

آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے زہد کا اندازہ اس سے ہو سکتا ہے کہ آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ارشاد فرمایا کرتے تھے: ”جس نے دعویٰ کیا کہ اس نے دنیا کی محبت اور اللہ عزوجل کی محبت کو دل میں جمع کر لیا، اس نے جھوٹ بولا۔ ایک مرتبہ آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا عصا مبارک ہاتھ سے گر گیا ایک آدمی نے اٹھا کر دیا تو آپ نے اسے بدلے میں پچاس دینار عطا فرمائے۔ حضرت سیدنا امام شافعی علیہ رحمۃ اللہ الکانی کی سخاوت اشہر من الشمس یعنی سورج سے بھی واضح ہے۔

**امام شافعی علیہ رحمۃ اللہ الکانی کا خوف خدا عزوجل:**

آپ کے خوف خدا عزوجل اور فکر آخرت کے بارے میں آتا ہے کہ حضرت سیدنا سفیان بن عیینہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے

اعراف باللہ، حضرت علامہ عبدالغنی نابلسی علیہ رحمۃ اللہ القوی سچی قسم ترک کرنے پر وارد ہونے والے ایک اعتراض کا جواب دیتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں: ”چاہئے یہ کہ سچی قسم چھوڑنے کو عمدہ خوبیوں میں اس وقت شمار کیا جائے جب قسم معاملات میں جھگڑے کے وقت ہو لہذا جھگڑے میں جو مطالبہ ہے پورا کر دے اور ایک اچھی بات پر عمل کرتے ہوئے قسم نہ کھائے۔“ (الحدیقة الندیة، النوع الرابع والاربعون من الانواع المستین كثرة الحلف... الخ، ج ۲، ص ۳۲۶)

پیش کش: مجلس المدینة العلمیہ (دعوت اسلامی)

رقت قلبی کے بارے میں ایک حدیث حضرت سیدنا امام شافعی علیہ رحمۃ اللہ الکانی کے سامنے ذکر کی تو آپ پر غشی طاری ہو گئی حضرت سیدنا سفیان رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو بتایا گیا: یہ تو انتقال کر گئے ہیں تو آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ارشاد فرمایا: ”اگر ان کا انتقال ہو گیا ہے تو زمانے کا افضل ترین شخص فوت ہو گیا ہے۔“

ایک مرتبہ کسی نے یہ آیت مبارکہ تلاوت کی:

هَذَا يَوْمٌ لَا يَنْطِقُونَ ۝ وَلَا يُؤَذِّنُ لَهُمْ فَيَعْتَدِرُونَ ۝

ترجمہ کنز الایمان: یہ دن ہے کہ وہ بول نہ سکیں گے اور نہ انہیں اجازت ملے کہ عذر کریں۔

(پ ۲۹، المرسلات: ۳۶، ۳۵)

تو امام شافعی علیہ رحمۃ اللہ الکانی کو دیکھا گیا کہ یہ (آیت مبارکہ سن کر) آپ کے چہرے کا رنگ بدل گیا۔ روٹکٹے کھڑے ہو گئے بہت زیادہ تڑپے اور بے ہوش ہو گئے جب ہوش آیا تو کہنے لگے: ”یا اللہ عزوجل! میں جھوٹوں کے مقام سے اور غافلوں کے انجام سے تیری پناہ چاہتا ہوں۔ یا اللہ عزوجل! عارفین کے دل تیرے لئے جھک گئے اور مشتاقین کی گردنیں تیری ہیبت کے سامنے خم ہو گئیں۔ یا اللہ عزوجل! مجھے اپنے جو دو کرم سے حصہ عطا فرما اور مجھے اپنے پردہ کرم و رحمت میں چھپالے اور اپنے لطف و کرم سے میری کوتاہیوں کو معاف فرما۔“

دلوں کے اسرار سے آپ کے واقف ہونے پر یہ روایت دلالت کرتی ہے کہ آپ سے کسی نے ریاء کے بارے میں پوچھا تو آپ نے فی البدیہہ ارشاد فرمایا: ”ریا کاری ایک فتنہ ہے جسے خواہشاتِ نفس نے علماء کی قلبی آنکھوں کے سامنے لاکھڑا کیا ہے انہوں نے اس کی طرف نفس کی بری چاہت کے ساتھ دیکھا تو ان کے اعمال برباد ہو گئے۔“

حضرت سیدنا امام شافعی علیہ رحمۃ اللہ الکانی نے ارشاد فرمایا: ”جب تمہیں اپنے آپ پر خود پسندی کا ڈر ہو تو دیکھو تم کس کی رضا چاہتے ہو؟ کس ثواب میں رغبت رکھتے ہو؟ کس عذاب سے بھاگتے ہو؟ کس عافیت کا شکر ادا کرتے ہو؟ اور کس مصیبت کو یاد کرتے ہو؟“

آپ نے فقہ اور مناظرہ سے بھی اللہ عزوجل کی رضا طلب کی جیسا کہ آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ خود ارشاد فرماتے ہیں: ”میں چاہتا ہوں کہ لوگ اس علم سے نفع اٹھائیں اور اس میں کچھ بھی میری طرف منسوب نہ ہو۔ یہ بات اس پر قطعی دلیل ہے کہ آپ نے علم سے لوگوں میں شہرت اور دنیا کی خواہش نہیں کی۔“

حضرت سیدنا امام شافعی علیہ رحمۃ اللہ الکانی فرماتے ہیں: ”میں نے کسی سے بھی مناظرہ کرتے ہوئے یہ نہیں چاہا کہ وہ غلطی کرے اور میں جتنے جس سے بھی کلام کیا اس لئے کیا کہ اھے توفیق حاصل ہو، تا کہ وہ سیدھے راستے پر رہے اور اس کی مدد کی جائے اور اللہ عزوجل کی طرف سے اسے حمایت و حفاظت حاصل رہے اور میں نے جب بھی کسی سے کلام کیا تو چاہا کہ اللہ

## حَضْبَةُ أُول

## عبادات

## علم سیکھنے اور سکھانے کا بیان

باب ۱:

## علم کے فضائل پر آیات مبارکہ:

علم کی فضیلت کے بارے میں قرآن مجید میں بے شمار دلائل ہیں۔ چنانچہ،

اللَّهُ عَزَّوَجَلَّ کا فرمانِ عالیشان ہے:

ترجمہ کنز الایمان: اللہ تمہارے ایمان والوں کے اور ان کے جن کو علم دیا گیا درجے بلند فرمائے گا۔

﴿۱﴾ يَرْفَعُ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا مِنْكُمْ وَالَّذِينَ أُوتُوا الْعِلْمَ دَرَجَاتٍ ط (ب ۲۸، المعادله: ۱۱)

حضرت سیدنا ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں: ”علماء کرام، عام مومنین سے سات سو درجے بلند ہوں گے اور ہر

دو درجوں کے درمیان پانچ سو سال کی مسافت ہوگی۔“

ترجمہ کنز الایمان: تم فرماؤ کیا برابر ہیں جاننے والے اور انجان۔

﴿۲﴾ قُلْ هَلْ يَسْتَوِي الَّذِينَ يَعْلَمُونَ وَالَّذِينَ لَا يَعْلَمُونَ ط (ب ۲۳، الزمر: ۹)

ترجمہ کنز الایمان: اللہ سے اس کے بندوں میں وہی ڈرتے ہیں جو علم والے ہیں۔

﴿۳﴾ إِنَّمَا يَخْشَى اللَّهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمَاءُ ط (ب ۲۲، فاطر: ۲۸)

ترجمہ کنز الایمان: اور یہ مثالیں ہم لوگوں کے لئے بیان فرماتے ہیں اور انہیں نہیں سمجھتے مگر علم والے۔

﴿۴﴾ وَتِلْكَ الْأَمْثَالُ نَضْرِبُهَا لِلنَّاسِ ج وَمَا يَعْقِلُهَا إِلَّا الْعَالِمُونَ ط (ب ۲۰، العنکبوت: ۴۳)

## علم کے فضائل پر احادیث مبارکہ:

حضور نبی پاک، صاحب لولاک، سیاح افلاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ”علماء، انبیاء (علیہم السلام) کے

وارث ہیں۔“

(سنن ابی داؤد، کتاب العلم، باب فی فضل العلم، الحدیث ۳۶۴۱، ص ۱۴۹۳)

نبی مکرم، نور مجسم، رسول اکرم، شہنشاہ بنی آدم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا فرمانِ عالیشان ہے: ”لوگوں میں سے افضل وہ

رقتِ قلبی کے بارے میں ایک حدیث حضرت سیدنا امام شافعی علیہ رحمۃ اللہ الکانی کے سامنے ذکر کی تو آپ پر غشی طاری ہو گئی حضرت سیدنا سفیان رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو بتایا گیا: یہ تو انتقال کر گئے ہیں تو آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ارشاد فرمایا: ”اگر ان کا انتقال ہو گیا ہے تو زمانے کا افضل ترین شخص فوت ہو گیا ہے۔“

ایک مرتبہ کسی نے یہ آیت مبارکہ تلاوت کی:

هَذَا يَوْمٌ لَا يَنْطِقُونَ ۝ وَلَا يُؤَذِّنُ لَهُمْ فَيَعْتَلِرُونَ ۝

ترجمہ کنز الایمان: یہ دن ہے کہ وہ بول نہ سکیں گے اور نہ انہیں اجازت ملے کہ عذر کریں۔

(پ ۲۹، المرسلات: ۳۶، ۳۵)

تو امام شافعی علیہ رحمۃ اللہ الکانی کو دیکھا گیا کہ یہ (آیت مبارکہ سن کر) آپ کے چہرے کا رنگ بدل گیا۔ روٹھے کھڑے ہو گئے بہت زیادہ تڑپے اور بے ہوش ہو گئے جب ہوش آیا تو کہنے لگے: ”يا الله عز وجل! میں جھوٹوں کے مقام سے اور غافلوں کے انجام سے تیری پناہ چاہتا ہوں۔ يا الله عز وجل! عارفین کے دل تیرے لئے جھک گئے اور مشتاقین کی گز نہیں تیری ہیبت کے سامنے خم ہو گئیں۔ يا الله عز وجل! مجھے اپنے جو درد کرم سے حصہ عطا فرما اور مجھے اپنے پردہ کرم و رحمت میں چھپالے اور اپنے لطف و کرم سے میری کوتاہیوں کو معاف فرما۔“

دلوں کے اسرار سے آپ کے واقف ہونے پر یہ روایت دلالت کرتی ہے کہ آپ سے کسی نے ریاء کے بارے میں پوچھا تو آپ نے فی البدیہہ ارشاد فرمایا: ”ریا کاری ایک فتنہ ہے جسے خواہشاتِ نفس نے علماء کی قلبی آنکھوں کے سامنے لاکھڑا کیا ہے انہوں نے اس کی طرف نفس کی بری چاہت کے ساتھ دیکھا تو ان کے اعمال برباد ہو گئے۔“

حضرت سیدنا امام شافعی علیہ رحمۃ اللہ الکانی نے ارشاد فرمایا: ”جب تمہیں اپنے آپ پر خود پسندی کا ڈر ہو تو دیکھو تم کس کی رضا چاہتے ہو؟ کس ثواب میں رغبت رکھتے ہو؟ کس عذاب سے بھاگتے ہو؟ کس عافیت کا شکر ادا کرتے ہو؟ اور کس مصیبت کو یاد کرتے ہو؟“

آپ نے فقہ اور مناظرہ سے بھی اللہ عز وجل کی رضا طلب کی جیسا کہ آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ خود ارشاد فرماتے ہیں: ”میں چاہتا ہوں کہ لوگ اس علم سے نفع اٹھائیں اور اس میں کچھ بھی میری طرف منسوب نہ ہو۔ یہ بات اس پر قطعی دلیل ہے کہ آپ نے علم سے لوگوں میں شہرت اور دنیا کی خواہش نہیں کی۔“

حضرت سیدنا امام شافعی علیہ رحمۃ اللہ الکانی فرماتے ہیں: ”میں نے کسی سے بھی مناظرہ کرتے ہوئے یہ نہیں چاہا کہ وہ غلطی کرے اور میں ٹوٹنے جس سے بھی کلام کیا اس لئے کیا کہ اچھے توفیق حاصل ہو، تا کہ وہ سیدھے راستے پر رہے اور اس کی مدد کی جائے اور اللہ عز وجل کی طرف سے اسے حمایت و حفاظت حاصل رہے اور میں نے جب بھی کسی سے کلام کیا تو چاہا کہ اللہ



## حصہ اول

## عبادات

## علم سیکھنے اور سکھانے کا بیان

باب 1:

## علم کے فضائل پر آیات مبارکہ:

علم کی فضیلت کے بارے میں قرآن مجید میں بے شمار دلائل ہیں۔ چنانچہ،

اللہ عَزَّوَجَلَّ کا فرمانِ عالیشان ہے:

﴿۱﴾ يَرْفَعِ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا مِنْكُمْ وَالَّذِينَ أُوتُوا الْعِلْمَ دَرَجَاتٍ (ب ۲۸، المعاطلہ: ۱۱)

ترجمہ کنز الایمان: اللہ تمہارے ایمان والوں کے اور ان کے جن کو علم دیا گیا درجے بلند فرمائے گا۔

حضرت سیدنا ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں: ”علماء کرام، عام مومنین سے سات سو درجے بلند ہوں گے اور ہر

دو درجوں کے درمیان پانچ سو سال کی مسافت ہوگی۔“

﴿۲﴾ قُلْ هَلْ يَسْتَوِي الَّذِينَ يَعْلَمُونَ وَالَّذِينَ لَا يَعْلَمُونَ (ب ۲۳، الزمر: ۹)

ترجمہ کنز الایمان: تم فرماؤ کیا برابر ہیں جاننے والے اور انجان۔

﴿۳﴾ إِنَّمَا يَخْشَى اللَّهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمَاءُ (ب ۲۲، فاطر: ۲۸)

ترجمہ کنز الایمان: اللہ سے اس کے بندوں میں وہی ڈرتے ہیں جو علم والے ہیں۔

﴿۴﴾ وَتِلْكَ الْأَمْثَالُ نَضْرِبُهَا لِلنَّاسِ وَمَا يَعْقِلُهَا إِلَّا الْعُلَمَاءُ (ب ۲۰، العنکبوت: ۴۳)

ترجمہ کنز الایمان: اور یہ مثالیں ہم لوگوں کے لئے بیان فرماتے ہیں اور انہیں نہیں سمجھتے مگر علم والے۔

## علم کے فضائل پر احادیث مبارکہ:

حضور نبی پاک، صاحبِ لولاک، سیاحِ افلاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ”علماء، انبیاء (علیہم السلام) کے

وارث ہیں۔“ (سنن ابی داؤد، کتاب العلم، باب فی فضل العلم، الحدیث ۳۶۴۱، ص ۱۴۹۳)

نبی مکرّم، نور مجسم، رسول اکرم، شہنشاہِ بنی آدم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا فرمانِ عالیشان ہے: ”لوگوں میں سے افضل وہ

مؤمن عالم ہے کہ جب اس کی ضرورت پڑے تو نفع دے اور جب اس سے بے نیازی برتی جائے تو وہ بھی بے نیاز ہو جائے۔“

(شعب الایمان للبیہقی، باب فی طلب العلم، فصل فضل العلم و شرفه، الحدیث ۱۷۲۰، ج ۲، ص ۲۶۹، مفہوماً)

سرکارِ والا ستبار، ہم بے کسوں کے مددگار، شفیعِ روزِ شمار، دو عالم کے مالک و مختار باذن پروردگار عزوجل و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم

کافرمانِ ذیشان ہے: ”ایمان بے لباس ہے، اس کا لباس تقویٰ، اس کی زینت حیا اور اس کا پھل علم ہے۔“

(فردوس الاخبار للدیلمی، باب الالف، الحدیث ۳۸۰، ج ۱، ص ۷۲)

نور کے پیکر، تمام نبیوں کے سرور، دو جہاں کے تاجور، سلطانِ بحر و بر صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کافرمانِ ذیشان ہے: ”لوگوں

میں درجہ نبوت کے زیادہ قریب علماء اور مجاہدین ہیں۔ علماء، انبیاء کرام علیہم السلام کی لائی ہوئی تعلیمات کی طرف لوگوں کی رہنمائی

کرتے ہیں جبکہ مجاہدین انبیاء کرام علیہم السلام کی لائی ہوئی شریعت (کی حفاظت) کے لئے اپنی تلواروں سے جہاد کرتے ہیں۔“

(سیر اعلام النبلاء، الطبقة الخامسة والعشرون، الرقم ۴۳۳۷، الحسینی محمد بن محمد بن زید، ج ۱۴، ص ۵۲، مختصراً)

حضور نبی کریم، رؤوف رحیم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ”عالم زمین میں اللہ عزوجل کا امین ہوتا ہے۔“

(فردوس الاخبار للدیلمی، باب العین، الحدیث ۴۰۳۶، ج ۲، ص ۸۳)

حضور سید المبلغین، جنابِ رحمۃ اللعلمین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کافرمانِ عظمت نشان ہے: ”بروزِ قیامت تین طرح کے

لوگ سفارش کریں گے (۱) انبیاء علیہم السلام (۲) علماء اور (۳) شہداء۔“

(سنن ابن ماجہ، ابواب الزهد، باب ذکر الشفاعة، الحدیث ۴۳۱۳، ص ۲۷۳۹)

ایک مرتبہ حضرت سیدنا فتح موصلی علیہ رحمۃ اللہ القوی نے حاضرین سے استفسار فرمایا: ”جب مریض کو کھانے پینے اور دواء

سے روک دیا جائے تو کیا وہ مر نہیں جاتا؟“ لوگوں نے عرض کی: ”جی ہاں۔“ تو آپ نے فرمایا: ”یہی معاملہ دل کا ہے جب اسے

تین دن تک علم و حکمت سے روکا جائے تو وہ بھی مر جاتا ہے۔“

مصنف (یعنی امام غزالی علیہ رحمۃ اللہ القوی) فرماتے ہیں: ”حضرت سیدنا فتح موصلی علیہ رحمۃ اللہ القوی نے سچ فرمایا کیونکہ دل کی

غذاء علم و حکمت ہے اور ان دونوں سے دل زندہ رہتا ہے جیسے جسم کی غذا کھانا پینا ہے پس جس نے علم کو نہ پایا اس کا دل بیمار ہے اور

اس کی موت یقینی ہے لیکن اسے اس بات کا شعور نہیں ہوتا کیونکہ دنیا میں مشغولیت اس کے احساس کو ختم کر دیتی ہے اور جب موت

ان مشاغل کو ختم کر دیتی ہے تو وہ بہت زیادہ تکلیف محسوس کرتا ہے اور اسے بے انتہاء افسوس ہوتا ہے اور نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ

وسلم کے اس فرمانِ عالیشان: ”النَّاسُ نِيَامٌ فَإِذَا مَاتُوا انْتَبَهُوا ترجمہ: لوگ سوئے ہوئے ہیں جب مر جائیں گے تو بیدار ہو

جائیں گے۔“ سے یہی مراد ہے۔“ (حلیۃ الاولیاء، سفیان ثوری، الحدیث ۹۵۷۶، ج ۷، ص ۵۴)

## علم دین سیکھنے کی فضیلت:

اللہ کے محبوب، دانائے غیب، مَنزَّہٌ مَعْنِ الْعُیُوبِ عَزَّوَجَلَّ وَصَلَّى اللهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ نے حصولِ علم کی فضیلت بیان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

إِنَّ الْمَلَائِكَةَ لَتَضَعُ أَجْنِحَتَهَا لِطَالِبِ الْعِلْمِ  
ترجمہ: بے شک فرشتے طالب علم دین کے کام سے راضی ہو کر  
رَضَابِمَا يَصْنَعُ. اس کے لئے اپنے پر بچھا دیتے ہیں۔

(سنن ابن ماجہ، کتاب السنۃ، باب فضل العلماء والحث علی طلب العلم، الحدیث ۲۲۳/۲۲۶، ص ۲۴۹۱)

رحمتِ کونین، دکھی دلوں کے چین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا فرمانِ خوشبودار ہے:

لَإِنْ تَعَدُّوْا فِتْنَةً بَابًا مِّنَ الْعِلْمِ خَيْرٌ مِّنْ أَنْ  
ترجمہ: تمہارا صبح کے وقت علم کا ایک باب سیکھنے کے لئے جانا  
تُصَلِّيَ مِائَةَ رَكْعَةٍ. سورکت نفل نماز سے بہتر ہے۔

(سنن ابن ماجہ، کتاب السنۃ، باب فضل من تعلم القرآن وعلمه، الحدیث ۲۱۹، ص ۲۴۹۰)

حضرت سیدنا ابودرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: ”جو شخص علم (دین) سیکھنے کے لئے جانے کو جہاد نہیں سمجھتا اس کی رائے اور عقل ناقص ہے۔“

## علم دین سکھانے کی فضیلت:

علم دین سکھانے کی فضیلت کے بارے میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وَإِذْ أَخَذَ اللَّهُ مِيثَاقَ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ لَتُبَيِّنُنَّهُ  
ترجمہ کنز الایمان: اور یاد کرو جب اللہ نے عہد لیا ان سے جنہیں  
لِلنَّاسِ وَلَا تَكْتُمُونَهُ (ب ۴، آل عمران: ۱۸۷)

جب نبی کریم، رؤوف رحیم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے یہ آیت مبارکہ تلاوت کی تو ارشاد فرمایا: ”اللہ عَزَّوَجَلَّ نے جس عالم کو علم عطا فرمایا اس سے وہی عہد لیا جو انبیاء کرام علیہم السلام سے لیا تھا کہ وہ اسے لوگوں سے بیان کرے گا اور اسے نہیں چھپائے گا۔“ (فردوس الاخبار للذہبی، باب المیم، الحدیث ۶۶۱۹، ج ۲، ص ۳۳۲، بدون ما اخذ..... الی..... بیینہ)

حضور نبی پاک، صاحبِ لؤلؤ لاک، سیاحِ افلاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے جب حضرت سیدنا معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو یمن کی طرف بھیجا تو ارشاد فرمایا: ”اگر اللہ عَزَّوَجَلَّ تمہارے ذریعے کسی ایک شخص کو ہدایت دے دے تو یہ تمہارے لئے دنیا و

ما فیہا (یعنی اور جو کچھ اس میں ہے) سے بہتر ہے۔“ (الزهد لابن المبارک، الحدیث ۱۳۷۵، ص ۴۸۴)

امیر المؤمنین حضرت سیدنا عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ارشاد فرمایا: ”جو شخص کوئی حدیث بیان کرے اور اس پر عمل کیا جائے تو اس کے لئے عمل کرنے والے کے برابر ثواب ہے۔“

حضرت سیدنا معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ علم سیکھنے اور سکھانے کی فضیلت کے بارے میں مرفوع حدیث بیان کرتے ہیں: ”علم حاصل کرو کیونکہ علم کا سیکھنا خشیت الہی کا باعث ہے، اس کی تلاش عبادت، اس کا درس تسبیح، اس کی جستجو کرنا جہاد، اس کی تعلیم دینا صدقہ اور علم کو اس کے اہل تک پہنچانا قربت (یعنی نیکی) ہے۔ علم تنہائی اور خلوت کا دوست، خوشی و تنگی میں رہنما، دوستوں میں نائب، اقربا میں سے قریب اور جنت کے راستے کا مینار ہے۔ اللہ عزوجل اس کے ذریعے بہت سی قوموں کو بلندی عطا فرما کر بھلائی کے کاموں میں قائد اور ہادی بنا دیتا ہے جن کی اقتداء کی جاتی ہے وہ اچھے کاموں میں رہنما ہوتے ہیں ان کے نقش قدم کی پیروی کی جاتی ہے اور ان کے افعال کی قدر کی جاتی ہے فرشتے ان کی صحبت میں رغبت رکھتے ہیں اور انہیں اپنے پروں سے ڈھانپتے ہیں ہر خشک و تر چیز ان کے لئے استغفار کرتی ہے حتیٰ کہ سمندر کی مچھلیاں اور کیڑے مکوڑے، خشکی کے درندے و جانور، آسمان اور اس کے ستارے ان کے لئے بخشش کی دعا کرتے ہیں کیونکہ علم دل کو اندھے پن سے بچا کر قوت بخشتا ہے بندہ اس کے ذریعے نیک لوگوں کی منازل اور بلند درجات کو پالیتا ہے اس میں غور و فکر روزہ رکھنے کے برابر اور اس کا درس رات کے قیام کے مساوی ہے، علم کے ذریعے ہی اللہ عزوجل کی عبادت و فرمانبرداری ہوتی ہے اسی سے اس کی توحید و بزرگی کا اقرار ہوتا ہے اسی کے ذریعے صلہ رحمی کی جاتی ہے علم امام اور عمل اس کا تابع ہے علم نیک بخت لوگوں کے دلوں میں ڈالا جاتا ہے اور بد بختوں کو اس سے محروم رکھا جاتا ہے۔“

عقلی اعتبار سے بھی علم کی فضیلت پوشیدہ نہیں کیونکہ اس کے ذریعے اللہ عزوجل کے قرب اور اس کے جوار رحمت تک رسائی ہوتی ہے اور یہ ایسی ابدی سعادت اور سرمدی لذت ہے جس کی انتہاء نہیں اس میں دنیا کی عزت اور آخرت کی سعادت ہے کیونکہ دنیا آخرت کی کھیتی ہے اس لئے بندہ اپنے علم کے ذریعے اپنے اخلاق کو سنوار کر ابدی سعادت حاصل کر سکتا ہے اور دوسروں کو علم سکھانا ابدی سعادت کا سبب ہے کیونکہ عالم لوگوں کے اخلاق کو سنوارتا اور اپنے علم کے ذریعے ایسی چیزوں کی طرف دعوت دیتا ہے جو انہیں اللہ عزوجل کا قرب عطا کرتی ہیں، جیسا کہ اللہ عزوجل کا فرمان عالیشان ہے:

أذْعُ إِلَى سَبِيلِ رَبِّكَ بِالْحِكْمَةِ وَالْمَوْعِظَةِ  
الْحَسَنَةِ وَجَادِ لَهُمْ بِالَّتِي هِيَ أَحْسَنُ ط (ب) ۱۴، (نحل: ۱۲۵)

ترجمہ کنز الایمان: اپنے رب کی راہ کی طرف بلاؤ پکی تدبیر اور اچھی نصیحت سے اور ان سے اس طریقہ پر بحث کرو جو سب سے بہتر ہو۔

پس عالم خواص کو حکمت، عوام کو نصیحت اور منکرین کو بھٹ و مباحث کے ذریعے اللہ عزوجل کی طرف بلاتا ہے اس طرح

غزوہ خند میری زبان سے حق کو واضح فرمائے یا اس کی زبان سے۔“

حضرت سیدنا امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں: ”میں چالیس سال سے ہر نماز کے بعد حضرت سیدنا امام

شافعی علیہ رحمۃ اللہ الکافی کے لئے دعا مانگتا ہوں۔“

**حضرت سیدنا امام مالک رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ:**

حضرت سیدنا امام مالک رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ بھی ان پانچ خصائل سے آراستہ تھے۔ چنانچہ،

جب پوچھا گیا کہ طلب علم کے بارے میں آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کیا فرماتے ہیں تو آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ارشاد فرمایا:

”بہت اچھا ہے لیکن دیکھو جو صبح سے شام تک تمہارا ساتھ نہ چھوڑے تم بھی اس کے ساتھ رہو۔“

حضرت سیدنا امام شافعی علیہ رحمۃ اللہ الکافی فرماتے ہیں: ”میں نے دیکھا کہ حضرت سیدنا امام مالک رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے

چالیس مسائل پوچھے گئے تو آپ نے بتیس مسائل کے بارے میں فرمایا: ”مجھے معلوم نہیں۔“

الغرض آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا زہد و تقویٰ محتاج بیاں نہیں۔

**حضرت سیدنا امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ:**

منقول ہے کہ آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نصف رات عبادت میں گزارتے تھے، ایک بار آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ راستے سے گزر

رہے تھے کسی شخص نے آپ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا: ”یہ وہ شخص ہے جو تمام رات عبادت میں گزارتا ہے۔“ اس کے بعد

سے آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ساری رات عبادت میں گزارنا شروع کر دی اور فرماتے کہ ”مجھے اس بات سے حیا آتی ہے کہ میری

اس بات پر تعریف کی جائے جو مجھ میں نہیں۔“

**حضرت سیدنا امام احمد بن حنبل اور حضرت سیدنا امام سفیان ثوری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہما:**

ان دونوں آئمہ کرام کا زہد و تقویٰ بھی محتاج بیاں نہیں اور عنقریب اس کتاب میں ایسی حکایات آئیں گی جو ان کے زہد

و تقویٰ پر دلالت کرتی ہیں۔

اب ان سب حضرات کی پیروی کا دعویٰ کرنے والوں کو دیکھو! کیا وہ اپنے دعویٰ میں سچے ہیں یا نہیں۔

**مذموم علوم کا بیان:**

مذموم علوم (یعنی جن کی مذمت کی گئی ہے) سے میری مراد علم سحر، علم طلسم، ستاروں اور فلسفہ وغیرہ کا علم ہے، طلسم اور جادو کا علم

شدید نقصان کا باعث ہے۔ رہا علم نجوم تو اس کی ممانعت حدیث پاک سے ثابت ہے۔ چنانچہ،  
سرکارِ والاخبار، ہم بے کسوں کے مددگار، شفیع روز شمار، دو عالم کے مالک و مختار باذن پروردگار عزوجل و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ  
وسلم کا فرمان نصیحت بنیاد ہے: "إِذَا ذُكِرَتِ النُّجُومُ فَأَمْسِكُوا تَرْجَمَةُ: جب ستاروں کے بارے میں گفتگو ہو تو خاموش رہو۔"

(المعجم الكبير، الحدیث ۱۰۴۴۸، ج ۱۰، ص ۱۹۸)

اس حدیث پاک میں ہمیں علم نجوم کے ذکر پر خاموش رہنے کا حکم دیا گیا ہے کیونکہ انسان اسباب پر انحصار کرنے میں دلچسپی  
لیتا ہے خواہ وہ اسباب ظاہری ہوں یا خیالی اور شاید اسی وجہ سے وہ حقیقی مسبب الاسباب یعنی اللہ عزوجل سے غافل ہو جاتا ہے۔  
اور علم فلسفہ خلاف شرع امور کی طرف لے جاتا ہے اس لئے ناپسندیدہ ہے اور علم حساب کی مخالفت اور اس کا انکار ممکن  
نہیں لیکن صرف اسی میں مشغول ہونا اپنے اصل مقصد سے ہٹ جانا ہے اس لئے اسے بقدر حاجت ہی سیکھا جائے اور علم طبیعیات  
کو بھی بقدر ضرورت سیکھا جائے اور علم نجوم کو سمتوں کے تعین اور سمت قبلہ جاننے کے لئے سیکھا جائے۔ (وَاللَّهُ تَعَالَىٰ أَعْلَمُ)

## استاذ اور شاگرد کے آداب کا بیان

شاگرد کے آداب:

طالب علم کے لئے آداب و فرائض تو بہت ہیں لیکن انہیں سات اقسام میں تقسیم کیا جاتا ہے۔

پہلا ادب: سب سے پہلے اپنے نفس کو برے اخلاق سے پاک کرے۔ چنانچہ،

تاجدارِ رسالت، شہنشاہِ ثبوت، مخزنِ جود و سخاوت، بیکرِ عظمت و شرافت، محبوبِ رب العزت عزوجل و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ  
وسلم کا فرمان عالیشان ہے: "بُنِيَ الدِّينُ عَلَى النِّظَافَةِ تَرْجَمَةُ: دین کی بنیاد طہارت پر ہے۔"

(المجروحین لابی حاتم محمد بن حبان البستی، باب النون، الرقم ۱۱۱۹، نعیم بن مورع، ج ۲، ص ۴۰۱، بروایت بالمعنی)

شرح حدیث:

(امام غزالی علیہ رحمۃ اللہ الوالی حدیث پاک کی شرح میں فرماتے ہیں کہ) "یہاں طہارت سے مراد صرف کپڑوں کا صاف ہونا ہی

نہیں بلکہ دل کی صفائی بھی مراد ہے اس پر اللہ عزوجل کا یہ فرمان دلیل ہے:

إِنَّمَا الْمُشْرِكُونَ نَجَسٌ (ب، ۱۰، التوبہ: ۲۸) ترجمہ کنز الایمان: مشرک نرے ناپاک ہیں۔

اس آیت مقدسہ سے ظاہر ہوا کہ نجاست صرف کپڑوں کے ساتھ حاصل نہیں کیونکہ جب تک باطنِ خباثت سے پاک

نہ ہو اس وقت تک علم نافع حاصل نہیں ہوتا اور نہ ہی علم کے نور سے انسان روشنی پاسکتا ہے۔

پیش کش: مجلس المدینۃ العلمیہ (دعوتِ اسلامی)

حضرت سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: ”علم کثرتِ روایات کا نام نہیں بلکہ یہ ایسا نور ہے جو دلوں میں ڈالا جاتا ہے۔“

بعض محققین نے فرمایا: ”ہم نے غیر خدا کے لئے علم سیکھا لیکن علم نے غیر خدا کے لئے حاصل ہونے سے انکار کر دیا، یعنی علم نے ہم سے کنارہ کشی کی اور ہمارے لئے حقیقت واضح نہ ہوئی اور ہم نے اس کے الفاظ اور باتیں حاصل کیں۔“  
دوسرا اَدب: دنیاوی معاملات میں اپنی مشغولیت کم کرے اور اپنے وطن سے دور رہے تاکہ تحصیلِ علم کے لئے اس کا دل فارغ ہو سکے کیونکہ اللہ عزوجل نے کسی بندے کے سینے میں دو دل نہیں بنائے اسی لئے کہا گیا ہے: ”علم تجھے اپنا بعض حصہ بھی نہیں دے گا جب تک کہ تو اسے اپنا سب کچھ نہ دے۔“

تیسرا اَدب: طالب علم اپنے علم پر تکبر نہ کرے اور نہ اپنے استاد پر حکم چلائے بلکہ اپنی لگام اس کے ہاتھ میں دے دے جیسے قریب المرگ مریض دوا کے معاملہ میں اپنا اختیار طبیب کو دے دیتا ہے اسے چاہئے کہ وہ ہمیشہ استاد کی خدمت کے لئے کمر بستہ رہے جیسا کہ مروی ہے کہ،

• حضرت سیدنا زید بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک آدمی کی نماز جنازہ پڑھائی پھر آپ کے سوار ہونے کے لئے آپ کا حجر قریب لایا گیا تو حضرت سیدنا ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما آگے بڑھے اور اس کی رکاب پکڑ لی حضرت سیدنا زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کی: ”اے رسول اللہ عزوجل و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے بچا زاد بھائی! اسے چھوڑ دیں۔“ حضرت سیدنا ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا: ”ہمیں علماء و اکابرین کے ساتھ اسی طرح پیش آنے کا حکم دیا گیا ہے۔“ حضرت سیدنا زید بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان کے ہاتھوں کا بوسہ لیا اور کہا: ”ہمیں اپنے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے اہل بیت سے اسی طرح پیش آنے کا حکم دیا گیا ہے۔“  
مروی ہے کہ اللہ کے محبوب، دانائے غیب، منزہ عن العیوب عزوجل و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا فرمانِ ذی وقار ہے: ”لَيْسَ مِنْ اخْلَاقِ الْمُؤْمِنِ التَّمَلُّقُ اِلَّا فِي طَلَبِ الْعِلْمِ تَرْجُمَةً: مؤمن کے اخلاق میں سے خوشامد کرنا نہیں مگر علم حاصل کرنے کے لئے خوشامد کر سکتا ہے۔“ (شعب الایمان للبیہقی، باب فی حفظ اللسان، الحدیث ۴۸۶۳، ج ۴، ص ۲۲۴)

ایک شاعر نے کہا ہے:

الْعِلْمُ حَرْبٌ لِلسُّقْتِ الْمُتَعَالِي  
كَالسَّبِيلِ حَرْبٌ لِلْمَكَانِ الْعَالِي

ترجمہ: علم کو اس نوجوان سے عداوت ہے جو تکبر کرتا ہے جس طرح سیلاب کو بلند مکان سے دشمنی ہوتی ہے۔

چوتھا اَدب: طالب علم لوگوں کے اختلاف میں غور و خوض کرنے سے احتراز کرے کیونکہ یہ بات اس کی عقل و ذہن کو حیران و

ششدر کر دے گی اس لئے کہ ابتداء میں دل اس بات کی طرف متوجہ ہو جاتا ہے جو اس کو بتائی جائے خصوصاً بے کار کاموں پر جو سستی و کاہلی کا سبب بنتے ہیں اس لئے ابتدائی طالب علم کو انتہی (زیادہ علم والے) کے افعال کی اقتداء کرنا درست نہیں حتیٰ کہ بعض حضرات نے کہا ہے کہ ”جس نے ہمیں ابتداء میں دیکھا وہ دوست بن گیا اور جس نے ہمیں انتہاء میں دیکھا وہ زندیق ہو گیا۔“ کیونکہ آخر میں اس طرح کے لوگوں کے اعضاء فرائض کے علاوہ دیگر حرکات (یعنی اعمال) سے خاموش ہو جاتے ہیں اور وہ نوافل کی بجائے سیر قلوب کرتے ہیں اور ہمیشہ عالم شہود میں ہوتے ہیں اور غافل یہ سمجھتا ہے کہ یہ ان کی سستی و کاہلی ہے۔ چنانچہ، اللہ عزوجل ارشاد فرماتا ہے:

وَتَرَى الْجِبَالَ تَحْسَبُهَا جَامِدًا وَهِيَ تَمْرٌ مَرٌّ  
ترجمہ کنز الایمان: اور تو دیکھے گا پہاڑوں کو خیال کرے گا کہ وہ  
الشحاب ط (ب، ۲۰، النمل: ۸۸)  
جسے ہوئے ہیں اور وہ چلتے ہوں گے بادل کی چال۔

پانچواں آداب: طالب علم پسندیدہ علم کے فنون میں سے کوئی فن نہ چھوڑے بلکہ اس میں اس قدر غور کرے کہ وہ مقصود سے آگاہ ہو جائے پھر اگر زندگی وفا کرے تو اس میں مہارت حاصل کرے ورنہ اس سے زیادہ اہم میں مشغول ہو جائے اور اہم علم کو اختیار کرنا تمام علوم پر مطلع ہونے کے بعد ہی ممکن ہے۔

چھٹا آداب: طالب علم کو چاہئے کہ وہ اہم علم کی طرف مشغول ہو اور وہ علم آخرت ہے یعنی علم معاملہ اور علم مکاشفہ۔ علم معاملہ کی انتہاء علم مکاشفہ ہے جبکہ علم مکاشفہ اللہ عزوجل کی معرفت ہے اور یہ وہ نور ہے جسے اللہ عزوجل اس بندے کے دل میں ڈالتا ہے جس نے عبادت و مجاہدہ کے ذریعے اپنے باطن کو آلائشوں سے پاک کر لیا ہو اور اس نور کی انتہا امیر المؤمنین حضرت سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے رجبہ ایمان پر ہوتی ہے اور ان کے ایمان کے بارے میں خود حضور نبی کریم، رؤوف رحیم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ”لَوْ وَدَّ نَ إِيمَانُ أَهْلِ الْأَرْضِ بِإِيمَانِ أَبِي بَكْرٍ لَرَجَعَ تَرَجْمَةً“ اگر تمام اہل زمین کا ایمان ابو بکر صدیق (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کے ایمان کے ساتھ تو لا جائے تو ان کا ایمان بھاری ہو۔“

(شعب الایمان للبيهقي، باب القول في زيادة الايمان ..... الخ، الحديث ۳۶، ج ۱، ص ۶۹)

اور یہ فوقیت اس باطنی راز کے باعث تھی جو آپ کے سینے میں پختہ ہو گیا تھا نہ کہ دلائل و براہین کی ترتیب کی وجہ سے اور تعجب ہے ان لوگوں پر جو رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے اس قسم کے ارشادات سنتے ہیں پھر انہیں صوفیاء کے کلام کی طرح معمولی سمجھتے ہیں اور خیال کرتے ہیں کہ یہ صوفیاء کی یہودہ باتیں ہیں پس انسان کو چاہئے کہ یہاں غور و فکر کرے کیونکہ اسی مقام پر اصل سرمایہ ضائع ہو جاتا ہے تو تجھے اس راز کے جاننے کا حریص ہونا چاہئے جو فقہاء و متکلمین کی طاقت سے باہر ہے تجھے اس وقت



تک اس کی راہ نہیں مل سکتی جب تک تو اس کی طلب میں حریص نہ ہو۔

بہترین علم:

جاننا چاہئے کہ بہترین علم وہ ہے جس کا مقصد اللہ عزوجل کی معرفت حاصل کرنا ہو اور یہ ایک ایسا سمندر ہے جس کی گہرائی معلوم نہیں اور اس میں سب سے اعلیٰ درجہ انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کا ہے پھر اولیاء کرام رحمہم اللہ تعالیٰ اور اس کے بعد وہ لوگ ہیں جو ان کے ساتھ ملے ہوئے ہیں۔

منقول ہے کہ پہلے کے دو دانا شخصوں کے پاس دو ایسی تحریریں پائی گئیں جن میں سے ایک یہ تھی: ”اگر تم مکمل طور پر نیکی کر لو تو یہ گمان نہ کرو کہ تم نے کچھ نیکی کی ہے جب تک اللہ عزوجل کی معرفت حاصل نہ ہو اور تمہیں معلوم نہ ہو جائے کہ وہی مسئب الاسباب اور تمام اشیاء کا پیدا کرنے والا ہے۔“ اور دوسری میں یہ لکھا ہوا تھا: ”اللہ عزوجل کی معرفت حاصل ہونے سے پہلے میں پانی پیتا تھا مگر پھر بھی پیاسا رہتا تھا لیکن جب مجھے اس کی معرفت حاصل ہو گئی تو میں کوئی چیز پئے بغیر بھی سیراب رہتا ہوں۔“

ساتواں آداب: طالب علم کا مقصد یہ ہونا چاہئے کہ وہ اپنے باطن کو ان چیزوں سے آراستہ کرے جو اللہ عزوجل اور مقررین میں سے ملاء اعلیٰ (یعنی عالم ارواح) کے قریب لے جاتی ہوں اور اپنے علم و فضل سے حکومت، مال اور مرتبہ کی خواہش نہ کرے۔

استاذ کے آداب:

استاذ کی خوبیوں کے بارے میں کہا گیا ہے کہ جس نے علم حاصل کیا اور اس پر عمل کیا وہ ایسا شخص ہے جسے ملکوت سماوی میں عظیم کہا جاتا ہے اسے چاہئے کہ وہ اس سوئی کی طرح نہ ہو جو دوسروں کے لباس تو سیتی ہے مگر خود نگلی رہتی ہے یا اس چراغ کی جتی کی طرح نہ ہو جو دوسروں کو تو روشن کرتی ہے مگر خود جل جاتی ہے۔ جیسے کہا گیا ہے:

صِرْتُ كَأَنِّي ذُبَالَةٌ نُصِبْتُ نَضَى لِّلنَّاسِ وَهِيَ تَحْتَرِقُ

ترجمہ: میں چراغ میں لگائی ہوئی جتی کی طرح ہو گیا جو لوگوں کو تو روشن کرتی ہے مگر خود جل جاتی ہے۔

تعلیم دینے میں مشغول ہونے والا بہت بھاری ذمہ داری اٹھاتا ہے لہذا اسے چاہئے کہ وہ اس کے آداب و شرائط کو یاد رکھے۔

پہلا آداب: طلباء پر شفقت کرے اور انہیں اپنی اولاد کی طرح سمجھے۔ چنانچہ،

حسن اخلاق کے پیکر، نبیوں کے تاجور، محبوب رب اکبر عزوجل و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ”میں تمہارے

لئے اس طرح ہوں جیسے والد اپنی اولاد کے لئے ہوتا ہے۔“

(سنن ابن ماجہ، ابواب الطہارۃ، باب الاستنجاء بالحجارة..... الخ، الحدیث ۳۱۳، ص ۲۴۹۶)

پیش کش: مجلس المدینۃ العلمیہ (دعوت اسلامی)

حقیقت میں استاذ ہی باپ ہوتا ہے کیونکہ باپ فانی زندگی کا اور استاذ ابدی زندگی کا سبب بنتا ہے چنانچہ اس کا حق ماں باپ کے حق پر مقدم ہے۔

جب تک رضائے الہی عزوجل پیش نظر نہ ہو تو دنیاوی مقاصد کے لئے علم سکھانا ہلاک ہونا اور ہلاک کرنا ہے پس ایک استاد کے طلباء کو چاہئے کہ وہ ایک دوسرے سے محبت کریں کیونکہ علماء اور آخرت کے طالب اللہ عزوجل کی راہ کے مسافر ہیں اور دنیا سے گزر کر اسی کی طرف جانے والے ہیں زندگی کے ماہ و سال راستے کی منزلیں ہیں اور جو مسافر ایک شہر سے دوسرے شہر کی طرف سفر کرتے ہیں ان کے درمیان باہمی رفاقت ایک دوسرے سے محبت اور دوستی کا سبب بنتی ہے تو جو سفر اللہ عزوجل اور فردوس اعلیٰ (یعنی جنت) کی طرف ہو اور اس میں تنگی بھی نہ ہو تو محبت کیسے نہ ہوگی پس انہیں چاہئے کہ وہ مقابلہ بازی اور جنگ و جدل سے دور رہیں۔ چنانچہ اللہ عزوجل ارشاد فرماتا ہے:

إِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ إِخْوَةٌ (ب ۲۶، السُّحُورُ: ۱۰) ترجمہ کنز الایمان: مسلمان مسلمان بھائی ہیں۔

دوسرا اُوب: استاذ کو چاہئے کہ وہ حضور نبی کریم، رؤوف رحیم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی اقتدا کرے اور علم سکھانے پر اجرت طلب نہ کرے۔ چنانچہ اللہ عزوجل کا فرمان عالی شان ہے:

لَا نُزِيدُ مِنْكُمْ جَزَاءً وَلَا شُكُورًا (ب ۲۹، الدھر: ۹) ترجمہ کنز الایمان: تم سے کوئی بدلہ یا شکر گزاری نہیں مانگتے۔

استاذ کا شاگردوں کو علم سکھانا اگرچہ اس کا ان پر احسان ہے مگر شاگردوں کا بھی استاذ پر احسان ہے کیونکہ وہ طالب علموں کے دلوں میں علم و ایمان کو پختہ کرنے کے سبب اللہ عزوجل کا قرب حاصل کرتا ہے۔

تیسرا اُوب: استاذ کو چاہئے کہ نصیحت کرنے کا کوئی موقع ہاتھ سے نہ جانے دے جیسے طالب علم کا اپنے حق سے پہلے رتبے کو حاصل کرنے کی خواہش کرنا اور ظاہری علوم حاصل کرنے سے پہلے پوشیدہ علوم میں غور و خوض کرنا، تو استاذ ایسی باتوں سے منع کرے۔

چوتھا اُوب: استاذ کو چاہئے کہ وہ طالب علم کو حتی الامکان اشاروں کنایوں سے نصیحت کرے اور اسے برے اخلاق سے روکے واضح الفاظ میں نہ کہے کیونکہ واضح الفاظ سے روکنا ہیبت کو ختم کر دیتا ہے نیز استاذ کو پہلے خود صاحب استقامت ہونا چاہئے پھر طالب علم سے استقامت کا مطالبہ کرے ورنہ نصیحت کا کوئی فائدہ نہیں کیونکہ افعال کی پیروی اقوال کی پیروی سے زیادہ مضبوط و مستحکم ہوتی ہے۔

اللہ اللہ اللہ اللہ اللہ اللہ اللہ اللہ اللہ اللہ اللہ اللہ اللہ اللہ اللہ اللہ

## علم کی آفات کا بیان

علماء آخرت اور علماء دنیا کی علامات:

شہنشاہِ مدینہ، قرارِ قلب و سینہ، باعثِ فُور و سیکینہ، فیضِ گنجینہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا فرمانِ عبرت نشان ہے:  
**أَشَدُّ النَّاسِ عَذَابًا يَوْمَ الْقِيَامَةِ عَالِمٌ لَا يَنْفَعُهُ اللَّهُ بِعِلْمِهِ** ترجمہ: قیامت کے دن سب سے زیادہ عذاب اس عالم کو ہوگا  
 جسے اللہ عزوجل نے اس کے علم سے نفع نہیں دیا۔

(شعب الایمان، باب فی بر الوالدین، فصل فی عقوق الوالدین، الحدیث ۷۸۸۸، ج ۶، ص ۱۹۷، بتغییر)

حضور نبی پاک، صاحبِ لولاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا فرمانِ عالیشان ہے:

**مَنْ أَزْدَادَ عِلْمًا وَلَمْ يَزِدْ هُدًى لَمْ يَزِدْ مِنَ اللَّهِ إِلَّا بَعْدًا.** ترجمہ: جس شخص کے پاس علم زیادہ ہو اور ہدایت زیادہ نہ ہو وہ  
 اللہ عزوجل سے دور ہو جاتا ہے۔

(فردوس الاخبار للدیلمی، باب المیم، الحدیث ۶۲۹۸، ج ۲، ص ۳۰۳) ولم یزد هدی: بدلہ: فلم یزد فی الدنيا زهداً

جان لو! عالم کا علم میں مشغول ہونا اس کی سلامتی کو خطرے میں ڈال دیتا ہے پھر یا تو وہ ہلاک ہو جاتا ہے یا ابدی

سعادت حاصل کر لیتا ہے۔

حضرت سیدنا خلیل بن احمد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں: ”لوگ چار قسم کے ہیں (۱) وہ شخص جو علم رکھتا ہے اور اسے معلوم بھی ہے کہ اس کے پاس علم ہے تو یہ عالم ہے اس کی پیروی کرو۔ (۲) وہ شخص جو علم رکھتا ہے لیکن اسے معلوم نہیں کہ اس کے پاس علم ہے یہ شخص سویا ہوا ہے اس کو جگا دو۔ (۳) وہ شخص جو علم نہیں رکھتا اور اس کا خیال بھی یہی ہے کہ وہ علم نہیں رکھتا یہ ہدایت کا طالب ہے اس کی رہنمائی کرو۔ اور (۴) وہ شخص جو علم نہیں رکھتا اور اسے یہ بھی معلوم نہیں کہ اس کے پاس علم نہیں ہے ایسا شخص جاہل ہے اسے چھوڑ دو۔“

حضرت سیدنا سفیان ثوری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں: ”علم عمل کو پکارتا ہے اگر وہ اس کا جواب دے تو ٹھیک ورنہ علم چلا جاتا ہے۔“

اللہ عزوجل کا فرمانِ عالیشان ہے:

**وَاتْلُ عَلَيْهِمْ نَبَأَ الَّذِي آتَيْنَاهُ الْكِتَابَ فَانْسَلَخَ مِنْهَا** ترجمہ کنز الایمان: اور اے محبوب! انہیں اس کا احوال سناؤ جسے ہم  
 نے اپنی آیتیں دیں تو وہ ان سے صاف نکل گیا۔ (پ ۹، الاعراف: ۱۷۵)

علماء آخرت وہ ہیں جو اپنے دین کے بدلے میں دنیا نہیں کھاتے اور نہ ہی دنیا کے بدلے میں آخرت کا سودا کرتے

ہیں کیونکہ وہ آخرت کی عزت اور دنیا کی ذلت سے آشنا ہوتے ہیں اور جو دنیا کو آخرت کی ضد اور اس کے نقصانات کو نہیں جانتا وہ حقیقی عالم نہیں اور جو اس بات کا انکار کرتا ہے تو اس نے قرآن و حدیث اور تمام آسمانی کتابوں اور تمام انبیاء کرام علیہم السلام کے فرمان کا انکار کیا اور جو اس کا علم ہونے کے باوجود اس پر عمل نہیں کرتا وہ شیطان کا قیدی ہے تو حقیقت یہ ہے کہ اسے خواہش نفس نے ہلاک کر دیا اور اس کی بدبختی اس پر غالب آگئی اس لئے جو ایسے شخص کی پیروی کرے گا وہ ہلاک ہو جائے گا تو اس درجے کا شخص علماء کے گروہ میں کیسے شمار ہوگا۔

حضرت سیدنا داؤد علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کی مناجات میں ہے کہ اللہ عزوجل نے ارشاد فرمایا: ”جو عالم اپنی خواہش کو میری محبت پر ترجیح دیتا ہے میں اسے کم از کم یہ سزا دیتا ہوں کہ اسے اپنی مناجات کی لذت سے محروم کر دیتا ہوں، اے داؤد علیہ السلام مجھ سے ایسے عالم کے بارے میں سوال نہ کرنا جسے دنیا نے نشے میں ڈال دیا پس وہ تجھے میری محبت کے راستے سے روک دے گا اور یہ لوگ میرے بندوں پر ڈاکہ ڈالتے ہیں، اے داؤد علیہ السلام! جو آدمی کسی بھاگے ہوئے کو میری طرف لے آتا ہے میں اسے دانا لکھ دیتا ہوں اور جسے میں دانا لکھ دوں اسے کبھی بھی عذاب نہیں دوں گا۔“

حضرت سیدنا حسن بصری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا: ”علماء کی سزا دل کی موت ہے اور دل کی موت آخری عمل کے ذریعے دنیا کو طلب کرنا ہے۔“

امیر المؤمنین حضرت سیدنا عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: ”جب تم کسی عالم کو دنیا سے محبت کرتا دیکھو تو سمجھ لو کہ تمہارے دین میں وہ تہمت زدہ ہے کیونکہ ہر محبت کرنے والا اسی محبت میں مشغول رہتا ہے جس سے وہ محبت کرتا ہے۔“

حضرت یحییٰ بن معاذ رازی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ علماء دنیا سے فرماتے: ”اے علماء! تمہارے محلات قیصر کے محلات کی طرح اور تمہارے گھر کسریٰ کے گھر جیسے ہیں صرف تمہارے کپڑے (ظاہر) پاک ہیں اور تمہارے موزے جالوت کے موزوں کی طرح ہیں، تمہاری سواریاں قارونی، برتن فرعون اور محافل سوگ دور جاہلیت جیسی ہیں اور تمہارے بطور طریقے شیطانی ہیں، شریعت محمدی علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کہاں ہے؟“ شاعر کہتا ہے:

وَرَاعِيَ الشَّلَاةَ يَحْمِي الذَّنْبَ عَنْهَا      فَكَيْفَ إِذَا السُّرْعَاءُ لَهَا ذَنَابُ

ترجمہ: بکریاں چرانے والا ان کو بھیڑیے سے بچاتا ہے مگر اس وقت کیا کریں جب چرواہے ہی بھیڑیے بن جائیں۔

ایک اور شاعر کہتا ہے:

يَسْمَعُونَ الْقُرَاءَ يَمْلَحُ الْبَلَدُ      مَا يَصْلِحُ الْمِلْحُ إِذَا الْمِلْحُ فَسَدُ

ترجمہ: اے علماء کے گروہ! اے شہر کے نمک! جب خود نمک ہی خراب ہو جائے تو وہ کسی کو کیسے درست کر سکتا ہے۔

جان لو! دین دار عالم کے زیادہ لائق یہ بات ہے کہ وہ اپنے کھانے، لباس، رہائش اور اپنی دنیوی زندگی سے متعلق تمام چیزوں میں میانہ روی اختیار کرے۔ آسودگی اور عیش و عشرت کی طرف توجہ نہ دے اور نہ اس میں مبالغہ کرے اگرچہ دنیا سے زہد اختیار کرنے میں مبالغہ نہ کرے اور علماء کو چاہئے کہ جہاں تک ممکن ہو حکمرانوں اور دنیا داروں کے پاس جانے سے بچیں تاکہ ان کے فتنوں سے محفوظ رہ سکیں۔

### عقل اور اس کے شرف کا بیان:

عقل علم کا منبع ہے اس کی فضیلت کے متعلق سرکارِ مدینہ، راحتِ قلب و سینہ، سلطانِ باقرینہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا فرمانِ عالیشان ہے: "أَوَّلُ مَا خَلَقَ اللَّهُ الْعَقْلَ تَرْجُمَهُ: اللَّهُ عَزَّوَجَلَّ نَبِيٌّ لَمْ يَلِدْهُ إِلَّا فِي بَيْتِ نَبِيِّهِ". پھر اس سے فرمایا: "آگے بڑھ۔" وہ آگے بڑھی پھر فرمایا: "پیچھے ہٹ۔" وہ پیچھے ہٹی پھر فرمایا مجھے اپنی عزت و جلال کی قسم! میں نے کوئی ایسی مخلوق پیدا نہیں کی جو میرے نزدیک تجھ سے بڑھ کر معزز ہو میں تیرے سبب پکڑ کروں گا، تیری وجہ سے عطا کروں گا، تیرے سبب ثواب دوں گا اور تیری وجہ سے عذاب دوں گا۔" (حيلة الاولياء، سفیان بن عیینہ، الحدیث ۱۰۸۹۴، ج ۷، ص ۳۷۲، بتغییر قلبیل)

حضور نبی پاک، صاحبِ نولاک، سیاحِ افلاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا فرمانِ عالیشان ہے: "میں نے جبرائیل (علیہ السلام) سے دریافت کیا: "سرداری کس چیز میں ہے؟ تو انہوں نے عرض کی: "عقل میں۔"

(فردوس الاخبار للذیلمی، باب السین، الحدیث ۳۲۳۴، ج ۱، ص ۴۳۳)

عقل کی حقیقت یہ ہے کہ یہ ایسی طبیعت ہے جس کے سبب معلوماتِ نظریہ کا ادراک ہوتا ہے گویا یہ ایسا نور ہے جو دل پر ڈالا جاتا ہے اور جس کے ذریعے سے چیزوں کو جاننے کی استعداد پیدا ہوتی ہے اور طبیعتوں کے مختلف ہونے کی وجہ سے عقل میں بھی تفاوت پایا جاتا ہے۔ (وَاللَّهُ تَعَالَى أَعْلَمُ)



## عقائد کا بیان

باب 2:

اس میں کئی فصول ہیں:

## اہلسنت وجماعت کے عقائد کا بیان

اللہ عَزَّوَجَلَّ کی ذات مقدسہ ایک ہے اس کا کوئی شریک نہیں وہ یکتا ہے اس کا کوئی مثل نہیں، بے نیاز ہے اس کا کوئی مقابل نہیں، تنہا ہے اس کی کوئی نظیر نہیں، قدیم ہے اس سے پہلے کوئی نہیں، وہ ہمیشہ سے ہے اس کی ابتداء نہیں، اس کا وجود ہمیشہ رہے گا جس کی انتہاء نہیں، ابدی ہے اس کی نہایت نہیں، قائم ہے اس کے لئے اختتام نہیں، ہمیشہ کے لئے ہے اس کے لئے ٹوٹنا نہیں، وہ ہمیشہ صفاتِ جلالیہ سے متصف ہے اور رہے گا، مدتوں اور زمانوں کے گزر جانے سے اس کے لئے ختم ہونا اور جدا ہونا نہیں بلکہ وہی اول و آخر ہے، وہی ظاہر و باطن ہے۔

## اللہ عَزَّوَجَلَّ ہر عیب سے پاک ہے:

وہ نہ جسم صوری ہے نہ جوہر ہے جو کسی حد اور مقدار میں آسکے وہ جسموں کی مثل نہیں نہ اندازہ کرنے میں اور نہ تقسیم قبول کرنے میں، نہ وہ جوہر ہے نہ اس میں کوئی جوہر آسکتا ہے، نہ وہ عرض ہے اور نہ اس میں اعراض داخل ہو سکتے ہیں بلکہ وہ کسی موجود کی مثل نہیں اور نہ کوئی موجود اس کی مثل ہے نہ کوئی چیز اس کی مثل ہے اور نہ وہ کسی چیز کی مثل ہے نہ ہی وہ مقدار میں آتا ہے نہ کنارے اس کا احاطہ کر سکتے ہیں اور نہ ہی وہ جہات کے احاطہ میں آتا ہے، زمین و آسمان اس کو گھیر نہیں سکتے اور اس نے اپنی شان کے لائق عرش پر استواء فرمایا جیسا کہ اس نے فرمایا ہے اور اس طریقہ پر جو اس کی مراد ہے وہ ایسا استواء ہے جو چھونے، قرار پکڑنے، بٹھرنے، داخل ہونے اور منتقل ہونے سے پاک ہے۔ عرش اُسے نہیں اٹھاتا بلکہ عرش اور اس کو اٹھانے والے اس کی قدرت سے قائم ہیں اور اس کے قبضہ قدرت میں ہیں، وہ عرش و آسمان اور تحت الثریٰ کی حدوں سے بالاتر ہے، اور یہ بالاتر ہونا ایسا نہیں جس کی وجہ سے وہ عرش و آسمان کے قریب اور زمین و تحت الثریٰ سے دور ہو بلکہ وہ عرش کے درجات سے بالا ہے جیسے وہ تحت الثریٰ کے درجات سے بالا ہے، اس کے باوجود وہ ہر چیز کے قریب ہے، وہ بندے سے اس کی شہ رگ سے بھی زیادہ قریب ہے۔ ہر چیز اس کے سامنے ہے کیونکہ اس کا قرب اجسام کے قرب کی طرح نہیں جیسے اس کی ذات اجسام کی ذات کی مثل نہیں اور وہ کسی چیز میں حلول نہیں کرتا، نہ کوئی چیز اس میں حلول کرتی ہے، وہ اس بات سے بلند ہے کہ کوئی مکان اس کا احاطہ کرے جس

طرح وہ زمانے کے دائرے میں محدود ہونے سے پاک ہے بلکہ وہ تو زمان و مکان کی تخلیق سے پہلے بھی موجود تھا اور اب بھی پہلے کی طرح موجود ہے اور رہے گا۔ وہ اپنی صفات کے ساتھ مخلوق سے ممتاز ہے۔ اس کی ذات میں کوئی دوسرا نہیں اور وہ کسی دوسری ذات میں نہیں۔ وہ تبدیلی اور انتقال سے پاک ہے۔ حوادث و عوارض اس پر وارد نہیں ہوتے بلکہ وہ ہمیشہ بزرگی کے ساتھ متصف اور زوال سے منزہ رہتا ہے۔ وہ اپنی صفات کمالیہ میں مزید کمال حاصل کرنے سے بے نیاز ہے۔ اس کی ذات عقل کے اعتبار سے معلوم و موجود ہے جنت میں نیک لوگ اس کے فضل و کرم اور مہربانی سے آنکھوں کے ساتھ اس کی زیارت کریں گے اور اس کے جمال اقدس کو آنکھوں کے ساتھ دیکھنے سے اس کی نعمتوں کی تکمیل ہوگی۔

### اللہ عَزَّوَجَلَّ کی حیات و قدرت:

بے شک اللہ عَزَّوَجَلَّ زندہ و قادر ہے، جبار و غالب ہے، اسے کوئی عاجزی و کوتاہی لاحق نہیں ہوتی۔ نہ اسے اونگھ و نیند آتی ہے نہ اس پر فنا و موت طاری ہوتی ہے۔ وہ بادشاہی و ملکوت کا مالک اور عزت و جبروت والا ہے، اسی کے لئے حکومت و غلبہ ہے، پیدا کرنا اور حکم دینا اسی کے اختیار میں ہے۔ تمام آسمان اسی کے قابو میں ہیں وہ پیدا کرنے اور ایجاد کرنے میں یکتا ہے۔ کسی چیز کو ابتداء و وجود دینے اور کسی نمونہ کے بغیر پیدا کرنے میں وہ یکتا ہے۔ اس نے مخلوق اور ان کے اعمال کو پیدا کیا اور ان کے رزق اور موت کا تعین کیا۔ نہ اس کی مقدرات کا شمار ہے نہ ہی معلومات کی انتہا ہے۔

### اللہ عَزَّوَجَلَّ کا علم:

وہ تمام معلومات کا عالم ہے، زمین کی تہ سے لے کر آسمانوں کی بلندی تک جو کچھ جاری ہے سب کو گھیرنے والا ہے۔ اس کے علم سے زمین و آسمان کا کوئی ذرہ باہر نہیں بلکہ سخت اندھیری رات میں سیاہ چٹان پر چلنے والی چیونٹی کے چلنے کی آواز کو بھی جانتا ہے اور وہ فضاء میں ایک ذرے کی حرکت کو بھی جانتا ہے۔ پوشیدہ امور، دلوں کے وسوسوں، خطرات اور پوشیدہ باتوں کا علم رکھتا ہے اس کا علم قدیم و ازلی ہے اور وہ ہمیشہ ہمیشہ اس علم کے ساتھ متصف ہے۔ اس کا علم نیا نہیں اور نہ ہی وہ اس کی ذات میں آنے کی وجہ سے حاصل ہوا ہے۔

### اللہ عَزَّوَجَلَّ کا ارادہ:

بے شک وہ کائنات کا ارادہ فرمانے والا اور نئے پیدا ہونے والے امور کی تدبیر فرمانے والا ہے اس کی بادشاہی و ملکوت میں تھوڑی یا زیادہ، چھوٹی یا بڑی، بھلائی یا برائی، نفع یا نقصان، ایمان یا کفر، عرفان یا انکار، کامیابی یا ناکامی، اطاعت یا نافرمانی ہر چیز اسی کے فیصلے اور قدرت اور اسی کی حکمت و مشیت سے واقع ہوتی ہے۔ پلک کا جھپکنا اور دل کا خیال اس کی مشیت سے باہر

نہیں نکل سکتا وہ جس چیز کو چاہتا ہے ہو جاتی ہے اور جسے نہیں چاہتا وہ نہیں ہوتی۔ وہی ابتداء پیدا کرنے والا اور دوبارہ (یعنی قرب قیامت میں) لوٹانے والا ہے۔ جو چاہتا ہے کرتا ہے اس کے حکم کو کوئی نال نہیں سکتا۔ اس کے فیصلے کو کوئی پیچھے نہیں کر سکتا۔ بندے کے لئے اس کی توفیق و رحمت کے بغیر اس کی نافرمانی سے بچنا ممکن نہیں۔ اس کی اطاعت کی قوت بھی اسی کی محبت و ارادہ سے حاصل ہوتی ہے اگر تمام انسان، جن، فرشتے اور شیطان دنیا میں کسی ذرہ کو حرکت دینے پر اتفاق کر لیں یا اسے ٹھہرا دیں تو اللہ عزوجل کے ارادہ و مشیت کے بغیر وہ اس سے عاجز رہ جائیں گے اس کا ارادہ دیگر صفات کے ساتھ اس کی ذات میں قائم ہے۔ وہ ہمیشہ سے اس سے موصوف ہے۔ اس نے ازل میں اشیاء کے وجود کا ان کے اوقات پر ظہور کا ارادہ فرمایا چنانچہ ہر چیز اس کے ازلی ارادہ کے مطابق بغیر کسی تقدیم و تاخیر کے اپنے وقت پر ظاہر ہوئی۔ اس نے امور کی تدبیر سوچ بچار اور وقت کی تاخیر کے بغیر فرمائی اس لئے اسے کوئی ایک کام دوسرے کام سے غافل نہیں کرتا۔

### اللہ عزوجل کی سماعت و بصارت:

اللہ عزوجل سمیع و بصیر ہے۔ وہ سنتا اور دیکھتا ہے۔ اس کی سماعت سے کوئی سنی جانے والے چیز اگر چہ وہ پوشیدہ ہو باہر نہیں اور باریک سے باریک چیز بھی اس کی بصارت سے غائب نہیں۔ اس کی سماعت میں دوری اور اندھیرا کاوٹ نہیں، وہ آنکھوں کی پتلیوں اور پلکوں کے بغیر دیکھتا ہے اور کانوں اور ان کے سوراخ کے بغیر سنتا ہے جیسے وہ دل کے بغیر جانتا، کسی عضو کے بغیر پکڑتا اور کسی آلہ کے بغیر پیدا کرتا ہے کیونکہ اس کی صفات مخلوق کی صفات جیسی نہیں جیسے اس کی ذات مخلوق کی ذات کی طرح نہیں۔

### اللہ عزوجل کا کلام:

اللہ عزوجل اپنے ازلی و قدیم کلام کے ساتھ کلام فرمانے والا، حکم دینے والا، منع کرنے والا، وعدہ کرنے والا اور وعید بتانے والا ہے اور اس کا کلام اس کی ذات کے ساتھ قائم ہے اور مخلوق کے کلام کے مشابہ نہیں وہ ایسی آواز نہیں جو ہوا کے کھینچنے یا اجسام کی رگڑ سے پیدا ہوتی ہے اور نہ ایسے حروف کے ساتھ جو ہونٹوں کے بند ہونے یا زبان کے حرکت کرنے سے پیدا ہوتے ہیں۔

بے شک قرآن مجید، تورات، انجیل اور زبور اس کی کتابیں ہیں جو اس نے اپنے رسولوں علیہم السلام پر نازل فرمائیں قرآن مجید زبانوں سے تلاوت کیا جاتا، مصحف میں لکھا جاتا اور دلوں میں محفوظ ہوتا ہے اس کے باوجود یہ کلام قدیم ہے اور اللہ عزوجل کی ذات کے ساتھ قائم ہے، دلوں اور اوراق کی طرف منتقل ہونے کے باوجود اس کی ذات سے جدا نہیں ہوا حضرت سیدنا موسیٰ علیہ السلام نے اللہ عزوجل کا کلام آواز اور حرف کے بغیر سنا جس طرح نیک لوگ (بروز قیامت) اللہ عزوجل کی زیارت یوں کریں گے کہ نہ تو وہ جو ہر ہوگا (یعنی جو خود قائم ہو) نہ عرض (یعنی جو دوسری چیز کے ساتھ قائم ہو)۔



جب وہ ان صفات سے متصف ہے تو وہ حیات، علم، قدرت، ارادہ، سماعت، بصارت اور کلام کے ساتھ زندہ، عالم، قادر، ارادہ کرنے والا، سننے والا، دیکھنے والا اور کلام کرنے والا ہے محض ذات کی وجہ سے نہیں۔

## اللہ عزوجل کے افعال:

اللہ عزوجل کے سوا جو کچھ موجود ہے وہ اس کے فعل سے پیدا ہوا اور اس کے عدل کا فرمان ہے کہ وہ نہایت اچھے طریقے پر حد درجہ کامل و تمام اور نہایت درست پیدا ہوا، وہ اپنے افعال میں حکیم اور اپنے فیصلوں میں انصاف کرنے والا ہے لیکن اس کے عدل کو بندوں کے عدل پر قیاس نہیں کیا جاسکتا کیونکہ بندے کے دوسرے کی ملک میں تصرف کرنے سے ظلم کا تصور بھی ہو سکتا ہے لیکن اللہ عزوجل کے بارے میں ظلم کا تصور نہیں ہو سکتا کیونکہ اس کے علاوہ کوئی مالک نہیں کہ اللہ عزوجل کا تصرف ظلم بن جائے اس کے سوا جو کچھ ہے خواہ وہ انسان ہو یا جن، فرشتہ ہو یا شیطان، زمین ہو یا آسمان، حیوانات ہوں یا نباتات و جمادات، جوہر ہو یا عرض، اس چیز کا ادراک ہوتا ہو یا وہ محسوسات میں سے ہو اور ہر حادث چیز کو وہ اپنی قدرت سے عدم سے وجود میں لایا ہے اس کے بعد کہ وہ کچھ نہ تھا اسے پیدا کیا ازل سے صرف اور صرف وہی ذات تھی اس کے ساتھ دوسرا نہ تھا پس اس نے اپنی قدرت کے اظہار اور اپنے سابقہ ارادے کو ثابت کرنے کے لئے مخلوق کو پیدا کیا اور اس کی وجہ یہ بھی تھی کہ آزل میں اس کی بات ہو چکی تھی نہ اس لئے کہ وہ اس مخلوق کا محتاج و ضرورت مند تھا۔ اس نے مخلوق کو پیدا کر کے اور مکلف بنا کر احسان فرمایا یہ عمل اس پر لازم نہ تھا اس نے انعامات و اصلاح سے نوازا لیکن یہ بات اس پر لازم نہ تھی اگر وہ اپنے بندوں کو طرح طرح کے عذاب میں مبتلا کرتا تو اس کی طرف سے عدل ہوتا ہے اور بندوں کو اطاعت پر جو ثواب عطا فرماتا ہے وہ محض اس کے کرم سے ہے نہ کہ وہ اس پر لازم ہے اس نے اپنا حق عبادات کی صورت میں انبیاء کرام علیہم السلام کی مبارک زبانوں سے لازم کیا محض عقل کی وجہ سے نہیں۔ اس نے رسولوں کو بھیجا اور واضح معجزات کے ذریعے ان کی سچائی کو ظاہر کیا۔ انہوں نے اس کے ہر امر و نہی اور وعدہ و وعید کو لوگوں تک پہنچایا پس جو کچھ انبیاء کرام علیہم السلام لائے لوگوں پر اس کی تصدیق واجب ہے۔



## کلمہ شہادت کے دوسرے حصے رسالت کا بیان

اللہ عزوجل نے اپنے اُمی، ہادی، قریشی رسول حضرت سیدنا محمد مصطفیٰ، احمد مجتبیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو اپنی رسالت عطا فرما کر تمام عرب و عجم اور جن و انس کی طرف بھیجا پس آپ کی شریعت کے ذریعے سابقہ شریعتوں کو منسوخ کر دیا سوائے ان باتوں کے جنہیں باقی رکھا گیا اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو تمام انبیاء کرام علیہم السلام پر فضیلت بخشی اور آپ کو تمام انسانوں کا سردار بنایا اور تو حید یعنی لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ کی گواہی کو اس وقت تک قبول نہ فرمایا جب تک اس کے ساتھ شہادت رسالت یعنی مُحَمَّدٌ رَسُوْلُ اللَّهِ ملا ہوا نہ ہو اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے دُنوی و اُخروی امور کے بارے میں جو کچھ بتایا ان سب کی تصدیق مخلوق پر لازم فرمائی۔

کسی شخص کا ایمان اس وقت تک قبول نہ ہوگا جب تک وہ ان باتوں پر ایمان نہ لائے جو نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے موت کے بعد کے حالات کے متعلق ارشاد فرمائیں؛ ان میں سے پہلی بات منکر نکیر کے سوالات ہیں، وہ دونوں فرشتے انتہائی مہیب و خوفناک ہیں، وہ بندے کو قبر میں سیدھا کر کے بیٹھا دیتے ہیں اور بندہ اس وقت روح و جسم کے ساتھ ہوتا ہے۔ وہ اس سے تو حید و رسالت کے بارے میں سوال کرتے ہیں اور پوچھتے ہیں تیرا رب کون ہے؟ تیرا دین کیا ہے؟ تیرا نبی کون ہے؟ وہ دونوں قبر کی آزمائش ہیں اور ان کے سوالات موت کے بعد پیش آنے والی پہلی آزمائش ہے۔

بندے کو عذاب قبر پر ایمان لانا ضروری ہے کیونکہ وہ حق ہے اور روح و جسم پر اس کی منشاء کے مطابق حکمت و عدل ہے۔

### بعث بعد الموت پر ایمان لانا:

وہ مر کر زندہ اٹھائے جانے پر ایمان لائے کہ اللہ عزوجل ان ہڈیوں کو جو بوسیدہ ہو چکی ہوں گی زندہ فرمائے گا جیسا کہ پہلی مرتبہ نہیں پیدا کیا تھا اور روح کو جسم کی طرف لوٹائے گا جس طرح وہ موت سے پہلے دنیا میں تھا اور اسے صحیح و سالم انسان کی شکل دے گا اور اُس میزان پر ایمان لائے جو دو ہتھیلیوں اور ایک زبان والا ہوگا اور وہ زمین و آسمان کے طبقات جتنا بڑا ہوگا اللہ عزوجل کی قدرت سے اس میں اعمال تولے جائیں گے اور بانٹ (وزن کرنے کا آلہ) اس دن ذرے اور رائی کے دانے کے برابر ہوں گے تاکہ پورا پورا انصاف ہو نیکیوں کے درجات ہوں گے فصل الہی عزوجل سے اسی قدر پلڑا بھاری ہوگا جبکہ برائیوں کے اعمال نامے ظلمت کے پلڑے میں رکھے جائیں گے تو اللہ عزوجل کے عدل سے پلڑا ہلکا ہو جائے گا۔

اس بات پر ایمان لانا ضروری ہے کہ قیامت حق ہے اور پل صراط حق ہے، وہ ایسا پل ہے جو جہنم کی پشت پر رکھا گیا ہے لکوار سے زیادہ تیز اور بال سے زیادہ باریک ہے، اس پر کفار کے پاؤں پھسل جائیں گے اور انہیں جہنم کی طرف ہانکا جائے گا جبکہ مومنین ثابت قدم رہیں گے اور انہیں جنت کی طرف لے جایا جائے گا۔

## حوض کوثر پر ایمان لانا:

وہ اس حوض کوثر پر بھی ایمان لے آئے جس پر لوگ حاضر ہوں گے اور وہ ہمارے نبی حضرت سیدنا محمد مصطفیٰ، احمد مجتبیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا حوض ہے، مؤمنین جنت میں داخل ہونے سے پہلے اور پل صراط پر سے گزرنے کے بعد اس سے پئیں گے جس نے اس سے ایک گھونٹ بھی پی لیا وہ اس کے بعد کبھی بھی پیاسا نہیں رہے گا، اس کی چوڑائی ایک مہینے کی مسافت ہے، اس کا پانی دودھ سے زیادہ سفید اور شہد سے زیادہ میٹھا ہے اس کے گرد پیالے رکھے ہوں گے جن کی تعداد آسمان کے ستاروں جتنی ہے اس میں دو پرنا لے ہیں جو کوثر سے اس میں گرتے ہیں۔

(ضحیح مسلم، کتاب الفضائل، باب اثبات حوض..... الخ، الحدیث ۵۹۷۱/۵۹۸۹/۵۹۹۰، ص ۱۰۸۴-۱۰۸۵ بتغییر قلیل)

## حساب و کتاب پر ایمان لانا:

بندے کا حساب و کتاب پر ایمان لانا ضروری ہے اور یہ اعتقاد رکھنا کہ حساب و کتاب، پوچھ گچھ اور درگزر کے اعتبار سے لوگوں کے مختلف درجے ہوں گے اور اس بات پر ایمان لائے کہ کچھ لوگ بغیر حساب کے جنت میں داخل ہوں گے اور وہ مقربین بارگاہ الہی عزوجل ہوں گے۔ اللہ عزوجل جس نبی سے چاہے گا تبلیغ رسالت کے بارے میں پوچھے گا اور جس کافر سے چاہے گا رسولوں کو جھٹلانے پر اس کا مواخذہ فرمائے گا، بدعتی لوگوں سے سنت کے بارے میں اور مسلمانوں سے اعمال کے بارے میں پوچھے گا۔

اس بات کا اعتقاد رکھے کہ اللہ عزوجل توحید پر ایمان لانے والے گنہگار مسلمانوں کو سزا کے بعد جہنم سے نکالے گا حتیٰ کہ اللہ عزوجل کے فضل و کرم سے کوئی بھی موجد جہنم میں ہمیشہ نہیں رہے گا۔

## شفاعت انبیاء علیہم السلام پر ایمان لانا:

اس بات پر ایمان لائے کہ انبیاء کرام علیہم السلام شفاعت فرمائیں گے پھر علماء کرام پھر شہداء عظام پھر سب مؤمنین اللہ عزوجل کے ہاں اپنے مرتبہ و مقام کے اعتبار سے شفاعت کریں گے اور جو مؤمن کسی سفارش کرنے والے کے بغیر رہ جائے گا اللہ عزوجل اپنے فضل و کرم سے اسے جہنم سے نکالے گا پس جہنم میں کوئی مؤمن باقی نہیں رہے گا بلکہ جس کے دل میں ذرہ برابر بھی ایمان ہو گا وہ بھی جہنم سے نکال لیا جائے گا۔

## صحابہ کرام علیہم الرضوان پر ایمان لانا:

وہ صحابہ کرام کی فضیلت اور ان کی ترتیب پر بھی ایمان لائے وہ یہ کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے بعد سب سے افضل امیر المؤمنین حضرت سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں پھر امیر المؤمنین حضرت سیدنا عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ پھر امیر المؤمنین حضرت سیدنا عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور اس کے بعد امیر المؤمنین حضرت سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ و جہۃ الکونین ہیں

تمام صحابہ کرام کے بارے میں اچھا عقیدہ رکھے اور تمام صحابہ کرام کی اسی طرح تعریف کرے جس طرح اللہ عزوجل اور اس کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ان کی تعریف کی ہے اور یہ تمام باتیں احادیث میں آئی ہیں اور آثار اس پر گواہ ہیں جو شخص یقین کے ساتھ ان باتوں پر اعتقاد رکھے وہ اہل حق اور اہل سنت میں سے ہے وہ گمراہ و بدعتی فرقے سے الگ ہے۔ "ہم اللہ عزوجل سے اپنے لئے اور تمام مسلمانوں کے لئے کمال یقین اور دین میں ثابت قدمی کا سوال کرتے ہیں، بے شک وہ سب سے بڑھ کر رحم فرمانے والا ہے۔"

### تدریجاً رہنمائی کرنے کی وجہ:

جان لو! بچہ فطری طور پر اپنی ابتدائی تربیت کے دوران بغیر کسی دلیل کے حق کو قبول کرنے کی استعداد رکھتا ہے اس لئے چاہئے کہ اس کو اپنے عقائد سے واقفیت کرائی جائے تاکہ وہ اسے یاد کر لے، اس کے بعد آہستہ آہستہ وہ اسے سمجھنے اور سینے میں اتارنے لگے گا پھر اسے ان عقائد کو دلائل سے ثابت کرنے کی ضرورت پیش آئے گی۔ پھر عقائد کو چاہئے کہ وہ بقدر ضرورت ہی دلائل طلب کرے اور ضرورت یہ ہے کہ اسے کوئی شبہ لاحق ہو تو اس چیز کی تلاش میں مشغول ہو جس سے اس کا شبہ جاتا رہے۔ جہاں تک اجداء علم کلام میں غور و فکر کا تعلق ہے تو یہ ایسے ہی ہے جیسے کوئی نا تجربہ کار شخص سمندر میں تیرنے کے لئے کود پڑے کیونکہ اکثر یہ ہوتا ہے کہ شبہ کی طرف متوجہ ہونے کی وجہ سے اعتقاد سلامت نہیں رہتا۔ ہاں! لوگوں میں سے کوئی ایسا ماہر شخص ہونا ضروری ہے جو ضرورت پڑنے پر بدعتیوں کا رد اور شبہات کا ازالہ کر سکے۔

### اسلام کا معنی:

اسلام کا معنی ہے "اطاعت و تسلیم کرنا" اور ایمان کا معنی ہے "دل سے قبول کرنا" اللہ عزوجل نے دونوں کا ذکر اکٹھا فرمایا اور دونوں سے ایک ہی چیز مراد ہے۔ اللہ عزوجل کا ارشاد پاک ہے:

فَاخْرَجْنَا مَنْ كَانَ فِيهَا مِنَ الْمُؤْمِنِينَ ۝ فَمَا وَجَدْنَا فِيهَا غَيْرَ بَيْتٍ مِنَ الْمُسْلِمِينَ ۝ (پ ۲۷، النوریت: ۳۶، ۳۵)

ترجمہ کنز الایمان: تو ہم نے اس شہر میں جو ایمان والے تھے نکال لئے تو ہم نے وہاں ایک ہی گھر مسلمان پایا۔

یعنی وہاں پر مسلمانوں کا صرف ایک ہی گھر تھا۔

ایک دوسرے مقام پر ان دونوں کا ذکر فرمایا اور دونوں سے الگ الگ معنی مراد لئے ہیں، اللہ عزوجل کا فرمان ہے:

قَالَتِ الْأَعْرَابُ آمَنَّا قُلْ لَمْ تُؤْمِنُوا وَلَكِنْ قُولُوا أَسْلَمْنَا (پ ۲۶، الحجرات: ۱۴)

ترجمہ کنز الایمان: گنوار بولے ہم ایمان لائے تم فرماؤ تم ایمان تو نہ لائے ہاں یوں کہو کہ ہم مطیع ہوئے۔

یعنی تم نے اطاعت کا دم بھرا ہے مگر ابھی تک تمہارے سینے نہیں کھلے۔

## طہارت کے اسرار

باب 3:

نبی کریم، نور مجسم، رسول اکرم، شہنشاہ بنی آدم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان عالیشان ہے: الطُّهُورُ شَطْرُ الْإِيمَانِ

ترجمہ: طہارت نصف ایمان ہے۔ (صحیح مسلم، کتاب الطہارۃ، باب فضل الوضوء، الحدیث ۵۳۴، ص ۷۱۸)

نور کے پیکر، تمام نبیوں کے سرور، دو جہاں کے تاجور، سلطان بحر و بر صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا فرمانِ نظافت نشان

ہے: بِنِي الدِّينِ عَلَى النِّظَافَةِ ترجمہ: دین کی بنیاد طہارت پر ہے۔

(المنجروحين لابن حاتم محمد بن حبان البستی، باب النون، الرقم ۱۱۱۹۔ نعیم بن مورع، ج ۲، ص ۴۰۱، روایۃ بالمعنی)

اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: مِفْتَاحُ الصَّلَاةِ الطُّهُورُ ترجمہ: نماز کی کنجی طہارت ہے۔

(سنن ابی داؤد، کتاب الطہارۃ، باب فرض الوضوء، الحدیث ۶۱، ص ۱۲۲۷)

اللَّهُ عَزَّوَجَلَّ کا فرمان عالیشان ہے:

فِيهِ رِجَالٌ يُجِبُّونَ أَنْ يَتَطَهَّرُوا (پ ۱۱، التوبہ: ۱۰۸) ترجمہ کنز الایمان: اس میں وہ لوگ ہیں کہ خوب ستھرا ہونا چاہتے ہیں۔

### طہارت کے چار مراتب ہیں:

(۱) اپنے ظاہر کو احداث (یعنی ناپاکیوں اور نجاستوں) سے پاک کرنا۔ (۲) اعضاء کو جرائم اور گناہ سے پاک کرنا۔

(۳) اپنے دل کو برے اخلاق سے پاک کرنا۔ (۴) اپنے باطن کو اللہ عزوجل کے غیر سے پاک رکھنا یہ انبیاء

کرام علیہم السلام اور صدیقین کی طہارت ہے۔

ہر مرتبہ میں طہارت اس عمل کا نصف ہے جس میں وہ پائی جاتی ہے اور ہر مرتبہ میں تخلیہ (یعنی خالی کرنا) اور تحلیہ (یعنی مزین

کرنا) بھی پایا جاتا ہے تخلیہ عمل کا نصف ہے کیونکہ اجر کا ملنا اسی پر موقوف ہے اسی کی طرف اللہ عزوجل کا یہ فرمان بھی اشارہ فرما رہا

ہے۔ ارشاد فرمایا:

قُلِ اللّٰهُ لَا تُمُّ ذَرَّهُمْ (پ ۷، الانعام: ۹۱) ترجمہ کنز الایمان: اللہ کہو، پھر انہیں چھوڑ دو۔

پس اللہ عزوجل کا فرمان "قُلِ اللّٰهُ" اللہ عزوجل کے ذکر سے دل کو مزین کرنا ہے جبکہ (تَمُّ ذَرَّهُمْ) سے اللہ عزوجل

کے سوا ہر چیز سے دل کو خالی کرنا ہے اور اسی طرح دل کو برے اخلاق سے پاک کر کے اسے اچھے اخلاق سے مزین کرنا ضروری

ہے اور اعضاء کے لئے بھی ضروری ہے کہ انہیں گناہوں سے خالی اور اطاعت سے مزین کیا جائے۔

پیش کش: مجلس المدینۃ العلمیہ (دعوتِ اسلامی)

ان مراتب میں سے ہر ایک مرتبہ اپنے بعد والے مرتبہ میں داخل ہونے کے لئے شرط ہے اس لئے سب سے پہلے ظاہر کو، پھر اعضاء کو، اس کے بعد دل کو اور پھر باطن کو پاک کیا جائے اور یہ گمان نہ کیا جائے کہ طہارت سے مراد صرف ظاہری طور پر پاک ہونا ہی ہے کیونکہ اس سے مقصود نفوس ہو جائے گا اور یہ بھی گمان نہ کیا جائے کہ یہ مراتب صرف خواہش کرنے سے آرزو کرنے اور آسانی سے حاصل ہو جائیں گے بے شک اگر تو ساری زندگی بھی اس کے حصول میں کمر بستہ رہے تو صرف بعض مقاصد میں ہی کامیابی پائے گا۔

### احداث سے طہارت کا بیان:

یہ وضو، غسل اور تیمم ہے اور ان سب سے پہلے استنجاء ہے اب ہم ان سب کا طریقہ آداب و سنتوں کے ساتھ بیان کریں گے لیکن ابتداً قضاے حاجت سے کریں گے کیونکہ وہ وضو کا سبب ہے۔

### قضاے حاجت کے آداب:

انسان کو چاہئے کہ قضاے حاجت کے لئے صحراء یا کھلی جگہ میں لوگوں کی نظروں سے دور جائے اور اگر کوئی چیز میسر ہو تو اس کے ساتھ پردہ کرے اور بیٹھنے کی جگہ کے قریب ہونے سے قبل اپنا ستر ظاہر نہ کرے نیز قبلہ کی طرف چہرہ کرے نہ پیٹھ اور نہ ہی سورج اور چاند کی طرف رخ کرے لیکن اگر گھر میں ہو تو کر سکتا ہے اور گھر میں ہوتے ہوئے بھی قبلہ رخ ہونے یا پیٹھ کرنے سے بچنا مستحب ہے۔ اٹھہرے ہوئے پانی میں، پھل دار درختوں کے نیچے اور پلوں (یعنی سوراخوں) میں پیشاب نہ کرے۔ اسی طرح سخت جگہ اور ہوا کے رخ پر بھی پیشاب نہ کرے تاکہ اس کے چھینٹوں سے بچ سکے۔

بیت الخلاء میں داخل ہوتے وقت بائیں پاؤں پہلے اندر رکھے اور نکلتے وقت پہلے دایاں پاؤں نکالے اور کھڑا ہو کر پیشاب نہ کرے اور نہ ہی غسل خانہ میں پیشاب کرے کیونکہ سید المرسلین، رحمۃ اللعالمین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان غیب نشان ہے: "عَامَّةُ الْوَسْوَاسِ مِنْهُ تَرْجَمُهُ: عام طور پر وسوسے اسی سے پیدا ہوتے ہیں۔"

(سنن ابی داؤد، کتاب الطہارۃ، باب فی البول فی المستحم، الحدیث ۲۷، ص ۱۲۲۴)

انہم احناف کے نزدیک: قبلہ کی طرف رخ یا پیٹھ کرنا مطلقاً منع ہے، چاہے میدان میں ہو یا بند کمرے میں۔ جیسا کہ علامہ علاؤ الدین صکلی علیہ رحمۃ اللہ القوی فرماتے ہیں: "پاخانہ یا پیشاب پھرتے وقت یا طہارت کرنے میں نہ قبلہ کی طرف منہ ہونہ پیٹھ اور نہ حکم عام ہے چاہے مکان کے اندر ہو یا میدان میں اور اگر بھول کر قبلہ کی طرف منہ یا پشت کر کے بیٹھ گیا تو یاد آتے ہی فوراً رخ بدل دے، اس میں امید ہے کہ فوراً اس کے لئے مغفرت فرمادی جائے۔"

(الدر المختار ورد المختار، کتاب الطہارۃ، فصل الاستنجاء، مطلب فی الفرق بین الاستبراء..... الخ، ج ۱، ص ۶۰۸)

پیش کش: مجلس المدینۃ العلمیہ (دعوت اسلامی)

اپنے ساتھ کوئی ایسی چیز نہ لے جائے جس پر اللہ عزوجل یا اس کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا نام نامی ہو اور نہ ہی ننگے سر اس میں داخل ہو۔ بیت الخلاء میں داخل ہونے سے پہلے یہ دعا پڑھے:

بِسْمِ اللّٰهِ، اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الْخُبْثِ وَالْخُبَائِثِ  
اور جنیوں سے اللہ عزوجل کی پناہ چاہتا ہوں یا خبیث مردود  
شیطان سے اللہ عزوجل کی پناہ چاہتا ہوں۔

(صحیح البخاری، کتاب الوضوء، باب ما یقول عند الخلاء، الحدیث ۱۴۲، ص ۱۵)

اور نکلنے کے بعد یہ دعا پڑھے:

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ اَذْهَبَ عَنِّیْ مَا  
ترجمہ: تمام تعریفیں اللہ عزوجل کے لئے ہیں جس نے ایذا دینے  
یُوْذِنِّیْ، وَاَبْقٰی فِیَّ مَا یَنْفَعُنِّیْ  
والی چیز مجھ سے دور کی اور نفع دینے والی چیز کو مجھ میں باقی رکھا۔

(مصنف ابن ابی شیبہ، کتاب الطہارات، باب ما یقول اذا خرج من المخرج، الحدیث ۶، ج ۱، ص ۱۲ بتغییر)

بیت الخلاء میں داخل ہوتے وقت اور نکلنے وقت اس سے باہر رہ کر اللہ عزوجل کا ذکر کرے اور بیٹھنے سے پہلے ڈھیلوں کو گن لے اور قضائے حاجت کی جگہ پانی سے استنجاء نہ کرے (یہ اس وقت ہے جب کسی زمین یا کھیتی وغیرہ میں قضائے حاجت کرے کیونکہ پانی سے نجاست پھینکنا خدشہ ہے) کھانس کر، تین مرتبہ جھاڑ کر اور عضو مخصوص کے نچلے حصے پر ہاتھ پھیر کر پیشاب نکلنے کا اطمینان کرے اس پر دوسو سو غالب آجائے تو چاہئے کہ اپنی شلوار وغیرہ کی میانی پر پانی کے کچھ چھینٹے مارے۔ اور حدیث مبارکہ میں ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ایسا ہی کیا (یعنی پانی کے چھینٹے مارے)۔“

(سنن ابی داؤد، کتاب الطہارة، باب فی الانتضاح، الحدیث ۱۶۷، ص ۱۲۳۴)

آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے لید اور ہڈی سے استنجاء کرنے سے منع فرمایا۔

(صحیح مسلم، کتاب الطہارة، باب الاستطابة، الحدیث ۶۰۷، ص ۷۲۳)

اور استنجاء تین پتھروں سے کرے اور مستحب یہ ہے کہ پتھر اور پانی کو جمع کرے (یعنی بعد میں پانی کا استعمال کرے) پتھر کا استعمال یوں کرے کہ اسے پچھلے مقام پر رکھ کر کھینچتا ہوا آگے کی طرف لے آئے اگر پیشاب گاہ کے گرد پھیرنے پر قادر ہو تو یہ بہتر

لاہیر المسکت، ہائی دعوت اسلامی حضرت علامہ مولانا محمد الیاس عطار قادری مدظلہ العالی اپنی کتاب ”نماز کے احکام“ میں وضو کے مستحبات بیان کرتے ہوئے نقل فرماتے ہیں: ”بعد وضو میانی (یعنی پاجام کا وہ حصہ جو پیشاب گاہ کے قریب ہوتا ہے) پر پانی چھڑکنا (پانی چھڑکتے وقت میانی کو کرتے کے دامن میں چھپائے رکھنا مناسب ہے نیز وضو کرتے وقت بھی بلکہ ہر وقت میانی کو کرتے کے دامن یا چادر وغیرہ کے ذریعہ چھپائے رکھنا حیا کے قریب ہے)۔“ (نماز کے احکام، وضو کا طریقہ، ص ۱۹)

ہے۔ ڈھیلوں سے صفائی ضروری ہے جبکہ ان کی تعداد کا طاق ہونا مستحب ہے۔  
وضو کا طریقہ:

رسول اکرم، نور مجسم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو ہمیشہ اسی طرح دیکھا گیا کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم جب بھی قضائے حاجت سے فارغ ہوتے تو وضو فرماتے (لیکن تعلیم امت کے لئے کبھی اس وقت وضو نہ بھی فرمایا)۔

شہنشاہ خوش نصال، پیکرِ حسن و جمال، دافعِ رنج و ملال، صاحبِ جو دو نوال، رسولِ بے مثال، بی بی آمنہ کے لال صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا فرمان عالی شان ہے: "لَا يُحَافِظُ عَلَى الْوُضُوءِ إِلَّا مُسْلِمٌ تَرْجَمَهُ مُسْلِمَانُ كَعَلَاوَةَ كُوَيْ وَضُوكِ يَابَنْدِي نَهَيْسِ كَرْتَا۔" (سنن ابن ماجہ، ابواب الطہارۃ، باب المحافظۃ علی الوضوء، الحدیث ۲۷۷، ص ۲۴۹۴)

وضو کی ابتداء مسواک سے کرنی چاہئے۔ سرکارِ والا تبار، بے شکوں کے مددگار، شفیعِ روزِ شمار، دو عالم کے مالک و مختار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا فرمانِ جنت نشان ہے:

صَلَاةٌ عَلَىٰ أَثَرِ سِوَاكِ أَفْضَلُ مِنْ خَمْسٍ تَرْجَمَهُ: مسواک کر کے پڑھی جانے والی نماز بغیر مسواک کے  
وَ سَبْعِينَ صَلَاةً بِغَيْرِ سِوَاكِ پڑھی جانے والی نماز سے پچھتر (۷۵) درجے افضل ہے۔

(الکامل فی ضعفاء الرجال لابن عدی، الرقم ۱۷۹۹۔ مَسْلَمَةُ بْنُ عَلِيٍّ أَبُو سَعِيدٍ الْخُشَنِيُّ الشَّامِيُّ، ج ۸، ص ۱۷، بتغییر)

پھر وضو کے لئے بیٹھے اور بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ پڑھے۔

تاجدارِ رسالت، شہنشاہِ نبوت، مخزنِ جو دو سخاوت، پیکرِ عظمت و شرافت، محبوبِ ربِّ العزت، محسنِ انسانیت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان والا شان ہے: لَا وَضُوءَ لِمَنْ لَمْ يُسَمِّ اللّٰهَ تَعَالٰی تَرْجَمَهُ: جو شخص بسم اللہ نہ پڑھے اس کا وضو (کامل) نہیں۔

(جامع الترمذی، ابواب الطہارۃ، باب ماجاء فی التسمیۃ عند الوضوء، الحدیث ۲۵، ص ۱۶۳۲، لم یسم اللہ: بلہ: لم یدکر اسم اللہ)

۱: احناف کے نزدیک: پاخانہ کے بعد مرد کے لئے ڈھیلوں کا استعمال کرنا مستحب ہے۔ جیسا کہ فتاویٰ الہندیہ میں ہے: "پاخانہ کے بعد مرد کے لئے ڈھیلوں کے استعمال کا مستحب طریقہ یہ ہے کہ گرمی کے موسم میں پہلا ڈھیلا آگے سے پیچھے کو لے جائے اور دوسرا پیچھے سے آگے کی طرف اور تیسرا آگے سے پیچھے کو اور جاڑوں میں پہلا پیچھے سے آگے کو اور دوسرا آگے سے پیچھے کو اور تیسرا پیچھے سے آگے کو لے جائے۔ ڈھیلوں کی کوئی تعداد معین سنت نہیں بلکہ جتنے سے صفائی ہو جائے، تو اگر ایک سے صفائی ہوگئی سنت ادا ہوگئی اور اگر تین ڈھیلے لئے اور صفائی نہ ہوئی سنت ادا نہ ہوئی، البتہ مستحب یہ ہے کہ طاق ہوں اور کم سے کم تین ہوں اور اگر ایک یا دو سے صفائی ہوگئی تو تین کی گنتی پوری کرے اور اگر چار سے صفائی ہو تو ایک اور لے کہ طاق ہو جائیں۔"

(الفتاویٰ الہندیہ، کتاب الطہارۃ، الباب السابع فی النجاسة واحکامها، الفصل الثالث، ج ۱، ص ۴۸)

پیش کش: مجلس المدینۃ العلمیہ (دعوتِ اسلامی)



پھر یہ دعا پڑھے:

أَعُوذُ بِكَ مِنْ هَمَزَاتِ الشَّيَاطِينِ، ترجمہ: اے اللہ عزوجل! میں شیطان کے وسوسوں سے تیری پناہ چاہتا ہوں،  
وَأَعُوذُ بِكَ رَبِّ أَنْ يُخْضِرُونِ. اور اے میرے رب عزوجل! میں اُس کے آنے سے تیری پناہ مانگتا ہوں۔

پھر حدیث کو دُور کرنے یا نماز کے مباح ہونے کی نیت کرے اور نیت کو منہ دھونے تک باقی رکھے۔  
پھر اپنے دائیں ہاتھ میں ایک چلو پانی لے کر اس سے تین مرتبہ کلی کرے۔ ۲ اگر روزہ دار نہ ہو تو کلی کرنے اور ناک صاف کرنے میں مبالغہ کرے ورنہ روزہ میں آرام سے کرے۔ اور یہ دعا پڑھے:

اللَّهُمَّ اَعِنِّي عَلَى قِرَاءَةِ كِتَابِكَ وَكَثْرَةِ الذِّكْرِ لَكَ. ترجمہ: اے اللہ عزوجل! اپنی کتاب کی تلاوت اور اپنے ذکر کی کثرت پر میری مدد فرما۔

پھر ناک صاف کرنے کے لئے چلو میں پانی لے اور ایک ہی چلو سے تین مرتبہ ناک صاف کرے۔ ۳ اور جو کچھ اس میں ہو اسے جھاڑ دے۔ پھر یہ دعا پڑھے:

اللَّهُمَّ اِنِّي اَعُوذُ بِكَ مِنْ رَوَاحِ النَّارِ وَمِنْ سُوءِ الدَّارِ. ترجمہ: اے اللہ عزوجل! میں جہنم کی بدبو اور برے گھر سے تیری پناہ مانگتا ہوں۔  
پھر چہرے کے لئے چلو میں پانی لے اور پیشانی کی سطح سے ٹھوڑی کے نیچے تک لمبائی میں اور ایک کان کی لو سے دوسرے کان کی لو تک چوڑائی میں دھوئے اور پیشانی کے دونوں کناروں پر بال جھڑنے کی جگہ تک کا دھونا واجب نہیں کیونکہ وہ سر کا حصہ ہیں اور اس جگہ تک پانی پہنچانا واجب ہے جہاں سے عورتوں کے بال ہٹانے کی عادت ہوتی ہے۔ چار قسم کے بالوں کے اُگنے کی جگہ پر بھی پانی پہنچانا واجب ہے اور وہ موچھیں، ابرو، پلکیں اور کان کے مقابل رخسار پر اُگنے والے بال ہیں۔ اگر داڑھی گھنی نہ ہو تو داڑھی کی جلد پر پانی پہنچانا واجب ہے۔ نچلے ہونٹ کے نیچے کی جگہ کے بال کے پتلے اور گھنے ہونے میں داڑھی کے حکم میں ہے اور وہ لگی ہوئی داڑھی کے ظاہر پر پانی بہائے، آنکھ کے خانے میں اور سرمہ جمع ہونے کی جگہ میں انگلیاں داخل کرے اور ان کو صاف

۱: شوافع کے نزدیک وضو میں نیت فرض ہے جبکہ احناف کے نزدیک سنت ہے۔ جیسا کہ علامہ حسن بن عمار شرنبلالی علیہ رحمۃ اللہ الوالی وضو کی سنتیں بیان کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں: "وضو میں نیت کرنا سنت ہے۔" (نور الابضاح، کتاب الطہارۃ، فصل فی سنن الوضوء، ج ۱، ص ۳۰)

۲: احناف کے نزدیک تین کلیوں کے لئے تین بار نیا پانی لینا سنت ہے۔ جیسا کہ علامہ علاء الدین ہکیمی علیہ رحمۃ اللہ القوی فرماتے ہیں: "تین چلو پانی سے تین کلیاں کرے کہ ہر بار منہ کے ہر پرزے پر پانی بہ جائے اور روزہ دار نہ ہو تو غرغره کرے۔" (الدر المختار و رد المحتار، کتاب الطہارۃ، مطلب السواک، ج ۱، ص ۲۴۸)  
۳: احناف کے نزدیک اس کا حکم یہ ہے کہ "تین چلو سے تین بار ناک میں پانی چڑھائے کہ جہاں تک نرم گوشت ہوتا ہے ہر بار اس پر پانی بہ جائے اور روزہ دار نہ ہو تو ناک کی جڑ تک پانی پہنچائے اور یہ دونوں کام داہنے ہاتھ سے کرے پھر بائیں ہاتھ سے ناک صاف کرے۔" (المرجع السابق)

پیش کش: مجلس المدینۃ العلمیہ (دعوت اسلامی)

کرے۔ پھر یہ دعا پڑھے:

اللَّهُمَّ بَيِّضْ وَجْهِي بِنُورِكَ يَوْمَ تَبْيَضُّ فِيهِ وُجُوهُ  
أَوْلِيَائِكَ وَلَا تَسْوِدْ وَجْهِي بِظُلْمَاتِكَ يَوْمَ  
تَسْوِدُ وَجُوهُ أَعْدَائِكَ

ترجمہ: اے اللہ عزوجل! اپنے نور سے میرے چہرے کو روشن کر دینا جس دن  
تیرے دوستوں کے چہرے روشن ہوں گے اور اپنے اندھیروں سے میرے  
چہرے کو سیاہ نہ کرنا جس دن تیرے دشمنوں کے چہرے سیاہ ہوں گے۔

اور داڑھی کا خلال کرنا مستحب ہے۔ پھر بازوؤں کو کہنیوں سمیت تین مرتبہ دھوئے اور انگلیوں کو حرکت دے اور اعضاء کی چمک  
کو زیادہ کرے کیونکہ روایت ہے کہ ”بے شک (قیامت کا) زیور وضو کی جگہوں تک پہنچے گا۔“ دائیں ہاتھ سے شروع کرے اور یہ کہے:

اللَّهُمَّ أَعْطِنِي كِتَابِي بِيَمِينِي وَحَاسِبِنِي حِسَابًا  
يَسِيرًا

ترجمہ: اے اللہ عزوجل! میرا نامہ اعمال میرے دائیں ہاتھ  
میں دینا اور میرا حساب آسانی سے لینا۔

بایاں بازو دھوتے وقت یہ پڑھے:

اللَّهُمَّ إِنِّي أَعُوذُ بِكَ مِنْ أَنْ تُعْطِنِي كِتَابِي  
بِشِمَالِي أَوْ مِنْ وَرَاءِ ظَهْرِي

ترجمہ: اے اللہ عزوجل! میں تیری پناہ چاہتا ہوں کہ تو مجھے  
میرا اعمال نامہ بائیں ہاتھ میں یا پیٹھ کے پیچھے سے دے۔

پھر پورے سر کو مسح سے گھیرے کہ ہاتھوں کو تر کر کے دائیں ہاتھ کی انگلیوں کے سرے بائیں ہاتھ کی انگلیوں کے سروں  
سے ملائے اور انہیں سر کے اگلے حصہ پر رکھے اور کھینچتا ہوا گدی تک لے جائے پھر اگلے حصے کی طرف لائے اس طرح تین مرتبہ  
کرے۔ اور یہ دعا پڑھے:

اللَّهُمَّ غَشِّنِي بِرَحْمَتِكَ وَأَنْزِلْ عَلَيَّ مِنْ  
بَرَكَتِكَ وَأَظْلِنِي تَحْتَ عَرْشِكَ يَوْمَ لَا ظِلَّ  
إِلَّا ظِلُّكَ

ترجمہ: اے اللہ عزوجل! مجھے اپنی رحمت سے ڈھانپ دے  
اور مجھ پر اپنی برکت نازل فرما اور مجھے اپنے عرش کے سائے  
کے نیچے رکھنا جس دن صرف تیرا سایہ ہوگا۔

پھر نئے پانی سے کانوں کے ظاہر و باطن کا مسح کرے۔ ۲ شہادت کی انگلیوں کو کانوں کے سوراخوں میں ڈال کر انگلیوں کو کانوں

۱: احناف کے نزدیک: ”داڑھی کا خلال کرنا سنت ہے۔ جیسا کہ علامہ علاؤ الدین حصکفی علیہ رحمۃ اللہ القوی فرماتے ہیں: ”منہ دھوتے وقت داڑھی کا خلال کرے  
بشرطیکہ احرام نہ باندھے ہو، اس کا طریقہ یہ ہے کہ انگلیوں کو گردن کی طرف سے داخل کرے اور سامنے سے نکالے۔“

(در مختار، کتاب الطہارۃ، مطلب السؤال، ج ۱، ص ۲۰۵)

۲: احناف کے نزدیک پورے سر کا ایک بار مسح کرنا اور اسی پانی سے کانوں کا مسح کرنا سنت ہے۔ جیسا کہ علامہ عبد اللہ بن عمر نسفی علیہ رحمۃ اللہ الولی فرماتے ہیں:

”اور ایک بار پورے سر کا مسح کرنا اور اسی پانی سے اپنے کانوں کا مسح کرنا سنت ہے۔“ (کنز الدقائق، کتاب الطہارۃ، ص ۵)

پیش کش: مجلس المدینۃ العلمیہ (دعوت اسلامی)

کے باہر والے حصہ پر پھیرے پھر احتیاطاً ہتھیلیوں کو کانوں پر رکھے اور تین بار اس طرح کرے اور یہ پڑھے۔

اللَّهُمَّ اجْعَلْنِي مِنَ الَّذِينَ يَسْتَمِعُونَ الْقَوْلَ  
فَيَتَّبِعُونَ أَحْسَنَهُ، اللَّهُمَّ أَسْمِعْنِي مُنَادِيَ الْجَنَّةِ  
مَعَ الْأَبْرَارِ۔  
ترجمہ: اے اللہ عزوجل! مجھے ان لوگوں میں سے کر دے جو بات کو غور  
سے سنتے ہیں پھر اچھی بات کی اتباع کرتے ہیں۔ اے اللہ عزوجل!  
مجھے نیک لوگوں کے ہمراہ جنت کے منادی کی آواز سنا دے۔

پھر اپنی گردن کا مسح کرے۔ اللہ کے محبوب، دانائے غیوب، منزلاً من العیوب عزوجل وصلى الله تعالى عليه وآله وسلم کا فرمان  
ذیشان ہے: مَسْحُ الرَّقْبَةِ أَمَانٌ مِنَ الْعَلِّ يَوْمَ الْقِيَامَةِ ترجمہ: گردن کا مسح بروز قیامت طوق سے امن کا ضامن ہوگا۔  
(کشف الخفاء، حرف الميم، الحديث ۲۲۹۸، ج ۲، ص ۱۸۶)

گردن کا مسح کرتے ہوئے یہ دعا پڑھے:

اللَّهُمَّ اغْتِثْ رَقَبَتِي مِنَ النَّارِ وَأَعُوذُ بِكَ مِنَ  
السَّلَاسِلِ وَالْأَغْلَالِ۔  
ترجمہ: اے اللہ عزوجل! میری گردن آگ سے آزاد فرما اور  
میں طوق اور زنجیروں سے تیری پناہ چاہتا ہوں۔

پھر دائیں پاؤں کو تین مرتبہ دھوئے اور بائیں ہاتھ کی چھنگلی سے دائیں پاؤں کی انگلیوں کا نیچے سے اوپر کی طرف خلال  
کرے دائیں پاؤں کی چھنگلی (یعنی چھوٹی انگلی) سے ابتداء کر کے بائیں پاؤں کی چھوٹی انگلی پر ختم کرے۔ اور یہ دعا پڑھے:  
اللَّهُمَّ ثَبِّثْ قَدَمِي عَلَى الصِّرَاطِ يَوْمَ تَزُولُ  
الْأَقْدَامُ فِي النَّارِ۔  
ترجمہ: اے اللہ عزوجل! میرے قدم کو پل صراط پر قائم رکھنا  
جس دن قدم پھسل کر جہنم میں جائیں گے۔

(پاؤں دھوتے وقت) پانی نصف پنڈلی تک پہنچائے، اور بائیں پاؤں دھوتے وقت یہ دعا پڑھے: "اللَّهُمَّ إِنِّي أَعُوذُ بِكَ  
أَنْ تَزُولَ قَدَمِي عَنِ الصِّرَاطِ يَوْمَ تَزُولُ أَقْدَامُ الْمُنَافِقِينَ۔" ترجمہ: اے اللہ عزوجل! میں پل صراط پر سے قدم پھسلنے سے تیری پناہ  
چاہتا ہوں۔ اس دن مجھے ثابت قدم رکھ جس دن منافقین کے قدم پھسل رہے ہوں گے۔"

جب وضو سے فارغ ہو تو یوں کہے: "أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ  
وَرَسُولُهُ" ترجمہ: میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ عزوجل کے سوا کوئی معبود نہیں وہ ایک ہے اس کا کوئی شریک نہیں اور میں گواہی دیتا  
ہوں کہ حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اس کے بندہ خاص اور رسول ہیں۔"

پھر یہ دعا کرے: "سُبْحَانَكَ اللَّهُمَّ وَبِحَمْدِكَ لَا إِلَهَ إِلَّا أَنْتَ عَمِلْتُ سُوءًا وَظَلَمْتُ نَفْسِي  
أَسْتَغْفِرُكَ وَأَتُوبُ إِلَيْكَ فَاعْفِرْ لِي وَتُبْ عَلَيَّ إِنَّكَ أَنْتَ التَّوَّابُ الرَّحِيمُ، اللَّهُمَّ اجْعَلْنِي مِنَ التَّوَّابِينَ  
وَاجْعَلْنِي مِنَ الْمُتَطَهِّرِينَ وَاجْعَلْنِي مِنْ عِبَادِ الصَّالِحِينَ، وَاجْعَلْنِي صَبُورًا شُكُورًا، وَاجْعَلْنِي أَذْكَرًا ذِكْرًا"

کثیراً، وَأَسْبَحَكَ بِكُرَّةٍ وَأَصْبَلًا ترجمہ: اے اللہ عزوجل! تیری ذات پاک ہے میں تیری حمد بیان کرتا ہوں تیرے سوا کوئی معبود نہیں میں نے برے اعمال کئے اور اپنے نفس پر ظلم کیا اب میں تجھ سے بخشش کا سوال کرتا ہوں اور تیری بارگاہ میں توبہ کرتا ہوں تو مجھے بخشش دے اور میری توبہ قبول فرما بے شک توبہ قبول کرنے والا مہربان ہے اے اللہ عزوجل! مجھے کثرت سے توبہ کرنے والوں میں سے کر دے اور خوب پاک ہونے والوں میں سے بنا دے مجھے اپنے نیک بندوں میں شامل فرما مجھے صبر و شکر کرنے والا بنا دے مجھے اپنا بہت زیادہ ذکر کرنے والا بنا دے کہ صبح و شام تیری پاکی بیان کروں۔“

(جامع الترمذی، ابواب الطہارۃ، باب فی ما یقال بعد الوضوء، الحدیث ۵۵، ص ۶۳۶، ۱، ملخصاً)

جو شخص اس طرح کرتا ہے اس کے وضو پر مہر لگا کر اسے عرش کے سائے تک بلند کیا جاتا ہے اور وہ اللہ عزوجل کی تسبیح و تقدیس بیان کرتا رہتا ہے اور وضو کرنے والے کے لئے قیامت تک ثواب لکھا جاتا ہے۔ اعضاء کو تین مرتبہ سے زیادہ دھونا مکروہ ہے اور پانی میں اسراف کرنا بھی مکروہ ہے اور اس طرح ہاتھ جھاڑنا کہ پانی ٹپک جائے اور وضو کے دوران گفتگو کرنا بھی مکروہ ہے۔

**غسل کا طریقہ:**

وہ استنجاء و وضو کرے جس کا طریقہ بیان ہو چکا ہے البتہ پاؤں کا دھونا مؤخر کرے پھر تین بار دائیں کندھے پر پانی بہائے پھر تین بار بائیں کندھے پر۔ پھر جسم کو آگے پیچھے سے ملے بالوں کا خلال کرے اور بالوں کی جڑوں تک پانی پہنچائے خواہ گھنے ہو یا پتلے۔ کیونکہ ہر بال کے نیچے جنابت ہوتی ہے عورت پر چوٹیاں کھولنا ضروری نہیں البتہ جب علم ہو کہ بالوں کے درمیان پانی نہیں پہنچے گا (تو کھولنا لازم ہے) غسل کے دوران عضو مخصوص کو ہاتھ لگانے سے پرہیز کرے کیونکہ ایسا کرنے سے وضو ٹوٹا جاتا ہے۔ بدن کی سلوٹوں کا خیال رکھے اور غسل کی ابتداء میں نیت ضرور کرے۔

**فرائض وضو:**

(۱) نیت کرنا (۲) چہرے کا دھونا (۳) دونوں ہاتھ کہنیوں سمیت دھونا (۴) مسح کرنا (۵) پاؤں کا ٹخنوں سمیت دھونا

۱: احناف کے نزدیک: ذکر اور عورت کو چھونے سے وضو نہیں ٹوٹتا۔ جیسا کہ حضرت علامہ حسن بن عمار شرملا علیہ رحمۃ اللہ الوالی فرماتے ہیں: ”ذکر اور عورت کو چھونے سے وضو نہیں ٹوٹتا۔“ (نور الايضاح، فصل عشرة اشياء لا تنقض الوضوء، ص ۲۸)

۲: احناف کے نزدیک: غسل میں نیت کرنا فرض نہیں بلکہ سنت ہے۔ بہار شریعت میں ہے: ”غسل میں نیت کرنا سنت ہے۔“ (بہار شریعت، غسل کی مستحب حصہ ۲، ص ۴۱)

۳: احناف کے نزدیک وضو کے چار فرائض ہیں: ”(۱) چہرہ دھونا (۲) کہنیوں سمیت دونوں ہاتھ دھونا (۳) چوتھائی سر کا مسح کرنا (۴) ٹخنوں سمیت دونوں پاؤں دھونا۔ اور نیت کرنا فرض نہیں بلکہ سنت ہے۔“ (فتاویٰ عالمگیری، ج ۱، ص ۳)

اور پے در پے وضو کرنا (یعنی ایک عضو سوکھنے نہ پائے کہ دوسرا عضو دھولینا) واجب نہیں۔

## غسل فرض ہونے کے اسباب:

غسل چار چیزوں کی وجہ سے فرض ہوتا ہے: (۱) شہوت کے ساتھ منی کا نکلنا (۲) مرد و عورت کی شرمگاہوں کا کسی رکاوٹ کے بغیر ملنا (۳) حیض اور (۴) نفاس کے ختم ہونے کے بعد۔ اس کے علاوہ باقی غسل سنت ہے جیسے جمعہ، عیدین، احرام، وقوف عرفہ و مزدلفہ اور مکہ مکرمہ میں داخل ہوتے وقت کا غسل ایک قول کے مطابق ایام تشریق میں اور طواف و داع کے لئے غسل کرنا، کافر جب مسلمان ہو اور جنبی نہ ہو، پاگل کہ جب اسے افاقہ ہو اور جو آدمی میت کو غسل دے۔ ان سب کے لئے غسل کرنا مستحب ہے۔ اس بات کو سمجھو تمہارے لئے مفید ہے۔

## تیمم کا طریقہ:

جو پانی کے استعمال پر قادر نہ ہو مثلاً پانی تلاش کے باوجود نہ ملتا ہو یا اس تک پہنچنے میں تکلیف یا کوئی اور رکاوٹ موجود ہو یا پانی تو موجود ہے لیکن اپنی یا اپنے ساتھی کی پیاس کی وجہ سے پانی کی ضرورت ہے یا وہ کسی دوسرے کی ملکیت میں ہو اور وہ عام قیمت سے زیادہ پر بیچتا ہے یا اسے کوئی زخم یا بیماری ہے کہ پانی استعمال کرنے سے عضو کے خراب ہونے یا بہت زیادہ کمزوری کا ڈر ہو تو وہ صبر کرے حتیٰ کہ فرض نماز کا وقت داخل ہو جائے پھر وہ پاک زمین کا قصد کرے جس پر پاک خالص اور نرم مٹی ہو اور اپنی انگلیوں کو ملا کر اس پر دونوں ہاتھ مارے اور نماز کے جائز ہونے کی نیت کرے اور ایک مرتبہ پورے چہرے کا مسح کرے بالوں کی جڑوں تک مٹی پہنچانے کی تکلیف نہ اٹھائے اور غبار سے اچھی طرح چہرے کے ظاہری حصہ کا مسح کرے اور یہ بات ایک مرتبہ ہاتھ مارنے سے حاصل ہو جائیگی کیونکہ چہرے کی چوڑائی ہتھیلیوں کی چوڑائی سے زیادہ نہیں پھر اپنی انگلی اتار دے اور اب دوسری مرتبہ انگلیوں کو کشادہ کر کے مٹی پر ہاتھ مارے پھر دائیں ہاتھ کی انگلیوں کے ظاہر کو بائیں ہاتھ کی انگلیوں کے باطن (اندر والے حصے) سے یوں ملائے کہ ایک طرف سے پوروں کے کنارے دوسرے ہاتھ کی شہادت کی انگلی سے باہر نہ ہوں پھر جس طرح بائیں ہاتھ کو دائیں بازو کے ظاہر پر رکھا تھا اسی طرح کہنی تک پھیرے، پھر بائیں ہتھیلی کو الٹ کر دائیں بازو کے باطن پر پھیرے

۱۔ احناف کے نزدیک غسل فرض ہونے کے پانچ اسباب ہیں: "امیر اہلسنت بانی دعوت اسلامی حضرت علامہ مولانا محمد الیاس عطار قادری مدظلہ العالی نماز کے احکام میں نقل فرماتے ہیں (۱) منی کا اپنی جگہ سے شہوت کے ساتھ جدا ہو کر عضو سے نکلنا (۲) احتلام یعنی سوتے میں منی کا نکل جانا (۳) شرمگاہ میں حشفہ (سپاری) داخل ہو جانا خواہ شہوت ہو یا نہ ہو، انزال ہو یا نہ ہو، دونوں پر غسل فرض ہے (۴) حیض سے فارغ ہونا (۵) نفاس (یعنی بچہ جننے پر جو خون آتا ہے اس سے فارغ ہونا۔" (نماز کے احکام، غسل کا طریقہ، ص ۱۰۷)

اور کلائی تک لے آئے بائیں ہاتھ کے انگوٹھے کے اندر والے حصے کو دائیں ہاتھ کے انگوٹھے کے ظاہر پر پھیرے پھر بائیں بازو کے ساتھ بھی اسی طرح کرے پھر ہتھیلیوں کا مسح کر کے انگلیوں کے درمیان خلال کرے اس تکلیف کا مقصد یہ ہے کہ ایک ہی ضرب کے ساتھ کہنیوں تک گھیرنا پایا جائے لیکن اگر ایک ضرب سے ایسا کرنا مشکل ہو تو دو یا زیادہ ضربوں سے گھیرنے میں حرج نہیں۔ اور ایک تیمم کے ساتھ ایک فرض نماز اور جتنے چاہے نوافل پڑھ سکتے ہیں۔

### صفائی نصف ایمان ہے:

سر، کان اور ناک کے میل کو صاف کرنا مستحب ہے نیز انگلیوں کے کناروں اور ناخنوں کے نیچے جمع ہونے والی میل کچیل کی صفائی کرنا بھی مستحب ہے۔

ناخن کاٹنے، بغل کے بال اکھیڑنے اور نمونے زیر ناف صاف کرنے میں چالیس دن سے زیادہ تاخیر کرنا مکروہ ہے اور حمام میں اس شرط پر داخل ہو سکتا ہے کہ وہ اپنا ستر چھپائے اور دوسروں کا ستر دیکھنے سے بچے اور داخل ہوتے وقت نماز کے لئے طہارت کی نیت کرے اور حمام میں داخل ہوتے وقت وہی دعا پڑھے جو بیت الخلاء میں داخل ہوتے وقت پڑھی جاتی ہے اور اسی طرح باہر نکلتے وقت کی دعا پڑھے۔ جب ناخن کاٹنے کا ارادہ کرے تو دائیں ہاتھ کی چھوٹی انگلی سے شروع کر کے انگوٹھے پر ختم کرے اور سرمہ طاق عدد میں لگانا چاہئے۔ مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم دائیں آنکھ میں تین اور بائیں آنکھ میں دو سلائیاں پھیرتے تاکہ ان کا مجموعہ طاق ہو۔“ (العجم الکبیر، الحدیث ۱۳۳۵۳، ج ۱۲، ص ۲۷۹، مختصراً)

چاہئے کہ تمہارا کوئی بھی کام ترتیب سے خالی محض اتفاق سے نہ ہو پس یہی انسان اور چوپائے میں فرق ہے کیونکہ چوپائے کی حرکت اتفاقی ہوتی ہے جبکہ انسان حکم کے مطابق حرکت کرتا ہے۔ اور بچے کا ختنہ یہودیوں کی مخالفت کرتے ہوئے پیدائش کے ساتویں دن کرنا چاہئے۔ چنانچہ حسن اخلاق کے پیکر، نبیوں کے تاجور، محبوب رب اکبر عزوجل صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان عزت نشان ہے: ”الْخِتَانُ سُنَّةُ الْمَرْجَالِ، وَمَكْرَمَةُ النِّسَاءِ تَرْجَمَةُ خَتْنِهِ كَمَا مَرَدُونَ كَالسُّنَّةِ وَالْعُورَتُونَ كَالسُّنَّةِ“ (المسند للإمام احمد بن حنبل، حدیث اسامة الہذلی، الحدیث ۲۰۷۴۴، ج ۷، ص ۳۸۱)

حضرت علامہ حسن عمار بن عمر شرمیلی علیہ رحمۃ اللہ اکالی فرماتے ہیں: ”ایک تیمم سے جتنی چاہیں فرض اور نفل نمازیں پڑھ سکتے ہیں۔“ (نور الابضاح باب التیمم، ص ۳۶)

محدث بریلوی، امام اہلسنت، الشاہ امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن لڑکیوں کے ختنے کے بارے میں فرماتے ہیں: ”لڑکیوں کے ختنہ کرنے کا تا کیدی حکم نہیں اور یہاں پاک و ہند میں رواج نہ ہونے کے سبب عوام اس پر نہیں گے اور یہ ان کے گناہ عظیم میں پڑنے کا سبب ہوگا اور حفظ دین مسلمانان واجب ہے۔ لہذا یہاں (پاک و ہند میں) اس کا حکم نہیں۔“ (فتاویٰ رضویہ، ج ۲۲، ص ۶۸۰)

حضرت سیدنا امام نخعی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں: ”مجھے عقل مند آدمی پر تعجب ہے جس کی داڑھی لمبی ہے وہ اس سے کیوں نہیں کاٹتا کہ وہ دو داڑھیوں کے درمیان ہو جائے (یعنی نہ بہت چھوٹی ہو اور نہ بہت لمبی) کیونکہ ہر چیز میں میانہ روی اچھی ہے۔“

داڑھی کو سیاہ خضاب لگانا، گندھک سے سفید کرنا، سفید بال اکھیڑنا، چھوٹی کرنا، بہت بڑی کر دینا، ریا کاری کی خاطر کنگھی کرنا اور ریا کاری کے لئے بالوں کو بکھرا ہوا رکھنا مکروہ ہے۔

حضرت سیدنا کعب الاخبار رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: ”آخری زمانہ میں کچھ لوگ ہوں گے وہ اپنی داڑھیاں کاٹیں گے جیسے کبوتر کی دم (یعنی گول کریں گے) اور اپنے جوتوں سے درانتیوں کی سی آواز نکالیں گے ان لوگوں کا (دین میں) کچھ حصہ نہیں۔“



**فرمانِ مصطفیٰ** صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ہے: ”اللہ عزوجل سات اشخاص کو اپنے عرش کے سائے میں جگہ عطا فرمائے گا جس دن اللہ عزوجل کے عرش کے سائے کے علاوہ کوئی سایہ نہ ہوگا (۱) عادل حکمران (۲) وہ نوجوان جس کی جوانی عبادتِ الہی میں گزری (۳) وہ شخص جس کا دل مسجد سے نکلتے وقت مسجد میں لگا رہے حتیٰ کہ واپس لوٹ آئے (۴) وہ دو شخص جو اللہ عزوجل کے لئے محبت کرتے ہوئے جمع ہوئے اور محبت کرتے ہوئے جدا ہو گئے (۵) وہ شخص جو خلوت میں اللہ عزوجل کا ذکر کرتا ہو اور اس کی آنکھوں سے آنسو بہہ نکلیں (۶) وہ شخص جسے کوئی مال و جمال والی عورت گناہ کیلئے بلائے اور وہ کہے کہ میں اللہ عزوجل سے ڈرتا ہوں“ (۷) وہ شخص جو اس طرح چھپا کر صدقہ دے کہ اس کے ہاتھ کو خبر نہ ہو کہ دائیں نے کیا صدقہ کیا۔“

(صحیح مسلم، کتاب الزکاة، باب فضل اخفاء الصلوة، الحدیث ۲۳۸۰، ص ۸۴۰ بتقدم و تاخر)

## نماز کے اسرار و مسائل

باب 4:

اس میں چند فصول ہیں:

## نماز، سجدہ، جماعت اور اذان وغیرہ کے فضائل

## فضیلتِ اذان:

نبی رحمت، شفیع اُمت، قاسم نعمت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ”تین آدمی قیامت کے دن مشک اذفر کے ٹیلے پر ہوں گے انہیں حساب غمزہ نہیں کرے گا نہ انہیں گھبراہٹ ہوگی یہاں تک کہ لوگ اپنے حساب و کتاب سے فارغ ہو جائیں: (۱) وہ شخص جس نے رضائے الہی کے لئے قرآن مجید پڑھا (۲) وہ شخص جو کسی کا غلام ہو اس وجہ سے وہ آخرت کے عمل سے غافل نہ ہو (۳) وہ شخص جس نے نماز کیلئے اذان دی ہو۔“

(شعب الایمان، باب فی الصلوات، فضل الاذان والاقامة للصلوة المكتوبة، الحدیث ۳۰۶، ج ۳، ص ۱۲۰، بتغییر قلیل)

شہنشاہِ مدینہ، قرارِ قلب و سینہ، صاحبِ معطرِ پسینہ، باعثِ ترویلِ سکینہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا فرمانِ ذی وقار ہے:

يَدُ الرَّحْمَنِ عَلَى رَأْسِ الْمُؤَذِّنِ حَتَّى يَفْرُغَ  
ترجمہ: اللہ عزوجل کا دستِ رحمت مؤذن کے سر پر ہوتا ہے  
یہاں تک کہ وہ اذان سے فارغ ہو جائے۔  
مِنْ أَذَانِهِ

(الکامل فی ضعفاء الرجال لابن عدی، الرقم ۱۲۲۰۔ عمر بن حفص، ج ۶، ص ۹۹۔ ۱۰۰)

اللہ عزوجل کے اس فرمانِ عالیشان: ”وَمَنْ أَحْسَنُ قَوْلًا مِمَّنْ دَعَا إِلَى اللَّهِ“ (ب ۲۴، حتم السجدة: ۳۳) ترجمہ

کنز الایمان: اور اس سے زیادہ کس کی بات اچھی جو اللہ کی طرف بلائے۔“ کی تفسیر میں ایک قول یہ ہے کہ اس سے مراد مؤذن ہے، پس جب تم اذان سنو تو وہی الفاظ کہو جو مؤذن کہتا ہے سوائے جی علی الصلوة اور حی علی الفلاح کے۔ ان دو کلمات کے جواب میں لا حول ولا قوۃ الا باللہ کہو اور قد قامت الصلوة کے جواب میں أقامها اللہ وأدامها ما دامت السموات والأرض اور الصلوة خیر من النوم کے جواب میں صدقت وبرزت کہو اور اذان سے فارغ ہونے کے بعد یہ دعا مانگو: ”اللهم رب هذه الدعوة التامة والصلوة القائمة ات محمد بن الوسیلة والفضیلة، والدرجة الرفیعة، المقام المحمود، الذی وعدتہ ترجمہ: اے اس دعوتِ کامل اور کھڑی ہونے والی نماز کے رب! حضرت سیدنا محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو وسیلہ، فضیلت اور بلند درجہ عطا فرما اور آپ کو اس مقام محمود پر پہنچا جس



کا تو نے ان سے وعدہ فرمایا ہے۔“

## فرض نماز کی فضیلت:

نبی کریم، رؤف رحیم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا فرمانِ مغفرت نشان ہے:

الصَّلَوَاتُ كَفَّارَاتٌ لِّمَا بَيْنَهُنَّ مَا اجْتَنَبْتِ  
الْكَبَائِرُ. ترجمہ: نمازیں ایک دوسری کے درمیان کئے گئے گناہوں  
کا کفارہ ہیں جب تک کہ کبیرہ گناہوں سے بچا جائے۔

(مصنف عبد الرزاق، کتاب الطہارۃ، باب ما یکفر الوضوء والصلاة، الحدیث ۱۴۷، ج ۱، ص ۳۷)

سرکارِ مدینہ، راحتِ قلب و سیدہ، سلطانِ باقریہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا فرمانِ غیب نشان ہے:

بَيْنَنَا وَبَيْنَ الْمُتَأَمِّلِينَ شَهُودُ الْعَتَمَةِ وَالصُّبْحِ،  
لَا يَسْتَطِيعُونَ نَهْمًا. ترجمہ: ہمارے اور متفکین کے درمیان عشاء اور فجر کی نماز میں حاضر  
ہونے کا فرق ہے، وہ ان دو نمازوں میں حاضر ہونے کی طاقت نہیں رکھتے۔

(الموطأ للامام مالك، كتاب صلاة الجماعة، باب ما جاء في العتمة والصبح، الحدیث ۲۹۸، ج ۱، ص ۱۳۳، بتغییر)

اللہ کے پیارے حبیب، حبیبِ لبیب عزوجل صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا فرمانِ عظمت نشان ہے: ”الصَّلَاةُ عِمَادُ

الدِّينِ فَمَنْ تَرَكَهَا فَقَدْ هَدَمَ الدِّينَ“ ترجمہ: نماز دین کا ستون ہے پس جس نے اسے چھوڑ دیا اس نے دین کو گرا دیا۔“

(شعب الایمان، باب فی الصلوات، الحدیث ۲۸۰۷، ج ۳، ص ۳۹، تقدم وتأخر، فقد هدم الدين "بدله" فلا دين له“)

روایت ہے کہ ”بروز قیامت بندے کے اعمال میں سے سب سے پہلے نماز دیکھی جائے گی اگر اسے ناقص پایا گیا تو

نماز اور باقی تمام اعمال رو کر دیئے جائیں گے۔“

(الموطأ للامام مالك، كتاب قصر الصلاة في السفر، باب جامع الصلاة، الحدیث ۴۲۸، ج ۱، ص ۱۶۹، مفہوماً)

## ارکان کو مکمل ادا کرنے کی فضیلت:

حضور نبی پاک، صاحبِ لؤلؤ لاک، سیاحِ افلاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا فرمانِ عالیشان ہے:

مَثَلُ الصَّلَاةِ الْمَكْتُوبَةِ كَمَثَلِ الْمِيزَانِ مَنْ أَوْفَى  
إِسْتَوْفَى. ترجمہ: فرض نماز کی مثال ترازو کی سی ہے جس نے اسے پورا کیا  
اسے پورا پورا اجر ملے گا۔

(الزهد لابن المبارك، الحدیث ۱۱۹۰، ص ۴۱۹)

نبی مکرم، نور مجسم، رسول اکرم، شہنشاہ بنی آدم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان والا شان ہے:

ان الرجلین من امتی لیقومان الی الصلوة  
ورکوعہما وسجودہما واحد، وان ما بین  
صلاتیہما ما بین السماء والأرض.  
ترجمہ: بیشک میری امت کے دو آدمی نماز کے لئے کھڑے ہوتے  
ہیں اور (بظاہر) ان کے رکوع و سجود تو ایک جیسے ہیں لیکن ان کی نمازوں  
کے درمیان زمین آسمان کے درمیانی خلا جتنا فرق ہوتا ہے۔

(کشف الخفاء، خاتمة یختم بها الكتاب، ج ۲، ص ۳۷۶)

مندرجہ بالا حدیث مبارکہ میں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے خشوع کی طرف اشارہ فرمایا ہے۔

نبی رحمت، شفیع امت، قاسم نعمت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان عبرت نشان ہے: "أسوأ الناس سرقة من سرق  
من صلاتہ ترجمہ: لوگوں میں سب سے برا چور وہ ہے جو اپنی نماز سے چوری کرتا ہے۔"

(المسند للإمام احمد بن حنبل، حدیث ابی قتادة الانصاری، حدیث ۲۲۷۰۵، ج ۸، ص ۳۸۶)

### باجماعت نماز کی فضیلت:

سید المبلغین، رحمۃ اللعلمین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان فضیلت نشان ہے: "صلاة الجماعة تفضل صلاة الفرد  
بسبع و عشرين درجة ترجمہ: باجماعت نماز پڑھنا اکیلے پڑھنے سے ستائیس گنا افضل ہے۔"

(صحیح البخاری، کتاب الاذان، باب فضل صلاة الجماعة، الحدیث ۶۴۵، ص ۵۲)

حضرت سیدنا ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا: "جو شخص مؤذن کی آواز سن کر اس کا جواب نہ دے اس نے بھلائی کا  
ارادہ نہیں کیا اور نہ ہی اس کے ساتھ بھلائی کا ارادہ کیا گیا۔" شہنشاہ خوش خصال، رسول بے مثال، بی بی آمنہ کے لال صلی اللہ تعالیٰ  
علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "جو شخص چالیس دن باجماعت نماز پڑھے اور اس کی تکبیر اولیٰ (یعنی پہلی تکبیر) فوت نہ ہو تو اللہ عزوجل اس  
کے لئے دو براءتیں لکھ دیتا ہے: (۱) منافقت سے براءت (۲) دوزخ کی آگ سے براءت۔"

(جامع الترمذی، ابواب الصلاة، باب ما جاء فی فضيلة التكبيرة الاولى، الحدیث ۲۴۱، ص ۱۶۶۱، بتغییر)

شیخ طریقت، امیر اہلسنت، بانی دعوت اسلامی حضرت علامہ مولانا محمد الیاس عطار قادری ضیائی دامت برکاتہم العالیہ اپنی مانیہ ناز کتاب "نماز کے احکام"  
میں ص ۹۷ پر نقل فرماتے ہیں کہ مفسر شہیر، حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ المنان اس حدیث کے تحت فرماتے ہیں: "معلوم ہوا کہ مال کے چور  
سے نماز کا چور بدتر ہے کیوں کہ مال کا چور اگر سزا بھی پاتا ہے تو کچھ نہ کچھ نفع بھی اٹھاتا ہے مگر نماز کا چور سزا پوری پائے گا اس کے لئے نفع کی کوئی صورت نہیں۔  
مال کا چور بندے کا حق مارتا ہے جبکہ نماز کا چور اللہ عزوجل کا حق۔ یہ حالت ان کی ہے جو نماز کو ناقص پڑھتے ہیں۔ اس سے وہ لوگ درس عبرت حاصل کریں  
جو سرے سے نماز پڑھتے ہی نہیں۔"

(بحوالہ مرآة المناجیح شرح مشکوٰۃ المصابیح، ج ۲، ص ۷۸)

پیش کش: مجلس المدینة العلمیہ (دعوت اسلامی)

## سجدہ کی فضیلت:

سرکارِ والاخبار، ہم بے کسوں کے مددگار، شفیعِ روزِ شمار، دو عالم کے مالک و مختار، حبیبِ پروردگار عزوجل و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا فرمانِ تقرب نشان ہے:

مَا تَقَرَّبَ الْعَبْدُ إِلَى اللَّهِ تَعَالَى بِشَيْءٍ أَفْضَلَ مِنْ  
سُجُودٍ خَفِيٍّ  
ترجمہ: بندہ ایک پوشیدہ سجدے سے بڑھ کر کسی چیز کے ساتھ  
اللہ عزوجل کا قرب حاصل نہیں کرتا۔

(الزهد لابن المبارك، باب العمل والذكر الخفي، الحديث ١٥٤، ص ٥٠)

روایت میں ہے کہ ایک شخص نے نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں عرض کیا آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اللہ عزوجل سے دعا کیجئے کہ وہ مجھے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی شفاعت کا مستحق بنا دے اور جنت میں مجھے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی رفاقت عطا فرمائے نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ”سجدوں کی کثرت کے ساتھ میری مدد کرو۔“

(الزهد لابن المبارك، الحديث ١٢٨٧، ص ٤٥٥، مختصراً)

حضرت سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: ”بندہ سجدے کی حالت میں اللہ عزوجل کے زیادہ قریب ہوتا ہے، لہذا اس وقت کثرت سے دعا مانگا کرو۔“ (صحیح مسلم، کتاب الصلاة، باب ما يقال..... الخ؟، الحديث ١٠٨٣، ص ٧٥٤، مفہوماً)

## خشوع کی فضیلت:

اللہ عزوجل ارشاد فرماتا ہے:

وَأَقِمِ الصَّلَاةَ لِذِكْرِي ٥ (ب ١٦، طہ: ١٤)

ترجمہ کنز الایمان: اور میری یاد کے لئے نماز قائم رکھ۔

تاجدارِ رسالت، شہنشاہِ نبوت، مخزنِ جوہر و سخاوت، ہیکلِ عظمت و شرافت، محبوبِ رب العزت، محسنِ انسانیت عزوجل و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا فرمانِ ذیشان ہے: ”بے شک نماز سکون، عاجزی سے گزر گزرنے، خوف اور شرمندگی کا نام ہے اور یہ کہ تو اپنے دونوں ہاتھ اٹھا کر پکارے یا اللہ عزوجل، یا اللہ عزوجل، اور جو اس طرح نہ کرے اس کی نماز ناقص ہے۔“

(السنن الكبرى للنسائي، كتاب السهو، ذكر اختلاف شعبة والليث..... الخ، الحديث ٦١٥، ج ١، ص ٢١٢ بتغير)

اللہ کے محبوب، دانائے غیوب، منزہ عن العیوب عزوجل و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا فرمانِ نصیحت نشان ہے: ”اِذَا صَلَّيْتَ صَلَاةً، فَصَلِّ صَلَاةً مُؤَدِّعَةً تَرْجَمُ: جب تم نماز پڑھو تو رخصت ہونے والے کی طرح پڑھو۔“

(سنن ابن ماجه، ابواب الزهد، باب الحكمة، الحديث ٤١٧١، ص ٢٧٣، بتغير)

اس حدیث کا معنی یہ ہے کہ اس شخص کی طرح نماز پڑھو جو اپنے نفس کو رخصت کرتا ہوا اور اپنی خواہشات کو الوداع کہتا ہوا اپنے مولیٰ عَزَّوَجَلَّ کی طرف جا رہا ہوتا ہے۔

حسن اخلاق کے پیکر، نبیوں کے تاجور، محبوبِ رَبِّ اکبر عَزَّوَجَلَّ وُصِّلَى اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا فرمانِ عبرت نشان ہے:  
 مَنْ لَمْ تَنْهَهُ صَلَاتُهُ عَنِ الْفَحْشَاءِ وَالْمُنْكَرِ لَمْ يَزِدْ مِنَ اللَّهِ إِلَّا بُعْدًا.  
 ترجمہ: جس شخص کو اس کی نماز بے حیائی اور بری باتوں سے نہ روکے اسے اللہ عَزَّوَجَلَّ سے دوری کے سوا کچھ حاصل نہیں ہوتا۔

(المعجم الكبير، الحديث ۱۱۰۲۵، ج ۱۱، ص ۴۶)

جان لو! نماز اللہ عَزَّوَجَلَّ کی بارگاہ میں مناجات کرنے کا نام ہے پس وہ غفلت کی حالت میں کیسے ہو سکتی ہے؟  
 شاہِ مدینہ، قرارِ قلب و سینہ، صاحبِ معطرِ سینہ، باعثِ بُزولِ سیکینہ، فیضِ گنجینہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا فرمانِ نصیحت نشان ہے:  
 لَا يَنْظُرُ اللَّهُ تَعَالَى إِلَى صَلَاةٍ لَمْ يُحْضِرِ الرَّجُلُ فِيهَا قَلْبَهُ مَعَ بَدَنِهِ.  
 ترجمہ: اللہ عَزَّوَجَلَّ اس نماز کو قبول نہیں فرماتا جس میں بندہ اپنے جسم کے ساتھ اپنے دل کو حاضر نہ کرے۔

(تعظيم قدر الصلاة لمحمد بن نصر المروزي، باب ضرر السهو من الصلاة، الحديث ۱۵۷، ج ۱، ص ۱۹۸، لم نجد بهذا اللفظ)

حضرت سیدنا ابراہیم علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام جب نماز میں ہوتے تو آپ کے دل کی دھڑکن دو میل کے فاصلے سے سنی جاتی۔

## مسجد بنانے کی فضیلت:

نبی کریم، رؤوف رحیم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا فرمانِ فضیلت نشان ہے:

مَنْ بَنَى مَسْجِدًا لِلَّهِ وَ لَوْ كَمَفْحَصِ قِطَاةِ بَنِي  
 اللہ لہ قَصْرًا فِي الْجَنَّةِ.  
 ترجمہ: جو شخص اللہ عَزَّوَجَلَّ کی رضا کے لئے تیر کے گھونسلے جتنی مسجد بنائے اللہ عَزَّوَجَلَّ اس کے لئے جنت میں محل بنائے گا۔

(سنن ابی ماجہ، ابواب المساجد، باب من بنی للہ مسجدًا، الحديث ۷۳۸، ص ۲۵۲، قصرًا: بدله: بیتًا)

حدیثِ قدسی میں ہے کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ نے ارشاد فرمایا: ”بے شک میری زمین میں میرے گھر مسجدیں ہیں اور ان میں میری زیارت کرنے والے وہ لوگ ہیں جو انہیں آباد کرتے ہیں۔ اس شخص کیلئے خوشخبری ہے جو اپنے گھر سے پاک ہو کر آیا پھر میرے گھر میں میری زیارت کی تو جس کی زیارت کی جائے اس پر حق ہے کہ وہ زیارت کرنے والے کو عزت عطا کرے۔“

(شعب الایمان، باب فی الصلوات، فصل المشی الی المساجد، الحديث ۲۹۴۳، ج ۳، ص ۸۲، بتغییر قلیل)

سرکارِ مدینہ، راحتِ قلب و سینہ، سلطانِ باقرینہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا فرمانِ عالیشان ہے:

پیش کش: مجلس المدینۃ العلمیہ (دعوتِ اسلامی)

إِذَا رَأَيْتُمُ الرَّجُلَ يَتَعَادُ الْمَسْجِدَ فَاشْهَدُوا لَهُ بِالْإِيمَانِ. ترجمہ: جب تم کسی شخص کو مسجد میں آتا جانا دیکھو تو اس کے ایمان کی گواہی دو۔

(جامع الترمذی، ابواب تفسیر القرآن، باب ومن سورة التوبة، الحديث ۳۰۹۳، ص ۱۹۶۴)

حضرت سیدنا انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: ”جس شخص نے مسجد میں چراغ روشن کیا تو جب تک مسجد میں روشنی رہتی ہے فرشتے اور عرش اٹھانے والے (فرشتے) اس کے لئے بخشش کی دعا مانگتے رہتے ہیں۔“

### نماز کے ظاہری اعمال کی کیفیت:

نمازی کو چاہئے کہ جب وہ وضو، ناپاکی دور کرنے، دل اور جگہ کو پاک کرنے نیز ناف سے لے کر گھٹنوں تک جسم کو ڈھانپنے سے فارغ ہو جائے تو قبلہ رخ ہو کر سیدھا کھڑا ہو جائے اور تراویح کرے۔ اور پاؤں کو ملا کر کھڑا نہ ہو کیونکہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے نماز میں صحن اور صغد سے منع فرمایا ہے۔“

صغد کے معنی ہیں قدموں کو ملانا۔ اس کے بارے میں اللہ عزوجل کا فرمان عالی شان ہے:

مُقَرَّنِينَ فِي الْأَصْفَادِ ۝ (ب ۱۲، ابراہیم: ۴۹) ترجمہ کنز الایمان: بیڑیوں میں ایک دوسرے سے جڑے ہوں گے۔

اور صَفْنُ دُونوں پاؤں میں سے ایک کا اٹھانا ہے، اس کے متعلق اللہ عزوجل کا فرمان حقیقت بیان ہے:

إِذْ عَرَضَ عَلَيْهِ بِالْعَشِيِّ الصَّفِيَّ الْجِيَادُ ۝ ترجمہ کنز الایمان: جبکہ اس پر پیش کئے گئے تیسرے پہر کو کہ

روکے تو تین پاؤں پر کھڑے ہوں چوتھے سم کا کنارہ زمین (ب ۲۳، ص: ۳۱)

پر لگائے ہوئے اور چلائے تو ہوا ہو جائیں۔

اور نمازی کو چاہئے کہ وہ اپنے سر کو جھکائے، نگاہ کو جائے نماز (یعنی جائے سجدہ) پر رکھے، نیت کو حاضر کرے اور قُلْ اَعُوذُ بِرَبِّ النَّاسِ پڑھے کہ شیطان سے حفاظت کے لئے پڑھنے میں حرج نہیں۔ مثلاً ظہر کی نماز کی نیت کرے اور دل میں کہے: ”میں اللہ عزوجل کے لئے ظہر کے فرض ادا کرتا ہوں۔“ تاکہ نماز لفظ ”ادا“ کے ذریعے قضا سے، ظہر کے ذریعے عصر سے اور فرض کے ذریعے نفل سے ممتاز ہو جائے اور تکبیر کے آخر تک اس نیت کو برقرار رکھنے کی کوشش کرے اور اپنی دونوں ہتھیلیوں کو کاندھوں کے برابر کر دے اور انگوٹھوں کو کانوں کی لوؤں اور انگلیوں کے پوروں کو کانوں کے کناروں کے برابر لے جائے تاکہ اس سلسلے میں

لے نماز میں تسویح سنت ہے۔ چنانچہ صدر الشریعہ، بدرالطریقہ مفتی محمد امجد علی اعظمی علیہ رحمۃ اللہ القوی بہار شریعت حصہ ۳ ص ۲۰۲ پر نقل فرماتے ہیں: ”تسواوح

یعنی کبھی ایک پاؤں پر زور دیا کبھی دوسرے پر، یہ سنت ہے۔“ (بحوالہ حلبیہ، کتاب الصلاة فصل فيما يكره في الصلاة وما لا يكره، ج ۱، ص ۳۲۸)

وارد تمام احادیث پر عمل ہو جائے اور انگلیوں کو کھولنے یا بند کرنے میں تکلیف نہ کرے اور نیت کے حاضر ہونے کے ساتھ بکبیر کے جیسا کہ پہلے گزرا ہے بکبیر کے ساتھ ہی دونوں ہاتھ چھوڑ دے اور دائیں ہاتھ کو بائیں ہاتھ کے اوپر ناف سے اوپر اور سینے سے نیچے رکھے اور دائیں ہاتھ کو (بائیں ہاتھ کے اوپر یوں رکھے) کہ وہ اٹھا ہوا ہو۔

اور دائیں ہاتھ کی شہادت کی انگلی اور درمیانی انگلی کھلی رکھتے ہوئے بائیں بازو کی لمبائی پر پھیلا دے اور چھوٹی انگلی نیز اس کے ساتھ والی انگلی سے بائیں ہاتھ کی کلائی کو پکڑے اور ثناء کے ساتھ ابتداء کرے اور بہتر ہے کہ اللہ اکبر کے ساتھ یہ بھی ملائے، ”کَبِيرًا وَالْحَمْدُ لِلَّهِ كَثِيرًا وَسُبْحَانَ اللَّهِ بُكْرَةً وَأَصِيلًا“ پھر یہ پڑھے:

إِنِّي وَجْهْتُ وَجْهِيَ لِلدِّينِ فَطَرَ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ  
حَنِيفًا وَمَا أَنَا مِنَ الْمُشْرِكِينَ ۝ (ب، الانعام: ۷۹)

ترجمہ کنزالایمان: میں نے اپنا منہ اس کی طرف کیا جس نے آسمان اور زمین بنائے ایک اسی کا ہو کر اور میں مشرکوں میں نہیں۔

پھر ان الفاظ میں ثناء پڑھے: ”سُبْحَانَكَ اللَّهُمَّ وَبِحَمْدِكَ وَتَبَارَكَ اسْمُكَ وَتَعَالَى جَدُّكَ وَلَا إِلَهَ غَيْرُكَ“ ترجمہ: پاک ہے تو اے اللہ عزوجل اور میں تیری حمد کرتا ہوں، تیرا نام برکت والا ہے اور تیری عظمت بلند ہے تیرے سوا کوئی معبود نہیں۔“

اس کے بعد: ”أَعُوذُ بِاللَّهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ“ پڑھے یعنی ”میں اللہ عزوجل کی پناہ میں آتا ہوں شیطان مردود سے۔“ پھر سورہ فاتحہ کی تمام حذو اور حروف کا لحاظ رکھتے ہوئے تلاوت کرے اور ”ض“ اور ”ظ“ کے درمیان فرق کرنے کی کوشش کرے۔

پھر آمین کہے اور اسے پوری مدد کے ساتھ پڑھے اور اسے ”وَالضَّالِّينَ“ کے ساتھ نہ ملائے۔ نماز فجر میں طووال مفصل (یعنی سورہ حجرات سے سورہ نبأ تک کو طووال مفصل کہا جاتا ہے) مغرب میں قصار مفصل (یعنی سورہ جناتی سے

نماز میں ہاتھ باندھنے کا خفی طریقہ: علامہ محمد ابراہیم حلبی علیہ رحمۃ اللہ الخلی تحریر فرماتے ہیں: ”بعد بکبیر فوراً ہاتھ باندھ لیں۔ اس کا طریقہ یہ ہے: مرد ناف کے نیچے دائیں ہاتھ کی ہتھیلی بائیں ہاتھ کی کلائی کے جوڑ پر رکھے، چمکلیا اور انگوٹھا کلائی کے اگل بغل (دائیں بائیں) رکھے اور باقی انگلیوں کو بائیں کلائی کی پشت پر بچھائے۔ عورت اور خنثی بائیں ہتھیلی سینہ پر چھاتی کے نیچے رکھے اس کی پشت پر دہنی ہتھیلی کو رکھے۔“ (غنیۃ المتعلی، صفة الصلاة، ص ۳۰۰)

صدر الشریعہ، بدرالطریقہ مفتی محمد امجد علی اعظمی علیہ رحمۃ اللہ القوی فرماتے ہیں: ”بعض لوگ بکبیر کے بعد ہاتھ سیدھے لٹکالیتے ہیں پھر باندھتے ہیں یہ نہ چاہئے بلکہ ناف کے نیچے لاکر باندھ لے۔“ (بہار شریعت حصہ ۳، ص ۹۰)

یعنی ”ض“ کو ”ذاد“ یا ”ظاد“ پڑھنا حرام ہے اور اس طرح پڑھنے والے کی نماز فاسد و باطل ہے۔ جیسا کہ علامہ حضرت، امام اہلسنت، مجدد دین و ملت، الشاہ امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن فرماتے ہیں: ”عمداً ظاد یا ذاد دونوں حرام (یعنی دونوں طرح پڑھنا حرام ہے)، جو قصد (یعنی ارادہ) کرے کہ بجائے ”ض“ ”ظ“ یا ”ذ“ پڑھوں گا اس کی نماز کبھی تام (یعنی مکمل) فاتحہ تک بھی نہ پہنچے گی، ”مغلوب و مغلوب“ کہتے ہی بلاشبہ فاسد و باطل ہو جائے گی۔“ (فتاویٰ رضویہ، ج ۶، ص ۳۲۲)

سورہ ناس تک کو قصار مفصل کہا جاتا ہے) اور باقی نمازوں میں سورہ طارق و سورہ بروج جیسی سورتیں پڑھے اور سفر میں سورہ کافرون اور سورہ اخلاص پڑھے اور اسی طرح فجر کی سنتوں، طواف کی نماز تہیۃ الوضو اور تہیۃ المسجد میں بھی یہی سورتیں پڑھے۔

رکوع: پھر رکوع کرے اور اس میں چند امور کا خیال رکھے: (۱) رکوع کے لئے تکبیر کہے (۲) رکوع کی تکبیر کے ساتھ رفع یدین کرے۔ اور تکبیر کو رکوع میں پہنچ کر ختم کرے۔ اپنی ہتھیلیوں کو گھٹنوں پر یوں رکھے کہ انگلیاں پنڈلی کی لمبائی پر پھیلی ہوئی ہوں اور اپنے گھٹنوں کو سیدھا رکھے اور پیٹھ کو بھی سیدھا کرتے ہوئے کھینچ کر رکھے کہ گردن، پیٹھ اور سر ایک سیدھ میں آجائیں عورتوں کے برخلاف اپنی کہنیوں کو پہلوؤں سے جدا رکھے اور تین مرتبہ تسبیح ”سُبْحَانَ رَبِّيَ الْعَظِيمِ“ کہے اور اگر تنہا ہے تو زیادہ بار پڑھنا بہتر ہے پھر قیام کی طرف آئے اور ”سَمِعَ اللَّهُ لِمَنْ حَمِدَهُ“ کہتا ہوا اطمینان سے سیدھا کھڑا ہو جائے اور کہے:

رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ مَلَأَ السَّمَاوَاتُ وَمَلَأَ  
الْأَرْضُ وَمَلَأَ مَا بَيْنَهُ مِنْ شَيْءٍ يُعَدُّ

ترجمہ: اے ہمارے رب عزوجل! تیرے لئے تعریف ہے آسمان و  
زمین بھری ہوئی اور اس کے بعد جو کچھ تو چاہے بھرا ہوا۔

اور نماز فجر میں قنوت پڑھنے کے لئے طویل قیام کرے۔

سجدہ: پھر تکبیر کہتا ہوا سجدے میں جائے اور تکبیر (یعنی اللہ اکبر) کو سجدے میں پہنچ کر ختم کرے پس اپنے گھٹنے اور پیشانی (زمین پر) رکھے اور ہتھیلیوں کو زمین پر کھلا ہوا رکھے اور عورتوں کے برعکس اپنی کہنیوں کو پہلوؤں سے جدا رکھے اور دونوں پاؤں کے درمیان کچھ فاصلہ رکھے جبکہ عورت اس طرح نہ کرے نیز پیٹ رانوں سے الگ ہو جبکہ عورت ایسا نہ کرے وہ اپنے ہاتھوں کو زمین پر کندھوں کے برابر رکھے اور انگلیوں کو کھلا ہوا نہ رکھے اور بازوؤں کو زمین پر نکتے کی طرح نہ بچھائے کیونکہ اس سے منع کیا گیا ہے تین مرتبہ سُبْحَانَ رَبِّيَ الْأَعْلَى پڑھے جب تنہا ہو تو زیادہ بار پڑھنے میں کوئی حرج نہیں پھر تکبیر کہتے ہوئے اپنا سر سجدے سے اٹھائے پھر اطمینان سے بائیں پاؤں پر بیٹھ جائے اور دایاں پاؤں کھڑا رکھے ہاتھوں کو رانوں پر رکھے اور انگلیوں کو ملانے کا تکلف نہ کرے (یعنی اپنی حالت پر چھوڑ دے) اور کہے: ”رَبِّ اغْفِرْ لِي وَارْحَمْنِي وَارْزُقْنِي وَاهْدِنِي وَعَافِنِي وَاعْفُ عَنِّي“ ترجمہ: اے میرے رب عزوجل! مجھے بخش دے، مجھ پر رحم فرما، مجھے رزق دے، ہدایت عطا فرما، عافیت دے اور معاف کر دے۔“ (سنن ابی داؤد، کتاب الصلاة، باب الدعاء بین السجدتین، الحدیث ۸۵۰، ص ۱۲۸۶، بدون وَاغْفُ عَنِّي)

۱: احناف کے نزدیک: تکبیر تحریر کے علاوہ میں رفع یدین منسوخ ہے۔ مزید تفصیل کے لئے فتاویٰ رضویہ کی طرف رجوع کریں۔ (فتاویٰ رضویہ، ج ۶، ص ۱۵۲)

۲: احناف کے نزدیک: نماز فجر میں قنوت نہیں پڑھی جائے گی۔ جیسا کہ علامہ شمس الدین محمد بن عبداللہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں: ”نماز فجر میں قنوت نہیں پڑھی جائے گی کیونکہ یہ منسوخ ہے۔“ (تنویر الابصار، کتاب الصلاة، باب الوتر والنفل ج ۲، ص ۵۳۸)

اور اسی طرح دوسرا سجدہ کرے پھر سیدھا ہو کر تھوڑی دیر استراحت کے لئے بیٹھے۔ پھر زمین پر ہاتھ رکھ کر کھڑا ہو جائے۔ اور کسی پاؤں کو آگے نہ بڑھائے اور قیام میں پہنچ کر تکبیر کو ختم کرے۔

**تشہد:** پھر دوسری رکعت کے بعد تشہد پڑھے۔ پہلے تشہد میں بائیں پاؤں پر بیٹھے اور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم پر درود شریف پڑھے۔ اور دائیں ہاتھ کی انگلیاں سوائے انگشت شہادت کے بند ہوں پھر جب **إِلَّا اللَّهُ** کہے تو اس وقت انگشت شہادت سے اشارہ کرے (یعنی لا إله إلا الله پر انگلی کو کھڑا کرے اور **إِلَّا اللَّهُ** پر چھوڑ دے) اور آخری تشہد میں وہ دعا پڑھے جو روایات سے ثابت ہیں اور بائیں سرین پر بیٹھے جب فارغ ہو تو **"السلام عليكم ورحمة الله"** کہے اور یہ کہتے وقت دائیں طرف اس طرح چہرہ پھیرے کہ رخسار نظر آئیں اسی طرح بائیں طرف کرے اور سلام کے ساتھ نماز سے نکلنے کا ارادہ کرے اور سلام کرتے وقت اپنے دائیں بائیں کے فرشتوں اور مسلمانوں کی نیت کرے اور سلام کو کھینچ کر نہ کہے۔

### نماز کے فرائض: ۴

نماز میں بارہ چیزیں فرض ہیں: (۱) نیت (۲) تکبیر تحریمہ (۳) قیام (۴) فاتحہ (۵) رکوع میں اتنا جھکنا کہ ہاتھ بڑھائے تو گھٹنوں تک اطمینان سے پہنچ جائیں (۶) رکوع سے معتدل انداز سے کھڑا ہونا (۷) اطمینان سے سجدہ کرنا (۸) سجدے سے اٹھنے کے بعد معتدل انداز میں بیٹھنا (۹) قعدہ اخیرہ میں بیٹھنا (۱۰) قعدہ اخیرہ میں تشہد پڑھنا (۱۱) نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم پر درود شریف پڑھنا (۱۲) پہلا سلام پھیرنا۔

۱: احناف کے نزدیک دو سجدوں کے بعد استراحت نہیں۔ جیسا کہ علامہ ابوالحسن علی بن ابی بکر مرغینانی علیہ رحمۃ اللہ النبی فرماتے ہیں: "دو سجدوں کے بعد استراحت نہ کرے (یعنی نہ بیٹھے) اور نہ ہی زمین پر ہاتھ رکھ کر اٹھے بلکہ سیدھا کھڑا ہو جائے۔" (الہدایۃ، کتاب الصلوٰۃ، ج ۱، ص ۵۲)

۲: علامہ علاؤ الدین حصکلی علیہ رحمۃ اللہ القوی فرماتے ہیں: "جب دونوں سجدے کر لیں تو دوسری رکعت کے لئے پنجوں کے بل گھٹنوں پر ہاتھ رکھ کر کھڑا ہونا سنت ہے۔ ہاں کمزوری یا پاؤں میں تکلیف وغیرہ مجبوری کی وجہ سے زمین پر ہاتھ رکھ کر کھڑے ہونے میں حرج نہیں۔" (ردالمحتار، کتاب الصلوٰۃ، ج ۲، ص ۳۶۲)

۳: احناف کے نزدیک پہلے: "نوافل اور سنت غیر مؤکدہ کے علاوہ قعدہ اولیٰ میں درود شریف نہیں۔" (ردالمحتار، کتاب الصلوٰۃ، ج ۲، ص ۲۸۲)

۴: احناف کے نزدیک: "نماز میں یہ سات چیزیں فرض ہیں: (۱) تکبیر تحریمہ (۲) قیام (۳) قراوت (۴) رکوع (۵) سجدہ (۶) قعدہ اخیرہ (۷) خروج صعدہ۔" (ردالمحتار، کتاب الصلوٰۃ باب صفة الصلوٰۃ، ج ۲، ص ۱۵۸-۱۷۰) اور نماز میں: "تعدیل ارکان (یعنی رکوع و سجود، قومہ اور جلسہ میں کم از کم ایک بار سبحان اللہ کہنے کی مقدار ٹھہرنا)، سورۃ فاتحہ پڑھنا، دونوں قعدوں میں پورا تشہد پڑھنا اور لفظ "السلام" دو بار کہنا واجب ہے۔" (ماخوذ از فتاویٰ عالمگیری،

ج ۱، ص ۷۱ و بہار شریعت، حصہ ۳، ص ۸۵-۸۶) اور "بعد تشہد دوسرے قعدہ میں درود شریف پڑھنا سنت ہے، درود ابراہیمی پڑھنا افضل ہے۔"

(ماخوذ از بہار شریعت، حصہ ۳، ص ۹۹)

پیش کش: مجلس المدینۃ العلمیہ (دعوت اسلامی)



## باطنی شرائط

## اعمال قلبیہ کا بیان:

ان میں سے ایک خشوع ہے۔ اللہ عزوجل کا فرمان عالیشان ہے۔

وَاقِمِ الصَّلَاةَ لِذِكْرِي ۝ (ب، ۱۶، طہ: ۱۴) ترجمہ کنز الایمان: اور میری یاد کے لئے نماز قائم رکھ۔

حضور نبی پاک، صاحب نولاک، سیاح افلاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان عالیشان ہے: ”بہت سے (نماز میں) کھڑے ہونے والے ایسے ہیں کہ انہیں نماز سے تھکاوٹ اور مشقت کے سوا کچھ حاصل نہیں ہوتا۔“

(السنن الكبرى للنسائی، کتاب الصیام، باب ما ینھی عنہ الصائم..... الخ، الحدیث ۳۲۴۹، ج ۲، ص ۲۳۹، مفہوماً)

جان لو! نماز ذکر و قراءت، اللہ عزوجل سے مناجات و کلام کرنے کا نام ہے اور یہ حضور قلب (یعنی دل کی حاضری) کے بغیر حاصل نہیں ہوتا اور یہ سب کچھ تعظیم، ہیبت، امید، حیاء اور سمجھ سے حاصل ہوتا ہے اور بالجملہ جتنا اللہ عزوجل کی ذات و صفات کا علم بڑھتا ہے اتنا ہی خشیت (یعنی خوف الہی عزوجل) میں اضافہ ہوتا ہے اور حضور قلب نصیب ہوتا ہے پس جب تم اذان کو سنو تو دل میں اس پکار کی دہشت کو حاضر کرو جو بروز قیامت ہوگی اور اپنے ظاہر و باطن کو جواب دینے اور نماز کی طرف جلدی کرنے پر تیار کرو کیونکہ جو لوگ اس پکار کی طرف جلدی کرتے ہیں وہ بروز قیامت لطف و کرم کے ساتھ پکارے جائیں گے اگر تم اپنے دل کو پاؤ کہ وہ خوشی و خوشخبری سے بھر پور ہے اور اس کی طرف جلدی کرنے کی رغبت پیدا ہو رہی ہے تو جان لو کہ قیامت کے دن کی نداء میں اسی طرح کی (خوشخبری اور کامیابی) حاصل ہوگی۔ اسی لئے نبی رحمت، شفیع امت، قاسم نعمت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ”اے بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ! ہمیں راحت پہنچاؤ۔“ (سنن ابی داؤد، کتاب الادب، باب فی صلاة العتمة، الحدیث ۴۹۸۶، ص ۱۵۸۸)

یہ اس لئے فرمایا کہ نماز آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی آنکھوں کی ٹھنڈک ہے۔

اپنے باطن کو غیر اللہ سے پاک کرنے کا نام طہارت ہے اور اسی کے ذریعے نماز مکمل ہوتی ہے اگر تم نے کپڑے سے

اپنے ستر کو ڈھانپا ہے تو تمہارے باطنی ستر کو اللہ عزوجل سے کوئی چیز چھپائے گی؟ پس اللہ عزوجل کے حضور با ادب ہو جاؤ۔

جان لو! وہ تم سے اور تمہارے باطن سے آگاہ ہے اس لئے اپنے ظاہر و باطن کے ساتھ عاجزی اختیار کرو اور دیکھو کہ

اگر تم کسی بادشاہ کے سامنے کھڑے ہو تو تمہاری کیا حالت ہوگی؟ جبکہ اللہ تبارک و تعالیٰ اور دنیاوی بادشاہوں کے درمیان کیا

نسبت؟ کیونکہ وہ سارے کے سارے اسی کے بندے ہیں۔ جب تم ایسا کرو گے تو تم اپنے قول: ”وَجْهْتُ وَجْهِي لِيَعْنِي فِي رُبِّي“

آپ کو متوجہ کیا، حنیفًا مُسْلِماً وَمَا آتَانَا مِنَ الْمُسْرِئِينَ یعنی ہر باطل سے الگ مسلمان اور میں مشرکین میں سے نہیں ہوں۔ اور صَلَاتِي وَتُسْبِيحِي وَمَخْيَايَ وَمَمَاتِي لِلَّهِ یعنی میری نماز، میری قربانی، میری زندگی اور میری موت اللہ عزوجل کے لئے ہے۔ میں جھوٹے نہ ہو گے اور اس میں جھوٹا ہونا بھی نہیں چاہئے ورنہ یہ تمہاری ہلاکت کا سبب ہو سکتا ہے اور تمہیں اپنے رکوع و سجود میں اللہ رب العزت کی کبریائی اور عظمت کو پیش نظر رکھنا چاہئے اور اپنے چھوٹوں کو بھی اس کی تعلیم دو کیونکہ اللہ عزوجل نے اپنی رحمت سے تمہیں اس قابل بنایا کہ تم اس کی بارگاہ میں گر گڑا سکو تو اس کی بارگاہ میں باادب رہنے اور دل کو حاضر رکھنے میں کوئی کوتاہی نہیں کرنی چاہئے۔

نبی مکرم، نور مجسم، رسول اکرم، شہنشاہ بنی آدم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان والا شان ہے: ”بیشک اللہ عزوجل (کی رحمت) نمازی کی طرف متوجہ ہوتی ہے جب تک وہ اپنی توجہ نہ ہٹائے۔ پس اپنے ظاہر و باطن کو ادھر ادھر متوجہ ہونے سے بچاؤ۔“

(السنن الكبرى للنسائي، كتاب السهو، باب النهي عن الالتفات في الصلاة، الحديث ٥٢٧، ج ١، ص ١٩١)

نور کے پیکر، تمام نبیوں کے سرور، دو جہاں کے تاجور، سلطان بحر و بر صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان ذیشان ہے: ”بے شک آدمی نماز پڑھتا ہے لیکن اس کے لئے اس کا نصف، تہائی، چوتھائی، پانچواں، چھٹا حتیٰ کہ دسواں حصہ بھی (ثواب) نہیں لکھا جاتا بلکہ بندے کیلئے اس کی نماز میں سے وہی کچھ لکھا جاتا ہے جسے وہ سمجھ کر ادا کرتا ہے۔“ (المسند للإمام احمد بن حنبل،

حديث عمار بن ياسر، الحديث ١٨٩١٦، ج ٦، ص ٤٨٣۔ حلية الاولياء، سفیان الثوري، الحديث ٩٦٣٠، ج ٧، ص ٦٣)

بعض نے کہا ہے کہ ”بندہ سجدہ کرتا ہے، اس کا خیال ہوتا ہے کہ اس نے اس کے ذریعے اللہ عزوجل کا قرب حاصل کر لیا حالانکہ اس نے سجدے میں جو گناہ کئے ہیں اگر انہیں اہل مدینہ پر تقسیم کیا جائے تو وہ سب ہلاک ہو جائیں۔“ پوچھا گیا: ”وہ کیسے؟“ فرمایا: ”وہ اللہ عزوجل کی بارگاہ میں سجدہ کر رہا ہوتا ہے لیکن اس کا دل خواہشات کی طرف جھکا ہوتا ہے، وہ باطل کا مشاہدہ کر رہا ہوتا ہے جو اس وقت اس پر غالب ہوتا ہے۔“

### پیشوائی اور امامت کا بیان:

سَيِّدُ الْمُبَلِّغِينَ، رَحْمَةُ اللَّهِ عَلَيْهِمْ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان ہدایت نشان ہے: ”امام ضامن ہوتے ہیں۔“

(مصنف عبد الرزاق، كتاب الصلاة، باب المؤذن أمين والامام ضامن، الحديث ١٨٤٣، ج ١، ص ٣٥٦)

لہذا ایسے شخص کو امام نہیں بننا چاہئے جسے لوگ ناپسند کرتے ہوں اور بندہ جب تک اذان دینے پر قادر نہ ہو اس وقت تک امامت نہ کرے، یہی اس کے لئے بہتر ہے اور صحیح یہ ہے کہ امامت اس کے لئے افضل ہے جو اس کے تقاضوں کو پورا کر سکتا ہو، اسی وجہ سے پیارے آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ہمیشہ امامت فرمائی۔

اور نماز کے اوقات کا خیال رکھنا چاہئے اور اسے اول وقت میں پڑھنا چاہئے۔ کیونکہ اول وقت میں اللہ عزوجل کی رضا اور آخری وقت میں اللہ عزوجل کی طرف سے بخشش ہے پس اللہ عزوجل کی رضا اس کی طرف سے معافی سے بہتر ہے۔ امام کو تین سکتے کرنے چاہئیں کیونکہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے اسی طرح منقول ہے۔“

(سنن ابی داؤد، کتاب الصلاة، باب السکة عند الافتتاح، الحدیث ۷۷۷، ص ۲۸۰، مفہوماً)

پہلا اس وقت جب وہ ثناء پڑھے اور یہ سب سے طویل ہے۔ دوسرا سورہ فاتحہ پڑھنے کے بعد اور سورت شروع کرنے سے پہلے، یہ پہلے کا نصف ہے اور تیسرا سورت پڑھنے کے بعد اور رکوع کرنے سے پہلے اور اس سکتے کی مقدار سب سے کم ہے۔ مقتدی کو امام سے سبقت نہیں کرنی چاہئے بلکہ اس وقت تک رکوع میں نہ جائے جب تک امام پورے طور پر رکوع میں نہ چلا جائے اور ایسی اقتداء تمام ارکان میں بجالائے۔

کہا گیا ہے کہ نماز سے فارغ ہونے والے لوگ تین قسم کے ہیں (۱) ایک گروہ وہ ہے جو پچیس نمازوں کا ثواب پانے والا ہوتا ہے۔ یہ وہ لوگ ہیں جو امام کے رکوع کے بعد تکبیر کہتے اور رکوع کرتے ہیں (۲) دوسرا گروہ وہ ہے جو ایک نماز کا ثواب حاصل کرنے والا ہوتا ہے۔ یہ وہ ہیں جو امام کے ساتھ برابری کرتے ہیں (۳) تیسرا گروہ وہ ہے جو نماز کے بغیر ہوتا ہے۔ یہ وہ ہیں جو امام سے سبقت کرتے ہیں۔

اس میں اختلاف ہے کہ کیا امام کو رکوع میں لوگوں کے شامل ہونے کا انتظار کرنا چاہئے تاکہ انہیں جماعت کی فضیلت حاصل ہو؟ شاید بہتر یہ ہے کہ اخلاص ہوتے ہوئے ایسا کرنے میں حرج نہیں جبکہ (نمازیوں کی تعداد میں) کوئی فرق نہ پڑے۔

اور نماز فجر میں امام دعائے قنوت (اللَّهُمَّ اهْدِنَا..... الخ) پڑھے اور مقتدی آمین کہنا شروع کریں اور جب امام قنوت کے ان الفاظ پر پہنچے: ”إِنَّكَ تَقْضِي وَلَا يُقْضَى عَلَيْكَ“ ترجمہ: بیشک تو ہی فیصلہ کرتا ہے اور تیرے خلاف فیصلہ نہیں کیا جا سکتا۔“ (السنن الکبری للبیہقی، کتاب الصلاة، باب دعاء القنوت، الحدیث ۳۱۴۱، ج ۲، ص ۲۹۷-۲۹۸، بلذرن فلك الحمد..... الخ) تو آمین کہنا ختم کریں اور بقیہ قنوت میں امام سری (یعنی آہستہ آواز میں) قراءت کرے گا اور مقتدی بھی اس کی موافقت میں سری

۱: احناف کے نزدیک: ”بعض نمازوں میں تاخیر کرنا اور بعض میں تعیل کرنا (یعنی جلدی پڑھنا) افضل ہے اور موسم گرما اور سرما کے اعتبار سے بھی حکم مختلف ہے، اس کی تفصیل جاننے کے لئے بہار شریعت، حصہ سوم، ص ۲۱ تا ۲۱۹ کا مطالعہ کریں۔“ (بہار شریعت، نماز کے وقتوں کا بیان، حصہ ۳، ص ۲۱ تا ۲۱۹)

۲: احناف کے نزدیک: ”اگر تین بار سبحان اللہ کہنے کی مقدار ٹھہرا ہوا تو سجدہ ہو واجب ہے۔“ (ماخوذ از بہار شریعت، سجدہ سہو کا بیان، حصہ ۳، ص ۶۴)

قراءت کریں گے یا اس کے بدلے میں اَشْهَدُ (یعنی میں گواہی دیتا ہوں) کہیں گے۔

### جمعة المبارک کی فضیلت، آداب، فرائض اور سنتیں:

شہنشاہِ خوشِ نصال، پیکرِ حسن و جمال، دافعِ رنج و ملال، صاحبِ جو و دو نوال، رسولِ بے مثال، بی بی آمنہ کے لال صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا فرمانِ عبرت نشان ہے: ”جو شخص تین جمعوں کی نمازیں بلا عذر چھوڑتا ہے اس کے دل پر مہر لگا دی جاتی ہے۔“

(صحیح ابن خزيمة، کتاب الجمعة، باب ذکر اللیل علی أن الوعد للترك لجمعة.....، لبح، بالحلیث ۱۸۵۷، ج ۳، ص ۱۷۹، بلون من غیر علی)

ایک دوسری روایت میں ہے: ”ایسے شخص نے اسلام کو پس پشت ڈال دیا۔“

(شعب الایمان، باب فی الصلوات، فضل الجمعة، الحدیث ۳۰۰۶، ج ۳، ص ۱۰۳)

حضرت سیدنا انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ سرکارِ والاخبار، ہم بے کسوں کے مددگار، شفیعِ روزِ شمار، دو عالم کے مالک و مختار، حبیبِ پروردگار عَزَّوَجَلَّ و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ”میرے پاس جبرائیل علیہ السلام آئے اور ان کے ہاتھ میں ایک چمکتا ہوا شیشہ تھا انہوں نے عرض کی: یہ جمعہ ہے جسے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے رب عَزَّوَجَلَّ نے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم پر فرض کیا ہے تاکہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے لئے اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے بعد آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی امت کے لئے یہ عہد ہو جائے۔“ میں نے پوچھا: ”اس میں ہمارے لئے کیا ہے؟“ انہوں نے جواب دیا: ”اس میں ایک بہترین گھڑی ہے جو شخص اس میں اس بھلائی کی دعا کرے جو اس کی قسمت میں ہے تو اللہ عَزَّوَجَلَّ اسے عطا فرمائے گا اگر اس کی قسمت میں نہیں تو اس سے بڑی چیز اس کیلئے جمع کی جائے گی ہمارے نزدیک یہ تمام دنوں کا سردار ہے اور آخرت میں ہم اسے یومِ مزید کے نام سے پکاریں گے۔“ میں نے پوچھا: ”ایسا کیوں؟“ انہوں نے عرض کی: اللہ عَزَّوَجَلَّ نے جنت میں ایک وادی بنائی ہے جو سفید کستوری سے زیادہ خوشبودار ہے جب جمعہ کا دن ہوگا تو اللہ عَزَّوَجَلَّ عَلَیْہِم کے لئے (اپنی شان کے مطابق) کرسی پر نزول فرمائے گا اور ان لوگوں پر اپنی تجلی ظاہر فرمائے گا حتیٰ کہ وہ اس کی ذاتِ اقدس کا دیدار کریں گے۔“

(المعجم الاوسط، الحدیث ۶۷۱۷، ج ۵، ص ۹۹-۱۰۰، مفہوماً)

۱. احناف کے نزدیک: نمازِ فجر میں قنوت نہیں پڑھی جائے گی۔ جیسا کہ علامہ شمس الدین محمد بن عبداللہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں: ”نمازِ فجر میں قنوت نہیں پڑھی جائے گی کیونکہ یہ منسوخ ہے۔“ (تنویر الابصار، کتاب الصلاة، باب الوتر والنفل ج ۲، ص ۵۳۸) اور مقتدی امام کے پیچھے قراءت نہیں کرے گا۔ جیسا کہ علامہ حسن عمار بن عمر شرمیلانی علیہ رحمۃ اللہ اکافی فرماتے ہیں: ”اور مقتدی کو کسی نماز میں قراءت جائز نہیں، نہ فاتحہ، نہ آیت، نہ آہستہ کی نماز میں، نہ جہر کی نماز میں۔ امام کی قراءت مقتدی کے لئے بھی کافی ہے۔“ (مراقی الفلاح شرح نور الابصار، کتاب الصلاة، باب شروط الصلاة وارکانها ص ۵۱)

پیش کش: مجلس المدینۃ العلمیہ (دعوتِ اسلامی)

جان لو! ایسے چالیس آدمیوں کے بغیر جمعہ منعقد نہیں ہوتا۔ جو مکلف، آزاد، اور مقیم ہوں اور گرمی سردی میں ایک سے دوسری جگہ منتقل نہ ہوتے ہوں۔

ایک کے بعد دوسرا جمعہ نہیں ہونا چاہئے مگر یہ کہ شہر بڑا ہو اور یہ گمان ہو کہ ایک جامع مسجد میں لوگ اکٹھے نہیں ہو سکتے تو اس صورت میں دو، تین یا بقدر حاجت زیادہ جگہوں پر پڑھ سکتے ہیں۔ جمعہ میں دو خطبے فرض ہیں اور ان دونوں میں قیام بھی فرض ہے اور دونوں میں بیٹھنا فرض ہے پہلے خطبہ کے چار فرض ہیں: (۱) تحمید اور اس کی کم از کم بقدر الحمد للہ کہنا ہے (۲) نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم پر درود پڑھنا (۳) اللہ عزوجل سے ڈرنے کی وصیت کرنا (۴) قرآن مجید سے ایک آیت کا تلاوت کرنا اسی طرح دوسرے خطبے کے بھی چار فرض ہیں البتہ اس میں قراءت کی جگہ دعا ہے اور چالیس آدمیوں پر دونوں خطبوں کا سننا واجب ہے۔

**جمعہ کی سنتیں:**

جب سورج ڈھل جائے مؤذن اذان دے اور امام منبر پر بیٹھ جائے تو تحیۃ المسجد کے علاوہ نماز نہیں پڑھ سکتے اور خطبہ شروع ہونے تک گفتگو منع نہیں۔ اور جمعہ کے دن سفید کپڑے پہننا، خوشبو لگانا، غسل کرنا اور اول وقت میں آنا مستحب ہے۔

نبی رحمت، شفیع امت، قاسم نعمت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ”جس نے جمعہ کے دن غسل کیا پھر نماز (جمعہ) کے لئے پہلی گھڑی گیا گویا اس نے اونٹ کی قربانی کی، جو دوسری گھڑی میں گیا گویا اس نے گائے کی قربانی دی، جو تیسری ساعت میں گیا گویا اس نے سینگوں والا مینڈھا قربان کیا جو چوتھی ساعت میں گیا گویا اس نے مرغی صدقہ کی جو پانچویں ساعت میں گیا گویا اس نے انڈا صدقہ کیا اور جب امام (منبر کی طرف) نکلتا ہے تو اعمال نامے لپیٹ دیئے جاتے ہیں اور قلم روک دیئے جاتے ہیں اور فرشتے منبر کے پاس جمع ہو کر خطبہ سننے میں مشغول ہو جاتے ہیں پس اس کے بعد جو شخص آتا ہے وہ صرف نماز کا حق ادا کرنے

ل۔ احتاف کے نزدیک نماز جمعہ کے صحیح ہونے کے لئے خطیب کے سوا تین آدمی کافی ہیں۔ جیسا کہ فتاویٰ عالمگیری میں ہے: ”اگر تین غلام یا مسافر یا بیمار یا گونگے یا آن پڑھ مقتدی ہوں تو جمعہ ہو جائے گا اور صرف عورتیں یا بچے ہوں تو نہیں۔“ (الفتاویٰ الہندیہ، کتاب الصلاة، الباب السادس عشر فی صلاة الجمعة، ج ۱، ص ۱۴۸ والدر المختار، کتاب الصلاة، باب الجمعة، ج ۳، ص ۲۷)

۲۔ احتاف کے نزدیک خطبہ جمعہ میں مذکورہ چیزیں سنت ہیں۔ جبکہ اس کی شرائط یہ ہیں: ”(۱) وقت میں ہو (۲) نماز سے پہلے اور (۳) ایسی جماعت کے سامنے ہو جو جمعہ کے لئے شرط ہے یعنی کم سے کم خطیب کے سوا تین مرد اور (۴) اتنی آواز سے ہو کہ پاس والے سن سکیں اگر کوئی اور امر مانع نہ ہو۔“

(بہار شریعت، حصہ ۴، ص ۱۱۵، ۱۱۶)

لئے آتا ہے اس کیلئے مزید کوئی فضیلت نہیں۔“

(صحیح البخاری، کتاب الجمعة، باب فضل الجمعة، بالحديث ۸۸۱، ص ۶۹)

(السنن الكبرى للبيهقي، كتاب الجمعة، باب فضل التكبير الى الجمعة، بالحديث ۵۸۶۴، ج ۳، ص ۳۲۰-۳۲۱)

(سنن ابن ماجه، باب إقامة الصلوات، باب ما جاء في التهجير الى الجمعة، بالحديث ۱۰۹۲، ص ۲۵۴۱، بدون ليس له من الفضل شيء)

## ساعات کی تفصیل:

پہلی ساعت سے مراد طلوع آفتاب تک کا وقت ہے دوسری ساعت اس کے بلند ہونے تک ہے اور تیسری ساعت وہ وقت ہے جب سورج کی روشنی پھیل جائے چوتھی اور پانچویں ساعت چاشت سے زوال تک ہے۔

نمازی کو چاہئے کہ لوگوں کی گردنیں نہ پھلانگے اور نہ ان کے سامنے سے گزرے اور ایسی جگہ بیٹھے کہ کوئی اس کے سامنے سے نہ گزرے اور پہلی صف کی کوشش کرے۔ جب نماز سے فارغ ہو جائے تو بکثرت اللہ عزوجل کا ذکر کرے اور اس (خاص) گھڑی کا اچھی طرح خیال رکھے جو روز جمعہ میں ہے۔

اور نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم پر کثرت سے درود بھیجے، آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ”میرے اوپر چمکتی رات اور روشن دن (یعنی شب جمعہ اور جمعہ کے دن) میں بکثرت درود بھیجو۔“ (المعجم الاوسط، بالحديث ۲۴۱، ج ۱، ص ۸۴)

جمعہ کے دن صدقہ کرنا خاص طور پر مستحب ہے اور جب مسجد میں داخل ہو تو بیٹھنے سے پہلے چار رکعت پڑھنا مستحب ہے۔ اور ان میں دو سو مرتبہ ”قُلْ هُوَ اللَّهُ أَحَدٌ“ پڑھے اور اگر ہو سکے تو جمعہ کا دن آخرت کی تیاری کے لئے مقرر کر لے اس طرح کہ اس دن دنیوی مصروفیات میں مشغول نہ ہو پس جس نے ایسا کیا تو اس کا یہ عمل دونوں جمعوں کے درمیان (گناہوں کا) کفارہ ہو جائے گا۔ مروی ہے کہ ”جو شخص جمعہ کی رات سفر کرے اس کے ساتھ والے فرشتے اسے بددعا دیتے ہیں۔“ (امام شافعی علیہ رحمۃ اللہ القوی کے نزدیک بروز جمعہ) طلوع فجر کے بعد سفر کرنا حرام ہے۔ البتہ! رفقائے سفر کے چلے جانے کا اندیشہ ہو تو جائز ہے۔

## نوافل کا بیان:

نوافل کو نہیں چھوڑنا چاہئے کیونکہ یہ فرائض کی کمی پوری کرنے والے ہیں۔ فرائض بمنزلہ اصل سرمایہ کے ہیں اور نوافل نفع کی طرح ہیں اور سنن مؤکدہ کو بھی نہ چھوڑے جیسا کہ عرف ہے۔ نہ ہی چاشت کی نماز چھوڑے یہ دو یا چار یا اس سے زیادہ ہیں۔ اسی طرح نماز تہجد اور مغرب و عشاء کے درمیانی وقت کو عبادت کے ساتھ زندہ کرنا نیز صبح کی دو رکعتوں (یعنی سنتوں) کو بھی نہ

احٹاف کے نزدیک: جمعہ کے دن بھی طلوع فجر کے بعد سفر کرنے میں کوئی حرج نہیں۔ جیسا کہ مفتی احمد یار خان نعیمی علیہ رحمۃ اللہ القوی تحریر فرماتے ہیں:

”جمعہ کے دن اذان جمعہ سے پہلے سفر جائز ہے۔“ (مرآة المناجیح شرح مشکوٰۃ المصابیح، باب آداب السفر، الفصل الثالث، ج ۵، ص ۴۹۹)

پیش کش: مجلس المدینۃ العلمیہ (دعوت اسلامی)

چھوڑے کیونکہ یہ دور کعتیں دُنیا وَمَا فِيهَا (یعنی دُنیا اور جو کچھ اس میں ہے) سے بہتر ہیں۔ ان کا وقت صبح صادق کے طلوع ہونے کے ساتھ شروع ہوتا ہے اور صبح صادق کی روشنی کناروں میں پھیلتی ہے نہ کہ لبائی میں۔

### عیدین کی نماز کا بیان:

عیدین کی نماز سنت مؤکدہ ہے اور دین کی نشانیوں میں سے ایک نشانی ہے۔ اس میں چند امور کا لحاظ رکھا جائے۔

اول: تین بار اس طرح تکبیر کہنا:

اللَّهُ أَكْبَرُ، اللَّهُ أَكْبَرُ كَبِيرًا، وَالْحَمْدُ لِلَّهِ كَثِيرًا، وَسُبْحَانَ اللَّهِ بُكْرَةً وَأَصِيلًا، لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ، مُخْلِصِينَ لَهُ الدِّينَ وَلَوْ كَرِهَ الْكَافِرُونَ.

ترجمہ: اللہ عزوجل سب سے بڑا ہے، وہ بہت بڑا ہے، اسی کے لئے بکثرت حمد ہے، صبح و شام میں اسی کے لئے پاکی ہے، اللہ عزوجل کے سوا کوئی معبود نہیں، وہ یکتا ہے، اس کا کوئی شریک نہیں، خالص اسی کی عبادت کرتے ہوئے اگرچہ کافروں کو ناپسند ہو۔

عید الفطر کی رات سے لے کر نماز عید شروع کرنے تک تکبیر کرے جبکہ عید الاضحیٰ میں نویں ذی الحجہ کی فجر سے تیرہویں ذی الحجہ کی عصر تک پڑھے۔ یہ کامل ترین اقوال میں سے ہے اور تکبیر فرض نمازوں کے بعد کہے۔ ایک قول کے مطابق نوافل کے بعد بھی کہے۔ نماز کے لئے نکلنے وقت غسل کرنا اور زینت کرنا مستحب ہے اور بچوں اور بوڑھی عورتوں کا نکلنا مستحب ہے اور ایک راستے سے جانا اور دوسرے راستے سے لوٹنا بھی مستحب ہے مکہ مکرمہ اور بیت المقدس کے علاوہ (عید کی نماز کے لئے) صحرا (یعنی میدان) میں جانا مستحب ہے لیکن اگر بارش ہو (تو مسجد میں نماز پڑھنے میں حرج نہیں)

نماز کا وقت طلوع آفتاب سے زوال تک ہے اور جانوروں کی قربانی کا وقت سورج نکلنے کے بعد دو رکعتوں اور دو خطبوں جتنی دیر کے بعد اس وقت سے لے کر تیرہ تاریخ کے آخر (یعنی غروب آفتاب سے پہلے) تک ہے قربانی کی وجہ سے عید الاضحیٰ میں جلدی کرنا مستحب ہے اور عید الفطر میں تاخیر مستحب ہے تاکہ پہلے صدقہ فطر تقسیم ہو جائے۔

لوگ تکبیر کہتے ہوئے نماز عید کے لئے جائیں اور جب نماز عید گاہ پہنچے تو نہ بیٹھے نہ نفل پڑھے جب کہ دیگر لوگ ایسا

۱۔ صدر الشریعہ، بدرالطریقہ مفتی محمد امجد علی اعظمی علیہ رحمۃ اللہ الغنی فرماتے ہیں: "عیدین کی نماز واجب ہے مگر سب پر نہیں بلکہ انہیں پر جن پر جمعہ واجب ہے۔"

(بہار شریعت، حصہ ۴، ص ۱۲۸)

۲۔ حضرت علامہ علاؤ الدین صکلی علیہ رحمۃ اللہ القوی فرماتے ہیں: "نفل و سنت و وتر کے بعد تکبیر (تشریح) واجب نہیں اور جمعہ کے بعد واجب ہے اور نماز عید کے بعد بھی کہہ لے۔"

(الدر المختار و رد المحتار، کتاب الصلاة، باب العیدین، مطلب المختار ان الذبیح اسماعیل، ج ۳، ص ۷۳)

کر سکتے ہیں پھر لوگ نماز نفل پڑھنا چھوڑ دیں۔ ایک منادی نماز کھڑی ہونے کا اعلان کرے امام دو رکعتیں پڑھائے پہلی رکعت میں تکبیر تحریمہ کے علاوہ سات تکبیریں کہے۔ ہر دو تکبیروں کے درمیان ”سُبْحَانَ اللَّهِ وَالْحَمْدُ لِلَّهِ وَلَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَاللَّهُ أَكْبَرُ“ پڑھے۔ تکبیر تحریمہ کے بعد ”وَجْهْتُ وَجْهِي“ پڑھے اور آٹھویں تکبیر تک ”أَعُوذُ بِاللَّهِ“ نہ پڑھے نیز پہلی رکعت میں سورہ فاتحہ کے بعد سورہ ق اور دوسری میں سورہ قمر پڑھے۔ دوسری رکعت میں زائد تکبیریں پانچ ہیں۔ نماز کے بعد دو خطبے دے اور ان کے درمیان بیٹھے اور جس کی نماز عید رہ جائے وہ قضا کرے۔ جب نماز سے فارغ ہو تو قربانی میں مشغول ہو جائے۔“

کیونکہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ایک مینڈھے کی قربانی کی اور یہ پڑھا ”بِسْمِ اللَّهِ، وَاللَّهُ أَكْبَرُ، هَذَا عَنِّي وَعَمَّن لَمْ يُضَخْ مِنْ أُمَّتِي لِعَنَى اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ“ کے نام سے، اللہ عَزَّ وَجَلَّ سب سے بڑا ہے یہ قربانی میری طرف سے اور میری امت کے ان لوگوں کی طرف سے جو قربانی نہیں کر سکتے۔“

(سنن ابی داؤد، کتاب الضحایا، باب فی الشاہ یضحی بہا عن جماعۃ، الحدیث ۲۸۱۰، ص ۱۴۳۳)

تاجدار رسالت، شہنشاہ نبوت، مخزنِ جود و سخاوت، بیکرِ عظمت و شرافت، محبوبِ ربِّ العزت، محسنِ انسانیت عَزَّ وَجَلَّ و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا فرمانِ خوشبودار ہے: ”جو شخص ذوالحجہ کا چاند دیکھے اور وہ قربانی کرنے کا ارادہ رکھتا ہو تو اپنے بالوں اور ناخنوں میں سے کچھ نہ لے۔“ (جامع الترمذی، ابواب الاضاحی، باب ترک أخذ الشعر..... الخ، الحدیث ۱۵۲۳، ص ۱۸۰۷)

## سورج و چاند گرہن کی نماز: ۳

اللہ کے محبوب، دانائے غیوب، مُنَزَّہ عَنِ الْعُیُوبِ عَزَّ وَجَلَّ و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا فرمانِ ہدایت نشان ہے: ”بے شک

۱: احناف کے نزدیک: ”نماز عید سے قبل نفل نماز مطلقاً مکروہ ہے جیسا کہ علامہ علاء الدین حصکلی علیہ رحمۃ اللہ القوی فرماتے ہیں: ”نماز عید سے قبل نفل نماز مطلقاً مکروہ ہے، عید گاہ میں ہو یا گھر میں، اس پر عید کی نماز واجب ہو یا نہ ہو۔ یہاں تک کہ عورت اگر چاشت کی نماز گھر میں پڑھنا چاہے تو (عید کی) نماز ہو جانے کے بعد پڑھے اور نماز عید کے بعد عید گاہ میں نفل پڑھنا مکروہ ہے، گھر میں پڑھ سکتا ہے بلکہ مستحب ہے کہ چار رکعتیں پڑھے۔ یہ احکام خواص کے ہیں، عوام اگر نفل پڑھیں اگرچہ نماز عید سے پہلے، اگرچہ عید گاہ میں نہیں منع نہ کیا جائے۔“ (الدر المختار و رد المحتار، کتاب الصلاة، باب العیدین، ج ۳، ص ۵۷ تا ۶۰)

۲: احناف کے نزدیک: ”عیدین میں چھ زائد تکبیریں ہیں تین پہلی رکعت میں اور تین دوسری رکعت میں۔ اگر امام اس سے زائد تکبیریں کہے تو مقتدی تیرہ تکبیروں تک امام کی اقتداء کر سکتے ہیں۔ اور احناف کے نزدیک نماز عید کی قضا بھی نہیں۔“ (ملخص از بہار شریعت، حصہ ۴، ص ۱۳۱-۱۳۲)

۳: احناف کے نزدیک نماز کسوف پڑھنے کا طریقہ: فتاویٰ شامی میں اس کا طریقہ یوں بیان کیا گیا ہے: ”یہ نماز اور نوافل کی طرح دو رکعت پڑھیں یعنی ہر دو رکعت میں ایک رکوع اور دو سجدے کریں۔ نہ اس میں اذان ہے، نہ اقامت، نہ بلند آواز سے قراءت۔ اور نماز کے بعد دعا کریں یہاں تک کہ آفتاب کھل جائے اور دو رکعت سے زیادہ بھی پڑھ سکتے ہیں خواہ دو دو رکعت پر سلام پھیریں یا چار پر۔“ (الدر المختار و رد المحتار، کتاب الصلاة، باب الکسوف، ج ۳، ص ۷۸)



سورج اور چاند اللہ عزوجل کی نشانیوں میں سے دو نشانیاں ہیں، انہیں کسی کی موت یا زندگی کے باعث گرہن نہیں ہوتا پس جب تم اس چیز (یعنی گرہن) کو دیکھو تو اللہ عزوجل کے ذکر اور نماز کی طرف متوجہ ہو جاؤ۔“

(صحیح مسلم، کتاب الکسوف، باب صلاة الکسوف، الحدیث ۲۰۹۱، ص ۸۱۹)

جب سورج یا چاند گرہن ہو تو یہ آواز دی جائے: ”نماز کھڑی ہونے والی ہے۔“

امام لوگوں کو مسجد میں دو رکعتیں پڑھائے، ہر رکعت میں دو رکوع کرے، پہلی رکعت کو دوسری رکعت سے طویل کرے، اور بلند آواز سے قراءت کرے۔ اور سورج یا چاند کے روشن ہونے تک نماز کو طویل کرنا مستحب ہے۔

### نماز استسقاء کا بیان ۱

امام کو چاہئے کہ وہ لوگوں کو تین دن روزہ رکھنے، طاقت کے مطابق صدقہ کرنے، توبہ و استغفار کرنے اور ظلم و زیادتی سے باز رہنے کا حکم دے پھر چوتھے دن تمام مردوں، بوڑھی عورتوں اور بچوں کو لے جائے، لوگوں کے کپڑے پاک صاف لیکن پھٹے پرانے ہوں جس سے ان کی عاجزی اور مسکینی ظاہر ہو البتہ یہ بات عید میں نہیں اور انہیں نماز عید کی طرح دو رکعتیں پڑھائے اور دو خطبے دے، ان کے درمیان تھوڑا سا بیٹھے۔ دونوں خطبوں میں زیادہ تر استغفار ہونا چاہئے۔ دوسرے خطبہ میں امام کو چاہئے کہ وہ لوگوں کی طرف پیٹھ اور قبلہ کی طرف منہ کرے۔“

اور اس حالت میں چادر کو الٹائے اس طرح الٹا نیکوں سے خالی ہونے کے طور پر ہے۔“ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے بھی اسی طرح کیا، چادر کے اوپر والے حصے کو نیچے اور دائیں والے کو بائیں کر دے۔ لوگ بھی اسی طرح کریں اور اس

۱۔ صدر الشریعہ، بدرالطریقہ مفتی محمد امجد علی اعظمی علیہ رحمۃ اللہ الغنی نماز استسقاء کا طریقہ بہار شریعت میں اس طرح نقل فرماتے ہیں: ”استسقاء دُعا و استغفار کا نام ہے۔ استسقاء کی نماز جماعت سے جائز ہے مگر جماعت اس کے لئے سنت نہیں۔ چاہیں جماعت سے پڑھیں یا تنہا تنہا دونوں (طرح) اختیار ہے۔ استسقاء کے لئے پرانے یا پونے لگے کپڑے پہن کر تذلل و خشوع و خضوع و تواضع کے ساتھ سر بر منہ پیدل جائیں اور پا (یعنی پاؤں) برہنہ ہوں تو بہتر اور جانے سے پیشتر خیرات کریں۔ کفار کو اپنے ساتھ نہ لے جائیں کہ جاتے ہیں رحمت کے لئے اور کافر پر لعنت اترتی ہے تین دن پیشتر سے روزے رکھیں اور توبہ و استغفار کریں۔ پھر میدان میں جائیں اور وہاں توبہ کریں اور زبانی توبہ کافی نہیں بلکہ دل سے کریں اور جن کے حقوق اس کے ذمہ ہیں سب ادا کرے یا معاف کرائے۔ کمزوروں، بوڑھوں، بچوں کے تو تسل سے دُعا کرے اور سب آمین کہیں کہ

صحیح بخاری شریف میں ہے: حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ”تمہیں روزی اور مدد کمزوروں کے ذریعہ سے ملتی ہے۔“ اور ایک روایت میں ہے: ”اگر جوان خشوع کرنے والے اور چوپائے چرنے والے اور بوڑھے رکوع..... بقیہ اگلے صفحہ پر

حالت میں اس گھڑی دل میں دعا مانگیں پھر امام ان کی طرف منہ کر کے خطبہ ختم کر دے اور چادریں اسی طرح الٹی ہوئی ہوں حتیٰ کہ جب کپڑے اتاریں تو چادریں بھی اتار دیں اور دعا کریں: ”اے اللہ عَزَّوَجَلَّ! جس طرح تو نے ہمیں دعا کا حکم دیا اور قبولیت کا وعدہ فرمایا، ہم نے تیرے حکم کے مطابق دعا مانگی تو اپنے وعدہ کرم کے مطابق قبول فرما اے اللہ عَزَّوَجَلَّ! ہم پر احسان فرما اور ہمارے گناہ بخشش دے، ہمیں بارش عطا فرما اور اے رحم کرنے والوں میں سب سے زیادہ رحم فرمانے والے! اپنی رحمت سے ہمارے لئے رزق کو کشادہ کر دے۔“

دعوتِ اسلامی کے سنتوں کی تربیت کے مدنی قافلوں میں سفر اور روزانہ فکرِ مدینہ کے ذریعے مدنی انعامات کا رسالہ پر کر کے ہر مدنی (اسلامی) ماہ کے ابتدائی دس دن کے اندر اندر اپنے یہاں کے (دعوتِ اسلامی کے) ذمہ دار کو جمع کروانے کا معمول بنا لیجئے  
 اِنْ شَاءَ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ اس کی برکت سے پابند سنت بنے، گناہوں سے نفرت کرنے اور ایمان کی حفاظت کے لئے کڑھنے کا ذہن بنے گا۔

بقیہ حاشیہ..... کرنے والے اور بچے دودھ پینے والے نہ ہوتے تو تم پر ہدایت سے عذاب کی بارش ہوتی۔“

اس وقت بچے اپنی ماؤں سے جدا رکھے جائیں اور موٹی بھی ساتھ لے جائیں۔ غرض یہ کہ توجہِ رحمت کے تمام اسباب مہیا کریں اور تین دن متواتر جنگل کو جائیں اور دعا کریں اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ امام دو رکعت کے ساتھ نماز پڑھائے اور بہتر یہ ہے کہ پہلی میں مَبْسُوحِ اسْمِ اور دوسری میں هَلْ اَنْكَ پڑھے اور نماز کے بعد زمین پر کھڑا ہو کر خطبہ پڑھے اور دونوں خطبوں کے درمیان جلسہ کرے اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ ایک ہی خطبہ پڑھے اور خطبہ میں دُعا و تسبیح و استغفار کرے اور اثنائے خطبہ میں چادر لوٹ دے یعنی اوپر کا کنارہ نیچے اور نیچے کا اوپر کر دے کہ حال بدلنے کی قال ہو۔

خطبہ سے فارغ ہو کر لوگوں کی طرف پیٹھ اور قبلہ کو منہ کر کے دُعا کرے۔ بہتر وہ دُعا ہے جو احادیث میں وارد ہیں اور دُعا میں ہاتھوں کو خوب بلند کرے اور پشت دست (یعنی ہاتھوں کی پشت) جانب آسمان رکھے (یعنی اور دعاؤں میں تو قاعدہ یہ ہے کہ ہتھیلی آسمان کی طرف ہو، اور اس میں ہاتھ لوٹ دیں کہ حال بدلنے کی قال ہو)۔“ (بہار شریعت، نماز استسقا کا بیان، حصہ ۴، ص ۱۴۲)

پیش کش: مجلس المدینۃ العلمیہ (دعوتِ اسلامی)

## زکوٰۃ کے اسرار کا بیان

باب 5:

اللہ عزوجل کا فرمان عالیشان ہے:

وَالَّذِينَ يَكْنِزُونَ الذَّهَبَ وَالْفِضَّةَ وَلَا يَنْفِقُونَهَا  
فِي سَبِيلِ اللَّهِ لَنَجْزِيَنَّهُمْ بِهِمْ بَعْدَابٍ أَلِيمٌ 0  
ترجمہ کنز الایمان: اور وہ کہ جوڑ کر رکھتے ہیں سونا اور چاندی اور  
اسے اللہ کی راہ میں خرچ نہیں کرتے، انہیں خوشخبری سناؤ  
دردناک عذاب کی۔ (ب ۱۰، التوبہ: ۳۴)

اس آیت میں اللہ عزوجل کی راہ میں خرچ نہ کرنے سے مراد زکوٰۃ ادا نہ کرنا ہے۔

زکوٰۃ اسلام کی بنیاد اور اس کے پانچ ارکان میں سے ایک رکن ہے۔

حضرت سیدنا ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں اللہ کے محبوب، دانائے غیوب، منزّہ عن الغیوب عزوجل و صلی اللہ  
تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت سراپا عظمت میں حاضر ہوا آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کعبۃ اللہ شریف کے سائے میں تشریف فرما تھے،  
جب مجھے دیکھا تو فرمایا: ”رب کعبہ کی قسم! وہ زیادہ نقصان اٹھانے والے ہیں۔“ میں نے عرض کی: ”کون سے لوگ؟“ آپ صلی  
اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ”وہ لوگ جو زیادہ مال والے ہیں البتہ! وہ لوگ (اس سے خارج ہیں) جو اپنے آگے، پیچھے، دائیں،  
بائیں اس طرح، اس طرح خرچ کریں اور ایسے لوگ بہت کم ہیں۔ جو شخص اونٹ، گائے یا بکریوں کا مالک ہو اور ان کی زکوٰۃ نہ  
دے تو قیامت کے دن وہ جانور پہلے سے زیادہ موٹے تازے آئیں گے وہ اسے اپنے سینگوں سے ماریں گے اور پاؤں سے  
روندیں گے جب آخری گزر جائے گا تو پہلا دوبارہ آئے گا حتیٰ کہ لوگوں کے درمیان فیصلہ ہو جا۔“

(صحیح مسلم، کتاب الزکاة، باب تغلیظ عقوبة من لا یؤدی الزکاة، الحدیث ۲۳۰۰، ص ۸۳۴)

## وجوب زکوٰۃ کے اسباب

اپنے متعلقات کے اعتبار سے اس کی چھ قسمیں ہیں:

(۱) جانوروں کی زکوٰۃ (۲) سونے اور چاندی کی زکوٰۃ (۳) مال تجارت کی زکوٰۃ (۴) خزانے و معدنیات کی  
زکوٰۃ (۵) زمین کی فصل کی زکوٰۃ اور (۶) صدقہ فطر۔

## جانوروں کی زکوٰۃ:

یہ زکوٰۃ اور اس کے علاوہ دوسری قسم کی زکوٰۃ آزاد مسلمان پر واجب ہے۔ بالغ ہونا شرط نہیں بلکہ بچے اور پاگل کے مال

میں بھی زکوٰۃ واجب ہے۔

## مال میں زکوٰۃ واجب ہونے کی شرائط:

جہاں تک مال کا تعلق ہے تو اس کی پانچ شرائط ہیں: (۱) جانور ہو (۲) چرنے والا ہو (۳) سال تک باقی رہنے والا ہو (۴) نصاب کامل ہو اور (۵) مکمل طور پر اس کی ملکیت میں ہو۔

پہلی شرط: اس کا جانور ہونا ہے اور اونٹ، گائے اور بکری کے علاوہ جانوروں میں زکوٰۃ فرض نہیں، بکری اور ہرن، گھوڑے اور خچر کے ملاپ سے پیدا ہونے والے جانوروں میں بھی زکوٰۃ نہیں۔

دوسری شرط: چرنے والا ہو، پس پالتو جانور (یعنی جو گھر میں پالا جائے اس) پر زکوٰۃ نہیں اور نصاب کامل ہونا چاہئے۔

## اونٹوں کی زکوٰۃ:

جب تک پانچ اونٹ نہ ہوں ان پر زکوٰۃ نہیں۔ پانچ اونٹوں میں ایک سالہ بھیڑ ہوگی یا بکری جو تیسرے سال میں داخل ہوئے۔ دس اونٹوں میں دو بکریاں، پندرہ میں تین اور بیس میں چار بکریاں ہوں گی پچیس (۲۵) اونٹوں میں بنتِ مخاض (یعنی اونٹ کا وہ مادہ بچہ جو دوسرے سال میں داخل ہو چکا ہو) لازم ہوگا۔ اگر ایسا بچہ نہ ہو تو ابن لبون (یعنی وہ زکوٰۃ تیسرے سال میں داخل ہو چکا ہو) ہوگا اگرچہ بنتِ مخاض کو دوسرے سے خرید سکتا ہو۔ چھتیس (۳۶) اونٹوں میں ایک بنتِ لبون (دو سالہ مادہ جو تیسرے سال میں داخل ہو چکی ہو) ہوگی اور جب چھیالیس (۳۶) ہو جائیں تو اس میں ایک ہتھ ہے (یعنی جو اونٹ چوتھے سال میں داخل ہو) جب اکٹھ (۶۱) ہو جائیں تو ان میں ایک جذعہ (یعنی جو پانچویں سال میں داخل ہو) ہوگا۔ جب چھتر (۷۶) ہوں تو ان میں دو بنتِ لبون ہوں گے۔ جب اکیانوے (۹۱) ہو جائیں تو ان میں دو ہتھ ہوں گے۔ جب ایک سو اکیس (۱۲۱) ہو جائیں تو ان میں تین بنتِ لبون ہوں گے۔ جب ایک سو تیس (۱۳۰) ہو جائیں تو ان میں تین بنتِ لبون ہوں گے جب ایک سو تیس ہو جائیں تو حساب ٹھہر جائے گا تو اب ہر

۱: احناف کے نزدیک: زکوٰۃ واجب ہونے کے لئے یہ شرائط ہیں: (۱) مسلمان ہونا (۲) بلوغ (۳) عقل (۴) آزاد ہونا (۵) مال بقدر نصاب اس کی ملک میں ہونا (۶) پورے طور پر اس کا مالک ہو یعنی اس پر قابض بھی ہو (۷) نصاب کا دین سے فارغ ہونا (۸) نصاب حاجتِ اصلینہ سے فارغ ہو (۹) مال نامی ہونا اور (۱۰) سال گزرنے۔ (بہار شریعت، زکوٰۃ کا بیان، حصہ ۵ ص ۱۰ تا ۱۹) زکوٰۃ کی شرائط و مسائل تفصیلی طور پر جاننے کے لئے بہار شریعت، حصہ ۵ کا مطالعہ فرمائیں۔

۲: احناف کے نزدیک: ”زکوٰۃ میں جو بکری دی جائے وہ سال بھر سے کم کی نہ ہو۔ بکری دیں یا بکرا، اس کا اختیار ہے۔“

(ردالمحتار، کتاب الزکاة، باب نصاب الابل، ج ۳، ص ۲۳۸)

پیش کش: مجلس المدینۃ العلمیہ (دعوتِ اسلامی)

چالیس پر ایک بنت لبون اور ہر پچاس پر ایک جھہ ہوگا۔

## گائے کی زکوٰۃ: ۲

تیس سے کم گائیں ہوں تو ان پر زکوٰۃ نہیں جب تیس ہو جائیں تو ایک تیج ہوگا یعنی وہ بچہ جو دوسرے سال میں داخل ہو چکا ہو، پھر چالیس گائے میں ایک مُسنہ ہے یعنی جو تیسرے سال میں داخل ہو چکی ہو، پھر ساٹھ میں دو تیج ہوں گے اور حساب ٹھہر جائے گا پھر چالیس پر ایک مُسنہ اور ہر تیس پر ایک تیج ہوگا۔ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ.

## بکریوں کی زکوٰۃ:

بکریاں جب تک چالیس نہ ہوں ان پر زکوٰۃ فرض نہیں، جب چالیس ہو جائیں تو ایک بکری یا بکری کا دو سالہ بچہ ہوگا، پھر ایک سو بیس تک یہی حکم ہے۔ ایک سو اکیس میں دو بکریاں لازم ہوں گی، پھر دو سو ایک میں تین بکریاں ہوں گی اور چار سو میں چار بکریاں ہوں گی، پھر حساب رک جائے گا اور اب ہر سو میں ایک بکری ہوگی۔

دو آدمی شریک ہوں تو ان پر بھی اس طرح زکوٰۃ ہوگی جس طرح ایک مالک نصاب کے مال میں زکوٰۃ ہوتی ہے اور شرکت میں شرط یہ ہے کہ وہ تمام احوال میں اکٹھے ہوں گے، پڑوس کی شرکت حصوں کی شرکت کی طرح ہے۔

## زمین کی فصل کی زکوٰۃ:

ہر وہ اگنے والی چیز جسے بطور غذا استعمال کرتے ہیں جب بیس من ہو تو اس میں عشر واجب ہے۔ ۳

۱: احناف کے نزدیک: ”پانچ اونٹ سے کم میں زکوٰۃ واجب نہیں اور جب پانچ یا پانچ سے زیادہ ہوں، مگر پچیس سے کم ہوں تو ہر پانچ میں ایک بکری واجب ہے یعنی پانچ ہوں تو ایک بکری، دس ہوں تو دو۔ وَعَلَىٰ هَذَا الْقِيَاسِ. اور اگر پچیس اونٹ ہوں تو ایک بنت مخاض یعنی اونٹ کا بچہ مادہ جو ایک سال کا ہو چکا، دوسری برس میں ہو۔ پینتیس تک یہی حکم ہے یعنی وہی بنت مخاض دیں گے۔ چھتیس سے پینتالیس تک میں ایک بنت لبون یعنی اونٹ کا مادہ بچہ جو دو سال کا ہو چکا اور تیسری برس میں ہے۔ چھیالیس سے ساٹھ تک میں جھہ یعنی اونٹنی جو تین برس کی ہو چکی چوتھی میں ہو۔ اکٹھ سے پچتر تک جذعہ یعنی چار سال کی اونٹنی جو پانچویں میں ہو۔ چھتر سے نوے تک میں دو بنت لبون۔ اکانوے سے ایک سو بیس تک میں دو جھہ۔ اس کے بعد ایک سو پینتالیس تک دو جھہ اور ہر پانچ میں ایک بکری۔ مثلاً ایک سو پچیس میں دو جھہ ایک بکری اور ایک سو تیس میں دو جھہ دو بکریاں۔ وَعَلَىٰ هَذَا الْقِيَاسِ.“ (بہار شریعت، حصہ ۵، ص ۲۹)

۲: احناف کے نزدیک: ”گائے بھینس کی زکوٰۃ میں اختیار ہے کہ نر لیا جائے یا مادہ مگر افضل یہ ہے کہ گائیں زیادہ ہوں تو پچھیا اور نر زیادہ ہوں تو پچھرا۔“

(الفتاویٰ الہندیۃ، کتاب الزکوٰۃ، الباب الثانی فی صدقۃ السوائم، الفصل الثالث، ج ۱، ص ۱۷۸)

۳: احناف کے نزدیک: ”اس میں نصاب بھی شرط نہیں۔ ایک صاع بھی پیداوار ہو تو عشر (یعنی دسواں حصہ) واجب ہے۔“

(الدر المختار و رد المحتار، کتاب الزکوٰۃ، باب العشر، ج ۳، ص ۳۱۳)

پیش کش: مجلس المدینۃ العلمیہ (دعوتِ اسلامی)

## سونے چاندی کی زکوٰۃ:

جب مکہ مکرمہ کے وزن کے مطابق دو سو درہموں پر سال گزر جائے اور خالص چاندی ہو تو اس میں پانچ درہم ہوں گے، جبکہ مکہ مکرمہ کے وزن کے مطابق بیس دینار کا خالص سونا ہو تو اس پر چالیسواں حصہ ہے اور جو زیادہ ہو اس میں اسی حساب سے زکوٰۃ ہوگی اگرچہ ایک دانق ہو (یعنی درہم کے چھٹے حصہ کا سکہ) سونے کی ڈلی اور ممنوعہ زیور (جیسے سونے چاندی کے برتن وغیرہ) میں زکوٰۃ واجب ہے۔ سونے چاندی کے علاوہ معدنیات میں زکوٰۃ واجب نہیں۔ سونے چاندی کو نکالنے، حاصل کرنے، بھٹی سے گزارنے اور خالص کر لینے کے بعد چالیسواں حصہ لیا جائے گا۔ دو اقوال میں سے زیادہ صحیح قول یہی ہے سال گزرنے کے بارے میں دو قول ہیں۔ ایک قول کے مطابق پانچواں حصہ لازم ہوگا۔ اس صورت میں سال گزرنے کا اعتبار نہ ہوگا۔ اور کیا نصاب کا اعتبار کیا جائے گا؟ اس کے متعلق دو قول ہیں (یعنی بعض کے نزدیک سال گزرنے کا اعتبار کیا جائے گا جبکہ بعض کے نزدیک اس کا کوئی اعتبار نہیں)۔

## صدقہ فطری:

صدقہ فطری سرکارِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی زبان مبارک سے ہر اس مسلمان پر واجب ہے جس کے پاس اپنے اور اپنے زیر کفالت لوگوں کے لئے عید الفطر اور اس کے رات کے کھانے سے ایک صاع زائد ان چیزوں میں سے ہو جن کو بطور غذا استعمال کیا جاتا ہے، اور اس کا اندازہ رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے صاع سے ہو گا یہ دو سیر اور ایک سیر کا تہائی حصہ ہے وہ اسے اپنے کھانے کی جنس سے یا اس سے افضل سے نکالے گا اور اسے اس طرح تقسیم کرے گا جس طرح زکوٰۃ کا مال تقسیم کیا جاتا ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ”ان لوگوں کی طرف سے صدقہ فطری ادا کرو جو تمہاری کفالت میں ہیں۔“ (السنن الکبریٰ للبیہقی، کتاب الزکاة، باب اخراج زکاة الفطر..... الخ، الحدیث ۷۶۸۵، ج ۴، ص ۲۷۲، مفہوماً)

## زکوٰۃ کی ادائیگی اور اس کی شرائط:

زکوٰۃ میں پہلی شرط نیت ہے یعنی دل سے فرض زکوٰۃ کی نیت کرے۔ مجنون اور بچے کی طرف سے ولی کی نیت قائم مقام ہو جاتی ہے جو شخص مال زکوٰۃ نہیں دیتا تو بادشاہ کی نیت اس کے قائم مقام ہو جاتی ہے۔

صدقہ فطری کو عید کے دن سے مؤخر نہیں کرنا چاہئے اور اس کے وجوب کا وقت رمضان المبارک کے آخری دن غروب

احناف کے نزدیک: ”صدقہ فطری ہر مسلمان آزاد مالک نصاب پر جس کی نصاب حاجتِ اصلیہ سے فارغ ہو واجب ہے اس میں عاقل بالغ اور مال نامی ہونے کی شرط نہیں۔“ (الدر المختار، کتاب الزکاة، باب صدقہ الفطر، ج ۳، ص ۳۶۲-۳۶۵)

پیش کش: مجلس المدینۃ العلمیہ (دعوتِ اسلامی)

آفتاب سے شروع ہو جاتا ہے۔ اور جلدی دینے کا وقت رمضان المبارک کا پورا مہینہ ہے۔ جو شخص قدرت ہونے کے باوجود زکوٰۃ کی ادائیگی میں تاخیر کرے تو وہ گناہگار ہوگا اگرچہ مال ہلاک ہو جائے لیکن زکوٰۃ اس سے ساقط نہ ہوگی۔ اور قدرت کا مطلب یہ ہے کہ اُسے مستحق زکوٰۃ مل جائے اور اگر مستحق نہ ملنے کی وجہ سے تاخیر کرے اور مال ہلاک ہو جائے تو زکوٰۃ ساقط ہو جائے گی۔

زکوٰۃ ادا کرنے والے کو اس شہر میں مصارف زکوٰۃ کی تعداد کے مطابق مال تقسیم کرنا چاہئے اور مصارف کی تمام اقسام کا احاطہ کرنا چاہئے۔ ان آٹھ مستحقین میں سے دو اقسام اکثر شہروں میں نہیں پائی جاتیں وہ مؤلفۃ القلوب سے اور زکوٰۃ کے لئے کام کرنے والے ہیں۔ چار اقسام تمام شہروں میں پائی جاتی ہیں: فقراء، مساکین، مقروض اور مسافر۔ اور دو اقسام بعض شہروں میں پائی جاتی ہیں، بعض میں نہیں وہ جہاد کرنے والے اور مکاتب ہیں۔

جتنی اقسام کے لوگ اپنے شہر میں مل جائیں ان کی تعداد کے مطابق ان میں مال تقسیم کر دے پھر ہر قسم کو تین قسموں میں تقسیم کرے یا زیادہ حصے کر دے ایک قسم کے تحت سب کو برابر برابر دینا واجب نہیں اور جب نیک آدمی کو زکوٰۃ دینے پر قادر ہو تو بہتر ہے کہ اسے دے اور وہ متقی، عالم اور مستور الحال (یعنی جس کے حالات لوگوں سے پوشیدہ ہوں) اور (جسے زکوٰۃ دے) وہ اس کے رشتہ داروں میں سے ہو اور جب اس میں یہ باتیں پائی جائیں تو اب زکوٰۃ کی قبولیت کے زیادہ قریب ہے۔ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ۔

## زکوٰۃ وصول کرنے والوں کا بیان

زکوٰۃ کا مستحق وہ ہے جو آزاد ہو، مسلمان ہو اور وہ ہاشمی و مطلبی نہ ہو اور بچے اور پاگل کو زکوٰۃ دینا جائز ہے بشرطیکہ ان کا ولی قبضہ کرے۔

۱: احناف کے نزدیک: عید کے دن صبح صادق طلوع ہوتے ہی صدقہ فطر واجب ہوتا ہے۔ لہذا جو شخص صبح ہونے سے پہلے مر گیا یا غنی تھا فقیر ہو گیا یا صبح طلوع ہونے کے بعد کافر مسلمان ہو یا بچہ پیدا ہو یا فقیر تھا غنی ہو گیا تو واجب نہ ہوا۔ اور اگر صبح طلوع ہونے کے بعد مر یا صبح طلوع ہونے سے پہلے کافر مسلمان ہو یا بچہ پیدا ہو یا فقیر تھا غنی ہو گیا تو واجب ہے۔“ (الفتاویٰ الہندیہ، کتاب الزکاة، الباب الثامن فی صدقة الفطر، ج ۱، ص ۱۹۲)

۲: احناف کے نزدیک: اگر کل مال ہلاک ہو گیا تو کل کی زکوٰۃ ساقط ہوگی اور کچھ ہلاک ہو تو جتنا ہلاک ہو اس کی ساقط اور جو باقی ہے اس کی واجب اگرچہ وہ بقدر نصاب نہ ہو۔ ہلاک کے یہ معنی ہیں کہ بغیر اس کے فعل کے ضائع ہو گیا مثلاً چوری ہوگئی یا کسی کو قرض و عاریت دی اُس نے انکار کر دیا اور گواہ نہیں یا وہ مر گیا اور کچھ ترکہ میں نہ چھوڑا اور اگر اپنے فعل سے ہلاک کیا مثلاً صرف کر ڈالا یا پھینک دیا یا غنی کو بہہ کر دیا تو زکوٰۃ بدستور واجب الادا ہے ایک پیسہ بھی ساقط نہ ہوگا اگرچہ بالکل نادر ہو۔“ (الفتاویٰ الہندیہ، کتاب الزکاة، الباب الاول، ج ۱، ص ۱۷۱)

۳: ”مؤلفۃ القلوب سے مراد وہ لوگ ہیں جنہیں اسلام کی طرف مائل کرنے کے لئے زکوٰۃ دی جائے۔“ (لغة الفقہاء، ص ۴۹۷)

۴: ”مکاتب وہ غلام ہے جس کو مالک نے کہا ہوتی رقم دے دے تو آزاد ہے۔“ (لغة الفقہاء، ص ۴۵۵)

پیش کش: مجلس المدینۃ العلمیہ (دعوت اسلامی)

## مصارف زکوٰۃ کی اقسام:

اس کی آٹھ اقسام ہیں: (۱) فقیر: وہ شخص ہے جس کے پاس نہ مال ہو نہ وہ کمانے پر قادر ہو۔ (۲) مسکین: وہ شخص ہے جس کی آمدنی سے خرچ پورا نہ ہوتا ہو۔ (۳) عامل: یہ وہ لوگ ہیں جو زکوٰۃ کا مال جمع کرتے ہیں۔ (۴) مؤلفیہ القلوب: یہ وہ معزز لوگ ہیں جو اسلام قبول کرتے ہیں اور قوم ان کی اطاعت کرتی ہے اور انہیں دینے کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ ان کی قوم کو اسلام قبول کرنے میں رغبت ہو۔

(۵) مکاتب: اس کا حصہ اسے اور اس کے آقا کو دینا جائز ہے اور آقا اپنے مکاتب غلام کو زکوٰۃ نہیں دے سکتا۔ (مکاتب اس غلام کو کہتے ہیں جس نے اپنے آقا سے مال معین کے بدلہ میں آزادی طے کی ہو)

(۶) غارم: اس شخص کو کہتے ہیں جو کسی جائز کام کے لئے قرض لیتا ہے اور یہ فقیر ہے جو اتنے مال کا مالک نہیں ہوتا کہ قرض ادا کر سکے پس اگر اس نے کسی گناہ کے کام کے لئے قرض لیا تو جب تک تو بہ نہ کرے اسے زکوٰۃ نہ دی جائے اور اگر قرض کسی امیر نے لیا لیکن کسی مصلحت کے لئے یا کسی فتنے کو ختم کرنے کے لئے لیا تو اسے بھی زکوٰۃ دینا جائز ہے۔

(۷) مجاہد: وہ ہے جس کا نام و وظیفہ حاصل کرنے والوں کے رجسٹر میں نہ ہو اگرچہ وہ مالدار ہو لیکن اسے اس کا حصہ دیا جائے گا۔ (۸) مسافر: جس کے پاس سفر میں اپنے گھر تک پہنچنے کیلئے زاد راہ نہ ہو اور اسے اس صورت میں زکوٰۃ دینا جائز ہے جب سفر کسی جائز مقصد کے لئے ہو۔

فقیر، مسکین، مسافر اور نمازی کے کہنے پر کہ وہ ایسا ہے اعتماد کیا جائے گا، غازی اور مجاہد اگر اپنا وعدہ پورا نہ کریں تو ان سے مال واپس لے لیا جائے اور دیگر اقسام میں گواہوں کا ہونا ضروری ہے۔ واللہ اعلم

## نفلی صدقہ کا بیان

اللہ کے محبوب، دانائے غیوب، مُنَزَّہٌ عَنِ الْعُیُوبِ عَزَّ وَجَلَّ وَصَلَّى اللهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ”جہنم سے بچو اگرچہ کھجور کے ایک ٹکڑے کے ذریعے ہو، اگر یہ نہ پاؤ تو اچھے کلمہ کے ذریعے بچو۔“

(صحیح مسلم، کتاب الزکاة، باب الحث علی الصدقة..... الخ، الحدیث ۲۳۵۰، ص ۸۳۸)

حَسَنِ اخْلَاقِ كَيْفِ بَيْكِرِ، نَبِيِّنَ كَيْفِ تَاجِرِ، مَحْبُوبِ رَبِّ اكْبَرِ عَزَّ وَجَلَّ وَصَلَّى اللهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ کا فرمان عالی شان ہے: ”جو بندہ

احناف کے نزدیک زکوٰۃ کے مصارف سات ہیں: (۱) فقیر (۲) مسکین (۳) عامل (۴) رقاب (۵) غارم (۶) فی سبیل اللہ (۷) ابن سبیل۔“

(الدر المختار، کتاب الزکاة، باب المصرف، ج ۳، ص ۳۳۳-۳۴۰) ان کی تفصیل جاننے کے لئے بہار شریعت، حصہ ۵، ص ۵۹ کا مطالعہ کریں۔



اچھا صدقہ دیتا ہے اللہ عزوجل اس کی اولاد کے ساتھ اچھا برتاؤ فرماتا ہے۔“

(الزهد لابن مبارک، باب الصدقة، الحدیث ۶۴۶، ص ۲۲۷، ذریعہ: بدلہ: ترکہ)

شہنشاہِ مدینہ، قرارِ قلب و سینہ، صاحبِ معطرِ پسینہ، باعثِ نُر و لبِ سیکینہ، فیضِ گنجینہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا ارشادِ پاک ہے:

”صدقہ برائی کے ستر دروازوں کو بند کر دیتا ہے۔“ (المعجم الکبیر، الحدیث ۴۴۰۲، ج ۴، ص ۲۷۴)

نبی کریم، رءوف رحیم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں عرض کیا گیا: ”کون سا صدقہ افضل ہے؟“ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ”تم اس حال میں صدقہ کرو کہ تندرست ہو، مال کی حرص رکھنے والے نہ ہو، غناء کی امید رکھنے والے اور فاقے سے ڈرنے والے ہو اور تاخیر نہ کرو یہاں تک کہ موت آجائے تم کہو فلاں کے لئے اتنا ہے اور فلاں کے لئے اتنا ہے۔“

(صحیح البخاری، کتاب الزکاة، باب فضل صدقة الشحيح الصحيح، الحدیث ۱۴۱۹، ص ۱۱۱)

صدقہ کو چھپا کر یا علانیہ دینے میں کوئی حرج نہیں حضرت سیدنا ابراہیم خواص اور حضرت سیدنا جنید رضی اللہ عنہما کے خیال میں صدقے کا مال لینا زکوٰۃ کا مال لینے سے افضل ہے کیونکہ زکوٰۃ لینے میں فقراء کی مزاحمت ہے اور کیونکہ زکوٰۃ کے لئے بہت سی شرائط ہیں اور اکثر زکوٰۃ لینے والے میں وہ شرائط مکمل طور پر نہیں پائی جاتیں۔ بعض بزرگوں کا قول ہے کہ زکوٰۃ میں سے لینا بہتر ہے کیونکہ یہ واجب کی ادائیگی پر مدد کرنا ہے اور اس میں نفس کی سرکشی کو توڑنا اور اسے رسوا کرنا پایا جاتا ہے اس صورت میں بھی معاملہ قریب قریب ہی ہے، اس بات کو سمجھ لو فائدہ ہوگا۔ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ.

## اللہ عزوجل کے نیک بندے حاجات کو پورا کرتے ہیں

دو فرامینِ مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم:

(۱)..... ”بے شک اللہ عزوجل نے بعض بندوں کو اپنی رضا کے لئے لوگوں کی حاجات پورا کرنے کے لئے

خاص کر لیا ہے اور اس نے عہد فرمایا ہے کہ انہیں عذاب نہ دے گا، پھر جب قیامت کا دن ہوگا تو انہیں نور کے منبروں پر بٹھایا جائے گا، وہ اللہ عزوجل سے کلام کرتے ہوں اور لوگ حساب میں ہوں گے۔“

(فیض القدير، حرف الهمزة تحت الحدیث ۲۳۵۰، ج ۲، ص ۶-۷۰۵)

(۲)..... ”اللہ عزوجل کے کچھ بندے ہیں کہ لوگ گھبرائے ہوئے اپنی حاجات ان کے پاس لاتے

ہیں، یہ بندے قیامت کے دن عذابِ الہی عزوجل سے امن میں ہوں گے۔“

(کنز العمال، کتاب الزکاة، الحدیث ۱۶۴۶۱، ج ۶، ص ۱۹۰)

باب 6:

## روزے کے اسرار کا بیان

سرکارِ مدینہ، راحتِ قلب و سینہ، سلطانِ باقرینہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں۔ کہ اللہ عزوجل ارشاد فرماتا ہے: ”ہر نیکی کا اجر دس سے سات سو گنا تک ہے سوائے روزے کے، بے شک وہ میرے لئے ہے اور میں ہی اس کی جزا دوں گا۔“

(موطأ للإمام مالک، کتاب الصیام، باب جامع الصیام، الحدیث ۷۰۴، ج ۱، ص ۲۸۵)

رسول اللہ عزوجل وصلى اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ”اس ذات کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے! روزے دار کے منہ کی بو اللہ عزوجل کے نزدیک کستوری سے زیادہ خوشبودار ہے، اللہ عزوجل فرماتا ہے کہ: ”یہ شخص اپنی خواہش اور کھانے پینے کو میرے لئے چھوڑتا ہے، پس روزہ میرے لئے ہے اور میں ہی اس کی جزا دوں گا۔“

(موطأ للإمام مالک، کتاب الصیام، باب جامع الصیام، الحدیث ۷۰۴، ج ۱، ص ۲۸۵)

حضور نبی پاک، صاحبِ نؤ لاک، سیاحِ افلاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا فرمانِ عالیشان ہے: ”بے شک شیطان انسان میں خون کی طرح دوڑتا ہے، پس بھوک کے ذریعے اس کے زاستوں کو تنگ کرو۔“

(سنن ابی داؤد، کتاب السنۃ، باب فی ذراری المشرکین، الحدیث ۴۷۱۹، ص ۱۵۷۰، بدون: فضیقا محاربه بالجوع)

اسی لئے نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت سیدتنا عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے ارشاد فرمایا: ”جنت کا دروازہ ہمیشہ کھٹکھٹاتی رہو۔“ انہوں نے عرض کیا: ”کس چیز کے ساتھ؟“ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ”بھوک کے ساتھ۔“

نبی مکرم، نور مجسم، رسول اکرم، شہنشاہِ بنی آدم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا فرمانِ ذیشان ہے: ”اگر انسانوں کے دلوں پر شیطانوں کی آمدورفت نہ ہوتی تو وہ آسمانوں کی بادشاہی دیکھ لیتے۔“

(المسند للإمام احمد بن حنبل، مسند ابی ہریرۃ، الحدیث ۸۶۴۸، ج ۳، ص ۲۶۹ تا ۲۷۰، بتغییر قلیل)

روزہ خواہشات کے ختم کرنے میں مدد دیتا ہے۔ (یہ خواہشات کو توڑنے کے باب میں آئے گا ان شاء اللہ عزوجل) جان لو! رمضان المبارک کے چاند کا ثبوت ایک عادل شخص کی گواہی سے ثابت ہو جاتا ہے اور شوال المکرم کا چاند دو عادل آدمیوں کی گواہی سے ثابت ہوتا ہے، اگرچہ قاضی اس کا فیصلہ کرے یا نہ کرے، ہر شخص اپنے غلبہِ ظن کے مطابق عمل کرے گا اور اس پر رات کو نیت کرنا لازم ہے۔ اور اس پر واجب ہے کہ وہ رمضان المبارک کے روزے کے فرض ہونے کی نیت کرے

ان احناف کے نزدیک: ”ادائے روزہ رمضان اور نذر معین اور نفل کے روزوں کے لئے نیت کا وقت غروبِ آفتاب سے ضحوة کبریٰ تک ہے۔ اس وقت میں جب نیت کر لے یہ روزے ہو جائیں گے۔ لہذا آفتاب ڈوبنے سے پہلے نیت کی کہ کل روزہ رکھوں گا۔ پھر بے ہوش ہو گیا اور ضحوة کبریٰ کے بعد ہوش آیا تو یہ روزہ نہ ہوا اور آفتاب ڈوبنے کے بعد نیت کی تھی تو ہو گیا۔“

(الدر المختار و رد المحتار، کتاب الصوم، ج ۳، ص ۳۹۳)

پیش کش: مجلس المدینۃ العلمیہ (دعوتِ اسلامی)

اور اگر شک کی رات نیت کی کہ اگر صبح رمضان المبارک کا دن ہو تو روزہ رکھوں گا تو نیت صحیح نہ ہوگی۔

روزہ سے مراد یہ ہے کہ وہ کسی بھی چیز کو پیٹ میں داخل ہونے سے روکے، پس کھانے، پینے، ناک میں کسی چیز کے چڑھانے اور حقنہ لینے سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے اور زرگ کٹوانے، پچھنہ لگوانے، سرمہ ڈالنے اور کان یا عضو تناسل کے سوراخ میں سلانی ڈالنے سے روزہ نہیں ٹوٹتا۔ البتہ! اگر عضو تناسل کے سوراخ میں ایسی چیز ڈالی جو مٹانے تک پہنچ گئی تو روزہ ٹوٹ جائے گا۔ اور جو چیزیں ارادے کے بغیر داخل ہو جائیں، جیسے راستے کا گرد و غبار یا کھسی پیٹ میں چلی جائے، کلی کرتے یا ناک میں پانی ڈالتے ہوئے پانی پیٹ تک پہنچ جائے، جب تک مبالغہ نہ کرے روزہ نہیں ٹوٹے گا۔ اگر غروب آفتاب سے قبل یہ گمان کرتے ہوئے کھائے کہ رات ہے پھر پتہ چلے کہ دن ہے تو اس کا روزہ ٹوٹ جائے گا اگر بھول کر کھائے پئے تو نہیں ٹوٹے گا اگر اپنے حلق یا سینے سے بلغم کھینچ کر نکل لے تو روزہ نہیں ٹوٹے گا، کیونکہ ابتلائے عام (یعنی اس میں عوام و خواص کے مبتلا ہونے) کی وجہ سے رخصت ہے۔ کفارہ صرف جماع (یعنی ہم بستری) سے واجب ہوتا ہے۔ منی نکالنے اور کھانے پینے سے کفارہ واجب نہیں ہوتا۔ روزے کا کفارہ ایک غلام آزاد کرنا ہے۔ اگر غلام نہ ہو تو مسلسل دو مہینے کے روزے رکھنا ہے۔ اگر اس سے بھی عاجز ہو تو ساٹھ مسکینوں کو ایک ایک مد (یعنی ایک کلو) کھانا کھلانا ہے۔

۱: احناف کے نزدیک: "یوم الشک کے روزہ میں یہ پکارا رہا کر لے کہ یہ روزہ نفل ہے ترڈ دن رہے، یوں نہ ہو کہ اگر رمضان ہے تو یہ روزہ رمضان کا ہے، ورنہ نفل کا یا یوں کہ اگر آج رمضان کا دن ہے تو یہ روزہ رمضان کا ہے، ورنہ کسی اور واجب کا کہ یہ دونوں صورتیں مکروہ ہیں۔ پھر اگر اس دن کار رمضان ہونا ثابت ہو جائے تو فرض رمضان ادا ہوگا۔ ورنہ دونوں صورتوں میں نفل ہے اور گنہگار بہر حال ہو اور یوں بھی نیت نہ کرے کہ یہ دن رمضان کا ہے تو روزہ ہے، ورنہ روزہ نہیں کہ اس صورت میں تو نہ نیت ہی ہوئی، نہ روزہ ہو اور اگر نفل کا پورا ارادہ ہے مگر کبھی کبھی دل میں یہ خیال گزر جاتا ہے کہ شاید آج رمضان کا دن ہو تو اس میں حرج نہیں۔"

(الفتاویٰ الہندیہ، کتاب الصوم، الباب الأول، ج ۱، ص ۲۰۰ بالدر المختار و رد المحتار، کتاب الصوم، مبحث فی صوم یوم الشک، ج ۳، ص ۴۰۳)

۲: احناف کے نزدیک: "مرد نے پیشاب کے سوراخ میں پانی یا تیل ڈالا تو روزہ نہ گیا اگرچہ مٹانے تک پہنچ گیا اور عورت نے شرمگاہ میں پچکایا تو جاتا رہا۔"

(الفتاویٰ الہندیہ، کتاب الصوم، الباب الرابع فیما یفسد وما لا یفسد، ج ۱، ص ۲۰۴)

۳: احناف کے نزدیک: "کلی کر رہا تھا بلا قصد پانی حلق سے اتر گیا یا ناک میں پانی چڑھایا اور دماغ کو چڑھ گیا روزہ جاتا رہا، مگر جب کہ روزہ ہونا بھول گیا ہو تو نہ ٹوٹے گا اگرچہ قصد ہو۔ یونہی کسی نے روزہ دار کی طرف کوئی چیز پھینکی وہ اس کے حلق میں چلی گئی روزہ جاتا رہا۔"

(الفتاویٰ الہندیہ، کتاب الصوم، الباب الرابع فیما یفسد وما لا یفسد، ج ۱، ص ۲۰۲)

۴: احناف کے نزدیک: "قصداً کھانے پینے اور جماع سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے اور کفارہ لازم ہوتا ہے۔" (ملخصاً از بہار شریعت، حصہ ۵، ص ۱۲۶)

۵: روزہ توڑنے کا کفارہ یہ ہے کہ ممکن ہو تو ایک رقبہ یعنی باندی یا غلام آزاد کرے اور یہ نہ کر سکے مثلاً اس کے پاس نہ لوٹدی غلام ہے، نہ اتنا مال کہ خریدے یا مال تو ہے مگر رقبہ (یعنی غلام) میسر نہیں جیسے آج کل یہاں ہندوستان میں۔ تو پے درپے ساٹھ روزے رکھے، یہ بھی نہ کر سکے تو ساٹھ (۶۰) مساکین کو بھر بھر پیٹ دونوں وقت کھانا کھلائے اور روزے کی صورت میں اگر درمیان میں ایک دن کا بھی چھوٹ گیا..... بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر

## روزے کے درجات کا بیان:

جان لو! روزے کے تین درجے ہیں: (۱) عوام (یعنی عام لوگوں) کا روزہ (۲) خواص (یعنی خاص لوگوں) کا روزہ (۳) خاص الخاص کا روزہ۔

عام لوگوں کا روزہ پیٹ اور شرمگاہ کو خواہش کی تکمیل سے روکنا ہے۔

خاص لوگوں کا روزہ کان، آنکھ، زبان، ہاتھ، پاؤں اور تمام اعضاء کو گناہوں سے روکنا ہے۔

خاص الخاص کا روزہ دل کو تمام بُرے خیالات اور دنیاوی افکار بلکہ اللہ عزوجل کے سوا ہر چیز سے بالکل خالی کر دینا ہے۔

اور روزہ ہر اس چیز سے ٹوٹ جاتا ہے جو روزے کے منافی ہو۔

نور کے پیکر، تمام نبیوں کے سرور، دو جہاں کے تاجور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا فرمانِ ذی وقار ہے: ”پانچ چیزیں روزہ

دار کے روزے کو توڑ دیتی ہیں: ”جھوٹ، غیبت، چغلی، جھوٹی قسم اور شہوت کی ساتھ کسی کو دیکھنا۔“

(فردوس الاخبار للذیلمی، باب النخاء، الحدیث ۱، ۲۸۰، ج ۱، ص ۳۷۷)

پس حالتِ روزہ میں اعضاء کو گناہوں سے بچانا خاص لوگوں کے لئے زیادہ ضروری ہے۔ چاہئے کہ حلال کھانا بھی پیٹ بھر

کرنہ کھائے۔ اللہ عزوجل کی بارگاہ میں پیٹ سے بُرا کوئی برتن نہیں جو بھرا ہوا ہو، اور اس کا دل خوف اور امید کے درمیان

مضطرب رہنا چاہئے، کہ کیا اس کا روزہ قبول بھی ہو یا اس کی قسمت میں بھوک، پیاس اور تھکاوٹ ہی تھی؟

مردی ہے کہ ”بہت سے روزہ دار ایسے ہیں جن کو اپنے روزے سے بھوک و پیاس کے سوا کچھ نہیں ملتا۔“

(سنن ابن ماجہ، ابواب الصیام، باب ماجاء فی الغیبة والرفث للضائم، الحدیث ۱۶۹، ص ۲۵۷۸، مفہوماً)

کیونکہ روزے کا مقصد خواہش سے رُکنا ہے اور یہ چیز کھانے پینے سے رُکنے پر ہی محدود نہیں ہو سکتی، کہ وہ کسی کو شہوت

کی نظر سے دیکھ لے، غیبت کرے، چغلی کھائے یا جھوٹ بولے یہ تمام چیزیں روزے کو توڑ دیتی ہیں۔

بقیہ حاشیہ..... تو اب سے ساٹھ (۶۰) روزے رکھے، پہلے کے روزے محسوب (یعنی شمار) نہ ہوں گے اگرچہ انسٹھ (۵۹) رکھ چکا تھا۔ اگرچہ بیماری وغیرہ کسی عذر

کے سبب چھوٹا ہو۔ مگر عورت کو حیض آجائے تو حیض کی وجہ سے جتنے ناغے ہوئے یہ ناغے نہیں شمار کئے جائیں گے یعنی پہلے کے روزے اور حیض کے بعد والے

دونوں مل کر ساٹھ (۶۰) ہو جانے سے کفارہ ادا ہو جائے گا۔ (رد المحتار، کتاب الصوم، باب ما یفسد الصوم وما لا یفسده، مطلب فی الکفارة، ج ۳،

ص ۴۴۷۔ الفتاویٰ الرضویة (مترجمہ)، ج ۱۰، ص ۵۹۵ وغیرہما)

پیش کش: مجلس المدینة العلمیہ (دعوتِ اسلامی)

## نفلی روزوں کا بیان

جان لو! فضیلت والے دنوں میں روزوں کا مستحب ہونا مؤکد ہے اور فضیلت والے دنوں میں سے بعض سال میں ایک بار، بعض ہر مہینے اور بعض ہر ہفتے میں پائے جاتے ہیں۔

سال میں رمضان المبارک کے بعد عَزْرَفہ (یعنی نُوذوالحجہ) کا دن، اِدسویں محرم کا دن، ذوالحجہ کے پہلے دس دن، محرم الحرام کے پہلے دس دن اور عزت والے مہینے (ذوالقعدہ، ذوالحجہ، محرم اور رجب) روزوں کے لئے عمدہ دن ہیں اور سرکارِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم شعبان المعظم میں بکثرت روزے رکھتے، حتیٰ کہ گمان ہونے لگتا کہ یہ رمضان ہے۔“

(صحیح البخاری، کتاب الصوم، باب صوم شعبان، الحدیث ۱۹۶۹، ص ۱۵۴، بتغییر)

حدیث مبارکہ میں ہے: ”رمضان المبارک کے بعد افضل روزے محرم کے ہیں۔“

(صحیح مسلم، کتاب الصیام، باب فضل صوم المحرم، الحدیث ۲۷۵۶، ص ۸۶۶)

سید المبلغین، رَحْمَةُ اللّٰهِ عَلَیْہِمْ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا فرمانِ عظمت نشان ہے ”ماہ محرم کا ایک روزہ دوسرے مہینوں کے تیس روزوں سے افضل ہے اور رمضان المبارک کا ایک روزہ محرم الحرام کے تیس روزوں سے افضل ہے۔“

(المعجم الصغیر للطبرانی، الحدیث ۹۶۰، ج ۲، ص ۷۱، بتغییر قلیل)

اور جو شخص عزت والے مہینوں میں جمعرات، جمعہ اور ہفتہ کا روزہ رکھے، اللہ عزوجل اس کے لئے سات سو سال کی عبادت کا ثواب لکھتا ہے۔“ فضیلت والے مہینے ذوالحجہ الحرام، محرم الحرام، رجب المرجب اور شعبان المعظم ہیں اور عزت والے ذوالقعدہ، ذوالحجہ، محرم اور رجب ہیں ان میں ایک (رجب کا) مہینہ الگ ہے اور تین مسلسل ہیں۔“

روزوں کے وہ دن جو مہینے میں تکرار سے آتے ہیں (یعنی ہر مہینے آتے ہیں) وہ مہینے کا پہلا، درمیانی یعنی ایام بیض اور آخری دن ہیں اور ایام بیض تیرہ، چودہ اور پندرہ تاریخ ہے۔ اور ہر ہفتے میں آنے والے روزوں کے دن پیر، جمعرات اور جمعہ کے ہیں۔ صوم الدھر (یعنی عمر بھر روزے رکھنا) تمام دنوں کو شامل ہے اور ہمیشہ روزہ رکھنے کے مکروہ ہونے میں اختلاف ہے۔

امیر اہلسنت، امیر دعوتِ اسلامی حضرت مولانا محمد الیاس عطار قادری دامت برکاتہم العالیہ ”فیضان سنت، صفحہ ۱۳۰۵“ پر نقل فرماتے ہیں: ”حج کرنے والے پر جو عزت میں ہے، اسے عرفہ (یعنی ۹ ذوالحجہ الحرام) کے دن روزہ رکھنا مکروہ ہے کہ حضرت سیدنا ابن خزیمہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ حضرت سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی (یعنی راوی فرماتے ہیں) کہ حضور پر نور، شافع یوم النشور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے عرفہ کے دن (یعنی ۹ ذوالحجہ الحرام) کے روز حاجی کو عزت میں روزہ رکھنے سے منع فرمایا۔“ (صحیح ابن خزیمہ، ج ۳، ص ۲۹۲، الحدیث: ۲۱۰۱)

پیش کش: مجلس المدینۃ العلمیہ (دعوتِ اسلامی)

شہنشاہ خوشِ نِصال، پیکرِ حُسن و جمال صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا فرمانِ عالیشان ہے: ”بہترین روزے میرے بھائی حضرت داؤد علیہ السلام کے روزے ہیں۔“ (جامع الترمذی، ابواب الصوم، باب ماجاء فی سرد الصوم، الحدیث ۷۷۰، ص ۱۷۲۳)

اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے اس فرمان میں اس طرف اشارہ فرمایا ہے کہ ”مجھ پر دنیا اور زمین کے خزانوں کی کنجیاں پیش کی گئیں لیکن میں نے انہیں لینے سے انکار کر دیا اور میں نے کہا میں ایک دن بھوکا رہوں گا اور ایک دن کھاؤں گا، جب میں کھاؤں گا تو تیری حمد بیان کروں گا اور جب بھوکا ہوں گا تو تیری بارگاہ میں التجا کروں گا۔“

(جامع ترمذی، ابواب الزهد، باب ماجاء فی الکفاف والصبر علیہ، الحدیث ۲۳۴۷، ص ۱۸۸۷ تا ۱۸۸۸، مفہوماً)

حدیث پاک میں ہے کہ ”آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے کبھی بھی رمضان المبارک کے علاوہ کسی مہینے کے مکمل روزے

نہ رکھے۔“

(صحیح مسلم، کتاب الصیام، باب صیام النبی ﷺ فی غیر رمضان..... الخ، الحدیث ۲۷۲۴، ص ۸۶۳)



## آسمانوں میں شہرت رکھنے والے بندے

فرمانِ مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ہے: ”دنیا میں بھوکے رہنے والے لوگوں کی ارواح کو اللہ عزوجل قبض فرماتا ہے اور ان کا حال یہ ہوتا ہے کہ اگر غائب ہو جائیں تو انہیں تلاش نہیں کیا جاتا، اگر موجود ہوں تو پہچانے نہیں جاتے، دنیا میں پوشیدہ ہوتے ہیں مگر آسمانوں میں ان کی شہرت ہوتی ہے، جب جاہل و بے علم شخص انہیں دیکھتا ہے تو ان کو بیمار گمان کرتا ہے جبکہ وہ بیمار نہیں ہوتے بلکہ انہیں اللہ عزوجل کا خوف دامن گیر ہوتا ہے، قیامت کے دن یہ لوگ عرش کے سائے میں ہوں گے جس دن اس کے علاوہ کوئی سایہ نہ ہوگا۔“

(مسند فردوس الاخبار، الحدیث: ۱۶۵۹، ج ۱، ص ۲۳۵)

## حج کے اسرار کا بیان

باب 7:

اللہ عَزَّوَجَلَّ نے حج کے بارے میں ارشاد فرمایا:

الْيَوْمَ اكْمَلْتُ لَكُمْ دِينَكُمْ وَاتَّمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِي  
 وَرَضِيْتُ لَكُمْ الْإِسْلَامَ دِينًا (ب، ۶، المائدہ: ۳)

ترجمہ کنز الایمان: آج میں نے تمہارے لئے تمہارا دین کامل کر دیا  
 اور تم پر اپنی نعمت پوری کر دی اور تمہارے لئے اسلام کو دین پسند کیا۔

سرکارِ والاخبار، شفیع روز شمار، دو عالم کے مالک و مختار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا فرمانِ عبرت نشان ہے: ”جو شخص (طاقت ہونے کے باوجود) حج نہ کرے اور مر جائے تو چاہے وہ یہودی ہو کر مرے یا عیسائی ہو کر۔“

(جامع الترمذی، کتاب الحج، باب ماجاء من التغلیظ فی ترک الحج، الحدیث ۸۱۲، ص ۱۷۲۸)

## حج اور مساجد کی فضیلت:

اللہ عَزَّوَجَلَّ ارشاد فرماتا ہے:

وَأَذِّنْ فِي النَّاسِ بِالْحَجِّ يَأْتُوكَ رِجَالًا  
 (ب، ۱۷، الحج: ۲۷)

ترجمہ کنز الایمان: اور لوگوں میں حج کی عام ندا کر دے وہ تیرے پاس  
 حاضر ہوں گے پیادہ۔

تاجدارِ رسالت، شہنشاہِ نبوت، مخزنِ جوہر و سخاوت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا فرمانِ خوشبودار ہے: ”شیطان یومِ عرفہ میں جس قدر ذلیل، راندہ ہو اور غضب ناک ہوتا ہے اتنا کبھی نہیں دیکھا گیا۔“

(الموطأ للامام مالك، کتاب الحج، باب جامع الحج، الحدیث ۹۸۲، ج ۱، ص ۳۸۶)

اللہ کے محبوب، دانائے غیوب، منزّہ عن العیوب عَزَّوَجَلَّ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا فرمانِ ذیشان ہے: ”جو شخص اپنے گھر

سے حج یا عمرہ کرنے کے لئے نکلے اور فوت ہو جائے، تو اسے قیامت تک حج و عمرہ کرنے والے کا اجر دیا جاتا رہے گا۔“

(شعب الایمان للبیہقی، باب فی المناسک، فضل الحج والعمرة، الحدیث ۴۱۰۰، ج ۳، ص ۴۷۴)

ایک بزرگ کا قول ہے کہ جب عرفہ کا دن یومِ جمعہ کو آئے تو تمام اہل عرفات کی بخشش ہو جاتی ہے اور یہ دنیاوی دنوں میں

سے افضل ہے اسی دن نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے حجۃ الوداع ادا فرمایا اور آپ حالتِ وقوف میں تھے، جب یہ آیت نازل ہوئی:

الْيَوْمَ اكْمَلْتُ لَكُمْ دِينَكُمْ (ب، ۶، المائدہ: ۳)

ترجمہ کنز الایمان: آج میں نے تمہارے لئے تمہارا دین کامل کر دیا۔

اہل کتاب نے کہا اگر یہ آیت ہم پر نازل ہوتی تو ہم اس دن کو عید کا دن بنا لیتے تو امیر المؤمنین حضرت سیدنا عمر فاروق

رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: ”میں گواہی دیتا ہوں کہ یہ آیت نبی کریم، رءوف رحیم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم پر دو عیدوں (یعنی عرفہ اور جمعہ

البارک) کے دن نازل ہوئی، جبکہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم عرفات میں وقوف کی حالت میں تھے۔“

(صحیح البخاری، کتاب الایمان، باب زیادة الایمان ونقصانه، الحدیث ۴۵، ص ۵)

اور نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے دُعا مانگی: ”اللَّهُمَّ اغْفِرْ لِلْحَاجِّ وَ لِمَنْ اسْتَفْعَرَ لَهُ الْحَاجُّ تَرْجَمَهُ: اے اللہ عزوجل! حج کرنے والوں کو بخش دے اور جس کے لئے حاجی بخشش مانگے اسے بھی بخش دے۔“

(المستدرک، کتاب المناسک، باب وفد اللہ ثلاثة الغازی والحاج والمعتمر، الحدیث ۱۶۵۴، ج ۲، ص ۸۴)

روایت ہے کہ حضرت علی بن موقوف رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی طرف سے کئی حج کئے، وہ فرماتے ہیں کہ: ”میں نے سرکارِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی خواب میں زیارت کی تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے مجھ سے استفسار فرمایا: ”اے ابن موقوف! کیا تم نے میری طرف سے حج کئے؟“ میں نے عرض کی: ”جی ہاں۔“ فرمایا: ”تم نے میری طرف سے تلبیہ کہا؟“ میں نے عرض کی: ”جی ہاں۔“ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ”میں قیامت کے دن تمہیں ان کا بدلہ دوں گا۔ اور میں موقوف (یعنی محشر) میں تیرا ہاتھ پکڑ کر تجھے جنت میں داخل کروں گا جبکہ لوگ ابھی تک حساب کی سختی میں ہوں گے۔“

”اللہ عزوجل نے اس گھر سے وعدہ فرمایا ہے کہ ہر سال چھ لاکھ آدمی اس کا حج کریں گے اگر کم ہو جائیں تو اللہ عزوجل فرشتوں کے ذریعے انہیں پورا کرے گا اور بروز قیامت کعبہ کو دہن کی طرح موقوف کی طرف لے جایا جائے گا اور جن جن لوگوں نے اس کا حج کیا ہوگا وہ اس کے پردوں سے لٹکے ہوں گے اور اس کے گرد چکر لگا رہے ہوں گے، حتیٰ کہ کعبہ جنت میں داخل ہو جائے گا، تو وہ لوگ بھی اس کے ساتھ جنت میں چلے جائیں گے۔“

ایک حدیث مبارک میں ہے: ”بے شک ”حجر اسود“ جنت کے یاقوتوں میں سے ایک یاقوت ہے اور وہ قیامت کے دن اس طرح اٹھایا جائے گا، کہ اس کی دو آنکھیں اور زبان ہوگی، جس کے ذریعے وہ اس شخص کی گواہی دے گا، جس نے اسے حق و صداقت کے ساتھ بوسہ دیا ہوگا۔“ (جامع الترمذی، ابواب الحج، باب ماجاء فی الحجر الاسود، الحدیث ۹۶۱، ص ۱۷۴۳)

(صحیح ابن خزيمة، کتاب المناسک، باب ذکر الدلیل علی ان الحجر..... الخ، الحدیث: ۲۷۳۴، ج ۴، ص ۲۲۰)

حضور نبی رحمت، شفیع امت، قاسم نعمت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم حجر اسود کو بہت زیادہ بوسے دیا کرتے تھے۔ امیر المؤمنین حضرت سپدنا عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اسے بوسہ دیتے ہوئے فرمایا: ”بے شک میں جانتا ہوں کہ تو ایک پتھر ہے نقصان دے سکتا ہے نہ نفع۔“ اگر میں نے رسول اللہ عزوجل صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو تجھے بوسہ دیتے ہوئے نہ دیکھا ہوتا تو تجھے کبھی بوسہ نہ دیتا۔“ پھر آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ رو پڑے، جب پیچھے متوجہ ہوئے، تو حضرت سپدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دیکھا تو حضرت سپدنا علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: ”آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایسا نہ کہیں۔“ حضرت سپدنا عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: ”اے ابوالحسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ! یہاں



آنسو بہائے جاتے ہیں۔“ تو حضرت سیدنا علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: ”اے امیر المؤمنین رضی اللہ تعالیٰ عنہ! یہ نفع بھی دیتا ہے اور نقصان بھی۔“ انہوں نے پوچھا: ”وہ کس طرح؟“ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: ”جب اللہ عزوجل نے اولادِ آدم سے وعدہ لیا، تو ان کے متعلق ایک تحریر لکھ کر اس پتھر کو کھلا دی، پس یہ مؤمن کے حق میں وفائے عہد کی اور کافر کے خلاف اس کے انکار کی گواہی دے گا۔“ (المستدرک، کتاب المناسک، باب الحجر الأسود یمین اللہ التي یمسح بها خلفه، الحدیث ۱۷۲۵، ج ۲، ص ۱۰۹-۱۱۰، مفہوماً)

کہا گیا ہے کہ: ”لوگ اس کو بوسہ دیتے وقت جو کلمات پڑھتے ہیں ان کا یہی مطلب ہے: ”اللَّهُمَّ اِيْمَانًا بِكَ وَ تَصْدِيْقًا بِكِتَابِكَ وَ وِفَاءً بِعَهْدِكَ تَرْجَمَهُ: اے اللہ عزوجل! میں تجھ پر ایمان لاتے ہوئے، تیری کتاب کی تصدیق کرتے ہوئے اور تیرے وعدے کو پورا کرتا ہوں۔“

حضرت سیدنا حسن بصری علیہ رحمۃ اللہ القوی سے مروی ہے۔ کہ مکہ مکرمہ میں ایک دن کا روزہ ایک لاکھ روزوں کے برابر اور ایک درہم صدقہ کرنا ایک لاکھ درہم صدقہ کرنے کے برابر ہے اور اس طرح ہر نیکی ایک لاکھ نیکیوں کے برابر ہے۔“

حُسنِ اخلاق کے پیکر، نبیوں کے تاجور، محبوبِ ربِّ اکبر عزوجل و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا فرمانِ بشارت نشان ہے: ”سب سے پہلے میری قبر شرق ہوگی، پھر میں جنت البقیع والوں کے پاس جاؤں گا، تو وہ میرے ساتھ اکٹھے ہوں گے، پھر اہل مکہ کے پاس جاؤں گا اور حرمین شریفین کے درمیان ان سے آملوں گا۔“

(جامع الترمذی، ابواب المناقب، باب انا اول من تنشق..... الخ، الحدیث ۳۶۹۲، ص ۲۰۳۲)

مقول ہے کہ: ”جب تک کوئی ابدال اس گھر کا طواف نہ کر لے اس دن کا سورج غروب نہیں ہوتا اور رات سے فجر طلوع نہیں ہوتی جب تک کوئی اوتاد اس کا طواف نہ کر لے اور جب یہ سلسلہ ختم ہو جائے گا تو یہی اس کے زمین سے اٹھ جانے کا سبب ہوگا۔ لوگ صبح کریں گے تو کعبہ شریف اٹھایا گیا ہوگا، اس کا کوئی نشان دکھائی نہ دے گا اور یہ بات اس وقت ہوگی جب سات سال تک کعبہ اللہ کا حج نہ ہوگا، پھر قرآن کو مصاحف سے اٹھایا جائے گا۔ لوگ صبح اٹھیں گے تو کاغذ سفید چمکتے ہوں گے، ان پر حروف نہ ہوں گے، پھر قرآن کو دلوں سے نکال دیا جائے گا، تو اس کا ایک لفظ بھی یاد نہیں رہے گا، پھر لوگ اشعار، گانوں اور دورِ جاہلیت کی خبروں کی طرف رجوع کریں گے، پھر دجال نکلے گا اور حضرت سیدنا عیسیٰ علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام اتریں گے اور اسے قتل کر دیں گے، قیامت اس وقت اتنی قریب ہوگی، جیسے عورت کے ہاں بچہ پیدا ہونے کی توقع کا وقت ہوتا ہے۔“

**مکہ مکرمہ میں قیام کی فضیلت و کراہیت:**

بعض علماء نے مکہ مکرمہ سے اکتا جانے کے خوف سے وہاں سکونت اختیار کرنا ناپسند سمجھا ہے، اس لئے امیر المؤمنین

حضرت سیدنا عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس خوف سے حجاج کرام کوچ کرنے کے بعد واپس بھیج دیتے، کہ لوگوں کو اس سے اکتاہٹ پیدا نہ ہو جائے اور فرماتے اے اہل یمن! یمن کو جاؤ، اے شام والو! شام کی طرف جاؤ، اے اہل عراق! عراق کی طرف جاؤ۔ اسی طرح کہا گیا ہے کہ وہاں سے جدا ہونے کی وجہ سے دوبارہ آنے کا شوق پیدا ہوتا ہے۔ اللہ عزوجل کا فرمان ہے:

وَإِذْ جَعَلْنَا الْبَيْتَ مَثَابَةً لِّلنَّاسِ وَأَمْنًا  
 (پ ۱، البقرہ: ۱۲۵)

ترجمہ کنز الایمان: اور (یاد کرو) جب ہم نے اس گھر کو لوگوں کے لئے مرجع اور امان بنایا۔

ایک قول یہ ہے کہ اس خوف سے (وہاں ٹھہرنا ناپسندیدہ ہے) کہ کہیں گناہ اور خطاؤں کا ارتکاب نہ ہو جائے اور یہ ممنوع ہے۔ جو مکہ کے حقوق پورے کر سکے اس کے لئے وہاں ٹھہرنے کی فضیلت کے لئے یہی بات کافی ہے کہ جب نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم دوبارہ مکہ تشریف لائے تو کعبۃ اللہ کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا: ”بلاشبہ تو اللہ عزوجل کی بہترین زمین ہے اور مجھے اللہ عزوجل کے تمام شہروں سے زیادہ محبوب ہے اور اگر مجھے یہاں سے جاے پر مجبور نہ کیا جاتا تو میں یہاں سے نہ جاتا۔“

(سنن ابن ماجہ، ابواب المناسک، باب فضل مکہ، الحدیث ۳۱۰۸، ص ۲۶۶۵)

### مدینہ منورہ کی فضیلت و عظمت:

مکہ مکرمہ کے بعد مدینہ منورہ سے افضل کوئی زمین نہیں۔ شہنشاہ مدینہ، قرار قلب و سینہ، صاحب معطر پینہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان فضیلت نشان ہے: ”میرا اس مسجد میں ایک نماز پڑھنا مسجد حرام کے علاوہ دیگر مساجد کی ایک ہزار نمازوں سے بہتر ہے۔“

(صحیح البخاری، کتاب فضل الصلاة فی مسجد مکہ و المدینہ، باب فضل الصلاة فی مسجد..... الخ، الحدیث: ۱۱۹۰، ص ۹۲)

مدینہ منورہ کے بعد بیٹ المقدس کی فضیلت ہے۔ نبی کریم، رؤف رحیم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان عظمت نشان ہے: ”اس میں ایک نماز پانچ سو نمازوں کے برابر ہے۔“

(شعب الایمان للبیہقی، باب فی المناسک، فضل الحج والعمرة، الحدیث ۴۱۴۰، ج ۳، ص ۴۸۵، بتغییر)

حضرت سیدنا ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے۔ کہ رسول اللہ عزوجل صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ”مسجد مدینہ (یعنی مسجد نبوی) میں ایک نماز دس ہزار نمازوں کے برابر ہے، مسجد اقصیٰ میں ایک نماز ایک ہزار نمازوں اور مسجد حرام میں ایک نماز ایک لاکھ نمازوں کے برابر ہے۔“



## حج کی شرائط، صحت، ارکان، واجبات اور ممنوعات کا بیان

### حج کے صحیح ہونے کی شرائط:

حج کے صحیح ہونے کی شرائط وقت کا پایا جانا اور مسلمان ہونا ہے، اور بچے کا حج صحیح ہے اگر وہ خود سمجھدار ہے تو احرام باندھے اور سمجھدار نہیں ہے تو اس کا ولی اس کی طرف سے احرام باندھ لے اور اس سے تمام افعال حج کروائے جو وہ خود کر سکتا ہے۔  
حج کے احرام کا وقت شوال، ذوالقعدہ اور ذوالحجہ کے نو دن اور قربانی کے دن طلوع فجر تک ہے جو ان اوقات کے علاوہ حج کا احرام باندھے گا تو وہ عمرہ ہوگا اور عمرے کا وقت پورا سال ہے۔

### حج فرض ہونے کی شرائط:

فرض حج کے وقوع (یعنی لازم ہونے) کے لئے پانچ شرائط ہیں: (۱) آزاد ہونا (۲) مسلمان ہونا (۳) بالغ ہونا (۴) عاقل ہونا اور (۵) وقت کا پایا جانا۔

اگر بچے یا غلام نے احرام باندھا لیکن عرفات یا مزدلفہ میں غلام کو آزاد کر دیا گیا یا بچہ بالغ ہو گیا اور وہ قربانی کے دن کی طلوع فجر سے پہلے عرفات لوٹ گیا تو ان دونوں کی طرف سے حج ادا ہو جائے گا، کیونکہ حج وقوف عرفات کا نام ہے اور ان دونوں پر کوتاہی کا دم لازم نہ ہوگا اور عمرہ کے لئے بھی یہی شرائط ہیں البتہ اس میں وقت شرط نہیں۔

آزاد بالغ آدمی کی طرف سے نفلی حج کرنے کے لئے شرط یہ ہے کہ وہ فرض حج ادا کر چکا ہو، کیونکہ فرض حج مقدم ہے پھر اس حج کی قضاء ہے جسے حالت وقوف میں فاسد کیا ہو، پھر نذر کا حج، پھر دوسرے کی نیابت میں حج کرنا اور اس کے بعد نفلی ہے۔ یہ ترتیب ضروری ہے اور حج اسی ترتیب سے واقع ہوگا اگرچہ اس کے خلاف نیت کرے۔

احناف کے نزدیک: ”حج فرض ہونے کی آٹھ شرائط ہیں جب تک وہ سب نہ پائی جائیں حج فرض نہیں۔ صدر الشریعہ، بدر الطریقہ مفتی محمد امجد علی اعظمی علیہ رحمۃ اللہ الخنی حج کی شرائط بیان فرماتے ہیں: ”(۱) اسلام (۲) دار الحرب میں ہو تو یہ بھی ضروری ہے کہ جانتا ہو کہ اسلام کے فرائض میں حج ہے (۳) بلوغ (۴) عاقل ہونا (۵) آزاد ہونا (۶) تندرست ہو کہ حج کو جاسکے، اعضاء سلامت ہوں۔ اٹھیا رہا ہو (۷) سفر خرچ کا مالک ہو اور سواری پر قادر ہو خواہ سواری اس کی ملک ہو یا اس کے پاس اتنا مال ہو کہ کرایہ پر لے سکے (۸) وقت یعنی حج کے مہینوں میں تمام شرائط پائے جائیں۔“

حج کے تفصیلی مسائل جاننے کے لئے بہار شریعت، حصہ ششم کا مطالعہ فرمائیں۔“ (بہار شریعت، حج کا بیان حصہ ۶، ص ۸)

پیش کش: مجلس المدینۃ العلمیہ (دعوت اسلامی)

## آزادی اور استطاعت:

حج فرض ہونے کے لئے آزادی اور استطاعت بھی شرط ہے۔ جس شخص پر فرض حج لازم ہو اس پر فرض عمرہ بھی لازم ہے۔ جو شخص مکہ مکرمہ میں زیارت یا تجارت کی نیت سے داخل ہو اور لکڑیاں بیچنے والا نہ ہو تو ایک قول کے مطابق اس پر احرام لازم ہے پھر وہ عمرہ یا حج کے عمل کے ذریعے اس سے باہر آئے۔

## استطاعت:

استطاعت دو اعتبار سے ہوتی ہے۔

(۱) خود اعمال حج کا بجالانا اور اس کے لئے صحت کا ہونا، راستے کا پر امن، سبزہ والا ہونا (یعنی کھانے پینے کی چیزیں موجود ہوں) اور سمندری خطرہ نہ ہو، جانے اور وطن واپس لوٹنے تک کے اخراجات کا مالک ہو اور قرض کی ادائیگی کے بعد اس مدت کے دوران ان لوگوں کے اخراجات بھی اس کے پاس ہوں جن کا نفقہ اس کے ذمہ ہے اور سفری اخراجات پر بھی قادر ہو۔

(۲) اپنا حج آدمی کے لئے استطاعت یہ ہے کہ وہ کسی آدمی کو حج پر بھیجے جو اپنے فرض حج سے فارغ ہو چکا ہو، اگر اپنا حج آدمی کا بیٹا اپنے باپ کی خدمت کے لئے تیار ہو جائے تو وہ استطاعت والا ہو جائیگا۔

استطاعت کے بعد تاخیر ہو جانا اگر چہ جائز ہے۔ لیکن چونکہ اپنی موت کا وقت کسی کو معلوم نہیں لہذا جلد حج کر لینا بہتر ہے۔ کیونکہ اگر بغیر حج کئے مر گیا تو وہ ترک حج کی وجہ سے اللہ عزوجل کی بارگاہ میں گناہگار حاضر ہوگا۔

## ارکان حج: ۲

حج کے پانچ ارکان ہیں: (۱) احرام (۲) طواف (۳) طواف کے بعد سعی (۴) وقوف عرفات (۵) سرمنڈوانا۔

۱: احناف کے نزدیک عمرہ فرض نہیں بلکہ سنت ہے۔ جیسا کہ شیخ الاسلام علامہ برہان الدین مرغینانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں: "عمرہ سنت ہے۔"

(الہدایۃ، کتاب الحج، باب الفوات، ج ۱، ص ۱۷۸)

۲: احناف کے نزدیک: "حج میں یہ چیزیں فرض ہیں: (۱) احرام (کہ یہ شرط ہے) (۲) وقوف عرفہ (یعنی نویں ذی الحجہ کے آفتاب ڈھلنے سے دسویں کی صبح صادق سے پیشتر تک کسی وقت عرفات میں ٹھہرنا) (۳) طواف زیارت کا اکثر حصہ (یعنی چار پھیرے)۔ پچھلی دونوں چیزیں یعنی وقوف و طواف رکن ہیں (۴) نیت (۵) ترتیب (یعنی پہلے احرام باندھنا، پھر وقوف، پھر طواف کرنا) (۶) ہر فرض کا اپنے وقت پر ہونا (یعنی وقوف اس وقت ہونا جو مذکور ہوا)، اس کے بعد طواف (اس کا وقت وقوف کے بعد سے آخر عمر تک ہے) (۷) مکان (یعنی وقوف زمین عرفات میں ہونا یا بطن عرفہ کے اور طواف کا مکان

(بہار شریعت، حج کا بیان، حصہ ۶، ص ۱۲)

مسجد الحرام شریف ہے۔"

ایک قول کے مطابق عمرہ کے ارکان بھی یہی ہیں، سوائے وقوف عرفات کے۔

## دم لازم کرنے والے واجبات:

چھ واجبات کے رہ جانے سے دم لازم آتا ہے۔

(۱) میقات سے احرام باندھنا، جو شخص یہ چھوڑ دے اس پر دم میں بکری لازم ہو جاتی ہے (۲) رمی جمرات اور اس کے چھوڑنے پر ایک قول کے مطابق دم لازم ہے (۳) سورج غروب ہونے تک عرفات میں ٹھہرنا (۴) مزدلفہ میں رات گزارنا (۵) منیٰ میں رات گزارنا (۶) طواف وداع کرنا۔ اگر یہ آخری چارہ جائیں تو ایک قول کے مطابق دم لازم ہے، جبکہ دوسرے قول کے مطابق دم لازم نہیں بلکہ مستحب ہے۔

## حج کی اقسام

### حج اور عمرہ کی ادائیگی کے تین طریقے:

(۱)..... حج افراد: اور یہ افضل ہے۔ اس کا طریقہ یہ ہے کہ پہلے صرف حج کرے، جب حج سے فارغ ہو جائے تو حرم سے جل (حرم سے باہر) کی طرف چلا جائے اور احرام باندھ کر عمرہ کرے اور عمرہ کے احرام کے لئے افضل جل جِعْرَانَه ہے۔ پھر تتعیم اور پھر حدیبیہ ہے حج افراد کرنے والے پر دم (قربانی) لازم نہیں بلکہ نفل ہے۔

(۲)..... حج قرآن: اس کا طریقہ یہ ہے کہ حج اور عمرہ کو جمع کرے اور کہے میں حج اور عمرہ کے ساتھ حاضر ہوں اور

لن دم یعنی ایک بکرا (اس میں ز، مادہ، ونبہ، بھیڑ، نیز گائے یا اونٹ کا ساتواں حصہ سب شامل ہیں)۔ (رفیق الحرمین، ص ۲۲۸)

نوٹ: دم مزید کن صورتوں میں لازم آتا ہے اس کے بارے میں جاننے کے لئے بہار شریعت، حصہ ۶ کا مطالعہ فرمائیں۔

۲: ہمارے نزدیک: ”سب سے افضل حج قرآن پھر تمتع پھر افراد ہے۔“ (ردالمحتار، کتاب الحج، باب القران، ج ۳، ص ۶۳۱)

۳: امیر اہلسنت، امیر دعوت اسلامی حضرت علامہ مولانا محمد الیاس عطار قادری دامت برکاتہم العالیہ نقل فرماتے ہیں: ”جِعْرَانَه مکہ مکرمہ سے تقریباً

چھبیس (۲۶) کلومیٹر دور طائف کے راستے پر واقع ہے۔ یہاں سے بھی دورانِ قیام مکہ شریف عمرہ کا احرام باندھا جاتا ہے۔ اس مقام کو عوام میں ”بڑا عمرہ“ کہا جاتا

ہے۔ غزوہ خنین سے واپسی پر ہمارے پیارے آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے یہاں سے عمرہ کا احرام زب تن فرمایا تھا۔ ہو سکے تو ہر حاجی کو چاہئے کہ اس سنت کو

ادا کرے اور یہ نہایت ہی پُر سوز مقام ہے۔ حضرت سیدنا شیخ عبدالحق محدث دہلوی علیہ رحمۃ اللہ القوی ”اخبار الاخیر“ میں نقل فرماتے ہیں کہ حضرت سیدنا شیخ

عبدالوہاب متقی علیہ رحمۃ اللہ القوی نے زائرین حرم کو تاکید فرمائی ہے کہ وہ جِعْرَانَه سے عمرہ کلا احرام باندھیں کہ یہ ایسا تبرک مقام ہے کہ میں نے یہاں ایک رات کے

اندرو (100) بار دینے کے تاجدار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا خواب میں دیدار کیا ہے۔“ (الْحَمْدُ لِلَّهِ عَلَىٰ إِحْسَانِهِ) (رفیق الحرمین، ص ۴۱)

محرم ہو جائے (یعنی احرام باندھ لے) اس کے لئے حج کے اعمال کافی ہیں، اور عمرہ حج کے تحت آجائے گا جس طرح وضو غسل کے تحت ادا ہو جاتا ہے۔ البتہ جب وہ طواف کرے اور وقوف عرفات سے پہلے سعی کرے تو اس کی سعی دونوں عبادتوں کی طرف سے شمار ہوگی لیکن طواف شمار نہیں ہوگا کیونکہ حج کے فرض طواف کے لئے شرط یہ ہے کہ وہ وقوف عرفات کے بعد ہو اور حج قرآن کرنے والے پر بکری کی قربانی لازم ہے۔ البتہ اگر وہ مکہ مکرمہ کا رہنے والا ہو تو کچھ بھی لازم نہیں کیونکہ اس نے اپنے میقات کو نہیں چھوڑا اس لئے کہ اس کا میقات مکہ مکرمہ ہے۔

(۳)..... حج تمتع: اس کا طریقہ یہ ہے کہ وہ میقات سے عمرہ کے احرام کے ساتھ داخل ہو اور (عمرہ کرنے کے بعد) مکہ میں احرام اتار دے اور حج کے وقت تک ممنوعات احرام سے نفع اٹھائے پھر حج کا احرام باندھے۔

### تمتع کے لئے شرائط:

- (۱) وہ مسجد حرام کے پاس رہنے والا نہ ہو اس سے مراد وہ شخص ہے جو اتنی مسافت پر ہو جس میں نماز کی قصر ہوتی ہے۔
- (۲) عمرہ کو حج سے مقدم کرے۔ (۳) عمرہ حج کے مہینوں میں ہو۔
- (۴) (اس دوران) حج کا احرام باندھنے کے لئے میقات حج یا اس کے برابر مسافت کی طرف نہ آئے۔
- (۵) اس کا حج اور عمرہ ایک ہی شخص کی طرف سے ہوں۔

جب یہ اوصاف پائے جائیں تو انسان تمتع ہو جاتا ہے اور اس پر قربانی لازم ہو جاتی ہے۔ ۲ اگر جانور نہ پائے تو قربانی کے دن سے پہلے حج کے دنوں میں تین روزے الگ الگ یا مسلسل رکھے اور سات روزے اپنے گھر والوں کی طرف لوٹ کر رکھے۔ یہ دس روزے ہیں چاہے مسلسل رکھے یا متفرق طور پر رکھے۔



۱: احناف کے نزدیک حج تمتع کی دس شرائط ہیں۔ ان کی تفصیل جاننے کے لئے بہار شریعت حصہ ۶ کا مطالعہ فرمائیں۔  
 ۲: احناف کے نزدیک: ”قرآن اور تمتع والے کو قربانی کرنا واجب ہے۔“ (بہار شریعت، حج کے واجبات، حصہ ۶، ص ۱۲)

پیش کش: مجلس المدینۃ العلمیہ (دعوت اسلامی)

## ممنوعات حج و عمرہ

### حج و عمرہ میں ممنوع امور:

(۱) قمیص، شلوار، موزے اور عمامہ باندھنا بلکہ اسے ایک ازار اور ایک رداء (دو چادریں) اور چپل پہننا چاہئے، اگر چپل نہ ہوں تو جوتوں کو ٹخنوں کے نیچے سے کاٹ دے اگر چادر نہ ہو تو شلوار پہن لے (اس صورت میں امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے نزدیک دم لازم ہوگا) اور کمر بند باندھنے یا کجاوے کے سائے میں بیٹھنے میں کوئی حرج نہیں لیکن وہ اپنا سر نہیں ڈھانپے گا کیونکہ اس کے احرام کا تعلق سر کے ساتھ ہے عورت سلا ہو الباس پہن سکتی ہے البتہ وہ ایسی چیز کے ساتھ چہرے کو نہ ڈھانپے جو اس کے چہرے کو چھوتی ہو کیونکہ اس کا احرام اس کے چہرے میں ہے۔

(۲) خوشبو لگانا۔ اور ہر اس چیز سے بچنا جسے عقلمند لوگ خوشبو کہتے ہیں اگر اس نے خوشبو لگائی یا سلا ہوا کپڑا پہنا تو اس پر دم میں بکری لازم ہوگی۔

(۳) بال کٹوانا اور ناخن تراشنا ان دونوں صورتوں میں فدیہ ہے اور وہ بکری کی قربانی کرنا ہے البتہ سرمہ لگانے، حمام میں داخل ہونے، رگ کٹوانے، کچھنے لگوانے اور بالوں میں کنگھی کرنے میں کوئی حرج نہیں۔

(۴) جماع کرنا، اگر جانور ذبح کرنے اور سر منڈانے سے پہلے جماع کرے تو یہ حج کو توڑ دیتا ہے اور اس میں اونٹ،

احناف کے نزدیک احرام میں یہ کام حرام ہیں: ”احرام باندھتے ہی یہ کام ناجائز ہو گئے۔ عورت سے صحبت، بوسہ، مساس (یعنی بٹھونا)، گلے لگانا، اُس کے اندام نہانی پر نگاہ جبکہ یہ چاروں باتیں بشہوت ہوں، عورتوں کے سامنے اس کام کا نام لینا، فحش، گناہ ہمیشہ حرام تھے اب اور سخت حرام ہو گئے، کسی سے دنیوی لڑائی جھگڑا، جنگل کا شکار، اُس کی طرف شکار کرنے کو اشارہ کرنا یا کسی طرح بتانا، بندوق یا بارود یا اُس کے ذبح کرنے کو گھڑی دینا، اس کے انڈے توڑنا۔ پر اُکھیرنا، پاؤں یا بازو توڑنا، اُس کا دودھ دوہنا، اُس کا گوشت یا انڈے پکانا، بھوننا، بیچنا، خریدنا، کھانا اور اپنا یا دوسرے کا ناخن کترنا یا دوسرے سے اپنا کتروانا، سر سے پاؤں تک کہیں سے کوئی بال کسی طرح جدا کرنا، منہ یا سر کسی کپڑے وغیرہ سے چھپانا۔ بستہ یا کپڑے کی پتھی یا گھڑی سر پر رکھنا، عمامہ باندھنا، برقع، دستانے پہننا یا موزے یا بٹریں وغیرہ جو وسط قدم کو چھپائے (جہاں عربی جوتے کا تسمہ ہوتا ہے) پہننا اگر جوتیاں نہ ہوں تو موزے کاٹ کر پہنیں کہ وہ تسمہ کی جگہ نہ چھپے۔ سلا کپڑا پہننا، خوشبو بالوں یا بدن یا کپڑوں میں لگانا، ملا گیری یا کسم، کیسر غرض کسی خوشبو کے رنگے کپڑے پہننا جب کہ ابھی خوشبودے رہے ہوں۔ خالص خوشبو مشک، عنبر، زعفران، جاوتری، لوگ، الاچی، دارچینی، زنجبیل وغیرہ کھانا، ایسی خوشبو کا آئینل میں باندھنا جس میں فی الحال مہک ہو جیسے مشک، عنبر، زعفران۔ سر یا داڑھی کو خطمی یا کسی خوشبودار ایسی چیز سے دھونا جس سے جوئیں مرجائیں۔ دسمہ یا مہندی کا خضاب لگانا، گوند وغیرہ سے بال جمانا، زیتون یا تیل کا تیل اگر چہ بے خوشبو ہو بالوں یا بدن میں لگانا، کسی کا سر موٹنا اگر چہ اُس کا احرام نہ ہو، بچوں مارنا، پھینکنا، کسی کو اس کے مارنے کا اشارہ کرنا، کپڑا اس کے مارنے کو دھونا یا دھوپ میں ڈالنا، بالوں میں پارہ وغیرہ اس کے مارنے کو لگانا غرض بچوں کے ہلاک پر کسی طرح باعث ہونا۔“

(بہار شریعت، احرام کا بیان، حصہ ۶، ص ۲۷۔ بحوالہ فتاویٰ رضویہ، ج ۱۰، ص ۷۳۲)

گائے یا سات بکریاں لازم ہیں۔ لیکن اگر اس کے بعد ہو تو اس پر اونٹ لازم ہوتا ہے، لیکن حج فاسد نہیں ہوتا۔

(۵) جماع کی طرف لے جانے والے امور جیسے بوسہ لینا اور چھونا، کہ عورتوں کے ساتھ ایسا کرنے (سے مذی وغیرہ نکلنے) کی وجہ سے وضو ٹوٹ جاتا ہے یہ عمل حرام ہے۔ اس پر ایک بکری لازم ہے اسی طرح مشیت زنی کرنا، نکاح کرنا یا نکاح کروانا حرام ہے لیکن اس میں قربانی نہیں کیونکہ (حج و عمرہ میں) نکاح منعقد نہیں ہوتا۔

(۶) خشکی کے پرندے کا شکار کرنا یعنی جو جانور کھایا جاتا ہے یا جو حلال اور حرام کے ملاپ سے پیدا ہو، اگر وہ (محرم) کسی جانور کو قتل کرے تو اس کی مثل جانور جو اس کے گوشت کے قریب ہو لازم ہوگا اس معاملہ میں خلقت میں قریب ہونے کی رعایت رکھی جائی گی۔

وَاللّٰهُ اَعْلَمُ

## سفر حج کے آداب

سفر حج کے دس آداب ہیں:

پہلا ادب:

یہ نکلنے کے آغاز سے احرام تک کے سفر کے متعلق ہے اور اس میں آٹھ چیزیں ہیں۔

(۱) توبہ کرنا، جن لوگوں کے حقوق زبردستی غضب کئے انہیں واپس کرنا، قرض لوٹانا، جن لوگوں کا نفقہ لازم ہے واپسی تک ان کے نفقہ کا انتظام کرنا، امانتوں کا واپس کرنا اور حلال مال لے کر جانا۔

(۲) نیک دوست تلاش کرنا جو دین میں اسے فائدہ دے۔

(۳) گھر سے نکلنے سے پہلے دو رکعتیں پڑھنا اور ان میں سورہ ”قُلْ يَا أَيُّهَا الْكَافِرُونَ“ اور سورہ ”قُلْ هُوَ اللَّهُ أَحَدٌ“ پڑھے جب فارغ ہو جائے تو ہاتھ اٹھا کر یہ دعا کرے، ”اے اللہ عزوجل! تو ہی سفر میں مددگار ہے اور اہل و عیال، مال اور دوستوں کی حفاظت کرنے والا ہے۔ ہمیں اور ان کو ہر آفت، مصیبت اور بلا سے محفوظ رکھ۔“

(۴) جب گھر کے دروازے پر پہنچے تو کہے، ”اللہ عزوجل کے نام سے شروع، میں نے اللہ عزوجل پر بھروسہ کیا، نیکی

احناف کے نزدیک: ”احرام کی حالت میں نکاح ہو سکتا ہے کسی احرام والی عورت سے نکاح کیا تو اگر نفل کا احرام ہے کھلو اسکا ہے اور فرض کا ہے تو دو صورتیں ہیں۔ اگر عورت کا محرم ساتھ میں ہے تو نہیں کھلو اسکا، اور محرم ساتھ میں نہ ہو تو فرض کا احرام بھی کھلو اسکا ہے۔ اور اگر اس کا محرم نہ ہو تو معلوم نہ ہو اور جماع کر لیا تو حج فاسد ہو گیا۔“ (الفتاویٰ الہندیہ، کتاب المناسک، الباب السابع عشر فی النذر بالحج، ج ۱، ص ۲۶۴)

پیش کش: مجلس المدینۃ العلمیہ (دعوت اسلامی)



کرنے اور برائی سے رکنے کی طاقت دینے والا وہ ہی ہے۔ اے میرے رب عزوجل! میں تجھ سے پناہ چاہتا ہوں کہ میں گمراہ ہو جاؤں یا گمراہ کیا جاؤں، پھسل جاؤں یا پھسلا یا جاؤں یا کسی پر زیادتی کروں یا مجھ پر زیادتی ہو یا میں جہالت کا ارتکاب کروں یا میرے خلاف جہالت برتی جائے۔

(۵) جب سواری پر سوار ہو تو پڑھے: بِسْمِ اللّٰهِ وَبِاللّٰهِ وَ اللّٰهُ اَكْبَرُ، تَوَكَّلْتُ عَلَى اللّٰهِ، حَسْبِيَ اللّٰهُ ترجمہ: اللہ عزوجل کے نام سے اور اللہ عزوجل کی مدد سے، اللہ عزوجل سب سے بڑا ہے، میں نے اللہ عزوجل پر بھروسہ کیا، میرے لئے اللہ عزوجل کافی ہے۔“ پھر یہ پڑھے:

سُبْحٰنَ الَّذِیْ سَخَّرْنَا هٰذَا وَمَا كُنَّا لَهٗ مُقْرِنِیْنَ ۝  
وَ اِنَّا اِلٰی رَبِّنَا لَمُنْقَلِبُوْنَ ۝ (پ ۲۵، الزخرف: ۱۳-۱۴)

ترجمہ کنز الایمان: پاکی ہے اسے جس نے اس سواری کو ہمارے بس میں کر دیا اور یہ ہمارے بوتے (قابو) کی نہ تھی اور بے شک ہمیں اپنے رب کی طرف پلٹنا ہے۔

(۶) پڑاؤ ڈالنا۔ سنت یہ ہے کہ جب تک دن گرم نہ ہو جائے کسی جگہ نہ اترے اور سفر رات کی ابتداء میں کیا جائے۔ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ”تم پر رات میں سفر کرنا لازم ہے کیونکہ رات کو زمین لپیٹ دی جاتی ہے جو دن کو نہیں لپیٹی جاتی۔“ (سنن ابی داؤد، کتاب الجہاد، باب فی الدرجه، الحدیث ۲۵۷۱، ص ۱۴۱۳۔ موطا للامام مالک، کتاب الاستئذان، باب ما یومر بہ من العمل فی السفر، الحدیث ۱۸۸۵، ج ۲، ص ۴۵۸)

(۷) اکیلا چلنے سے بچے کہ غفلت میں ہلاک نہ کر دیا جائے۔

(۸) جب کسی بلند مقام کی طرف جائے تو تین مرتبہ تکبیر کہنے کے بعد یہ پڑھے: اَللّٰهُمَّ لَكَ الشَّرْفُ عَلٰی كُلِّ شَرَفٍ، وَ لَكَ الْحَمْدُ عَلٰی كُلِّ حَالٍ ترجمہ: اے اللہ عزوجل! تیرے لئے ہر شرف سے بڑھ کر شرف ہے اور ہر حال میں تیرے لئے ہی حمد ہے۔“

دوسرا ادب:

میقات سے احرام باندھنے سے لے کر دخول مکہ مکرمہ تک کے آداب پانچ ہیں۔

(۱) غسل کرنا: غسل کرتے وقت احرام کی نیت کرے۔ ناخن تراشنے اور مونچھیں پست کرنے کے ساتھ اپنے غسل کو مکمل کرے۔

(۲) سلعے ہوئے کپڑوں سے دور رہے جیسا کہ گزر چکا ہے اور خوشبو لگائے اور ایسی خوشبو لگانے میں حرج نہیں جس

کا نشان اور خوشبو باقی رہے جیسا کہ منقول ہے۔

(۳) اپنی حرکت یا اپنی سواری کے اٹھنے کی حرکت کے وقت احرام کی نیت کرے، احرام کے صحیح ہونے کے لئے صرف نیت ہی کافی ہے لیکن سنت یہ ہے کہ وہ نیت کے ساتھ تلبیہ کے الفاظ بھی ملائے: لَبَّيْكَ يَا اللَّهُمَّ لَبَّيْكَ يَا شَرِيكَ لَكَ لَبَّيْكَ طَائِرُ الْحَمْدِ وَالنِّعْمَةِ لَكَ وَالْمُلْكِ طَائِرُ لَكَ تَرْجَمَةٌ: میں حاضر ہوں، اے اللہ عزوجل! میں حاضر ہوں، میں حاضر ہوں، تیرا کوئی شریک نہیں، میں حاضر ہوں، بے شک حمد و نعمت اور بادشاہی تیرے لئے ہے تیرا کوئی شریک نہیں۔“  
اگر وہ اس میں اضافہ کرے اور کہے ”لَبَّيْكَ وَسَعْدَيْكَ وَالْبَخَيْرُ كُلُّهُ بِيَدَيْكَ وَالرَّغْبَةُ إِلَيْكَ لَبَّيْكَ بِحِجَّةٍ حَقًّا تَعَبُّدًا وَرِقًّا، اللَّهُمَّ صَلِّ عَلَي سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَعَلَى آلِ مُحَمَّدٍ وَسَلِّمْ تَرْجَمَةٌ: میں حاضر ہوں اور بار بار حاضر ہوں اور تمام بھلائی تیرے قبضہ میں ہے اور تیری طرف رغبت ہے، میں تیری بندگی و غلامی کرتے ہوئے حج کے لئے حق کے ساتھ حاضر ہوں، اے اللہ عزوجل! حضرت سیدنا محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اور آپ کی آل پر رحمت نازل فرما۔

(۴) جب اس کا احرام منعقد ہو جائے تو مستحب ہے کہ یہ پڑھے: اللَّهُمَّ إِنِّي أُرِيدُ الْحَجَّ فَيَسِّرْهُ لِي وَأَعِنِّي عَلَى فَرَضِهِ وَتَقَبَّلْهُ مِنِّي تَرْجَمَةٌ: اے اللہ عزوجل! میں حج کا ارادہ کرتا ہوں اسے میرے لئے آسان کر دے اور اس کے فرض کی ادائیگی پر میری مدد فرما اور اسے مجھ سے قبول فرما۔“ (۵) احرام کے دوران بار بار تلبیہ کہنا مستحب ہے۔

### تیسرا ادب:

یہ دخول مکہ مکرمہ سے طواف تک کے آداب کے بارے میں ہے اور یہ چھ ہیں۔

(۱) مکہ مکرمہ میں داخلہ کے لئے مقام ذی طوی سے غسل کرنے اور حج میں نوح غسل مسنون ہیں پہلا احرام کے لئے پھر مکہ مکرمہ میں داخل ہونے کے لئے، پھر طواف قدوم کے لئے پھر وقوف عرفات کے لئے پھر مزدلفہ کے لئے پھر تین جمروں کو کنکریاں مارنے کے لئے تین اور جمرہ عقبہ کو کنکریاں مارنے کے لئے غسل نہیں پھر طواف وداع کے لئے اور امام شافعی علیہ رحمۃ اللہ الکافی کے قول کے مطابق طواف زیارت اور طواف وداع کے لئے غسل نہیں، اس طرح یہ سات رہ جاتے ہیں۔

۱: احناف کے نزدیک: ”بدن اور کپڑوں پر خوشبو لگائیں کہ سنت ہے، اگر خوشبو ایسی ہے کہ اس کا جرم باقی رہے گا جیسے مشک وغیرہ تو کپڑوں میں نہ لگائیں۔“

(بہار شریعت، احرام کا بیان، حصہ ۶، ص ۲۴)

۲: احناف کے نزدیک: ”عرفہ کے دن اور احرام باندھتے وقت غسل کرنا سنت ہے اور وقوف عرفات و وقوف مزدلفہ و حاضری حرم و حاضری سرکار اعظم و طواف و

دخول منیٰ اور جمروں پر کنکریاں مارنے کے لئے اور عرفہ کی رات غسل کرنا مستحب ہے۔“ (تنویر الأبصار والدر المنخار، کتاب الطہارۃ، ج ۱، ص ۳۳۹-۳۴۲)

(۲) حرم شریف کے شروع میں داخل ہوتے وقت مکہ مکرمہ سے باہر ہی یہ دعا پڑھے: اَللّٰهُمَّ هَذَا حَرَمُكَ وَ اَمْنُكَ، فَحَرِّمْ لِحِمِّيْ وَ دِمِّيْ وَ بَشْرِيْ عَلٰى النَّارِ، وَ اَمِنِّيْ مِنْ عَذَابِكَ يَوْمَ تَبْعَثُ عِبَادَكَ، وَ اجْعَلْنِيْ مِنْ اَوْلِيَّاكَ وَ اَهْلِ طَاعَتِكَ ترجمہ: اے اللہ عزوجل! یہ تیرا حرم امن کی جگہ ہے پس میرا گوشت میرا خون اور میری کھال کو جہنم پر حرام کر دے جس دن تو اپنے بندوں کو اٹھائے گا اس دن مجھے اپنے عذاب سے محفوظ رکھنا اور مجھے اپنے اولیاء اور اطاعت گزار بندوں میں سے کر دے۔

(۳) مکہ مکرمہ میں وادی ابطح کی طرف سے داخل ہو اور یہ ثنیہ کُدا (کاف پر زبر کے ساتھ) ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے عام راستہ سے ہٹ کر یہ راستہ اختیار فرمایا تھا اور ثنیہ کُدا (کاف پر پیش کے ساتھ) سے باہر نکلے پہلی وادی بلند ہے اور دوسری پست۔“

(۴) جب وہ مکہ مکرمہ میں داخل ہو اور دیوار تک پہنچے (جو پہلے دور میں تھی) تو جو نہی اس کی نظربیت اللہ پر پڑے تو یہ پڑھے: ”لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ، اَللّٰهُمَّ اَنْتَ السَّلَامُ، وَ مِنْكَ السَّلَامُ، وَ دَارُكَ دَارُ السَّلَامِ، تَبَارَكْتَ يَا ذَا الْجَلَالِ وَ الْاِكْرَامِ، اَللّٰهُمَّ اِنْ هَذَا بَيْتُكَ، عَظُمَتَهُ وَ كَرُمَتَهُ وَ شَرَفَتَهُ، اَللّٰهُمَّ فَرِّدْهُ تَعْظِيْمًا، وَ زِدْهُ تَشْرِيفًا وَ تَكْرِيْمًا“ ترجمہ: اللہ عزوجل کے سوا کوئی معبود نہیں، اللہ عزوجل سب سے بڑا ہے۔ اے اللہ عزوجل تو ہی سلامتی والا ہے اور سلامتی تیری طرف سے ہے، تیرا اگر سلامتی کا گھر ہے، اے بزرگی و عزت والے رب، تو برکت والا ہے، اے اللہ عزوجل! بے شک یہ تیرا گھر ہے، تو نے اسے عظیم بنایا، عزت بخشی اور شرف عطا فرمایا، اے اللہ عزوجل! اس کی تعظیم، شرافت اور تکریم میں اضافہ فرما۔

(۵) جب مسجد حرام میں داخل ہو تو باب بنی شیبہ سے داخل ہو اور یہ پڑھے: بِسْمِ اللّٰهِ، وَ بِاللّٰهِ، وَ مِنَ اللّٰهِ، وَ اِلَى اللّٰهِ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَ عَلٰى مِلَّةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ترجمہ: اللہ عزوجل کے نام سے اور اسی کے راستے میں اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی ملت پر داخل ہوتا ہوں۔“ جب بیت اللہ شریف کے قریب ہو تو یہ پڑھے: اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَ سَلَامٌ عَلٰى عِبَادِهِ الَّذِيْنَ اصْطَفٰى، اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ عَبْدِكَ وَ نَبِيِّكَ، وَ عَلٰى اِبْرَاهِيْمَ خَلِيْلِكَ، وَ عَلٰى جَمِيْعِ اَنْبِيَائِكَ وَ رُسُلِكَ ترجمہ: تمام تعریفیں اللہ عزوجل کے لئے ہیں اور اس کے منتخب بندوں پر سلام ہو، اے اللہ عزوجل! حضرت سیدنا محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم پر رحمت نازل فرما جو تیرے بندے اور نبی ہیں اور حضرت سیدنا ابراہیم علیہ السلام پر جو تیرے خلیفے ہیں اور اپنے تمام انبیاء و رسل علیہم السلام پر رحمت نازل فرما۔“ اور ہاتھ اٹھا کر یہ دعا کرے: ”اے اللہ عزوجل! میں اس مقام پر اور حج کے پہلے عمل پر تجھ سے سوال کرتا ہوں کہ میری توبہ قبول فرما، میری خطاؤں سے درگزر فرما، میرا بوجھ مجھ سے

اتار دے، تمام تعریفیں اللہ عزوجل کے لئے ہیں جس نے مجھے اپنے عزت والے گھر تک پہنچایا جسے اس نے لوگوں کے لوٹنے اور امن کی جگہ بنایا، اسے مبارک اور تمام جہانوں کے لئے ہدایت بنا دیا اے اللہ عزوجل! میں تیرا بندہ ہوں، یہ شہر تیرا شہر، یہ حرم تیرا حرم اور یہ گھر تیرا گھر ہے، میں تیری بارگاہ میں تیری رحمت طلب کرنے آیا ہوں، میں تجھ سے اس طرح سوال کرتا ہوں جس طرح کوئی مجبور شخص تیرے عذاب سے خوف زدہ، تیری رحمت کا امیدوار اور تیری رضا کا متلاشی سوال کرتا ہے۔“

(۶) اس کے بعد حجر اسود کا ارادہ کرے اور اسے اپنے دائیں ہاتھ کے ساتھ چھوئے اور اسے بوسہ دے اور پڑھے:

اللَّهُمَّ أَمَانَتِي أَدَيْتُهَا، وَمِيثَاقِي تَعَاهَدْتُهُ، إِشْهَدُ لِي بِالْمُؤَافَاةِ تَرْجُمَهُ: اے اللہ عزوجل! میں نے اپنی امانت ادا کر دی، اپنا وعدہ پورا کیا تو اس وفا پر گواہ رہنا۔“ اگر بوسہ نہ دے سکے تو اس کے سامنے کھڑا ہو کر مذکورہ بالا الفاظ کہے پھر طواف قدوم کے علاوہ کوئی اور عمل نہ کرے البتہ اگر لوگوں کو فرض نماز پڑھتا ہو پائے تو ان کے ساتھ نماز پڑھے پھر طواف کرے۔

چوتھا ادب:

طواف کے متعلق ہے۔ جب طواف کا ارادہ کرے خواہ کوئی بھی طواف ہو تو اس پر چھ امور لازم ہیں۔

(۱) طواف میں نماز کی شرائط کا لحاظ رکھے کیونکہ طواف بھی ایک قسم کی نماز ہے البتہ اس میں گفتگو کو جائز قرار دیا گیا طواف کی ابتداء میں ہی اضطباع کرے۔ اس کا طریقہ یہ ہے کہ چادر کے درمیان والے حصے کو دائیں بغل کے نیچے سے لے جا کر اس کے دونوں کنارے بائیں کندھے پر جمع کر دے اور طواف کی ابتداء کرتے وقت تلبیہ کہنا چھوڑ دے۔ اس کے بعد طواف کرنے والا آئندہ آنے والی دعاؤں میں مشغول ہو جائے۔

(۲) جب چادر کو کندھے پر ڈال لے تو بیت اللہ شریف کی دائیں جانب حجر اسود کے قریب کھڑا ہو جائے لیکن اس سے کچھ دور رہے تاکہ حجر اسود اس کے سامنے رہے۔ اپنے اور بیت اللہ شریف کے درمیان تین قدموں کا فاصلہ رکھے تاکہ بیت اللہ شریف کے قریب ہو کیونکہ یہ افضل ہے تاکہ وہ شاذروان (یعنی دیوار کے پایہ کے ساتھ عرض میں چھوڑے ہوئے حصے) کے اندر طواف کرنے والا نہ ہو کیونکہ وہ بیت اللہ کا حصہ ہے اور حجر اسود کے پاس شاذروان زمین سے ملی ہوئی ہے اور اس میں طواف کرنے والے کا طواف صحیح نہیں ہوتا کیونکہ وہ شخص بیت اللہ شریف کے اندر طواف کرنے والا شمار ہوتا ہے پھر اسی جگہ سے طواف کا آغاز کرے۔

(۳) حجر اسود سے گزرنے سے پہلے بلکہ طواف کے شروع میں پڑھے: بِسْمِ اللّٰهِ وَ اللّٰهُ اَكْبَرُ، اللّٰهُمَّ اِيْمَانًا بَك، وَ تَصَدِيقًا بَكْتَابِكَ، وَ وِفَاءً بِعَهْدِكَ، وَ اِتِّبَاعًا لِسُنَّةِ نَبِيِّكَ مُحَمَّدٍ تَرْجُمَهُ: اللہ عزوجل کے نام سے شروع،

احناف کے نزدیک: ”ان (یعنی قارن اور مفرد) کی لیبیک دسویں تاریخ ربیٰ بھرہ کے وقت ختم ہوگی۔“ (بہار شریعت، طواف کے مسائل، حصہ ۶، ص ۴۵)

اللہ عَزَّوَجَلَّ سب سے بڑا ہے، اے اللہ عَزَّوَجَلَّ! میں تجھ پر ایمان لاتے ہوئے، تیری کتاب کی تصدیق کرتے ہوئے، تیرے وعدہ کو پورا کرتے ہوئے اور تیرے نبی حضرت سیدنا محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی سنت کی پیروی کرتے ہوئے (طواف کرتا ہوں)۔ اب طواف کرے، حجر اسود سے گزرنے کے بعد سب سے پہلے بیت اللہ شریف کا دروازہ آتا ہے تو یہاں پڑھے: اَللّٰهُمَّ هٰذَا الْبَيْتُ بَيْتُكَ..... الخ. جیسا کہ پہلے بیان ہو چکا ہے۔

(۴) پہلے تین چکروں میں رمل کرے۔ اور آخری چار چکروں میں سکون سے چلے اور ہر چکر میں حجر اسود اور رکن

یمانی کا سلام مستحب ہے۔

(۵) جب طواف کے سات چکر پورے ہو جائیں تو ملتزم کے پاس آئے اور یہ حجر اسود اور دروازے کے درمیان ہے

یہ وہ جگہ ہے جہاں دعا قبول ہوتی ہے، بیت اللہ شریف سے چمٹ جائے، اپنے پیٹ کو بیت اللہ شریف سے ملا دے اور بیت اللہ شریف کے پردوں سے چمٹ جائے اس پر اپنا دایاں رخسار رکھے اور بازوؤں اور ہتھیلیوں کو اس پر کھول دے اور کہے: ”اے اللہ عَزَّوَجَلَّ! اے اس قدیم گھر کے رب! میری گردن کو جہنم سے آزاد فرما اور مجھے مردود شیطان سے پناہ عطا فرما اور ہر برائی سے پناہ دے اور جو چیز تو نے مجھے عطا فرمائی اس پر قناعت عطا فرما اور جو کچھ مجھے عطا فرمایا اس میں برکت پیدا فرما۔ اے اللہ عَزَّوَجَلَّ! یہ گھر تیرا ہے، یہ بندہ تیرا بندہ ہے اور یہ جہنم سے تیری پناہ طلب کرنے والوں کا مقام ہے۔ اے اللہ عَزَّوَجَلَّ! مجھے اپنی بارگاہ میں آنے والوں میں سے بہتر لوگوں میں کر دے۔

اور بکثرت اللہ عَزَّوَجَلَّ کی حمد بیان کرے اور نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اور تمام انبیاء کرام علیہم السلام پر درود بھیجے۔

(۶) جب اس سے فارغ ہو تو مقام ابراہیم (علیہ السلام) کے پیچھے دو رکعتیں پڑھے، پہلی رکعت میں سورۃ الکافرون اور

دوسری میں سورۃ اخلاص کی تلاوت کرے۔ یہ طواف کی دو رکعتیں ہیں۔ امام زہری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں: ”یہ سنت ہے کہ بندہ ہر سات چکروں کے بعد دو رکعت نماز ادا کرے۔“

پانچواں ادب:

سعی کے متعلق، جب طواف سے فارغ ہو جائے تو باب صفا سے نکل جائے (آج کل ایسی صورت نہیں کیونکہ صفا مردہ کے

شاہ امیر المل سنت، امیر دعوت اسلامی حضرت علامہ مولانا محمد الیاس عطار قادری دامت برکاتہم العالیہ تحریر فرماتے ہیں: رمل سے مراد یہ ہے کہ ”جلد جلد چھوٹے قدم رکھتے،

شانے ہلاتے چلیں۔ بعض لوگ کودتے اور دوڑتے ہوئے جاتے ہیں یہ سنت نہیں ہے۔“ (رفیق الحرمین، ص ۷۰)

”حجر اسود کو بوسہ دینے یا ہاتھ سے چھو کر چومنے یا ہاتھوں کا اشارہ کر کے انہیں چوم لینے کو استلام کہتے ہیں۔“ (رفیق الحرمین، ص ۷۰)

پیش کش: مجلس المدینۃ العلمیہ (دعوت اسلامی)

اطراف میں دیواریں بن چکی ہیں اس لئے صفا پر جانے کے لئے اندر کی طرف سے جانا پڑتا ہے) جب صفات تک پہنچ جائے جو ایک پہاڑ ہے تو پہاڑ کے نیچے سے انسانی قد کے برابر کچھ زینے اوپر چلا جائے۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اس کے اوپر چڑھے حتیٰ کہ آپ کو کعبہ شریف نظر آیا اور پہاڑ کے دامن سے سعی شروع کرنا بھی کافی ہے لیکن بعض درجے نئے بنائے گئے ہیں تو انہیں اپنی پیٹھ کے پیچھے نہیں چھوڑنا چاہئے کیونکہ اس طرح سعی مکمل نہ ہوگی۔ جب یہاں سے شروع کرے تو صفا کی طرف چہرہ کر لے اور ایک چکر لگائے جب مردہ تک پہنچے تو اس پر چڑھے اور صفا کی طرف چہرہ کر لے تو ایک چکر ہو جائے گا جب صفا واپس لوٹے گا تو دو چکر ہو جائیں گے اس طرح سات چکر لگائے جب اس طرح کر لے گا تو طوافِ قدم اور سعی سے فارغ ہو جائے گا اور یہ دونوں سنت ہیں۔ اور سعی کے لئے با وضو ہونا مستحب ہے البتہ طواف میں با وضو ہونا واجب ہے سعی کر لی تو اب وقوفِ عرفات کے بعد دوبارہ سعی کرنا لازم نہیں اور بطور رکن یہ سعی کافی ہوگی کیونکہ سعی کے لئے یہ شرط نہیں کہ وہ وقوف کے بعد ہو۔ ہاں! یہ فرض طواف کے لئے شرط ہے۔ البتہ! سعی کے لئے شرط ہے کہ وہ طواف کے بعد ہی ہو خواہ کوئی بھی طواف ہو۔

## چھٹا ادب: وقوفِ عرفات اور ما قبل امور کا بیان

اگر حاجی نوزوالحجہ کے دن عرفات پہنچے تو وقوفِ عرفات سے پہلے طوافِ قدم اور مکہ مکرمہ کی حاضری کے لئے نہ جائے اگر اس سے کچھ دن پہلے پہنچے اور طوافِ قدم کر لے تو ذوالحجہ کی سات تاریخ تک حالتِ احرام میں ہی رہے (جبکہ اس نے حج قرآن کی نیت کی ہو) پس (اسی دن) ظہر کے بعد امام، کعبۃ اللہ شریف کے پاس مکہ میں خطبہ دیتا ہے اور لوگوں کو آٹھ ذوالحجہ کو منیٰ جانے کی تیاری کے بارے میں بتاتا ہے کہ وہ رات رہیں اور دوسرے دن صبح عرفات جائیں تاکہ زوالِ شمس کے بعد وقوف کر کے فرض کی ادائیگی کر لیں کیونکہ وقوف کا وقت نوزوالحجہ کے زوال سے لے کر قربانی کے دن کی صبح صادق طلوع ہونے تک ہے۔ حاجی کو چاہئے کہ وہ تلبیہ کہتے ہوئے منیٰ کی طرف جائے اور اس کے لئے مستحب ہے کہ مکہ مکرمہ سے مناسک حج کی ادائیگی کے آخر تک اگر پیدل چلنے پر قدرت ہو تو پیدل چلے اور مسجد ابراہیم علیہ السلام سے جائے، وقوف تک پیدل چلنا افضل ہے اور اس کی تاکید ہے۔ جب منیٰ پہنچے تو یوں کہے: ”یا اللہ! یہ منیٰ ہے تو مجھ پر اس چیز کے ساتھ احسان فرما جس کے ساتھ تو نے اپنے اولیاء کرام اور فرمانبردار بندوں پر احسان فرمایا۔“

یہ رات منیٰ میں گزارے، یہاں صرف رات گزارنا ہے جس سے عمل حج متعلق نہیں۔ جب نوزوالحجہ کی صبح ہو تو صبح کی نماز پڑھے جب تیسرو (نامی پہاڑ) پر سورج طلوع ہو جائے تو عرفات کی طرف جائے اور یہ دعا کرے: اے اللہ! غزوہ جمل! میری اس صبح کو بہتر صبح بنا دے جو میں نے کی ہے اور اسے اپنی رضا کے قریب کر دے اور اپنی ناراضگی سے دور رکھ۔ اے اللہ! غزوہ جمل!

میں نے تیری طرف صبح کی تجھی پر بھروسہ کیا، تیری ذات کا ارادہ کیا پس مجھے ان لوگوں میں سے بنا دے جن پر آج تو ان (یعنی فرشتوں) کے سامنے فخر فرماتا ہے جو مجھ سے بہتر اور افضل ہیں۔“ جب عرفات میں آجائے تو مقام نمرہ میں مسجد کے قریب خیمہ لگا دے کیونکہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے اسی مقام پر خیمہ لگایا تھا۔ نمرہ وادی عرنہ کا نچلا حصہ ہے جو موقف اور عرفات کے دوسری طرف ہے اور وقوف عرفات کے لئے غسل کرنا چاہئے۔ جب سورج ڈھل جائے تو امام مختصر خطبہ دے کر بیٹھ جائے اور مؤذن اذان دے اور امام دوسرا خطبہ دے اور اقامت کو اذان سے اس طرح ملایا جائے کہ مؤذن کے اقامت کہنے کے ساتھ امام خطبہ سے فارغ ہو جائے پھر ایک اذان اور دو اقامتوں کے ساتھ ظہر اور عصر کو ملائے اور نماز میں قصر کرے اور پھر موقف کی طرف جائے اور عرفات میں ٹھہر جائے اور وادی عرنہ میں نہ ٹھہرے۔ مسجد ابراہیم کا اگلا حصہ وادی عرنہ میں ہے اور پچھلا حصہ عرفات میں پس جو شخص مسجد ابراہیم کے اگلے حصے میں وقوف کرے اسے وقوف عرفہ نہ حاصل ہوگا اور مسجد میں عرفات کی جگہ کو بڑے پتھروں کے ذریعے ممتاز کیا گیا ہے بہتر یہ ہے کہ وہ ان پتھروں کے پاس امام کے قریب قبلہ رخ ہو کر ٹھہرے اور اللہ عزوجل کی حمد و ثناء، تسبیح و تہلیل، دعا اور توبہ کثرت سے کرے۔ اس دن روزہ نہ رکھے تاکہ دعا پر قوت حاصل ہو اور عرفات سے غروب آفتاب سے پہلے نہیں نکلنا چاہئے تاکہ عرفات میں دن اور رات جمع ہو جائے اور چاند میں شبہ کی وجہ سے آٹھویں تاریخ کی ایک ساعت وہاں ٹھہرنا ممکن ہو تو یہ احتیاط کے مطابق ہے اور جو شخص دس ذوالحجہ کی طلوع فجر تک وقوف نہ کر سکے اس کا حج فوت ہو جائے گا۔ اس پر لازم ہے کہ وہ عمرہ کے افعال ادا کر کے احرام کھول دے پھر حج کے فوت ہونے کی وجہ سے جانور ذبح کرے اور اس کی (آئندہ سال) قضاء کرے۔ اس دن حاجی کی اہم مشغولیت دعا کرتے رہنا ہے کیونکہ اس قسم کے اجتماع، اس قسم کے دن اور اس قسم کی جگہ میں دعاؤں کے قبول ہونے کی زیادہ امید ہوتی ہے۔ وہ دعائیں جو وقوف عرفات کے دن پڑھنے کے بارے میں منقول ہیں ان کا پڑھنا بہتر ہے، وہ دعائیں یہ ہیں: لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ وَلَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ يُحْيِي وَيُمِيتُ وَهُوَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ، اللَّهُمَّ اجْعَلْ فِي قَلْبِي نُورًا وَفِي سَمْعِي نُورًا وَفِي بَصَرِي نُورًا، اللَّهُمَّ اشْرَحْ لِي صَدْرِي وَيَسِّرْ لِي أَمْرِي ترجمہ: اللہ عزوجل کی سوا کوئی معبود نہیں، وہ ایک ہے، اس کا کوئی شریک نہیں، اسی کے لئے بادشاہی ہے اور اسی کی تعریف ہے، وہ زندہ کرتا اور مارتا ہے، وہ ہر چاہت پر قدرت رکھنے والا ہے، اے اللہ عزوجل! میرے دل، میری سماعت اور میری بصارت کو منور فرما، اے اللہ عزوجل! میرا سینہ کھول دے اور میرے لئے میرے کام کو آسان فرما دے۔“

اللَّهُ اللَّهُ اللَّهُ اللَّهُ اللَّهُ اللَّهُ اللَّهُ اللَّهُ اللَّهُ اللَّهُ

## ساتواں ادب: حج کے دیگر اعمال کا بیان

پھر مزدلفہ میں عشاء کے وقت ایک اذان اور دو اقامتوں کے ساتھ مغرب اور عشاء کی نماز اکٹھی پڑھے۔ اور قصر کرے۔ دونوں نمازوں کے درمیان نفل نہ پڑھے لیکن دونوں فرض نمازیں ادا کرنے کے بعد مغرب اور عشاء کے نوافل اور وتر نماز کو جمع کرے، پہلے مغرب کے نوافل پڑھے (پھر عشاء کے پڑھے) جو شخص اس رات کے پہلے نصف میں وہاں سے نکل جائے اور وہاں رات نہ گزارے تو اس پر دم لازم ہو جاتا ہے۔ جو شخص قدرت رکھتا ہو اسے اس رات کو عبادت کرتے ہوئے گزارنا نہایت عمدہ عبادات میں سے ہے پھر جب نصف رات گزر جائے تو جانے کی تیاری کرے، وہاں سے کنکریاں لے لے کیونکہ وہاں نرم پتھر نہیں۔ وہاں سے ستر کنکریاں اٹھالے کیونکہ اتنی کنکریوں کی ضرورت ہے اور زیادہ لینے میں حرج نہیں اور چاہئے کہ کنکریاں چھوٹی ہوں پھر اندھیرے میں صبح کی نماز پڑھے اور چل پڑھے یہاں تک کہ جب مشعر حرام تک پہنچے اور وہ مزدلفہ کا آخری حصہ ہے تو وہاں صبح کے روشن ہونے تک دعائے مانگے اور کہے: ”اے اللہ عَزَّوَجَلَّ مشعر حرام، بیت اللہ، عزت والے مہینوں، رکن اور مقام ابراہیم (علیہ السلام) کے صدقے حضرت سیدنا محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی روح مبارک کو ہماری طرف سے سلام پہنچا اور ہمیں سلامتی کے گھر میں داخل فرما لے اور عزت والے۔“

پھر وہاں سے سورج طلوع ہونے سے پہلے چل پڑے حتیٰ کہ اس جگہ تک پہنچ جائے جسے وادی مَحَسِّر کہا جاتا ہے۔ تو وہاں سے سواری کو تیز کرنا مستحب ہے یہاں تک کہ اس وادی سے نکل جائے، اگر پیدل ہو تو تیز تیر چلے۔ پھر دس ذوالحجہ کی صبح کو تلبیہ تکبیر کے ساتھ ملا دے اور منیٰ پہنچ جائے اور جمرات (یعنی کنکریاں مارنے) کی تین جگہیں ہیں۔ پہلے کچھ بلندی پر کنکریاں مارنے کی جگہ ہے پس ایک نیزہ سورج بلند ہونے کے بعد ذبح سے پہلے جمرہ عقبہ کو کنکریاں مارے، قبلہ رخ کھڑا ہو۔ اگر جمرہ کی طرف

۱: امیر اہلسنت، امیر دعوت اسلامی حضرت علامہ مولانا محمد الیاس عطار قادری دامت برکاتہم العالیہ اپنی تصنیف رفیق الحرمین میں اس کے ادا کرنے کا طریقہ نقل فرماتے ہیں: ”یہاں آپ کو ایک ہی اذان اور ایک ہی اقامت سے دونوں نمازیں ادا کرنی ہیں لہذا اذان و اقامت کے بعد پہلے مغرب کے تین فرض ادا کر لیجئے، سلام پھیرتے ہی نوزا عشاء کے فرض پڑھے۔ پھر مغرب کی سنتیں، اس کے بعد عشاء کی سنتیں اور وتر ادا کیجئے۔“ (رفیق الحرمین، ص ۱۴۹)

۲: امیر اہلسنت دامت برکاتہم العالیہ رفیق الحرمین میں نقل فرماتے ہیں: ”مزدلفہ میں رات گزارنا سنت مؤکدہ ہے مگر اس کا وقوف واجب ہے۔ وقوف مزدلفہ کا وقت صبح صادق سے لے کر طلوع آفتاب تک ہے۔ اس کے درمیان اگر ایک لمحہ بھی یہاں گزار لیا تو وقوف ہو گیا۔ ظاہر ہے کہ جس نے فجر کے وقت میں یہاں نماز فجر ادا کی اس کا وقوف صحیح ہو گیا، اور صبح صادق سے پہلے ہی مزدلفہ سے چلا گیا اس کا واجب ترک ہو گیا، اس پر دم واجب ہے سوائے معذور کے۔“ (رفیق الحرمین، ص ۱۵۲)

۳: وادی مَحَسِّر منیٰ اور مزدلفہ کے بیچ میں واقع ہے اور یہ ان دونوں کی حدود سے خارج ہے، یہاں اصحاب قبل پر عذاب نازل ہوا تھا، یہاں ٹھہرنا جائز نہیں۔ (ایضاً، ص ۱۵۰)



زخ کرے تو بھی حرج نہیں۔ ہاتھ بلند کر کے سات کنکریاں مارے اور تکبیر کہے ہر کنکری مارتے وقت پڑھے اے اللہ عزوجل! میں تیری کتاب کی تصدیق کرتا اور تیرے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی سنت کی پیروی کرتا ہوں۔“ جب کنکریاں مارے تو تلبیہ و تکبیر کہنا چھوڑ دے البتہ فرض نمازوں کے بعد تکبیر کہے اور یہ یوم نحر کی فجر سے ایام تشریق میں سے آخری دن (یعنی دس سے تیرہ ذوالحجہ) کی عصر تک ہے۔“

پھر اگر قربانی کا جانور ساتھ ہو تو اسے ذبح کرے۔ بہتر یہی ہے کہ اپنے ہاتھ سے ذبح کرے اور کہے: ”اللہ عزوجل کے نام سے اور اللہ عزوجل سب سے بڑا ہے، اے اللہ عزوجل! یہ قربانی تجھ سے، تیرے ساتھ اور تیرے لئے ہے، مجھ سے قبول فرما جیسا کہ تو نے اپنے خلیل حضرت سیدنا ابراہیم علیہ السلام سے قبول فرمائی۔“ اونٹ کی قربانی افضل ہے پھر گائے کی پھر بکری کی اور سات آدمیوں کے بڑے جانور میں شریک ہونے کی نسبت بکری کی قربانی افضل ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ”خَيْرُ الْأَضْحِيَةِ الْكَبِشُ الْأَقْرَنُ تَرْجَمُهُ: بہترین قربانی سینگوں والے مینڈھے کی ہے۔“

(سنن ابی داؤد، کتاب الجنائز، باب کراهية المغلاة في الكفن، الحدیث ۳۱۵۶، ص ۱۴۶۰)

سفید رنگ کا جانور پیلے اور سیاہ رنگ سے افضل ہے۔ اگر قربانی نقلی ہو تو اس سے کھا سکتا ہے۔ ایسے جانور کی قربانی نہ کرے جو لنگڑا ہو، کان چرا ہو یا سینگ ٹوٹا ہو، خارش زدہ ہو، یا کان کٹے ہوئے ہوں یا ایسا کمزور ہو کہ اٹھنے سے عاجز ہو۔ پھر اس کے بعد سر منڈوائے اور سنت یہ ہے کہ رخ قبلہ کی طرف ہو اور سر کے اگلے حصے سے ابتداء کرے دائیں طرف سے گدی پر اٹھی ہوئی دو ہڈیوں تک موٹو واڈے پھر باقی حصے کو منڈوائے اور عرض کرے: ”اے اللہ عزوجل! ہر بال کے بدلے میرے لئے

۱۰: امیر اہلسنت، امیر دعوت اسلامی حضرت علامہ مولانا محمد الیاس عطار قادری دامت برکاتہم العالیہ کنکریاں مارنے کا طریقہ اس طرح تحریر فرماتے ہیں: ”سات کنکریاں اپنے لئے ہاتھ میں رکھ لیں بلکہ دو تین کنکریاں زائد لے لیں۔ اب سیدھے ہاتھ کی شہادت کی انگلی اور انگوٹھے کی چنگی میں لے کر اور سیدھا ہاتھ اچھی طرح اٹھا کر کہ بغل کی رنگت ظاہر ہو ۱۰: اللہ اکبر کہتے ہوئے ایک ایک کر کے سات کنکریاں اس طرح ماریں کہ تمام کنکریاں جمرہ تک پہنچیں ورنہ کم از کم تین ہاتھ کے فاصلے تک گریں۔ پہلی کنکری مارتے ہی لبیک کہنا موقوف کر دیں کہ اب لبیک کہنا سنت نہ رہا۔ جب سات پوری ہو جائیں تو وہاں نہ رکے، نہ سیدھے جائیں، نہ دائیں بائیں۔ بلکہ فوراً ذکر و دعا کرتے ہوئے پلٹ آئیے۔“ (رفیق الحرمین، ص ۱۵۴)

۱۱: احناف کے نزدیک: ”تو اس (۹) ذوالحجہ الحرام کی فجر سے تیرہویں کی عصر تک پانچوں وقت کی فرض نمازیں جو مسجد کی جماعت اولیٰ کے ساتھ ادا کی گئیں ان میں ایک بار بلند آواز سے تکبیر (یعنی اللہ اکبر لا الہ الا اللہ واللہ اکبر، واللہ اکبر، واللہ اکبر، واللہ اکبر، واللہ اکبر) کہنا واجب ہے اور تین بار افضل ہے۔“ (تنویر الابصار مع الدر المختار، باب العیدین، ج ۱، ص ۱۱۶) مزید معلومات کے لئے مکتبہ المدینہ کی طرف سے شائع کردہ امیر اہلسنت مدظلہ العالی کا رسالہ ”نماز عید کا طریقہ“ ملاحظہ فرمائیں۔

۱۲: ”خارشی جانور کی قربانی جائز ہے جب کہ قریب ہو، اور اتالاغر ہو کہ ہڈی میں مغز نہ رہا تو قربانی جائز نہیں۔“ (الفتاویٰ الہندیہ، کتاب الاضحیہ، ج ۵، ص ۲۹۸)

نیکی لکھ دے اور گناہ مٹا دے اور ہر بال کے بدلے اپنے ہاں ایک درجہ بلند فرما دے۔“

عورت بالوں کو کٹوائے اور گنچے کے لئے مستحب ہے کہ سر پر استرا پھروائے اور جب حمرہ کو کنکریاں مارنے کے بعد سر منڈوائے تو اب وہ احرام سے نکل جائے گا اور اس کے لئے تمام ممنوعات حلال ہو جائیں گی مگر بیوی کا قرب اور شکار جائز نہیں پھر مکہ مکرمہ واپس آئے اور اسی طرح طواف کرے جس طرح ہم نے بیان کیا ہے۔ یہ طواف حج میں فرض ہے اور اسے طواف زیارت کہا جاتا ہے، اس کا پہلا وقت قربانی کی رات کے نصف کے بعد سے ہے اور افضل وقت قربانی کا دن ہے اور اس کے لئے آخری وقت مقرر نہیں بلکہ اسے موخر کر سکتا ہے لیکن احرام کی قید باقی رہے گی اور اس طواف کے بعد ہی اس کے لئے عورت کا قرب حلال ہوگا جب طواف کر لیا تو احرام سے باہر آنے کی تکمیل ہوگئی اور احرام سے مکمل طور پر باہر آ گیا اور اب صرف ایام تشریق کی رمی اور منی میں رات گزارنا باقی ہے۔ احرام سے نکلنے کے بعد حج کی اتباع میں یہ واجب ہیں۔

احرام سے نکلنے کے تین اسباب ہیں:

(۱) رمی (یعنی کنکریاں مارنا) (۲) سر منڈوانا اور (۳) فرض طواف کرنا۔

### خطبات حج:

(۱) ساتویں ذوالحجہ کا خطبہ (۲) نویں ذوالحجہ کا خطبہ (۳) قربانی کے دن کا خطبہ (۴) منی سے واپسی کے پہلے دن (یعنی بارہویں ذوالحجہ) کا خطبہ اور یہ تمام خطبے زوال کے بعد ہونے چاہئیں اور ان سب میں ایک ہی خطبہ ہوگا البتہ عرفات میں دو خطبے ہوں گے اور ان کے درمیان بیٹھنا ہے۔

پھر جب طواف سے فارغ ہو جائے تو رات گزارنے اور کنکریاں مارنے کے لئے منی واپس چلا جائے اور رات منی میں گزارے اسے لیلۃ القدر (یعنی ٹھہرنے کی رات) کہا جاتا ہے کیونکہ دوسرے دن لوگ وہاں ٹھہرتے ہیں اور واپس نہیں جاتے جب عید کا دوسرا دن ہو اور سورج ڈھل جائے تو کنکریاں مارنے کے لئے غسل کرے اور پہلا حمرہ جو عرفات کی جانب ہے اس کا قصد کرے، اور یہ راستے کے دائیں طرف ہے۔ اسے سات کنکریاں مارے جب اس سے آگے نکل جائے تو راستے کی دائیں جانب سے تھوڑا ہٹ کر قبلہ رخ کھڑا ہو اور اللہ عزوجل کی حمد کرے، لا الہ الا اللہ اور اللہ اکبر پڑھے پھر حضور قلب اور اعضاء کے خشوع و خضوع کے ساتھ دعائے اور سورہ بقرہ پڑھنے کی مقدار قبلہ رخ کھڑا رہے پھر حمرہ وسطیٰ کی طرف جائے اور اسے بھی

ان احناف کے نزدیک حج میں تین خطبے سنت ہیں: ”امام کاملہ میں ساتویں کو اور عرفات میں نویں کو اور منی میں گیارہویں کو خطبہ پڑھنا۔“

(بہار شریعت، حج کا بیان، حصہ ۶، ص ۱۲)

پیش کش: مجلس المدینۃ العلمیہ (دعوت اسلامی)

پہلے جمرہ کی طرح کنکریاں مارے اور یہاں بھی پہلے کی طرح کھڑا ہو کر دعائے مانگے پھر جمرہ عقبہ کی طرف جائے، اسے سات کنکریاں مارے اور کسی عمل میں مشغول نہ ہو پھر اپنی رہائش گاہ کی طرف لوٹ آئے اور یہ رات بھی منیٰ میں گزارے، اس رات کو "لیلة النفر الاول" کہا جاتا ہے اور یہاں صبح کرے پھر جب تشریق میں سے دوسرے دن ظہر کی نماز پڑھ لے تو پہلے دن کی طرح اکیس کنکریاں مارے۔ اب اسے اختیار ہے کہ منیٰ میں ٹھہرے یا مکہ مکرمہ لوٹ آئے اگر وہ منیٰ سے سورج غروب ہونے سے پہلے نکل جائے تو اس پر کچھ لازم نہ ہوگا لیکن اگر رات تک ٹھہرا رہا تو اب وہاں سے نکلنا جائز نہیں بلکہ وہاں رات گزارنا ضروری ہے یہاں تک کہ دوسرے دن پہلے کی طرح اکیس کنکریاں مارے گا۔ منیٰ میں رات نہ گزارنے اور کنکریاں نہ مارنے کی وجہ سے دم میں جانور ذبح کرنا لازم ہو جاتا ہے اور وہ اس کا گوشت صدقہ کر دے (خود نہ کھائے) اور رات منیٰ ہی میں گزارے۔ اسے اسرارِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا یہی طریقہ کار تھا۔

### آٹھواں ادب: عمرہ اور طواف وداع تک کے بقیہ امور

(جو شخص عمرہ کا ارادہ رکھتا ہو) وہ غسل کرے، احرام کے کپڑے پہنے اور عمرہ کا احرام باندھے، عمرہ کی نیت کر کے تلبیہ کہے، مسجد عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا قصد کرے اور وہاں دو رکعت نماز پڑھے پھر تلبیہ کہتا ہوا مکہ مکرمہ آجائے یہاں تک کہ مسجد حرام میں داخل ہو جائے۔ جب مسجد میں داخل ہو تو تلبیہ کہنا چھوڑ دے اور طواف کے سات چکر لگائے۔ اور سعی کے سات پھیرے لگائے جب فارغ ہو جائے تو سر منڈوائے اور اس کا عمرہ مکمل ہو گیا۔

### نواں ادب: طواف وداع کا بیان

جب حاجی تمام کام ختم کر لے اور کوچ کا ارادہ کرے تو طواف وداع میں مشغول ہو جائے اور بغیر رمل اور اضطباع کے سات چکر لگائے۔ جب طواف سے فارغ ہو تو مقام ابراہیم علیہ السلام کے پیچھے دو رکعتیں پڑھے آب زم زم پئے پھر ملتزم کے پاس آ کر دعائے مانگے اور گڑ گڑائے اور اللہ عزوجل کی خوشنودی اور مغفرت کا طلبگار ہو۔

### دسواں ادب: مدینہ منورہ کی زیارت اور آداب

حضور پاک، صاحب نولاک، سیاح افلاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا فرمانِ عالیشان ہے: "مَنْ زَارَنِي بَعْدَ وَفَاتِي

لَا احْتافَ كَيْ تَزِيكُ بِهٖ شَيْءٌ مِنْ حَجِّكَ سَنَتِكَ فِي سَنَةٍ" "نویں رات منیٰ میں گزارنا، آفتاب نکلنے کے بعد منیٰ سے عرفات کو روانہ ہونا و قوف عرفہ کے لئے غسل کرنا، عرفات سے واپسی میں مزدلفہ میں رات کو رہنا اور آفتاب نکلنے سے پہلے یہاں سے منیٰ کو چلا جانا، دس اور گیارہ کے بعد جو دونوں راتیں ہیں ان کو منیٰ میں گزارنا اور اگر تیرہویں کو منیٰ میں رہا تو بارہویں کے بعد کی رات کو بھی منیٰ میں رہے۔" (بہار شریعت، حج کی سنتیں، حصہ ۶، ص ۱۳)

فَكَانَ مَا زَارَنِي فِي حَيَاتِي تَرْجَمَةً: جس نے میرے وصال کے بعد میری زیارت کی گویا اس نے میری زندگی میں میری زیارت کی۔“ (شعب الایمان للبيهقي، باب في المناسك، فضل الحج والعمرة، الحديث ٤١٥١، ج ٣، ص ٤٨٨)

نبی مکرمؐ، نور مجسمؐ، رسول اکرمؐ، شہنشاہ بنی آدم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان عبرت نشان ہے: ”مَنْ وَجَدَ سَعَةً وَلَمْ يَزُرْنِي فَقَدْ جَفَانِي تَرْجَمَةً: جس شخص نے طاقت ہونے کے باوجود میری زیارت نہ کی اس نے مجھ سے جفا کی۔“

(الكامل في ضعفاء الرجال لابن عدی، الرقم ١٩٥٦، النعمان بن شبل، ج ٨، ص ٢٤٨) من وجد سعة: بدله: من حج البيت نبی رحمت، شفیع اُمت، قاسم نعمت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان شفاعت نشان ہے:

مَنْ جَاءَ نِسِي زَائِرًا لَا يَهْمُهُ إِلَّا زِيَارَتِي كَانَ حَقًّا عَلَى اللَّهِ تَعَالَى أَنْ أَكُونَ لَهُ شَفِيعًا. ترجمہ: جو شخص میری زیارت کے لئے آئے اور میری زیارت کے سوا اس کا کوئی مقصد نہ ہو تو اللہ عزوجل کے ذمہ کرم پر ہے کہ میں اس کی شفاعت کروں۔

(المعجم الكبير، الحديث ١٣١٤٩، ج ١٢، ص ٢٢٥، بتغير قليل)

## مدینہ پاک میں داخل ہونے کے آداب:

جو شخص نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت کا ارادہ کرے تو وہ راستے میں کثرت سے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم پر درود شریف پڑھے جب مدینہ منورہ کی دیواروں اور درختوں پر نظر پڑے تو کہے: ”اللَّهُمَّ هَذَا حَرَمٌ رَسُولِكَ، وَاجْعَلْهُ لِي وَقَايَةً مِنَ النَّارِ، وَأَمَانًا مِنَ الْعَذَابِ وَسُوءِ الْحِسَابِ تَرْجَمَةً: اے اللہ عزوجل! یہ تیرے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا حرم پاک ہے۔ اسے میرے لئے جہنم کی آگ سے رکاوٹ بنا دے اور عذاب اور برے حساب سے امن کا باعث بنا۔“

داخل ہونے سے پہلے حڑہ کے کنوئیں سے غسل کرے، خوشبو لگائے اور نہایت پاک صاف کپڑے پہنے۔ پھر تواضع کے ساتھ تعظیم بجالاتے ہوئے داخل ہو اور بارگاہ الہی میں عرض کرے: ”بِسْمِ اللَّهِ وَعَلَى مِلَّةِ رَسُولِ اللَّهِ رَبِّ أَدْخِلْنِي مُدْخَلَ صِدْقٍ وَأَخْرِجْنِي مُخْرَجَ صِدْقٍ وَاجْعَلْ لِي مِنْ لَدُنْكَ سُلْطَانًا نَصِيرًا تَرْجَمَةً: اللہ عزوجل کے نام سے اور رسول اللہ عزوجل صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی ملت پر، اے میرے رب عزوجل! مجھے سچائی کے ساتھ داخل کر اور سچائی کے ساتھ باہر نکال اور اپنی طرف سے میرے لئے مددگار غلبہ عطا فرما۔“

## مسجد نبوی علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام میں داخل ہونے کے آداب:

پھر مسجد شریف کا ارادہ کرے اور داخل ہو کر منبر کے پاس دو رکعتیں ادا کرے، منبر شریف کے پائے کو اپنے دائیں

کندھے کے مقابل رکھے اور منہ اس ستون کی طرف کرے جس طرف صندوق ہے اور مسجد شریف کے قبلہ کا دائرہ دونوں آنکھوں کے سامنے ہو نیہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے کھڑے ہونے کی جگہ تھی پھر نبی کریم، رءوف رحیم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے مزار پر انوار پر حاضر ہو اور آپ کے رخ انور کے سامنے اس طرح کھڑا ہو کہ قبلہ کی طرف پیٹھ ہو اور روضہ مبارکہ کی دیوار کی طرف رخ کر کے ستون سے چار گز کے فاصلے پر کھڑا ہو، قدیل سر کے اوپر ہو، دیوار کو ہاتھ لگانا یا بوسہ دینا سنت اور ادب نہیں۔

پیارے آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں سلام عرض کرنے کا طریقہ:

پھر عرض کرے: "السَّلَامُ عَلَيْكَ يَا رَسُولَ اللَّهِ، السَّلَامُ عَلَيْكَ يَا نَبِيَّ اللَّهِ، السَّلَامُ عَلَيْكَ يَا أَمِينِ اللَّهِ، السَّلَامُ عَلَيْكَ يَا حَبِيبَ اللَّهِ، السَّلَامُ عَلَيْكَ يَا صَفْوَةَ اللَّهِ، السَّلَامُ عَلَيْكَ يَا خَيْرَةَ اللَّهِ، السَّلَامُ عَلَيْكَ يَا أَحْمَدُ، السَّلَامُ عَلَيْكَ يَا مُحَمَّدُ، السَّلَامُ عَلَيْكَ يَا شَفِيعُ، السَّلَامُ عَلَيْكَ يَا عَاقِبُ، السَّلَامُ عَلَيْكَ يَا بَشِيرُ، السَّلَامُ عَلَيْكَ يَا نَذِيرُ، السَّلَامُ عَلَيْكَ يَا طَهَّ، السَّلَامُ عَلَيْكَ يَا طَاهِرُ، السَّلَامُ عَلَيْكَ يَا أَكْرَمَ وُلْدِ آدَمَ، السَّلَامُ عَلَيْكَ يَا رَسُولَ اللَّهِ، السَّلَامُ عَلَيْكَ يَا رَسُولَ رَبِّ الْعَالَمِينَ، السَّلَامُ عَلَيْكَ يَا سَيِّدَ الْمُرْسَلِينَ، السَّلَامُ عَلَيْكَ يَا خَاتَمَ النَّبِيِّينَ، السَّلَامُ عَلَيْكَ يَا قَائِدَ الْخَيْرِ، السَّلَامُ عَلَيْكَ يَا فَاتِحَ الْبَرِّ، السَّلَامُ عَلَيْكَ يَا نَبِيَّ الرَّحْمَةِ، السَّلَامُ عَلَيْكَ يَا سَيِّدَ الْأُمَّةِ، السَّلَامُ عَلَيْكَ يَا قَائِدَ الْغُرِّ الْمُحْجَلِينَ، السَّلَامُ عَلَيْكَ وَ عَلَى أَهْلِ بَيْتِكَ الَّذِينَ أَذْهَبَ اللَّهُ عَنْهُمْ الرَّجْسَ وَ طَهَّرَهُمْ تَطْهِيرًا، السَّلَامُ عَلَيْكَ وَ عَلَى أَصْحَابِكَ الطَّيِّبِينَ وَ أَزْوَاجِكَ الطَّاهِرَاتِ أُمَّهَاتِ الْمُؤْمِنِينَ، جَزَاكَ اللَّهُ عَنَّا أَفْضَلَ مَا جَزَى نَبِيًّا عَن قَوْمِهِ، وَ رَسُولًا عَن أُمَّتِهِ، وَ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْكَ كَمَا ذَكَرَكَ الذَّاكِرُونَ، وَ غَفَلَ عَن ذِكْرِكَ الْغَافِلُونَ، وَ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْكَ فِي الْأَوَّلِينَ وَ الْآخِرِينَ، أَفْضَلَ وَ أَكْمَلَ وَ أَعْلَى وَ أَجَلَّ وَ أَطْيَبَ وَ أَطَهَرَ مَا صَلَّى عَلَيَّ أَحَدٌ مِّنْ خَلْقِهِ، كَمَا اسْتَقْدَنَا بِكَ مِنَ الضَّلَالَةِ، وَ بَصُرْنَا بِكَ مِنَ الْعَمَايَةِ، وَ هَدَانَا بِكَ مِنَ الْجَهَالَةِ، أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَ حْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ، وَ أَنَّكَ عَبْدُهُ وَ رَسُولُهُ وَ أَمِينُهُ وَ صَفِيُّهُ وَ خَيْرَتُهُ مِّنْ خَلْقِهِ، وَ أَشْهَدُ أَنَّكَ قَدْ بَلَّغْتَ الرِّسَالََةَ، وَ آدَيْتَ الْأَمَانَةَ، وَ نَصَحْتَ الْأُمَّةَ، وَ جَاهَدْتَ عَدُوَّكَ، وَ هَدَيْتَ أُمَّتَكَ، وَ عَبَدْتَ رَبَّكَ حَتَّى آتَاكَ الْيَقِينَ، فَصَلَّى اللَّهُ عَلَيْكَ وَ عَلَى أَهْلِ بَيْتِكَ الطَّيِّبِينَ الطَّاهِرِينَ، وَ كَرَّمَ وَ شَرَّفَ.

ترجمہ: اے اللہ عزوجل کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم! آپ پر سلام ہو، اے اللہ عزوجل کے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ

وسلم! آپ پر سلام ہو، اے اللہ عزوجل کے امین! آپ پر سلام ہو، اے اللہ عزوجل کے حبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم! آپ پر

سلام ہو، اے اللہ عزوجل کے چنے ہوئے! آپ پر سلام ہو، اے اللہ عزوجل کی مخلوق میں سب سے بہتر! آپ پر سلام ہو، اے احمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم! آپ پر سلام ہو، اے محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم! آپ پر سلام ہو، اے شفیع صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم! آپ پر سلام ہو، اے عاقب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم! آپ پر سلام ہو، اے خوشخبری سنانے والے! آپ پر سلام ہو، اے ڈر سنانے والے! آپ پر سلام ہو، اے طہ! آپ پر سلام ہو، اے پاکیزہ ذات! آپ پر سلام ہو، اے اولاد آدم میں سب سے زیادہ عزت والے! آپ پر سلام ہو، اے اللہ عزوجل کے رسول! آپ پر سلام ہو، اے تمام جہانوں کو پالنے والے کے رسول! آپ پر سلام ہو، اے رسولوں کے سردار! آپ پر سلام ہو، اے سب بھلائیوں کے دروازے کھولنے والے! آپ پر سلام ہو، اے رحمت والے نبی! آپ پر سلام ہو، اے امت کے سردار! آپ پر سلام ہو، اے چمکتی پیشانی والوں کے قائد! آپ پر سلام ہو، آپ پر سلام ہو اور آپ کے اہل بیت پر جن سے اللہ عزوجل نے ناپاکی کو دور کیا اور انہیں خوب پاک کیا، آپ پر سلام ہو اور آپ کے پاکیزہ صحابہ پر، آپ کی پاکباز و اج پر جو مومنین کی مائیں ہیں۔

اللہ عزوجل آپ کو اس سے بھی افضل جزاء عطا فرمائے جو اس نے کسی نبی کو اس کی قوم کی طرف سے اور کسی رسول کو اس کی امت کی طرف سے عطا فرمائی، اللہ عزوجل آپ پر رحمت نازل فرمائے جب بھی یاد کرنے والے آپ کا ذکر کریں اور غافل لوگ آپ کے ذکر سے غافل ہوں، اللہ عزوجل اولین و آخرین میں آپ پر رحمت فرمائے جو کسی مخلوق پر نازل ہونے والی رحمت سے افضل، کامل ترین، اعلیٰ، بلند ترین اور سب سے زیادہ پاکیزہ ہو جس طرح اس نے ہمیں آپ کے ذریعے گمراہی سے نکالا اور آپ کے ذریعے ہمیں اندھے پن سے بچا کر بینائی عطا فرمائی اور آپ کے سبب سے ہمیں جہالت سے ہدایت کی طرف ہماری رہنمائی فرمائی، میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ عزوجل کے سوا کوئی معبود نہیں، وہ اکیلا ہے، اس کا کوئی شریک نہیں اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اس کے بندے، رسول، امین، چنے ہوئے اور مخلوق میں سب سے افضل ہیں اور میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے اللہ عزوجل کا پیغام پہنچا دیا، امانت ادا کر دی، امت کی خیر خواہی کی، اپنے دشمن کے خلاف جہاد کیا، امت کو ہدایت دی اور اپنے وصال تک اپنے رب عزوجل کی عبادت کی۔ آپ پر اور آپ کی پاکیزہ آل پر اللہ عزوجل کی رحمت اور سلام ہو اور اس کا کرم اور شرف ہو۔“

اور اگر کسی کا سلام آپ کی بارگاہ میں پہنچانے کی وصیت ہو تو عرض کرے: ”آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم پر فلاں کی طرف سے سلام ہو۔“



حضرات سیدانا ابو بکر صدیق و عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی بارگاہ میں سلام عرض کرنے کا طریقہ

پھر ایک گز کے فاصلے پر ہٹ کر امیر المؤمنین حضرت سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر سلام بھیجے کیونکہ ان کا سر مبارک نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے کندھے مبارک کے پاس ہے اور امیر المؤمنین حضرت سیدنا عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا سر مبارک امیر المؤمنین حضرت سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے کندھے مبارک کے پاس ہے، پھر ایک گز کے فاصلے پر ہٹ کر امیر المؤمنین حضرت سیدنا عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر سلام بھیجے اور دونوں پر اس طرح سلام بھیجے:

”السَّلَامُ عَلَيْكُمْ يَا وَزِيرِي رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ، الْمُعَاوِنِينَ لَهُ عَلَى الْقِيَامِ بِالدِّينِ مَا دَامَ حَيًّا، الْقَائِمِينَ فِي أُمَّتِهِ بَعْدَهُ بِأُمُورِ الدِّينِ، تَتَّبِعَانِ فِي ذَلِكَ آثَارَهُ، وَتَعْمَلَانِ بِسُنَّتِهِ، فَجَزَاكُمَا اللَّهُ خَيْرَ مَا جَزَى وَزِيرِي نَبِيِّ عَلِيٍّ دِينِهِ خَيْرًا۔“

ترجمہ: اے ناسیبین رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ورضی اللہ تعالیٰ عنہما! اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی ظاہری حیات میں دین کے معاملہ میں مدد کرنے والو! اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے وصال کے بعد امت میں امور دین قائم کرنے والو! تم پر سلام ہو اس سلسلہ میں تم نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے نقش قدم پر چلے اور آپ کی سنت کے مطابق عمل کیا، اللہ عزوجل نے کسی نبی کے دو وزیروں کو اس کے دین کے اعتبار سے جو جزا دی ہے تمہیں اس سے بہتر جزا عطا فرمائے۔“

پھر لوٹ کر نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی قبر انور اور ستون (جو کہ امام غزالی علیہ رحمۃ اللہ الوالی کے دور میں تھا) کے درمیان آپ کے سر انور کے سامنے کھڑا ہو کر قبلہ کی طرف منہ کرے اور اللہ عزوجل کی حمد اور بزرگی بیان کرے اور نبی رحمت، شفیع امت، صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم پر کثرت سے درود شریف پڑھے پھر اللہ عزوجل کی بارگاہ میں عرض کرے: ”اے اللہ عزوجل! تو نے ارشاد فرمایا ہے:

وَلَوْ أَنَّهُمْ إِذْ ظَلَمُوا أَنفُسَهُمْ جَاءُوكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللَّهَ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُولُ لَوَجَدُوا اللَّهَ تَوَّابًا رَحِيمًا (ب، ۵، النساء: ۶۴)

ترجمہ: کنز الایمان: اور اگر جب وہ اپنی جانوں پر ظلم کریں تو اے محبوب! تمہارے حضور حاضر ہوں اور پھر اللہ سے معافی چاہیں اور رسول ان کی شفاعت فرمائے تو ضرور اللہ کو بہت توبہ قبول کرنے والا مہربان پائیں۔

اے اللہ عزوجل! ہم نے تیرا فرمان سنا اور تیرے حکم کو مانا، تیرے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا قصد کیا، اپنے گناہوں کے معاملہ میں ان کو شفیق بناتے ہیں جن گناہوں نے ہماری پیٹھ کو بوجھل کر دیا، ہم اپنی خطاؤں کا اعتراف کرتے ہیں اور اپنی لغزشوں سے توبہ کرتے ہیں، اے اللہ عزوجل! تو ہماری توبہ قبول فرما اور ہمارے حق میں اپنے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی شفا فرما، ان

کی اس قدر منزلت کے وسیلہ سے جو تیری بارگاہ میں ہے اور اس حق کے صدقے جو تجھ پر ہے۔

اے اللہ عزوجل! ہم پر رحم فرما مجاہدین، مہاجرین، انصار اور ہمارے ان بھائیوں کو جو حالت ایمان میں ہم سے پہلے چلے گئے، بخش دے، اے اللہ عزوجل! اپنے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی قبر انور اور اپنے حرم شریف میں ہماری اس حاضری کو آخری حاضری نہ بنانا بلکہ اپنی رحمت کے سبب بار بار اس در کی حاضری نصیب فرمانا، اے سب سے بڑھ کر رحم فرمانے والے۔

## ریاض الجنۃ کی فضیلت:

پھر ریاض الجنۃ میں جائے اور وہاں نماز پڑھے اور جس قدر ممکن ہو کثرت سے دعائے گنگے کیونکہ نور کے پیکر، تمام نبیوں کے سرور، دو جہاں کے تاجور، سلطانِ بحر و بر صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا فرمانِ جنت نشان ہے:

مَا بَيْنَ قَبْرِي وَمَنْبَرِي رَوْضَةٌ مِّنْ رِّيَاضِ الْجَنَّةِ  
ترجمہ: میری قبر انور اور منبر کا درمیانی حصہ جنت کے باغوں میں سے ایک باغ ہے اور میرا منبر میرے حوض پر ہے۔

(صحیح البخاری، کتاب فضل الصلاة فی مسجد مکة والمدینة، باب فضل ما بین القبر والمنبر، الحدیث: ۱۹۶، ص ۹۲، مقبری بدله بیٹی) پھر منبر کے پاس دعائے گنگے اور مستحب یہ ہے کہ اپنا ہاتھ نچلے پائے پر رکھے اور یہ بھی مستحب ہے کہ جمعرات کے دن نکلے اور شہداء کی قبروں کی زیارت کرے، صبح کی نماز مسجد نبوی میں ادا کرے اور زیارت کے لئے نکل جائے اور ظہر کی نماز کے لئے مسجد کی طرف لوٹ آئے تاکہ اس سے مسجد نبوی میں فرائض کی جماعت فوت نہ ہو جائے۔

## جنت البقیع میں حاضری:

اور ہر روز نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں سلام پیش کرنے کے بعد جنت البقیع جانا مستحب ہے۔ اور حضرت

امیر اہلسنت بانی دعوت اسلامی حضرت علامہ مولانا محمد الیاس عطارد قادی دامت برکاتہم العالیہ رفیق الحرمین میں فرماتے ہیں: ”جنت البقیع کے مدفونین کی خدمت میں باہر ہی کھڑے ہو کر سلام عرض کریں اور باہر ہی سے دعائے گنگے کیونکہ نجدیوں نے جنت البقیع شریف نیز جنت المعلیٰ (مکہ مکرمہ) دونوں مقدس قبرستانوں کے مقبروں اور مزاروں کو نہایت ہی بے دردی اور گستاخی کے ساتھ شہید کر دیا ہے۔ ہزار ہا صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اور بے شمار اہلبیت اطہار رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین و اولیائے کبار رحمہم اللہ و عشاق زرار رحمہم اللہ کے مزارات کے نفوس تک مٹا دیئے ہیں۔ آپ اگر اندر تشریف لے گئے تو آپ کو کیا معلوم کہ آپ کا پاؤں کسی صحابی یا کسی ولی کے مزار شریف پڑ رہا ہے بلکہ عام مسلمانوں کی قبروں پر بھی پاؤں رکھنا حرام ہے۔ جو راستہ قبریں منہدم کر کے بنایا جائے اس پر چلنا حرام ہے۔ بلکہ امام اہلسنت، اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ اگر کسی راستے کے بارے میں شک بھی ہو کہ یہ راستہ قبروں کو مٹا کر بنایا گیا ہے تو اس پر بھی چلنا حرام ہے۔ وَالْعِيَاذُ بِاللَّهِ تَعَالَى. جنت البقیع کے دروازے ہی پر حاضر ہو کر سلام عرض کرنا ضروری نہیں۔ اصل طریقہ تو یہ ہے کہ اس سمت سے حاضر ہوں جہاں سے قبلہ کو آپ کی پیٹھ ہو اور مدفونین البقیع کے چہرے آپ کی طرف ہوں۔“ (رفیق الحرمین، ص ۲۰۰)



سیدنا حسن بن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہما، حضرت سیدنا عثمان غنی، حضرت سیدنا علی بن حسین بن علی، حضرت سیدنا محمد بن علی، حضرت سیدنا جعفر بن محمد اور حضرت سیدنا عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی قبروں کی زیارت کرے، مسجد فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا میں نماز پڑھے اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے صاحبزادے حضرت سیدنا ابراہیم اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی پھوپھی حضرت صفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی قبروں کی زیارت کرے۔

حاجی کو چاہئے کہ وہ راستہ میں تجارت نہ کرے تاکہ سفر حج سے اس کا ارادہ صرف عبادت ہی ہو اور جہاں تک دوسرے کا خرچ برداشت کرنا ممکن ہو کہ تو کرے اور حج میں اپنی توجہ اللہ عزوجل کی طرف رکھے اور اسے کسی حال میں بھی نہ بھولے۔



## اللہ عزوجل کے لئے باہم محبت کرنے

### والے نور کے منبروں پر ہوں گے

فرمان مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ہے: ”بے شک اللہ عزوجل کے ایسے بندے بھی ہیں جو نہ انبیاء علیہم السلام ہیں اور نہ شہداء لیکن انبیاء کرام علیہم السلام اور شہدائے عظام ان کے مقام و مرتبہ اور اللہ عزوجل سے ان کے قرب پر رشک کریں گے۔“ ایک اعرابی نے عرض کی: ”یا رسول اللہ عزوجل و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم! یہ کون لوگ ہوں گے؟“ حضور نبی کریم، رءوف رحیم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ”یہ مختلف شہروں کے لوگ ہوں گے ان کے درمیان کوئی خونی رشتہ نہ ہوگا مگر وہ ایک دوسرے سے صرف رضائے الہی عزوجل کی خاطر محبت کرتے اور تعلق رکھتے ہوں گے۔ بروز قیامت اللہ عزوجل ان کے لئے اپنے (عرش کے) سامنے نور کے منبر رکھنے کا حکم فرمائے گا۔ اور ان کا حساب بھی انہی منبروں پر فرمائے گا۔ لوگ تو خوفزدہ ہوں گے لیکن وہ بے خوف ہوں گے۔“ (المعجم الکبیر، الحدیث ۳۴۳۳، ج ۲، ص ۲۹۰ بتغییر)

## تلاوت قرآن پاک کا بیان

باب 8:

نور کے پیکر، تمام نبیوں کے سرور، دو جہاں کے تاجور، سلطانِ بحر و بر صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا فرمانِ فضیلت نشان ہے:

مَنْ قَرَأَ الْقُرْآنَ ثُمَّ رَأَىٰ أَنْ أَحَدًا أُوتِيَ أَفْضَلَ مِمَّا أُوتِيَ فَقَدْ اسْتَصْغَرَ مَا عَظَّمَهُ اللَّهُ تَعَالَىٰ.

ترجمہ: جس نے قرآن پڑھا پھر یہ خیال کیا کہ کسی کو اس سے افضل چیز عطا کی گئی ہے تو اس نے اس چیز کو حقیر جانا جسے اللہ عزوجل نے عظمت عطا فرمائی ہے۔

(الاستيعاب في معرفة الأصحاب، باب حرف الراء، باب رجاء، الرقم ۷۷۲، رجاء الغنوی، ج ۲، ص ۷۵ مفہوماً)

سید المبلغین، رحمۃ اللہ علیہم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا فرمانِ ذی وقار ہے:

مَا مِنْ شَفِيعٍ أَفْضَلَ مِنْزِلَةً عِنْدَ اللَّهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ مِنْ الْقُرْآنِ لَا نَبِيٍّ وَلَا مَلَكٍ وَلَا غَيْرُهُمَا.

ترجمہ: اللہ عزوجل کی بارگاہ میں بروز قیامت قرآن پاک سے زیادہ کسی شفاعت کرنے والے کا مرتبہ نہ ہوگا۔ نہ کسی نبی کا، نہ فرشتے کا اور نہ ہی کسی اور کا۔

شہنشاہِ خوشِ نصال، پیکرِ حسن و جمال، دافعِ رنج و ملال، صاحبِ جو دو نوال، رسولِ بے مثال، بی بی آمنہ کے لال صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا فرمانِ خوشبودار ہے: ”بے شک اللہ عزوجل نے مخلوق کو پیدا کرنے سے دو ہزار سال پہلے سورہ طہ اور سورہ یسین کی تلاوت فرمائی۔ جب فرشتوں نے قرآن کو سنا تو کہا: مبارک ہو اس امت کے لئے جن پر یہ قرآن نازل ہوگا، مبارک ہیں وہ سینے جو اسے اٹھائیں گے اور خوشخبری ہے ان زبانوں کے لئے جو اس کی تلاوت کریں گی۔“

(سنن الدارمی، کتاب فضائل القرآن، باب فی فضل سورۃ طہ ویس، الحدیث ۳۴۱۴، ج ۲، ص ۵۴۷ تا ۵۴۸)

## عافل لوگوں کی تلاوت کی مذمت:

حضرت سیدنا انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ارشاد فرمایا: ”بہت سے تلاوتِ قرآن کرنے والے ایسے ہیں کہ قرآن ان پر لعنت بھیجتا ہے۔“

حضرت سیدنا ابوسلیمان دارانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں: ”دوزخ کے فرشتے اللہ عزوجل کے نافرمان حاملینِ قرآن کو بت پرستوں سے بھی جلدی پکڑیں گے۔“

تورات شریف میں ہے، اللہ عزوجل ارشاد فرماتا ہے: ”اے میرے بندے! کیا تجھے مجھ سے حیا نہیں آتی؟ تیرے پاس کسی دوست کا خط آتا ہے اور تو راستے میں چل رہا ہو تو راستے سے ہٹ کر اسے پڑھنے کے لئے بیٹھ جاتا ہے اور اس کے ایک ایک

حرف میں غور کرتا ہے حتیٰ کہ تو اس سے کچھ بھی نہیں چھوڑتا اور یہ میری کتاب ہے جسے میں نے تیری طرف اتارا ہے، دیکھ! میں نے اس میں تیرے لئے کتنی باتوں کو تفصیل سے بیان کیا اور کتنی باتوں کو تکرار سے بیان کیا تاکہ تو اس کے طول و عرض میں غور و فکر کرے پھر تو اس سے معہ پھیرتا ہے، کیا میں تیرے نزدیک تیرے بھائی سے بھی پیچھے ہوں؟ اے میرے بندے! تیرا بھائی تجھے کوئی واقعہ سناتا ہے تو تو پوری طرح متوجہ ہو کر سنتا ہے اور پوری دل جمعی سے اس کی باتوں کو سنتا ہے، اگر کوئی درمیان میں بات کرتا ہے یا تجھے اس کی بات سے بے توجہ کرتا ہے تو تو اشارے سے اسے روکتا ہے جب کہ میں تیری طرف متوجہ ہوں اور تجھ سے کلام کرتا ہوں اور تو اپنا دل مجھ سے پھیر لیتا ہے کیا تو نے مجھے اپنے بھائی سے بھی ہلکا سمجھ رکھا ہے؟“ اللہ عَزَّوَجَلَّ اس سے بہت زیادہ بلند و اعلیٰ ہے۔

### قرآن پاک پڑھنے کے آداب:

تلاوت کرنے والے کو چاہئے کہ وہ با وضو ہو اور حالتِ ادب میں کھڑا یا بیٹھا ہو اور سب سے افضل نماز میں حالتِ قیام میں قراءت کرنا ہے۔ سرکارِ والاخبار، ہم بے کسوں کے مددگار، شفیع روزِ ہمارے صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا فرمانِ ہدایت نشان ہے:

مَنْ قَرَأَ الْقُرْآنَ فِي أَوَّلِ مِنْ ثَلَاثٍ لَمْ يَفْهَمْهُ. ترجمہ: جس شخص نے تین دن سے کم میں مکمل قرآن پاک پڑھا اس نے نہیں سمجھا۔

(جامع الترمذی، ابواب القراءات، باب فی: کم أقرأ القرآن؟، الحدیث ۲۹۴۹، ص ۱۹۴۸)

بعض لوگوں نے ہر رات میں ایک قرآن پاک ختم کرنا مکروہ جانا ہے اور شاید ہر ہفتہ میں ختم کرنا بہتر ہے اور تلاوت کے اندر ترتیل (یعنی ٹھہر ٹھہر کر پڑھنا) مستحب ہے۔

تاجدارِ رسالت، شہنشاہِ نبوت، حُزْنِ جود و سخاوت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

إِنَّ هَذَا الْقُرْآنَ نُزِلَ بِحُزْنٍ، فَإِذَا قَرَأْتُمُوهُ فَتَحَازَنُوا. ترجمہ: بے شک یہ قرآن حزن کے ساتھ اتارا گیا ہے۔ پس جب اسے پڑھو تو حزن (یعنی غم) ظاہر کرو۔

(سنن ابن ماجہ، ابواب اقامة الصلوات، باب فی حسن الصوت بالقرآن، الحدیث ۱۳۳۷، ص ۲۵۵۶ "فتحازنوا" بدلہ "فأبکوا")

اور تلاوت کرنے والے کو چاہئے کہ آیتِ سجدہ کے حق کی رعایت رکھے۔ لہذا اگر با وضو ہو اور خود پڑھے یا دوسرے سے

سنے تو سجدہ کرے۔ قرآن مجید میں چودہ سجدے ہیں۔ سورہ حج میں دو سجدے جبکہ سورہ ص میں سجدہ نہیں ہے!

احناف کے نزدیک: "سورہ حج اور سورہ ص میں ایک ایک سجدہ ہے۔" (تویر الابصار مع الدر المنخار، کتاب الصلاة، باب سجود الثلاثة، ج ۱، ص ۱۰۴)

قرآن مجید کو تعظیم اور غور و فکر کے ساتھ پڑھنا چاہئے اللہ عزوجل نے اپنی مخلوق پر مہربانی فرمائی کہ اس نے اسے اپنے عظیم عرش سے اس درجہ میں نازل فرمایا کہ مخلوق سمجھ سکے یہاں تک کہ اس کے کلام کے معانی جو اس کی ذاتی صفت ہے اسے مخلوق کی سمجھ کے درجہ تک پہنچا دیا اور مخلوق کے لئے وہ صفت حروف اور آواز کی لپیٹ میں کیسے ظاہر ہوتی اگر اس کے کلام کی جلالت حروف کے لباس میں مستور نہ ہو تو عرش اور زمین کو اس کے سننے کی تاب نہ ہوتی بلکہ جو کچھ ان دونوں کے درمیان ہے وہ اللہ عزوجل کی بادشاہی کی عظمت اور نوری شعاعوں سے متفرق ہو جاتا ہے اگر اللہ عزوجل حضرت سیدنا موسیٰ علیہ السلام کو ثابت نہ رکھتا تو وہ اس کے کلام کو سننے کی طاقت نہ رکھتے جس طرح پہاڑ اس کی ادنیٰ تجلی کو برداشت نہ کر سکا اور ریزہ ریزہ ہو گیا، لہذا بندے کو چاہئے کہ قرآن مجید کو پڑھنے کے ساتھ اپنے دل میں متکلم کی عظمت کو بھی حاضر کرے اور یہ خیال کرے کہ اس کے ذریعے اللہ عزوجل اس سے کلام فرما رہا ہے۔

اللہ کے محبوب، دانائے غیوب، منزہ عن العیوب عزوجل وصلى الله تعالى عليه وآله وسلم کا فرمان عالیشان ہے: "إِنَّ لِلْقُرْآنِ ظَهْرًا وَبَطْنًا وَحَدًّا وَمَطْلَعًا ترجمہ: بے شک قرآن مجید کا ایک ظاہر، ایک باطن، ایک حد اور ایک جائے ظہور ہے۔"

(الزهد لابن المبارك ويليہ كتاب الرقائق، باب في لزوم السنة، الحديث ۹۳، ص ۲۳، مفہوماً)

امیر المؤمنین، مولیٰ مشکل کشا حضرت سیدنا علی المرتضیٰ عظمیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ارشاد فرمایا: "اگر میں چاہوں تو

سورہ فاتحہ کی تفسیر سے ستر اونٹ بھر دوں۔"

اس سے واضح ہوتا ہے کہ قرآن مجید کے اسرار ختم نہیں ہو سکتے اور اس کے عجائبات بے شمار ہیں اور یہ چیزیں دل کی پاکیزگی پر موقوف ہیں۔ نبی اکرم، نور مجسم، شاہ بنی آدم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت سیدنا ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے حق میں دعا فرمائی: "اے اللہ عزوجل اسے دین کی سمجھ اور قرآن مجید کی تاویل سکھا دے۔"

(المسند للإمام احمد بن حنبل، مسند عبد اللہ بن العباس بن عبد المطلب، الحديث ۲۸۸۱، ج ۱، ص ۶۷۴)

یہ اس بات پر دلالت ہے کہ تفسیر قرآن مجید کی طرح مسوع (یعنی سنی ہوئی) اور منقول (یعنی روایت کی ہوئی) نہیں ہے۔

اللہ عزوجل نے ارشاد فرمایا:

لَعَلِمَهُ الَّذِينَ يَسْتَنْبِطُونَهُ مِنْهُمْ ط (پ ۵، النساء: ۸۳)

ترجمہ کنزالایمان: تو ضرور ان سے اُس کی حقیقت جان لیتے یہ جو

بعد میں کاوش کرتے ہیں۔

اس آیت میں اہل علم کے لئے استنباط کرنا ثابت ہے اور یہ اس بات پر دلالت ہے کہ یہ چیز صرف سماعت پر موقوف نہیں۔ اس بات کو سمجھ لو بہت مفید ہے۔ وَاللَّهُ أَعْلَمُ.



## اذکار اور دعاؤں کا بیان

باب 9:

اللہ عزوجل کا فرمان عالیشان ہے:

أَدْعُونِيَّ أَسْتَجِبْ لَكُمْ ط (ب ۲۴، المؤمن: ۶۰)

ترجمہ کنز الایمان: مجھ سے دعا کرو میں قبول کروں گا۔

اللہ عزوجل کا ارشاد مبارک ہے:

فَإِذَا قُضِيَتْ الصَّلَاةُ فَادْكُرُوا اللَّهَ قِيَمًا وَقَعُودًا

ترجمہ کنز الایمان: پھر جب تم نماز پڑھ چکو تو اللہ کی یاد کرو کھڑے

وَعَلَىٰ جُنُوبِكُمْ ج (ب ۵، النساء: ۱۰۳)

اور بیٹھے اور کروٹوں پر لیٹے۔

حسن اخلاق کے پیکر، نبیوں کے تاجور، محبوب رب اکبر عزوجل و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا فرمانِ عظمت نشان ہے:

ذَاكِرُ اللَّهِ فِي الْغَائِلِينَ كَالْحَيِّ بَيْنَ الْأَمْوَاتِ

ترجمہ: غافل لوگوں میں اللہ عزوجل کا ذکر کرنے والے کی

مثال اس طرح ہے جس طرح مردوں میں زندہ ہو۔

(صحیح البخاری، کتاب الدعوات، باب فضل ذکر اللہ، الحدیث ۶۴۰۷، ص ۵۳۸، مفہوماً)

حضور نبی کریم، رؤوف رحیم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

ذَاكِرُ اللَّهِ فِي الْغَائِلِينَ كَشَجَرَةٍ خَضِرَاءَ فِي

ترجمہ: غافل لوگوں میں اللہ عزوجل کا ذکر کرنے والے کی

مثال اس طرح ہے جیسے سوکھے درختوں میں سرسبز درخت ہو۔

وَسَطِ الْهَشِيمِ.

(شعب الایمان للبیہقی، باب فی محبة اللہ، فصل فی اقامة ذکر اللہ، الحدیث ۵۶۵، ج ۱، ص ۴۱۱ "الہشیم" بدلہ "الشجر")

شہنشاہِ مدینہ، قرارِ قلب و سینہ، صاحبِ معطرِ سینہ، باعثِ نزولِ سکینہ، فیضِ گنجینہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا فرمانِ رحمت

نشان ہے: "جو لوگ کسی جگہ بیٹھ کر اللہ عزوجل کا ذکر کرتے ہیں تو فرشتے ان کا احاطہ کر لیتے ہیں اور رحمت انہیں ڈھانپ لیتی ہے

اور اللہ عزوجل اپنی بارگاہ میں (اپنی شان کے مطابق) ان کا تذکرہ فرماتا ہے۔

(سنن ابن ماجہ، ابواب الادب، باب فضل الذکر، الحدیث ۳۷۹۱، ص ۲۷۰۲)

نبی کریم، رؤوف رحیم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا فرمانِ عالیشان ہے: "جو لوگ کسی جگہ جمع ہوتے ہیں اور اس میں اللہ عزوجل کا

ذکر نہیں کرتے اور نہ ہی نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم پر درود پاک بھیجتے ہیں تو بروزِ قیامت وہ مجلس ان کے لئے باعثِ حسرت ہو

گی۔" (الاحسان بترتیب صحیح ابن حبان، کتاب البر والاحسان، باب الصحبة والمجالسة، الحدیث ۵۹۱، ج ۱، ص ۳۹۷)

پیش کش: مجلس المدینۃ العلمیہ (دعوتِ اسلامی)

نبی رحمت، شفیع امت، قاسم نعمت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان والا شان ہے:

أَفْضَلُ مَا قُلْتُ أَنَا وَالنَّبِيُّونَ مِنْ قَبْلِي لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ  
وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ.

ترجمہ: میں نے اور مجھ سے پہلے انبیاء کرام نے سب سے افضل بات یہ کہی کہ اللہ عزوجل کے سوا کوئی معبود نہیں، وہ اکیلا ہے، اس کا کوئی شریک نہیں۔

(موطأ للامام مالك، كتاب الحج، باب جامع الحج، الحديث ۹۸۲، ج ۱، ص ۳۸۷)

سرکارِ مدینہ، راحتِ قلب و سینہ، سلطانِ باقرینہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان مبارک ہے: ”جو شخص ہر نماز کے بعد تینتیس بار سبحان اللہ، تینتیس بار الحمد للہ اور تینتیس بار اللہ اکبر پڑھے اور سو کا عدد ”لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ، لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ يُحْيِي وَيُمِيتُ وَهُوَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ“ پر ختم کرے تو اس کے گناہ بخش دیئے جاتے ہیں اگرچہ سمندر کی جھاگ کے برابر ہوں۔“

(السنن الكبرى للنسائي، كتاب عمل اليوم والليلة، باب التسيب والتكبير..... الخ، الحديث: ۹۹۷۰/۹۹۷۱، ج ۶، ص ۴۱-۴۲)

ایک شخص نے حضور نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہو کر عرض کی: ”یا رسول اللہ عزوجل وصلى الله تعالى عليه وآله وسلم ادنیانے مجھ سے منہ موڑ لیا ہے اور میرا مال کم پڑ گیا ہے۔ نبی کریم، رءوف رحیم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ”تو فرشتوں کی نماز اور مخلوق کی تسبیح کیوں نہیں پڑھتا جس کے سبب انہیں رزق ملتا ہے۔ راوی کہتے ہیں، میں نے عرض کی یا رسول اللہ عزوجل وصلى الله تعالى عليه وآله وسلم اوہ کیا ہے؟“ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ”سُبْحَانَ اللَّهِ وَبِحَمْدِهِ سُبْحَانَ اللَّهِ الْعَظِيمِ وَبِحَمْدِهِ اسْتَغْفِرُ اللَّهُ“ طلوع فجر اور نماز فجر کے درمیان سو مرتبہ یہ کلمات پڑھا کرو، دنیا تیرے پاس ذلیل و رسوا ہو کر آئے گی اور اللہ عزوجل ہر کلمے سے ایک فرشتہ پیدا فرمائے گا جو قیامت تک اللہ عزوجل کی تسبیح بیان کرے گا اور اس کا ثواب تیرے لئے ہوگا۔“

(المجروحین لابی حاتم محمد بن حبان البستی، باب الالف، الرقم ۶۲، اسحاق بن ابراہیم الطبری، ج ۱، ص ۱۴۸-۱۴۹)

اللہ کے پیارے رسول، بی بی آمنہ کے گلشن کے مہکتے پھول عزوجل وصلى الله تعالى عليه وآله وسلم رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے ارشاد فرمایا: ”جب بندہ ”الحمد لله“ کہتا ہے تو یہ (کلمہ) زمین اور ساتوں آسمانوں کے درمیان کو بھر دیتا ہے جب دوسری مرتبہ ”الحمد لله“ کہتا ہے تو ساتویں آسمان سے لے کر سب سے نچلی زمین تک کو بھر دیتا ہے اور جب تیسری مرتبہ ”الحمد لله“ کہتا ہے تو اللہ عزوجل فرماتا ہے سوال کرتے عطا کیا جائے گا۔“

حضور نبی پاک، صاحب لؤلؤ لاک، سیارح افلاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان ذی وقار ہے: ”لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ، سُبْحَانَ“

پیش کش: مجلس المدینۃ العلمیہ (دعوتِ اسلامی)

اللَّهُ، اللَّهُ أَكْبَرُ، وَالْحَمْدُ لِلَّهِ اور لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللَّهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيمِ باقی رہنے والی نیکیاں ہیں۔“

(شعب الایمان للبیہقی، باب فی الصلوات، فصل فی الصلوات وما فی أدائهن من الکفارات، الحدیث ۲۸۱۷، ج ۳، ص ۴۳-۴۴)

حضرت سیدنا ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ نبی مکرمؐ، نور مجسم، رسول اکرم، شہنشاہ بنی آدم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ

وسلم نے ارشاد فرمایا: ”جو شخص مذکورہ بالا کلمات کہتا ہے اس کے گناہ بخش دیئے جاتے ہیں اگرچہ سمندر کی جھاگ کے برابر ہوں۔“

(جامع الترمذی، کتاب الدعوات، باب ماجاء فی فضل التسبیح والتکبیر والتہلیل والتحمید، الحدیث ۳۴۶۰، ص ۲۰۰۸)

جان لو! مذکورہ اذکار میں سے نفع بخش وہ ذکر ہوتا ہے جو حضور قلب کے ساتھ ہو۔ جو دل کی حضوری کے بغیر ہو اس سے

کم نفع حاصل ہوتا ہے کیونکہ ذکر کا مقصد اللہ عزوجل سے محبت ہے اور یہ چیز ہمیشہ حضور قلب کے ساتھ ذکر کرنے سے حاصل

ہوتی ہے اور اسی سے انسان برے خاتمہ سے محفوظ رہتا ہے۔ وَاللَّهُ أَعْلَمُ۔

### دعا کے آداب:

دعا کے لئے اچھے اوقات کا خیال رکھے، با وضو قبلہ رخ ہو، پست آواز ہو، گڑ گڑاتے ہوئے اور قبولیت کا یقین رکھتے

ہوئے دعا کرے، بار بار دعا کرے، دعا کی ابتداء اللہ عزوجل کا ذکر کرنے اور نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم پر درود پاک بھیجنے نیز

گناہوں کو چھوڑنے کا پختہ ارادہ کرتے ہوئے دعا مانگے۔

### درود شریف کے فضائل:

مروی ہے کہ ایک دن نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم تشریف لائے تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا چہرہ انور خوشی سے

چمک رہا تھا آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ”میرے پاس جبرائیل علیہ السلام حاضر ہوئے اور کہا: ”اے محمد صلی اللہ تعالیٰ

علیہ وآلہ وسلم! کیا آپ اس بات پر راضی نہیں کہ آپ کی امت میں سے جو شخص ایک مرتبہ آپ پر درود بھیجے گا میں اس پر دس رحمتیں نازل

کروں گا۔“ (سنن النسائی، کتاب السہو، باب الفضل فی الصلاة علی النبی ﷺ، الحدیث ۱۲۹۶، ص ۲۱۷۱)

مزید آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ”جو شخص مجھ پر درود پاک بھیجتا ہے تو جب تک وہ درود شریف بھیجتا رہتا ہے

فرشتے اس کے لئے دعائے رحمت کرتے رہتے ہیں اب بندے کی مرضی ہے کم پڑھے یا زیادہ۔“

(سنن ابن ماجہ، ابواب اقامة الصلوات، باب الصلاة علی النبی ﷺ، الحدیث ۹۰۷، ص ۲۵۳۰)

نور کے پیکر، تمام نبیوں کے سرور، دو جہاں کے تاجور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان عالیشان ہے: ”جو شخص کتاب

میں مجھ پر درود پاک لکھے تو جب تک اس کتاب میں میرا نام رہے گا فرشتے اس شخص کے لئے مسلسل بخشش مانگتے رہیں گے۔“

(المعجم الاوسط، الحدیث ۱۸۳۵، ج ۱، ص ۴۹۷)

## استغفار کی فضیلت:

اللہ عزوجل ارشاد فرماتا ہے:

وَالَّذِينَ إِذَا فَعَلُوا فَاحِشَةً أَوْ ظَلَمُوا أَنْفُسَهُمْ ذَكَرُوا  
اللَّهَ فَاسْتَغْفَرُوا لِلذُّنُوبِ هُمْ ص (پ، ۴، مال عمران: ۱۳۵)

ترجمہ کنز الایمان: اور وہ کہ جب کوئی بے حیائی یا اپنی جانوں پر ظلم  
کریں اللہ کو یاد کر کے اپنے گناہوں کی معافی چاہیں۔

اللہ عزوجل کا فرمان عالیشان ہے:

وَالْمُسْتَغْفِرِينَ بِالْأَسْحَارِ ۝ (پ، ۳، مال عمران: ۱۷)

ترجمہ کنز الایمان: اور پچھلے پہر سے معافی مانگنے والے۔

نبی کریم، رؤوف رحیم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان والاشان ہے:

إِنِّي لَا سَتَغْفِرُ اللَّهُ وَأَتُوبُ إِلَيْهِ فِي الْيَوْمِ وَاللَّيْلَةِ  
سَبْعِينَ مَرَّةً.

ترجمہ: میں دن رات ستر مرتبہ اللہ عزوجل سے استغفار کرتا  
اور اس کی بارگاہ میں توبہ کرتا ہوں۔

(کتاب الدعاء للطبرانی، باب من قال سبعین مرة، الحدیث ۱۸۳۸، ص ۵۱۶، بدون واللیلة)

شہنشاہ خوش حصال، پیکر حسن و جمال، دافع رنج و ملال، صاحب جو دو نوال، رسول بے مثال، بی بی آمنہ کے لال صلی  
اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ورضی اللہ تعالیٰ عنہا کا فرمان و نشان ہے:

مَا أَصْرَمَ مِنْ اسْتِغْفَرُوا إِنْ عَادَ فِي الْيَوْمِ سَبْعِينَ  
مَرَّةً.

ترجمہ: وہ شخص جو استغفار کرے گناہ پر اصرار کرنے والا نہیں  
اگرچہ وہ ایک دن میں ستر بار گناہ کرے۔

(سنن ابی داؤد، کتاب الوتر، باب فی الاستغفار، الحدیث ۱۵۱۴، ص ۱۳۳۵)

سرکار والا سببار، ہم بے کسوں کے مددگار، شفیع روز شمار، دو عالم کے مالک و مختار، حبیب پروردگار عزوجل و صلی اللہ تعالیٰ علیہ  
وآلہ وسلم کا فرمان ذی وقار ہے: ”جو شخص گناہ کرتا ہے اور پھر یقین رکھتا ہے کہ اللہ عزوجل اس کے گناہ پر مطلع ہے تو اللہ عزوجل اس  
کے گناہ معاف فرمادیتا ہے اگرچہ وہ استغفار نہ بھی کرے۔“ (المعجم الاوسط، الحدیث ۴۴۷۲، ج ۳، ص ۲۴۴)

حضور نبی رحمت، شفیع امت، قاسم نعمت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ”اللہ عزوجل ارشاد فرماتا ہے: ”اے  
میرے بندو! تم سب گنہگار ہو سوائے اس کے جسے میں عافیت دوں پس تم مجھ سے بخشش مانگو میں تمہیں بخش دوں گا اور جس شخص کو یہ  
یقین ہو کہ میں اسے بخشے پر قادر ہوں تو میں اسے بخش دیتا ہوں اور مجھے کچھ پرواہ نہیں۔“

(مصنف ابن ابی شیبہ، کتاب الدعاء، باب فی مسألة العبد لربه وأنه لا یخیه، الحدیث ۳، ج ۷، ص ۹۰)

تاجدار رسالت، شہنشاہ نبوت، مخزن جو دو سخاوت، پیکر عظمت و شرافت، محبوب رب العزت، محسن انسانیت عزوجل و



صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد مغفرت بنیاد ہے: ”جو اس طرح دعا کرے: اے اللہ عزوجل تیری ذات پاک ہے، میں نے اپنے نفس پر ظلم کیا اور برے اعمال کئے، مجھے بخش دے کیونکہ تیرے سوا کوئی بخشنے والا نہیں تو میں (یعنی اللہ عزوجل) اس کے گناہ بخش دیتا ہوں اگرچہ وہ چوٹیوں کی تعداد کے برابر ہوں۔“ (تفسیر القرطبی، سورۃ آل عمران، تحت الآیۃ ۱۷، الجزء الرابع تحت جلد ۲، ص ۳۲)

حضرت سیدنا فضیل بن عیاض رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں: ”گناہ چھوڑے بغیر استغفار کرنا جھوٹوں کی توبہ ہے۔“

### دعا کے بہتر الفاظ:

اور مستحب یہ ہے کہ دعا ان الفاظ کے ساتھ شروع کرے: ”سُبْحٰنَ رَبِّيَ الْعَلِيِّ الْأَعْلَى الْوَهَّابِ، لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ، لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ يُحْيِي وَيُمِيتُ وَهُوَ حَيٌّ لَا يَمُوتُ وَهُوَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ، رَضِيتُ بِاللَّهِ رَبًّا وَبِالْإِسْلَامِ دِينًا وَبِمُحَمَّدٍ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَبِيًّا، ثُمَّ يَقُولُ: اللَّهُمَّ فَاطِرَ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ، عَالِمَ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ، رَبِّ كُلِّ شَيْءٍ وَمَلِيكُهُ، أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا أَنْتَ، أَعُوذُ بِكَ مِنْ شَرِّ نَفْسِي، وَمِنْ شَرِّ الشَّيْطَانِ وَشَرِّكَهٖ ترجمہ: میرا رب پاک ہے جو بلند، اعلیٰ اور بہت عطا کرنے والا ہے، اس کے سوا کوئی معبود نہیں، وہ واحد ہے، اس کا کوئی شریک نہیں، اسی کے لئے بادشاہی ہے، اسی کے لئے حمد ہے، وہ زندہ کرتا ہے اور موت دیتا ہے اور وہ زندہ ہے، اسے موت نہیں، اور وہ ہر چیز پر قادر ہے۔ میں اللہ عزوجل کے رب ہونے، اسلام کے دین ہونے اور حضرت سیدنا محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے نبی ہونے پر راضی ہوں۔ پھر اس طرح عرض کرے: ”اے زمینوں اور آسمانوں کے پیدا فرمانے والے! اے پوشیدہ اور ظاہر کے جاننے والے! اے ہر شے کے رب اور اس کے مالک! میں گواہی دیتا ہوں کہ تیرے سوا کوئی معبود نہیں، میں اپنے نفس، شیطان اور شرک کے شر سے تیری پناہ طلب کرتا ہوں۔“

پھر یہ دعا مانگے: ”اللَّهُمَّ إِنِّي أَسْأَلُكَ الْعَفْوَ وَالْعَافِيَةَ فِي دِينِي وَآهْلِي وَمَالِي اللَّهُمَّ اسْتُرْ عَوْرَاتِي وَآمِنْ رَوْعَاتِي ترجمہ: اے اللہ عزوجل! میں تجھ سے معافی اور اپنے دین، اہل اور مال کی سلامتی کا سوال کرتا ہوں، اے اللہ عزوجل! میرے عیوب کو ڈھانپ دے اور مجھے میرے خوف سے امن عطا فرما۔“

جان لو! دعائیں بہت سی ہیں لہذا اسی دعا میں مشغول رہو جس میں اپنے نفس کو بھی حاضر سمجھو پس سلام ہے اس پر جو ہدایت کی پیروی کرے۔



## اوراد و وظائف کا بیان

باب 10:

جان لو! اللہ عزوجل نے زمین کو اپنے بندوں کے لئے نرم بنایا تاکہ وہ اسے ٹھکانہ بنائیں اور اس سے زوراء حاصل کریں، اس کے مصائب اور ہلاکتوں سے بچیں اور یہ جان لیں کہ زندگی ان کو اس طرح لے جا رہی ہے جس طرح کشتی اپنے سوار کو لے جاتی ہے پس لوگ اس جہاں میں سفر میں ہیں ان کی پہلی منزل پنگھوڑ اور آخری منزل قبر ہے اور وطن جنت یا دوزخ ہے، عمر سفر کی مسافت، اس کے سال اس کے مراحل اور مہینے فرسخ ہیں۔ اس کے دن میل، سانس قدم، عبادت پونجی اور اوقات اصل سرمایہ ہیں، اس کی خواہشات و اغراض ڈاکو ہیں، اس کا نفع سلامتی کے گھر میں بڑی سلطنت اور ہمیشہ کی نعمت کے ساتھ اللہ عزوجل کی ملاقات کے ذریعے کامیابی حاصل کرنا ہے اور اس کا نقصان (نعوذ باللہ) اللہ عزوجل سے دوری کے ساتھ عبرتناک سزائیں، طوق اور جہنم کے درجات میں دردناک عذاب ہے پس جو شخص اپنی عمر میں ایک سانس بھی غفلت میں گزارے تو اسے اس قدر حسرت ہوگی جس کی انتہا نہیں اور اس قدر نقصان ہوگا جس کا اختتام نہیں۔

### اوراد کی فضیلت، ترتیب اور اس کے احکام:

اللہ عزوجل کا فرمان عالیشان ہے:

﴿۱﴾ اِنَّ لَكَ فِي النَّهَارِ سَبْحًا طَوِيلًا ۝ وَاذْكُرِ اسْمَ رَبِّكَ وَتَبَتَّلْ اِلَيْهِ تَبْتِيْلًا ۝ (ب ۲۹، المزمّل: ۷۰، ۸)

ترجمہ کنز الایمان: بے شک دن میں تو تم کو بہت سے کام ہیں اور اپنے رب کا نام یاد کرو اور سب سے ٹوٹ کر اسی کے ہو رہو۔

﴿۲﴾ وَاذْكُرِ اسْمَ رَبِّكَ بُكْرَةً وَّاَصِيْلًا ۝ وَمِنَ اللَّيْلِ فَاسْجُدْ لَهُ وَسَبِّحْهُ لَيْلًا طَوِيْلًا ۝ (ب ۲۹، الدھر: ۲۵-۲۶)

ترجمہ کنز الایمان: اور اپنے رب کا نام صبح و شام یاد کرو اور کچھ رات میں اسے سجدہ کرو اور بڑی رات تک اس کی پاکی بولو۔

اگر تو ایسی سعادت کا طلبگار ہے جس کے بعد بدبختی نہ ہو تو اپنے تمام شب و روز کو عبادت و طاعت میں گزار کیونکہ حضور سید دوعالم، رسول معظم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو بھی عبادت کا حکم دیا گیا باوجود اس کے کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے صدقے اللہ عزوجل نے اگلوں اور پچھلوں کے گناہ معاف فرمادیئے، پس تو عبادت کرنے کا زیادہ حقدار ہے اور تیرا معاملہ خطرناک ہے۔ کمانے اور دنیاوی معاملات میں بقدر حاجت مشغول ہو اور دیگر اوقات کو آخرت کے راستے میں استعمال کر۔

رات کے قیام کو نہ چھوڑ کیونکہ تاجدار رسالت، شہنشاہ نبوت، خزان جو دو سخاوت، پیکر عظمت و شرافت، محبوب رب العزت، حسن انسانیت عزوجل صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ”رات کا قیام کرنا ضروری ہے اگرچہ بکری کا دودھ دوہنے کی

مقدار ہو۔“ (الموسوعة لابن ابی الدنيا، کتاب التہجد و قیام اللیل، باب الحث علی قیام اللیل..... الخ، الحدیث: ۱۵، ج ۱، ص ۲۴۸)

تجھے نرم بستر تیار کر کے نفس کو سکون نہیں دینا چاہئے بلکہ نماز اور ذکر میں مشغول رہنا چاہئے یہاں تک کہ تجھے نیند آجائے۔ چنانچہ،

اللہ کے محبوب، دانائے غیوب، منزّہ عن العیوب عزّوجلّ و صلّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان نصیحت نشان ہے: ”جب تم میں سے کوئی سوتا ہے تو شیطان اس کی پیشانی پر تین گرہیں لگاتا ہے، ہر گرہ کی جگہ پر پھونک مار کر کہتا ہے: ”لمبی رات ہے، سو جا۔“ پس اگر وہ بیدار ہو کر اللہ عزّوجلّ کا ذکر کرے تو ایک گرہ کھل جاتی ہے، اگر وضو کرے تو دوسری گرہ کھل جاتی ہے پھر نماز پڑھے تو تیسری گرہ بھی کھل جاتی ہے پس وہ ہشاش بشاش صبح کرتا ہے، ورنہ صبح کے وقت اس پر سستی طاری ہوتی ہے۔“

(صحیح البخاری، کتاب التہجد، باب عقد الشیطان..... الخ، الحدیث ۱۱۴۲، ص ۸۹، علی ناصیہ: بدله: علی قافیۃ رأس)

ایک حدیث مبارکہ میں ہے کہ سر اچھے رحمت، محبوب رب العزت عزّوجلّ و صلّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں ایک شخص کا ذکر کیا گیا جو رات بھر صبح تک سوتا ہے تو آپ صلّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ”شیطان نے اس کے کان میں پیشاب کیا ہے۔“ (صحیح مسلم، کتاب صلاة المسافرين، باب الحث علی صلاة اللیل وان قلت، الحدیث ۱۸۱۷، ص ۸۰۰)

حسن اخلاق کے پیکر، نبیوں کے تاجور، محبوب رب اکبر عزّوجلّ و صلّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان فضیلت نشان ہے: ”وہ دور کعتیں جو بندہ رات کے نصف آخر میں پڑھتا ہے وہ اس کے لئے دنیا و ما فیہا (یعنی دنیا اور جو کچھ اس میں ہے) سے بہتر ہیں اگر میری امت پر مشقت نہ ہوتی تو میں یہ ان پر لازم کر دیتا۔“ (فردوس الاخبار للدیلمی، باب اللام، الحدیث ۵۴۴۴، ج ۲، ص ۲۲۷)

**فضیلت والے دن اور راتیں:**

دنوں کا پیچھے ذکر ہو چکا ہے، بہر حال فضیلت والی راتیں پندرہ ہیں:

رمضان المبارک کے آخری عشرہ کی طاق راتیں،

سترہ رمضان المبارک کی رات: یہ وہ رات ہے جس کی صبح یوم فرقان ہے، جس دن میں دو لشکر باہم مقابل ہوئے اور

واقعہ بدر پیش آیا۔

محرم کی پہلی اور دسویں رات، رجب کی پہلی اور پندرہویں کی رات اور ستائیسویں (یعنی معراج) کی رات۔ ان راتوں

میں نماز پڑھنا احادیث سے ثابت ہے۔

شہنشاہ مدینہ، قرآنی قلب و سینہ، صاحب معطر پسینہ، باعث قبول سیکینہ، فیض گنجینہ صلّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان عظمت

نشان ہے: ”اس رات میں عمل کرنے والے کے لئے سو سال کی نیکیوں کا ثواب ہے۔ جو شخص اس میں بارہ رکعات پڑھے، ہر رکعت میں سورہ فاتحہ اور سورہ ق پڑھے، دو رکعتوں کے بعد تشهد پڑھے اور آخر میں سلام پھیرے پھر سو مرتبہ پڑھے: ”سُبْحَانَ اللَّهِ وَالْحَمْدُ لِلَّهِ وَلَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَاللَّهُ أَكْبَرُ“ اور سو مرتبہ استغفار پڑھے اور 100 بار نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں ہدیہ درود و سلام پیش کرے اور پھر اپنے دین اور امور آخرت کے لئے جو چاہے دعا مانگے، صبح روزہ رکھے تو اللہ عزوجل اس کی تمام دعاؤں کو قبول فرمائے گا البتہ گناہ کے کاموں کی دعا نہ ہو۔“

(شعب الایمان للبیہقی، باب فی الصیام، تخصیص شہر رجب بالذکر، الحدیث ۳۸۱۲، ج ۳، ص ۳۷۴، بتغییر قلیلی)

شعبان کی پندرہویں رات: اس میں ایک سو رکعات پڑھے ہر رکعت میں سورہ فاتحہ کے بعد دس مرتبہ سورہ اخلاص پڑھے اور بالخصوص عیدین کی راتوں کو عبادت کرنا مستحب ہے۔

نبی کریم، رءوف رحیم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد پاک ہے:

مَنْ أَحْيَى لَيْلَتِي الْعِيدَيْنِ لَمْ يَمُتْ قَلْبُهُ يَوْمَ تَمُوتُ الْقُلُوبُ.  
ترجمہ: جس نے عیدین کی راتوں کو زندہ رکھا (یعنی عبادت کی) اس کا دل اس دن مردہ نہ ہوگا جس دن (لوگوں کے) دل مردہ ہو جائیں گے۔

(سنن ابن ماجہ، ابواب الصیام، باب فیمن قام لیلتی العیدین، الحدیث ۱۷۸۲، ص ۲۵۸۳ ”من أحیی“ بدلہ ”من قام“)

اور ماہ ذوالحجۃ الحرام کی آخری رات عبادت کرنے کی بہت زیادہ فضیلت ہے۔

### حکمرانوں اور صاحبِ سلطنت لوگوں پر حساب کن سختیاں

فرمانِ مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ہے: ”بروز قیامت لوگ جمع ہوں گے، تو کہا جائے گا: ”اس اُمت کے فقراء اور مساکین کہاں ہیں؟“ تو وہ کھڑے ہو جائیں گے، پوچھا جائے گا: ”تم نے کیا عمل کئے؟“ وہ عرض کریں گے: ”اے اللہ عزوجل! تو نے ہمیں آزمائش میں مبتلا کیا تو ہم نے صبر کیا اور حکمرانی و سلطنت کا والی ہمارے علاوہ دوسروں کو بنا دیا۔“ اللہ عزوجل ارشاد فرمائے گا: ”تم نے سچ کہا۔“ یا اسی کی مثل ارشاد فرمائے گا (یہ راوی کا شک ہے) پھر وہ دوسرے لوگوں سے بہت پہلے جنت میں داخل ہو جائیں گے اور حساب کی سختیاں حکمرانوں اور صاحبِ سلطنت لوگوں پر باقی رہ جائیں گی۔“ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین نے عرض کی: ”اس دن مؤمنین کہاں ہوں گے؟“ حضور نبی کریم، رءوف رحیم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ”ان کے لئے نور کے منبر رکھے جائیں گے اور ان پر بادلوں سے سایہ کیا جائے گا۔“

(صحیح ابن حبان، باب وصف الجنۃ واهلها، الحدیث ۷۳۷۶، ج ۹، ص ۲۵۳)

## حصہ دوم

## عادات

باب 11: کھانے پینے کے آداب کا بیان

باب 12: آدابِ نکاح کا بیان

باب 13: کسبِ معاش کے آداب

باب 14: حلال و حرام کا بیان

باب 15: آدابِ محبت

باب 16: گوشہ نشینی کا بیان

باب 17: سفر کے آداب

باب 18: سماع اور وجد کا بیان

باب 19: نیکی کا حکم دینا اور برائی سے منع کرنا

باب 20: آدابِ معیشت اور اخلاقِ نبوت کا بیان



## کھانے پینے کے آداب کا بیان

باب 11:

حلال کھانا ملنے کے بعد تیرا کھانا اللہ عزوجل کی عبادت و اطاعت پر قوت حاصل کرنے کی نیت سے ہو۔

اللہ عزوجل نے ارشاد فرمایا:

يَا أَيُّهَا الرُّسُلُ كُلُوا مِنَ الطَّيِّبَاتِ وَاعْمَلُوا

صَالِحَاتٍ (ب ۱۸، المؤمنون: ۵۱)

جب تیرا کھانا اللہ عزوجل کے لئے ہے تو مناسب ہے کہ پہلے ہاتھوں کو دھویا جائے۔ سرکارِ مدینہ، راحتِ قلب و سینہ،

سلطانِ باقرینہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا فرمانِ عالیشان ہے:

الْوُضوءُ قَبْلَ الطَّعَامِ يَنْفِي الْفَقْرَ وَبَعْدَهُ يَنْفِي

اللَّمَمَ.

ترجمہ: کھانے سے پہلے وضو کرنا (یعنی ہاتھ دھونا) فقر کو دور کرتا ہے اور بعد میں دھونا دیوانگی (یعنی پاگل پن) کو دور کرتا ہے۔

(مسند الشہاب القضاعی، باب الوضوء قبل الطعام..... الخ، الحدیث ۳۱۰، ج ۱، ص ۲۰۵)

اور کھانے کو دسترخوان پر رکھنا چاہئے کیونکہ یہ سنت کے زیادہ قریب ہے۔

جب نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے لئے کھانا لایا جاتا تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اسے زمین پر رکھتے اور بے شک

یہ تو واضح کے زیادہ قریب ہے۔ (الزهد للامام احمد بن حنبل، الحدیث ۲۲، ص ۲۸، مختصراً)

حضورِ پاک، صاحبِ لؤلؤ لاک، سیاحِ افلاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا فرمانِ ہدایت نشان ہے:

لَا أَكُلُ مُتَكَبِّئًا، إِنَّمَا أَنَا عَبْدٌ، أَكُلُ كَمَا يَأْكُلُ

الْعَبْدُ، وَ أَشْرَبُ كَمَا يَشْرَبُ الْعَبْدُ.

(الکامل فی ضعفاء الرجال لابن عدی، الرقم ۱۴۸۹۔ عبد الحکیم بن عبد اللہ القسملی بصری، ج ۷، ص ۲۸)

(صحیح البخاری، کتاب الأطعمة، باب الأکل متکبئاً، الحدیث ۵۳۹۸، ص ۴۶۶)

کہا گیا ہے کہ چار باتیں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے بعد جاری ہوئیں: اونچے دسترخوان (یعنی ٹیبل وغیرہ)،

چھلیدیاں (چھلنی کی جمع چھاننے کا آلہ)، آشناں (صابن کی جگہ استعمال کی جانے والی ایک بوٹی) اور پیٹ بھر کر کھانا۔

ہم یہ نہیں کہتے کہ اونچے دسترخوان پر کھانا ناجائز ہے کیونکہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے بعد شروع ہونے والا ہر کام

بدعت و ممنوع نہیں۔

کھانے والے کو چاہئے کہ دسترخوان پر اچھے طریقے سے بیٹھے اور اسی پر برقرار رہے۔ نبی اکرم، نور مجسم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا طریقہ مبارک کہ اسی طرح تھا اور بعض اوقات کھانے کے لئے دوزانو ہو کر پاؤں کی پشت پر تشریف فرما ہوتے اور کبھی دایاں گھٹنا کھڑا کر کے بائیں پر تشریف فرما ہوتے تھے۔“

(سنن ابی داؤد، کتاب الأطعمة، باب فی الأکل من أعلى الصفحة، الحدیث ۳۷۷۳، ص ۱۵۰۱، مختصراً)

لیٹ کر اور ٹیک لگا کر کھانا پینا مکروہ ہے۔ البتہ! چنے وغیرہ کھائے جاسکتے ہیں اور کم کھانے پینے کا ارادہ کرے کیونکہ عبادت کے لئے کھانے کی نیت کم کھانے سے ہی درست ہو سکتی ہے۔

نبی مکرم، نور مجسم، رسول اکرم، شہنشاہ بنی آدم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا فرمانِ عظمت نشان ہے: ”آدمی اپنے پیٹ سے زیادہ برابر تن نہیں بھرتا، بندے کے لئے تو چند لقمے کافی ہیں جو اس کی پیٹھ کو سیدھا رکھیں، اگر ایسا نہ کر سکے تو تہائی کھانے کے لئے، تہائی پینے کے لئے اور تہائی سانس کے لئے ہو۔“

(جامع الترمذی، ابواب الزهد، باب ماجاء فی کراهیة کثرة الأکل، الحدیث ۲۳۸۰، ص ۱۸۹۰)

اور کھانے کی طرف اسی وقت بڑھے جب بھوکا ہو کیونکہ سیر ہونے کے باوجود پیٹ بھر کر کھانا دل کو سخت کر دیتا ہے اور شکم سیر ہونے سے پہلے کھانے سے ہاتھ روک لے (جب روٹی آجائے) تو لذیذ کھانے اور سالن کا انتظار نہ کرے کیونکہ روٹی کی عزت یہی ہے کہ اس کے لئے سالن کا انتظار نہ کیا جائے۔

اور کھانا مل کر کھانا چاہئے اگر چہ گھروالے اور بچے ہوں کیونکہ بہترین کھانا وہ ہے جس پر زیادہ ہاتھ جمع ہوں۔

حضرت سیدنا انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت فرماتے ہیں: ”نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم تنہا کھانا تناول نہ فرماتے تھے۔“

(مکارم الاخلاق للخرائطی، باب ماجاء فی اطعام الطعام..... الخ، الحدیث ۳۱۷، ج ۱، ص ۳۳۱)

### آداب طعام (یعنی کھانے کے آداب) کا بیان:

شروع میں بسم اللہ اور آخر میں الحمد لله پڑھے اور ہر لقمہ کے ساتھ بسم اللہ کہنا اچھا ہے تاکہ اسے کھانے کی حرص اللہ عزوجل کے ذکر سے غافل نہ کر دے، پس پہلے لقمہ کے ساتھ بسم اللہ، دوسرے کے ساتھ بسم اللہ الرحمن اور تیسرے لقمہ کے ساتھ بسم اللہ الرحمن الرحیم پڑھے اور بلند آواز سے پڑھے تاکہ دوسروں کو بھی یاد آجائے۔ دائیں ہاتھ سے کھائے، نمک سے شروع کرے اور اسی پر ختم کرے، لقمہ چھوٹا ہو اور اسے اچھی طرح چبائے، جب تک پہلے لقمہ کو نگل نہ لے دوسرے لقمہ کی طرف ہاتھ نہ بڑھائے اور کھانے میں عیب نہ نکالے کیونکہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کبھی بھی کھانے میں عیب

نہ نکالتے، اگر پسند آتا تو کھا لیتے ورنہ چھوڑ دیتے اور اپنے سامنے سے کھاتے البتہ پھل ادھر ادھر سے کھا سکتا ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "كُلْ مِمَّا يَلِيكَ يَعْنِي اِذَا كَانَ مِنْ يَمَانِكَ مِنْ شَيْءٍ فَكُلْ مِنْهُ"۔

(صحیح البخاری، کتاب الأطعمة، باب الأكل مما يليه، الحدیث ۵۳۷۷، ص ۴۶۴)

پھر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا ہاتھ مبارک پھل پر ادھر ادھر گھومنے لگا، آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے اس بارے میں پوچھا گیا تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: لَيْسَ هُوَ نَوْعًا وَاحِدًا يَعْنِي يَهَيِّئُ لِكُلِّ شَيْءٍ مِنْهُ مِثْلَهُ۔

(جامع الترمذی، کتاب الأطعمة، باب ماجاء في التسمية في الطعام، الحدیث ۱۸۴۸، ص ۱۸۳۹، مفہوماً)

اور پیالے کے گرد سے اور کھانے کے درمیان سے نہ کھائے۔ بلکہ روٹی کو کناروں سے کھائے، چھری کے ساتھ روٹی یا گوشت نہ کاٹے اس سے منع کیا گیا ہے۔

نور کے پیکر، تمام نبیوں کے سرور، ذوجہاں کے تاجور، سلطانِ بحر و بر صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "انْهَشُوا نَهْشًا تَرْجَمُ: گوشت کو دانتوں سے نوج کر کھاؤ۔"

(جامع الترمذی، کتاب الأطعمة، باب ماجاء [أنه قال]: انهشوا اللحم نهشا، الحدیث ۱۸۳۵، ص ۱۸۳۸)

روٹی پر پیالہ یا کوئی اور چیز نہ رکھے مگر جس چیز کے ساتھ روٹی کھا رہا ہے (اسے رکھ سکتا ہے جیسے اچار وغیرہ)۔

سَيِّدُ الْمُتَلَمِّعِينَ، رَحْمَةٌ لِلْعَالَمِينَ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا فرمانِ عزت نشان ہے:

أَكْرَمُوا الْخُبْزَ فَإِنَّ اللَّهَ تَعَالَى أَنْزَلَهُ مِنْ بَرَكَاتِ السَّمَاءِ.  
ترجمہ: روٹی کی عزت کرو کیونکہ اللہ عزوجل نے اسے آسمانی برکات سے اتارا ہے۔

(الاصابة في تمييز الصحابة، حرف الزاي المنقوطة، الرقم ۲۹۵۶۔ زيد ابو عبد الله، ج ۲، ص ۵۱۶)

اور روٹی کے ساتھ ہاتھوں کو نہ پونچھے۔ نبی رحمت، شفیعِ امت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "جب تم میں سے کسی کا لقمہ گر جائے تو وہ اسے اٹھالے، اگر اس کے ساتھ کچھ لگا ہوا ہو تو اسے دور کر دے اسے شیطان کے لئے نہ چھوڑے۔"

(صحیح مسلم، کتاب الأشربة، باب استحباب لعق الأصابع..... الخ، الحدیث ۵۳۰۱، ص ۱۰۴۰)

اور انگلیوں کو چاٹ لینا چاہئے۔ گرم کھانے میں پھونک نہ مارے کہ اس سے منع کیا گیا ہے۔ کھجوریں طاق عدد میں کھائے اور ایک ہی پلیٹ میں کھجوریں اور گٹھلیاں جمع نہ کرے۔

پینے کے آداب میں سے یہ ہے کہ گلاس کو دائیں ہاتھ میں پکڑے، بسم اللہ پڑھے، چھوٹے چھوٹے گھونٹ لے، چوس کر پئے اور بڑے گھونٹ نہ بھرے کہ اس سے جگر کی بیماری پیدا ہوتی ہے۔ اور پینے کے بعد یہ پڑھے: "الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي"



جَعَلَهُ عَذْبًا فُرَاتًا بِرَحْمَتِهِ وَلَمْ يَجْعَلْهُ مِلْحًا أَجَا بِذُنُوبِنَا تَرْجَمَهُ: تمام تعریفیں اللہ عَزَّوَجَلَّ کے لئے ہیں جس نے اپنی رحمت سے اسے میٹھا، پیاس بجھانے والا بنایا اور ہمارے گناہوں کے سبب کھارا اور کڑوا نہیں بنایا۔“

جو چیز بھی لوگوں پر پھیری جائے تو سیدھے ہاتھ سے ابتداء کی جائے اور پانی کو تین سانسوں میں پیئے، کھانے پینے کے شروع اور آخر میں ”الْحَمْدُ لِلَّهِ“ کہے، جب کھانے سے فارغ ہو جائے تو کھانے کے ٹکڑوں کو چننا مستحب ہے اور (دانتوں کا) خلال کرے اور کہا گیا ہے کہ جو پیالے کو چائے اور دھو کر اس کا پانی پی لے تو اسے ایک غلام آزاد کرنے کا ثواب ملتا ہے پھر پڑھے: ”الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي بِنِعْمَتِهِ تَتِمُّ الصَّالِحَاتُ وَتَنْزِلُ الْبَرَكَاتُ اَللّٰهُمَّ لَا تَجْعَلْهُ قُوَّةً عَلٰی مَعْصِيَتِكَ تَرْجَمَهُ: تمام تعریفیں اللہ عَزَّوَجَلَّ کے لئے ہیں جس کی نعمت سے نیکیاں مکمل ہوتی اور برکتیں اترتی ہیں، اے اللہ عَزَّوَجَلَّ! اس کو اپنی نافرمانی کے لئے قوت کا باعث نہ بنا۔“

پھر سورہ اخلاص اور سورہ قریش کی تلاوت کرے، جب تک دسترخوان نہ اٹھایا جائے اس وقت تک نہ اٹھے، اگر کسی دوسرے کے ہاں کھانا کھائے تو اس کے لئے یوں دعا مانگے: ”اَكَلْتُ طَعَامَكُمْ الْاَبْرَارُ وَ اَفْطَرْتُ عِنْدَكُمْ الصَّائِمُونَ وَ صَلَّيْتُ عَلَيْكُمْ الْمَلَائِكَةُ تَرْجَمَهُ: تمہارا کھانا نیک لوگ کھائیں، تمہارے پاس روزہ دارا افطار کیا کریں اور فرشتے تمہارے لئے رحمت کی دعا کرتے رہیں۔“

اور (کھانے کے بعد) یہ دعا پڑھنا مستحب ہے: ”الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي اطْعَمَنَا وَسَقَانَا وَ كَفَانَا وَ اَنَا سَيِّدُنَا وَمَوْلَانَا تَرْجَمَهُ: تمام تعریفیں اللہ عَزَّوَجَلَّ کے لئے ہیں جس نے ہمیں کھلایا، پلایا، کفایت دی اور ٹھکانہ دیا، وہ ہمارا سردار و مالک ہے۔ پھر دونوں ہاتھوں کو دھو لے۔“

### اجتماعی دعوت کے آداب:

جب اجتماعی دعوت میں ہو تو اس وقت تک کھانا شروع نہ کرے جب تک وہ شخص جو اس سے عمر میں بڑا ہو ابتداء نہ کرے، اس وقت تک یہ صبر کرے البتہ خود اس کی اتباع کی جاتی ہو تو پھر ابتداء کرنا ٹھیک ہے اور اچھی باتیں کرے، اپنے دوست کے ساتھ نرمی کا برتاؤ کرے اور کسی کو قسم نہ دے، حضرت سیدنا حسن بن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں: ”کھانے کی شان نہیں کہ اس پر قسم کھائی جائے۔“ اور کھانے کے لئے تین بار کہنے میں حرج نہیں اور جب کوئی دوسرا شخص بطور عزت اس کی طرف کھانے کا برتن بڑھائے تو اسے قبول کر لے۔ حضرت سیدنا انس بن مالک اور حضرت سیدنا ثابت بنانی رضی اللہ تعالیٰ عنہما ایک دعوت میں اکٹھے ہوئے، حضرت سیدنا انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے تھال ان کے آگے کر دیا تو حضرت سیدنا ثابت بنانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ رک گئے۔

حضرت سیدنا انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ارشاد فرمایا: ”جب کوئی تمہاری عزت کرے تو اسے قبول کرو، رد نہ کرو کیونکہ یہ اللہ عزوجل کی عزت کرنا ہے۔“

چند افراد تھال میں ایک ہی بار ہاتھ دھولیں تو بھی کوئی حرج نہیں اور جہاں تک ممکن ہو تمام لوگوں کا پانی تھال میں جمع کرنا مستحب ہے۔

شہنشاہ خوش خصال، پیکرِ حسن و جمال، دافعِ رنج و ملال، صاحبِ بؤ دو نوال، رسولِ بے مثال، بی بی آمنہ کے لال صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا فرمان والا شان ہے: ”اجْمَعُوا وَضُوءَكُمْ جَمَعَ اللَّهُ شَمْلَكُمْ تَرْجَمَهُ: اپنے وضو کا پانی اکٹھا کرو اللہ عزوجل تمہارے بکھرے ہوئے کام جمع فرما دے گا۔“

(شعب الایمان للبیہقی، باب فی المظاعم والمشارب، فصل فی آداب الأكل والشرب، الحدیث ۵۸۱۹، ج ۵، ص ۷۱) اور بہتر یہی ہے کہ صاحبِ دعوت خود مہمانوں کے ہاتھوں پر پانی انڈیلے اور (پانی والا) تھال دائیں طرف سے پھیرا جائے۔ وہ کام جسے لوگ ناپسند کرتے ہیں اس کے کرنے سے بچنا چاہئے مثلاً کھانے میں ان کی طرف دیکھنا، برتن میں ہاتھ جھاڑنا، قَلَّتِ اَكْل (یعنی کم کھانے) کو ظاہر کرنے کے لئے ان سے پہلے کھانا چھوڑ دینا۔

حضرت سیدنا جعفر بن محمد رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ جب تم دسترخوان پر اپنے بھائیوں کے ساتھ بیٹھو تو زیادہ دیر بیٹھو کیونکہ یہ ساعتیں تمہاری عمر میں شمار نہیں ہوتیں۔“

سرکارِ والا تبار، ہم بے کسوں کے مددگار، شفیعِ روزِ شمار، دو عالم کے مالک و مختار، حبیبِ پروردگار عزوجل و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا فرمانِ ذیشان ہے:

لَا تَزَالُ الْمَلَائِكَةُ تُصَلِّي عَلَى أَحَدِكُمْ مَا دَامَتْ مَائِدَتُهُ مَوْضُوعَةً بَيْنَ يَدَيْهِ حَتَّى تَرْفَعَ  
ترجمہ: فرشتے تم میں سے ہر ایک کے لئے رحمت کی دعا مانگتے رہتے ہیں جب تک اس کا دسترخوان اس کے سامنے ہو یہاں تک کہ اسے اٹھالیا جائے۔

(المعجم الاوسط، الحدیث ۴۷۲۹، ج ۳، ص ۳۲۴، بدون ”بین یدیه حتی ترفع“)

حضرت سیدنا حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: ”بندہ جو کچھ اپنے اوپر، اپنے ماں باپ پر اور دوسروں پر خرچ کرتا ہے اس کا بروز قیامت حساب لیا جائے گا۔ البتہ جو کچھ وہ اپنے بھائیوں کی دعوت پر خرچ کرتا ہے (اس کا حساب نہ ہوگا) اور یہ اس کے لئے جہنم کی آگ سے آڑ بن جائے گا۔“

امیر المؤمنین مولیٰ مشکل کشا حضرت سیدنا علی المرتضیٰ کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم فرماتے ہیں کہ ”کھانے کے ایک

صاع پر اپنے بھائیوں کو جمع کرنا مجھے غلام آزاد کرنے سے زیادہ پسند ہے۔ اور صحابہ کرام علیہم الرضوان اکٹھے ہو کر قرآن مجید پڑھتے اور کچھ نہ کچھ کھا کر الگ ہوتے تھے۔

حدیث مبارک میں ہے: بروزِ قیامت اللہ عزوجل بندے سے فرمائے گا: ”اے ابن آدم! میں بھوکا تھا تو نے مجھے کھانا نہیں کھلایا۔“ وہ عرض کرے گا: ”میں تجھے کیسے کھلاتا حالانکہ تو تمام جہانوں کو پالنے والا ہے۔“ اللہ عزوجل فرمائے گا: ”تیرا مسلمان بھائی بھوکا تھا تو نے اسے کھانا نہیں کھلایا، اگر تو اسے کھلاتا تو گویا مجھے کھلاتا۔“

(صحیح مسلم، کتاب البر، باب فضل عبادۃ المریض، الحدیث ۶۵۵۶، ص ۱۱۲۸، مفہوماً)

تاجدارِ رسالت، شہنشاہِ نبوت، مخزنِ جود و سخاوت، پیکرِ عظمت و شرافت، محبوبِ ربِّ العزت، محسنِ انسانیت عزوجل و

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا فرمانِ عالیشان ہے: ”جنت میں ایسے بالا خانے (یعنی کمرے) ہیں جن کا باہر اندر سے اور اندر باہر سے دکھائی دیتا ہے۔ انہیں اللہ عزوجل نے ان لوگوں کے لئے تیار کر رکھا ہے جو زمی سے گفتگو کرتے، کھانا کھلاتے اور رات کو اس وقت نماز پڑھتے ہیں جب لوگ سوئے ہوتے ہیں۔“

(السنن الکبریٰ للبیہقی، کتاب الصیام، باب من لم یر بسرد الصیام یا سا..... الخ، الحدیث ۸۴۷۹، ج ۴، ص ۴۹۵)

بندے کو چاہئے کہ اس دعوت میں نہ جائے جس میں اسے نہیں بلایا گیا۔ حدیث مبارک میں ہے:

أَنَّ مَنْ مَشَى إِلَى الطَّعَامِ لَمْ يُدْعَ إِلَيْهِ مَشَى  
فَاسِقًا، وَ أَكَلَ حَرَامًا.  
ترجمہ: جو شخص ایسی دعوت میں گیا جہاں اسے نہیں بلایا گیا تھا  
وہ فاسق بن کر گیا اور اس نے حرام کھایا۔

(فردوس الاخبار للدیلمی، باب المیم، الحدیث ۶۱۱۷، ج ۲، ص ۲۸۷)

البتہ! جب اسے معلوم ہو کہ صاحبِ دعوت اس کی آمد پر خوش ہوگا تو جاسکتا ہے۔

رسول اکرم، نور مجسم، شاہِ بنی آدم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم، امیر المؤمنین حضرت سیدنا ابو بکر صدیق اور امیر المؤمنین حضرت سیدنا عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے حضرت سیدنا ابو بکر صدیق اور حضرت سیدنا ابو بکر صدیق کے گھر کا ارادہ کیا اور یہ تینوں حضرات بھوک سے تھے۔

(جامع الترمذی، ابواب الزہد باب ماجاء فی معیشتہ اصحاب النبی ﷺ الحدیث: ۲۳۶۹، ص ۱۸۸۹، مفہوماً)

اگر وہ جائے اور صاحبِ خانہ گھر پر نہ ہو اور اسے معلوم ہو کہ وہ اس کے کھانے پر خوش ہوگا تو آگے بڑھ کر کھانا کھالے۔

اور کھانے کے آداب میں سے یہ بھی ہے کہ وہ اپنے بھائی سے کسی مخصوص چیز کا مطالبہ نہ کرے کیونکہ ہو سکتا ہے اس چیز کا حاضر کرنا اس پر مشکل ہو البتہ اگر اسے یقین ہو (کہ باسانی مل جائے گی) تو حرج نہیں۔ اگر وہ دو کھانوں میں سے ایک کا اختیار دے تو اسے

اختیار کرنے جو اسے پسندیدہ ہو اور مہمانوں سے یہ بات کہنے میں بھی حرج نہیں کہ جو چاہو پسند کرو کیونکہ اس میں بہت زیادہ ثواب ہے۔

حضرت سیدنا جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ تاجدارِ مدینہ، قرارِ قلب و سینہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا فرمانِ جنت نشان ہے: ”جو شخص اپنے بھائی کی خواہش کے مطابق اسے لذت پہنچاتا ہے تو اللہ عزوجل اس کے لئے دس لاکھ نیکیاں لکھ دیتا ہے، اس کے دس لاکھ گناہ مٹا دیتا ہے اور اس کے دس لاکھ درجات بلند فرماتا ہے اور اللہ عزوجل اسے تین جنتوں جنت الفردوس، جنت عدن اور جنت خلد سے کھلائے گا۔“

مہمان سے یہ نہ کہے کہ کیا میں آپ کے لئے کھانا پیش کروں؟ بلکہ اسے چاہئے کہ اس کے سامنے کھانا رکھ دے اگر وہ کھائے تو ٹھیک ورنہ اٹھا لیا جائے، اسی طرح حضرت سیدنا سفیان ثوری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا ہے۔

### ضیافت (یعنی مہمان نوازی) کے آداب:

اللہ کے محبوب، دانائے غیوب، منزہ عن العیوب عزوجل و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا فرمانِ ہدایت نشان ہے: ”مہمان کے لئے تکلف نہ کرو کیونکہ اس طرح تم اس سے نفرت کرنے لگو گے اور جو مہمان سے نفرت کرتا ہے وہ اللہ عزوجل سے بغض کرتا ہے اور جو شخص اللہ عزوجل سے بغض کرتا ہے اللہ عزوجل اسے ناپسند کرتا ہے۔“

(البحر الزخار بمسند البزار، مسند سلمان الفارسی، الحدیث: ۲۵۱۴ ج ۶، ص ۴۸۲، مختصراً)

فقیر و غنی کے لئے دعوت قبول کرنا سنت ہے۔ بعض آسانی کتابوں میں مذکور ہے کہ ایک میل چل کر مریض کی عیادت کرو، دو میل چل کر جنازہ میں شریک ہو اور تین میل چل کر دعوت قبول کرو۔

سرکارِ مکہ مکرمہ، سلطانِ مدینہ منورہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ”لَوْ دُعِيتُ إِلَى كُرَاعٍ لَأَجَبْتُ“ ترجمہ: اگر مجھے (کُرَاعِ الغَمِيمِ میں بھی) بکری کے پائے کی دعوت دی جائے تو میں قبول کروں گا۔“

(صحیح البخاری، کتاب الہبة، باب القلیل من الہبة، الحدیث ۲۵۶۸، ص ۲۰۲)

کُرَاعِ ایک جگہ کا نام ہے جو مدینے سے چند میل کے فاصلے پر ہے۔ جب نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ماہِ رمضان میں اس جگہ کی طرف سفر فرماتے تو روزہ نہ رکھتے، اور دورانِ سفر نماز میں قصر کیا کرتے۔“

اگر نفلی روزہ ہو تو اسے افطار کر دے کیونکہ مسلمان کے دل کو خوش کرنا روزہ رکھنے سے افضل ہے۔ اگر کھانے، جگہ یا بچھونے کے بارے میں شبہ ہو یا دعوت دینے والا فاسق، ظالم یا بدعتی ہو، یا دعوت کے ذریعے فخر و مباہات کا طلبگار ہو تو دعوت قبول کرنا

منع ہے نیز قبولیت دعوت کا مقصد اطاعت ہونہ کہ پیٹ کی خواہش کو پورا کرنا اور میزبان کے گھر سے اس کی اجازت کے بغیر نہ نکلے۔  
حضرت سیدنا ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ ہم نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے زمانہ میں کھڑے کھڑے اور  
چلتے پھرتے کھاتے پیتے تھے۔“

(جامع الترمذی، ابواب الأشربة، باب ماجاء فی الرخصة فی الشرب قائما، الحدیث ۱۸۸۰، ص ۱۸۴۲)

اہل میت کی طرف کھانالے جانا مستحب ہے۔ اس بات کو سمجھ لو یہ تمہارے لئے مفید ہے۔

وَاللّٰهُ اَعْلَمُ، وَالْيَه الْمَرْجِعُ وَالْمَابُ.

## اوپر والا ہاتھ نیچے والے ہاتھ سے بہتر ہے

حضرت سیدنا حکیم بن حزام رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں میں نے حضور نبی اکرم، شفیع معظم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے مال کا سوال کیا آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے عطا فرمایا، میں نے دوبارہ سوال کیا آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے پھر عطا فرمایا، میں نے تیسری بار سوال کیا تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے پھر مجھے عطا فرمایا اور ارشاد فرمایا: ”بیشک یہ مال سرسبز اور پیٹھا ہے پس جس نے اسے اچھی نیت سے لیا تو اسے اس میں برکت دی جائے گی اور جس نے دل کے حرص و لالچ سے حاصل کیا اسے اس میں برکت نہیں دی جائے گی اور وہ ایسا ہے کہ کھا کر بھی سیر نہیں ہوتا، اور (آگاہ ہو کہ) اوپر والا ہاتھ نیچے والے ہاتھ سے افضل ہے۔“

(صحیح البخاری، کتاب الرقاق، باب قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم هذا المال..... الخ، الحدیث: ۶۴۴۱، ص ۵۴۱)

ان مفسر شہیر، حکیم الامت حضرت مولانا مفتی احمد یار خان نعیمی علیہ رحمۃ اللہ الغنی سرکار مدینہ، راحت قلب وسینہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے کھڑے کھڑے کھانے پینے کے متعلق حدیث کی وضاحت مرآة المناجیح میں یوں بیان فرماتے ہیں: ”کھڑے ہو کر پینا ضرورت کے موقع پر تھا یا مزہم یا وضو کا بچا ہوا (پانی)۔ باقی پانی بیٹھ کر پئے یا کھڑے ہو کر پینا بیان جواز کے لئے تھا، بیٹھ کر پینا بیان استحباب کے لئے۔ لہذا دونوں عمل درست ہیں۔“

(مرآة المناجیح شرح مشکوٰۃ المصابیح، ج ۶، ص ۷۶)

## آدابِ نکاح کا بیان

باب 12:

### کیا گوشہ نشینی سے نکاح افضل ہے؟

نکاح کی افضلیت کے بارے میں علماء کا اختلاف ہے یہاں تک کہ بعض علماء نے اسے عبادت کے لئے گوشہ نشینی سے افضل قرار دیا ہے جبکہ دیگر علماء نے بھی اس کی افضلیت کا اعتراف کیا ہے لیکن عبادت کے لئے گوشہ نشینی کو اس پر مقدم قرار دیا ہے جب تک کہ نفس نکاح کا مشتاق نہ ہو اور بعض علماء نے کہا ہے کہ ہمارے زمانے میں اس کو ترک کرنا افضل ہے کیونکہ اکثر کمائی درست نہیں اور عورتوں کے اخلاق بھی مذموم ہیں۔

### نکاح کی ترغیب:

نکاح کی ترغیب پر مندرجہ ذیل آیات دلالت کرتی ہیں۔ چنانچہ اللہ عزوجل کا فرمانِ رحمت نشان ہے:

﴿۱﴾ وَأَنْكِحُوا الْأَيَامَىٰ مِنْكُمْ وَالصَّالِحِينَ  
(ب: ۱۸، النور: ۳۲)

ترجمہ کنز الایمان: اور نکاح کرو اپنوں میں ان کا جو بے نکاح ہوں اور اپنے لائق بندوں کا۔

﴿۲﴾ وَالَّذِينَ يَقُولُونَ رَبَّنَا هَبْ لَنَا مِنْ أَزْوَاجِنَا  
وَذُرِّيَّتِنَا قُرَّةَ أَعْيُنٍ وَاجْعَلْنَا لِلْمُتَّقِينَ إِمَامًا  
(ب: ۱۹، الفرقان: ۷۴)

ترجمہ کنز الایمان: اور وہ جو عرض کرتے ہیں اے ہمارے رب! ہمیں دے ہماری بیویوں اور ہماری اولاد سے آنکھوں کی ٹھنڈک اور ہمیں پرہیزگاروں کا پیشوا بنا۔

حسنِ اخلاق کے پیکر، نبیوں کے تاجور، محبوبِ ربِّ اکبر عزوجل و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا فرمانِ محبت نشان ہے:

النِّكَاحُ سُنَّتِي فَمَنْ أَحَبَّ فِطْرَتِي فَلَيْسَتْ  
بِسُنَّتِي.

ترجمہ: نکاح میری سنت ہے پس جو شخص میری فطرت (یعنی اسلام) سے محبت کرتا ہے وہ میری سنت کو اپنائے۔

(السنن الكبرى للبيهقي، كتاب للنكاح، باب الرغبة في النكاح، الحديث ۱۳۴۵۱، ج ۷، ص ۱۲۴)

حضور نبی کریم، رءوف رحيم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا یہ فرمانِ عالیشان نکاح سے کنارہ کشی اختیار کرنے پر دلالت کرتا ہے: ”دو سو سال کے بعد لوگوں میں سے بہتر وہ شخص ہوگا جو ہلکی پیٹھ والا ہو (یعنی) ایسا شخص جس کے بیوی بچے نہ ہوں۔“

(تاریخ بغداد، الرقم: ۳۲۵۴، ابراہیم بن البصر بن مروان بن سوید العطار، ج ۶، ص ۱۹۵)

لہذا ہمارے علماء کے نزدیک غلبہ شہوت کے وقت نکاح کرنا واجب اور حالتِ اعتدال میں سنتِ مؤکدہ ہے اور یہ نوافل میں مشغول ہونے سے افضل ہے۔ جیسا کہ فتاویٰ شامی میں ہے: ”صحیح قول کے مطابق غلبہ شہوت کے وقت نکاح کرنا واجب ہے اور حالتِ اعتدال میں..... بقیہ اگلے صفحہ پر

پیش کش: مجلس المدینۃ العلمیہ (دعوتِ اسلامی)

شہنشاہِ مدینہ، قرارِ قلب و سینہ، صاحبِ معطرِ پسینہ، باعثِ نُزولِ سیکینہ، فیضِ گنجینہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:  
 ”لوگوں پر ایسا زمانہ آئے گا کہ آدمی کی ہلاکت اس کی بیوی، ماں باپ اور اولاد کے باعث ہوگی وہ اسے مفلسی کی عار دلائیں گے  
 اور اسے ایسے کام کرنا پڑیں گے جو اس کے بس سے باہر ہوں گے اور وہ ایسے راستوں پر چل پڑے گا جن میں اس کا دین چلا  
 جائے گا اور وہ ہلاک ہو جائے گا۔“ (الزهد الكبير للبيهقي، الحدیث ۴۳۹، ص ۱۸۳، مفہوماً)

### نکاح کے فوائد کا بیان:

نکاح کے فوائد بے شمار ہیں۔ ان میں سے نیک اولاد کا ہونا، شہوت کا ختم ہونا، گھر کی دیکھ بھال اور قبیلے کا بڑھنا بھی ہے  
 اور ان کے نان و نفقہ کا بندوبست کر کے ان کے ساتھ رہنے میں مجاہدے کا ثواب حاصل ہوتا ہے، اگر بیٹا نیک ہو تو تجھے اس کی دعا  
 سے برکت حاصل ہوگی اور اگر فوت ہو جائے تو (بروزِ قیامت تیرا) شفیع ہوگا۔

### نکاح کی آفات:

نکاح کا نقصان یہ ہے کہ انسان کے لئے حلال مال میں سے خرچ کرنا مشکل ہو جاتا ہے جبکہ رزق حلال کمانا واجب  
 ہے اور اسی طرح بیوی کے حقوق کو پورا کرنے میں کوتاہی ہو جاتی ہے اور اس کے حقوق خاوند پر لازم ہیں اور بندے پر عورتوں کے  
 ساتھ حسن سلوک اور نرمی کا برتاؤ کرنا ضروری ہے اور اس بات پر قوی لوگ ہی قادر ہوتے ہیں، بڑی مصیبتوں میں سے ایک  
 مصیبت یہ ہے کہ بیوی اور اولاد اسے ہمیشہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کے ذکر اور آخرت کے راستے پر چلنے سے غافل کر دیتے ہیں اور اکثر نکاح  
 کرنے کے بعد انسان بخیل ہو جاتا ہے اور یہ بھی ہلاک کر دینے والی چیزوں میں سے ہے، ہم نے تمہیں نکاح کے فوائد اور  
 مصائب پر آگاہ کر دیا اور یہ مختلف اشخاص اور حالات کے اعتبار سے مختلف ہوتے ہیں پس اپنے حال پر غور کرو اور اپنے لئے اس  
 بات کو اختیار کرو جو تمہارے لئے راہِ آخرت میں بہتر ہو۔ وَاللَّهُ أَعْلَمُ.

بقیہ حاشیہ..... سنت مؤکدہ ہے جبکہ بندہ وطی، مہر اور نفقہ (یعنی خرچ وغیرہ) پر قادر ہو اور (ردالمحتار کے) گذشتہ صفحات میں ہم بیان کر چکے ہیں کہ نوافل میں مشغول  
 ہونے سے نکاح کرنا افضل ہے۔ اور نکاح ترک کرنے والا گنہگار ہے کیونکہ سنت مؤکدہ کا ترک کرنا گناہ ہے۔ اور اگر نکاح سے اپنے آپ کو اور عورت کو حرام  
 سے بچانے کی نیت اور اولاد کا ارادہ ہو تو نکاح کرنا اجر و ثواب کا موجب ہے۔ اسی طرح سنت پر عمل اور حکم الہی بجالانے کی نیت ہو تو اجر و ثواب ملے گا لیکن اگر  
 محض شہوت پوری کرنے اور حصول لذت کی نیت ہو تو کوئی ثواب نہیں۔“ (رد المحتار مع الدر المختار، ج ۴، ص ۷۲ تا ۷۴)

## عقد نکاح کی شرائط

(۱)..... ولی کی اجازت۔ اگر ولی نہ ہو تو بادشاہ کی اجازت ہونی چاہئے۔ (۲)..... اگر عورت یتیمہ (یعنی بیوہ یا مطلقہ) بالغہ ہو تو اس کی رضا کا پایا جانا (۳)..... ایسے دو گواہوں کا حاضر ہونا جن کی عدالت (نیک ہونا) ظاہر ہو اور اگر ان کا حال پوشیدہ ہو تب بھی نکاح منعقد ہو جاتا ہے اور (۴)..... عقد کے وقت ایجاب اور اس کے ساتھ ہی قبول کا پایا جانا، عقد نکاح لفظ نکاح یا تزویج یا جوان کے ہم معنی لفظ کے ساتھ ہو، خواہ کسی بھی زبان میں ہو، دو مکلف شخصوں کے درمیان ہو اور ان میں کوئی عورت نہ ہو، چاہے وہ شخص خاوند اور ولی ہوں یا ان دونوں کے وکیل ہوں۔

## آداب نکاح:

عقد نکاح کے وقت عورت کے ولی کو نکاح کا پیغام دینا آداب نکاح میں سے ہے، نہ تو عورت اس وقت عدت میں ہو اور نہ ہی اس سے پہلے کسی نے اسے منگنی کا پیغام دیا ہو کیونکہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے منگنی کے پیغام پر پیغام دینے سے منع فرمایا ہے۔

(صحیح البخاری، کتاب النکاح، باب لا یخطب علی خطبة اخیہ حتی ینکح أو یدع، الحدیث ۵۱۴۲، ص ۴۴۵)

نکاح کے آداب میں سے نکاح سے پہلے خطبے کا ہونا ہے اور ایجاب و قبول کے ساتھ ہی اللہ عزوجل کی حمد و ثناء کا ہونا ہے۔ پس نکاح کروانے والا کہے: "بِسْمِ اللّٰهِ، وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ، وَالصَّلَاةُ عَلٰی رَسُوْلِ اللّٰهِ (صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ)" میں نے تیرا نکاح کر دیا۔ شوہر بھی اسی طرح کہے پھر وہ کہے میں نے اتنے مہر پر اس کا نکاح قبول کیا۔

اور مرد کا حال عورت کو بتا دینا مستحب ہے کیونکہ یہ باہمی محبت کے زیادہ قریب ہے۔ اسی طرح نکاح سے پہلے عورت کو دیکھنا مستحب ہے۔ اسی طرح آداب نکاح میں سے دو عادل گواہوں کے علاوہ نکاح کے اظہار کے لئے نیک لوگوں کا جمع کرنا ہے اور چاہئے کہ وہ نکاح کے ساتھ آنکھوں کی حفاظت، نیک اولاد کی طلب اور امت کی کثرت کی نیت کرے۔

منکوحہ کے متعلق شرائط:

وہ لونڈی نہ ہو۔ بشرطیکہ مرد آزاد عورت کا مہر ادا کرنے پر قادر ہو، رضاعت (یعنی دودھ) کی وجہ سے حرام نہ ہو، کیونکہ

۱: صدر الشریعہ، بدر الطریقہ مفتی محمد امجد علی اعظمی علیہ رحمۃ اللہ القوی لکھتے ہیں: "نکاح کی چند شرطیں ہیں: (۱) عاقل (۲) بلوغ اور (۳) گواہ ہونا۔" (بہار شریعت، حصہ ۷، ص ۹) نکاح کے تفصیلی مسائل جاننے کے لئے بہار شریعت، حصہ ۷ کا مطالعہ فرمائیں۔

۲: احناف کے نزدیک: "آزاد عورت نکاح میں ہو تو باندی سے نکاح جائز نہیں اور آزاد نکاح میں نہ ہو تو باندی سے نکاح جائز ہے جیسا کہ فتاویٰ ہندیہ اور درمختار میں کہ "آزاد عورت نکاح میں ہے اور باندی سے نکاح کیا صحیح نہ ہوا۔" (الفتاویٰ الہندیہ، کتاب النکاح القسم السابع، ج ۱، ص ۲۷۹) اگر وہ نکاح میں نہ ہو تو باندی سے نکاح جائز ہے اگرچہ اتنی استطاعت ہے کہ آزاد عورت سے نکاح کرے۔" (الدر المختار، کتاب النکاح، ج ۴، ص ۱۳۶)



رضاعت کی وجہ سے وہ تمام (اصول و فروع) حرام ہو جاتے ہیں جو نسب کی وجہ سے حرام ہوتے ہیں اور حرمت پانچ بار دودھ پینے سے ثابت ہوتی ہے اس سے کم میں حرمت ثابت نہیں ہوتی۔

### خوشگوار زندگی کے آٹھ خصائل:

(۱) دین داری (۲) حسن اخلاق (۳) حسن صورت (۴) مہر کا کم ہونا (۵) بچہ پیدا کرنے والی ہونا (۶) کنواری ہونا (۷)

اچھے حسب و نسب والی ہونا اور (۸) زیادہ قریبی رشتہ دار نہ ہو۔ یہ وہ تمام چیزیں ہیں جن پر احادیث و اقوال دلالت کرتے ہیں۔

### خاوند اور بیوی کی ذمہ داریاں:

خاوند پر حق ہے کہ ولیمہ کرے۔ حضور نبی پاک، صاحب لؤلؤ لاک، سیاح افلاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان عالیشان

ہے: "أَوْلِمَّ وَ لَوْ بِشَاةٍ تَرْجَمُهُ: ولیمہ کرو اگرچہ ایک بکری ہی ہو۔"

(صحیح البخاری، کتاب النکاح، باب الصفرۃ للمتزوج، الحدیث ۵۱۵۳، ص ۴۴۶)

عورتوں سے حسن معاشرت اور رعایت، غیرت میں حسن سیاست، نفقہ، تعلیم، باری تقسیم کرنا، نافرمانی کی صورت میں ادب

سکھانا، اور جماع کرنا ہے۔ اور عزل کرنا (یعنی جماع کرتے وقت جب منی نکلنے لگے تو بیوی سے علیحدہ ہو کر مادہ منویہ کو باہر خارج کر دینا) مکروہ ہے۔

اور جب بچہ پیدا ہو تو اس کے کان میں اذان دینا۔ اسی طرح نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے مروی ہے۔

(سنن ابی داؤد، کتاب الادب، باب فی المولود یؤذن فی أذنه، الحدیث ۵۱۰۵، ص ۱۵۹۷)

اور اس کا اچھا سا نام رکھنا۔ نبی رحمت، شفیع امت، قاسم نعمت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "تمہیں بروز قیامت

تمہارے ناموں سے پکارا جائے گا اس لئے اپنے اچھے نام رکھو۔"

(سنن ابی داؤد، کتاب الادب، باب فی تغییر الاسماء، الحدیث ۴۹۴۸، ص ۱۵۸۵)

اور جس کا نام ناپسندیدہ ہو تو اسے تبدیل کرنا مستحب ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ایسا ہی کیا اور ارشاد فرمایا:

"لَا تَجْمَعُوا بَيْنَ اسْمِي وَ كُنْيَتِي تَرْجَمُهُ: میرے نام اور کنیت کو جمع نہ کرو۔"

(المسند للامام احمد بن حنبل، مسند ابی ہریرہ، الحدیث ۹۶۰۴، ج ۳، ص ۴۲۸)

اور کھجور یا کسی میٹھی چیز کے ساتھ بچے کو گھٹی دینا مستحب ہے۔ عورت پر ہر حالت میں مرد کی اطاعت کرنا اور اس کے

احناف کے نزدیک اڑھائی سال کے اندر تھوڑا یا زیادہ دودھ پینے سے حرمت ثابت ہو جاتی ہے۔ جیسا کہ علامہ علاؤ الدین صکلی علیہ رحمۃ اللہ القوی فرماتے

ہیں: "بچہ کو دو برس تک دودھ پلایا جائے اس سے زیادہ کی اجازت نہیں۔ دودھ پینے والا لاکا ہو یا لڑکی..... بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر

احوال اور اموال کی نگرانی کرنا نیز شوہر کے رشتہ داروں سے اچھا برتاؤ کرنا لازم ہے۔

نبی مکرم، نور مجسم، رسول اکرم، شہنشاہ بنی آدم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ”اللہ عزوجل نے ہر شخص پر مجھ سے قبل جنت میں داخل ہونا حرام کیا ہے، لیکن میں نے اپنی دائیں جانب دیکھا کہ ایک عورت مجھ سے پہلے جنت میں جا رہی ہے۔ میں نے استفسار کیا یہ مجھ سے پہلے (جنت کے) دروازے تک کیسے پہنچی؟ تو مجھ سے کہا گیا: ”اے محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم! یہ عورت خوب صورت تھی اور اس کے پاس یتیم بچیاں تھیں اس نے ان پر صبر کیا یہاں تک کہ ان کا معاملہ جہاں تک پہنچنا تھا وہاں تک پہنچا، پس اللہ عزوجل نے اس کے اس عمل کو پسند فرمایا۔“

(مکارم الاخلاق للخرائطی، باب العطف علی البنات..... الخ، الحدیث ۶۰۵، ج ۲، ص ۱۴۵)

مروی ہے کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ”وہ عورت جو اللہ عزوجل پر اور آخرت پر ایمان رکھتی ہے اس کیلئے جائز نہیں کہ وہ کسی میت پر تین دن سے زیادہ سوگ منائے البتہ اپنے خاوند پر چار مہینے دس دن سوگ منائے۔“ عورت کیلئے اپنی عدت کے اختتام تک خاوند کے گھر میں ٹھہرے رہنا لازم ہے۔ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِالصَّوَابِ.

(سنن النسائی، کتاب الطلاق، باب عدة المتوفی عنها زوجها، الحدیث ۳۵۳۴، ص ۲۳۱۸)



بقیہ حاشیہ..... اور یہ جو بعض عوام میں مشہور ہے کہ لڑکی کو دو برس تک اور لڑکے کو ڈھائی برس تک پلا سکتے ہیں یہ صحیح نہیں یہ حکم دودھ پلانے کا ہے اور نکاح حرام ہونے کے لئے ڈھائی برس کا زمانہ ہے یعنی دو برس کے بعد اگر چہ دودھ پلانا حرام ہے مگر ڈھائی برس کے اندر اگر دودھ پلا دے گی، حرمت نکاح ثابت ہو جائے گی اور اس کے بعد اگر پیا تو حرمت نکاح نہیں اگر چہ پلانا جائز نہیں۔“ (الدر المختار، کتاب النکاح، باب الرضاع، ج ۴، ص ۳۸۷ تا ۳۸۹، ملخصاً)

پیش کش: مجلس المدینۃ العلمیہ (دعوت اسلامی)

## کسبِ معاش کے آداب

باب 13:

اس میں چند فصول ہیں:

کسبِ معاش کی فضیلت کے بارے میں تاجدارِ مدینہ، قراری قلب و سینہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا فرمانِ عظمتِ نشان ہے:

مِنَ الذُّنُوبِ ذُنُوبٌ لَا يُكْفِرُهَا إِلَّا اللَّهُ فِي طَلَبِ  
الْمَعِيشَةِ. ترجمہ: گناہوں میں سے بعض گناہ ایسے ہیں جنہیں طلب  
معاش کا ارادہ ہی مٹا سکتا ہے۔

(المعجم الاوسط، الحدیث ۱۰۲، ج ۱، ص ۴۲، بتغیر)

نور کے پیکر، تمام نبیوں کے سرور، دو جہاں کے تاجور، سلطانِ بحر و بر صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا فرمانِ والا شان ہے:

التَّاجِرُ الضُّدُوقُ يُحْشَرُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ مَعَ  
الصِّدِّيقِينَ وَالشُّهَدَاءِ. ترجمہ: سچا تاجر بروزِ قیامت صدیقین اور شہداء کے ساتھ اٹھایا  
جائے گا۔

(جامع الترمذی، ابواب البیوع، باب ماجاء فی التجار..... الخ، الحدیث ۱۲۰۹، ص ۱۷۷۲، بدون: یحشر یوم القیامة)

حدیث مبارک میں ہے: "إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ الْمُؤْمِنَ الْمُخْتَرَفَ" ترجمہ: بے شک اللہ عزوجل پیشہ اختیار کرنے

والے مؤمن کو پسند کرتا ہے۔" (المعجم الاوسط، الحدیث ۸۹۳۴، ج ۶، ص ۳۲۷)

سید المبلغین، رحمۃ اللعالمین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا فرمانِ ذیشان ہے: "مجھے یہ وحی نہیں آئی کہ تم مال جمع کر کے تاجر بن

جاؤ بلکہ مجھے یہ وحی کی گئی:

فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ وَكُنْ مِنَ السَّاجِدِينَ ۝ وَاعْبُدْ  
رَبَّكَ حَتَّىٰ يَأْتِيَكَ الْيَقِينُ ۝ (پ: ۱، الحجر: ۹۸، ۹۹)

ترجمہ کنز الایمان: تو اپنے رب کو سراہتے ہوئے اس کی پاکی بولو اور  
سجدہ والوں میں ہو اور مرتے دم تک اپنے رب کی عبادت میں رہو۔

(حلیۃ الاولیاء، ابو مسلم خولانی، الحدیث ۱۷۷۸، ج ۲، ص ۱۵۳)

جان لو! سوال کرنا کراہت سے خالی نہیں، اس لئے روزی کمانا افضل ہے۔ البتہ! وہ شخص جس سے مسلمانوں کے

مصالح متعلق ہوں تو اس کو کسب چھوڑ کر مسلمانوں کے مصالح کو قائم کرنا بہتر ہے اور اس کی مصالح کے مال اور دیگر اموال سے کفایت کی جائے گی اسی لئے صحابہ کرام علیہم الرضوان نے امیر المؤمنین حضرت سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو خلیفہ بننے کے بعد تجارت چھوڑنے کا مشورہ دیا پس آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے تجارت چھوڑ دی۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مصالح کے مال سے کفایت کی

پیش کش: مجلس المدینۃ العلمیہ (دعوتِ اسلامی)

جاتی تھی اور آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ مخلوق کے امور کو قائم فرماتے تھے۔

## معاملات کی صحت کی شرائط:

بیع کے تین ارکان ہیں: (۱) عاقد (یعنی عقد کرنے والا) (۲) معقود علیہ (یعنی جس چیز پر عقد کیا جائے) (۳) الفاظ (جو عقد میں استعمال کئے جائیں)۔

عقد کرنے والے کو چاہئے کہ وہ ان چار قسم کے لوگوں سے سودا نہ کرے: (۱) بچہ (۲) پاگل (۳) غلام اور (۴) اندھا۔ اور کافر کے ساتھ بیع کرنا جائز ہے لیکن قرآن پاک اور مسلمان غلام اسے نہیں بیچا جائے گا اور اگر حربی ہو تو اسے اسلحہ بھی فروخت نہیں کیا جائے گا۔ اور وہ جانور جو کھائے نہیں جاتے ان کی چربی اور شراب کی خرید و فروخت نیز ہاتھی کے دانتوں کی خرید و فروخت جائز نہیں ہے۔ اور وہ تیل جو نجاست کے گرنے سے ناپاک ہو جائے اس کو بیچنا جائز ہے۔ کتے، کیڑے مکوڑوں اور سانپ کی خرید و فروخت جائز نہیں اور تصویروں والی چادریں بیچنا اور استعمال کرنا جائز ہے۔

تصویروں والی چادروں کے بارے میں شہنشاہ خوش خصال، پیکرِ حسن و جمال، دافعِ رنج و ملال، صاحبِ بود و نوال، رسولِ بے مثال، بی بی آمنہ کے لال صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے حضرت سیدتنا عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے ارشاد فرمایا: "اتَّخِذِي مِنْهَا نَمَارِقَ تَرَجِمَهُ: ان کے بچھونے بنالو۔"

(صحیح البخاری، کتاب المظالم، باب هل تُكْسَرُ الدِّانُ..... الخ، الحدیث ۲۴۷۹، ص ۱۹۵، بتغییر)

اور ان کو لٹکانا جائز نہیں، البتہ! انہیں بچھا کر استعمال کرنا جائز ہے۔ جس چیز کا سودا کیا جا رہا ہو وہ بیچنے والے کی ملکیت میں ہو اور اسے سپرد کرنے پر قادر ہو، دیکھی ہوئی ہو اور ایجاب و قبولی کے لفظ استعمال کرنے چاہئیں۔ حقیر چیزوں اور کھائی جانے والی چیزوں (جیسے پھل وغیرہ) میں ایک یہ قول ہے جسے ابن سرتج نے ذکر کیا ہے کہ ان (معمولی چیزوں) میں عمومی حاجت ہونے کی وجہ سے ہاتھوں ہاتھ لین دین ہی کافی ہے (ایجاب و قبول کے الفاظ کی ضرورت نہیں) جہاں تک سود کا تعلق ہے تو اس میں بہت زیادہ وعیدیں ہیں اس لئے اس سے بچنا چاہئے۔ بیعِ سلم جائز ہے۔ اسی طرح اجارہ بھی جائز ہے اور ان کی شرائط کتب فقہ میں موجود ہیں وہاں سے مطالعہ کر لینا چاہئے۔

احناف کے نزدیک: "ہاتھی دانت اور بڈی کوچ سکتے ہیں اور اس کی چیزیں بنی ہوئی استعمال کر سکتے ہیں۔" (رد المحتار، کتاب البیوع، مطلب فی

التداوی..... الخ، ج ۷، ص ۲۶۷)

## معاملات میں عدل کرنے اور ظلم سے بچنے کا بیان

جاننا چاہئے! بعض اوقات مفتی کسی معاملہ کے صحیح ہونے کا فتویٰ دے دیتا ہے لیکن وہ ظلم پر مشتمل ہوتا ہے جس کی وجہ

سے اللہ عزوجل معاملہ کرنے والے سے ناراض ہو جاتا ہے۔

ان میں سے ایک قسم ذخیرہ اندوزی ہے اور یہ کھانے کی اشیاء میں ہوتی ہے اور ذخیرہ اندوزی کرنے والا لعنتی ہے اور اس کے متعلق بہت سی سخت وعیدیں ہیں ان میں سے عیوب کو چھپانا بھی ہے، بے شک ایسا کرنا خیانت ہے۔ ان میں سے ترازو کا صحیح رکھنا بھی ہے۔ کیونکہ ترازو درست نہ ہونے کی وجہ سے بہت زیادہ غلطیاں ہوتی ہیں اور اسی کے متعلق اللہ عزوجل کا فرمان عالیشان ہے:

وَيْلٌ لِّلْمُطَفِّفِينَ ﴿٥٠﴾ (ب، ۳۰، المطففين: ۱)

ترجمہ کنز الایمان: کم تولنے والوں کی خرابی ہے۔

پس تلبیس کی تمام اقسام حرام ہیں چنانچہ ایسی چیزوں کی طرف بڑھنا جائز نہیں جن کے خریدنے کا ارادہ نہ ہو اور خریدنے والے کی ترغیب کے لئے بیچنے والے سے زیادہ قیمت کے ساتھ طلب کرے اور شہری کا دیہاتی سے خریدنا بھی ممنوع ہے، اگر اس نے اپنے دوست یا اس کے بیٹے سے چھان بین کے بغیر کوئی چیز خریدی تو اس کے لئے خریدنے والے سے ذکر کرنا ضروری ہے یہاں تک کہ وہ اس کے خریدنے پر بھروسہ نہ کرے۔ اسے چاہئے کہ وہ احسان کرے اور وہ یہ کہ وہ دوسرے سے اتنی زیادہ قیمت وصول نہ کرے جو عام طور پر نہ لی جاتی ہو، اور خرید و فروخت میں نرمی برتنا مستحب ہے۔

سرکار والاخبار، ہم بے کسوں کے مددگار، شفیع روز شمار، دو عالم کے مالک و مختار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

رَحِمَ اللَّهُ امْرَأَسَهْلَ الْبَيْعِ، سَهْلَ الشِّرَاءِ، سَهْلَ الْقَضَاءِ، سَهْلَ الْإِقْتِضَاءِ.

ترجمہ: اللہ عزوجل اس شخص پر رحم فرمائے جو خرید و فروخت اور لین دین میں آسانی کرے۔

(مسند ابی یعلیٰ الموصلی، حدیث رجل غیر مسمی عن النبی ﷺ، الحدیث ۶۷۹۵، ج ۶، ص ۵۰)

پس جو شخص نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی اس دعا کو غنیمت جانے اس کے معاملہ میں دنیا و آخرت کا نفع ہے۔ چنانچہ

تاجدار رسالت، شہنشاہ نبوت، مخزن جوہر سخاوت، پیکر عظمت و شرافت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا فرمانِ عظمت نشان ہے:

مَنْ أَنْظَرَ مُعْسِرًا أَوْ تَرَكَهُ حَاسِبَهُ اللَّهُ حِسَابًا يُسِيرًا.

ترجمہ: جو کسی تنگ دست کو مہلت دے یا بالکل معاف کر دے اللہ عزوجل اس کا آسان حساب لے گا۔

(صحیح مسلم، کتاب الزهد، باب حدیث جابر..... الخ، الحدیث ۷۵۱۲، ص ۱۱۹۷، مختصرًا)

اگر کوئی سودا توڑنا چاہے تو اس کی بات مان لینا بھی احسان ہے۔

پیش کش: مجلس المدینۃ العلمیہ (دعوتِ اسلامی)

اللہ کے محبوب، دانائے غیوب، منزہ عن العیوب عزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان مغفرت نشان ہے:  
 مَنْ أَقَالَ نَادِمًا صَفَقْتَهُ أَقَالَ اللَّهُ تَعَالَى عَشْرَةَ يَوْمٍ  
 ترجمہ: جو شخص نادم ہونے والے کا سودا واپس لے لے اللہ  
 عزوجل قیامت کے دن اس کی لغزشوں کو معاف فرمادے گا۔  
 الْقِيَامَةِ.

(الاحسان بترتیب صحیح ابن حبان، کتاب البیوع، باب الاقالة، الحدیث ۵۰۰۷، ج ۷، ص ۲۴۳، بدون: صفقتہ)

ایسا نہیں ہونا چاہئے کہ تجارت تجھے اتنا مشغول کر دے کہ تو صرف دنیا میں ہی نفع کا طالب ہو اور آخرت کے اصل مال کو ضائع کر دے۔ اس صورت میں تو واضح خسارہ پانے والا ہوگا تجارت کرنے میں نیت، حلال کمانے، سوال سے بچنے اور مال حاصل کرنے کی ہونی چاہئے تاکہ تو اس کے ذریعے طلب آخرت کے لئے فراغت پاسکے۔

جاننا چاہئے! اسلاف رحمہم اللہ تعالیٰ عبادات اور فرض کفایہ مثلاً میت کو غسل دینا، دفن کرنا، اذان اور نماز تراویح پر اجرت لینا ناپسند سمجھتے تھے۔ اگر وہ اس طریقہ پر تجارت کرے جو ہم نے ذکر کیا تو دنیا کا بازار اسے بازار آخرت یعنی مساجد سے غافل نہیں کرے گا۔ اللہ عزوجل کا فرمان عالیشان ہے:

رِجَالٌ لَا تُلْهِيهِمْ تِجَارَةٌ وَلَا بَيْعٌ عَنْ ذِكْرِ اللَّهِ  
 ترجمہ کنز الایمان: وہ مرد جنہیں غافل نہیں کرتا کوئی سودا اور نہ  
 خرید و فروخت اللہ کی یاد سے۔  
 (ب ۱۸، النور: ۳۷)

پس آدمی صبح سے چاشت تک مسجد میں رہے پھر نماز کے اوقات میں مسجد میں جائے۔ پس جب بھی اذان کی آواز سنے تو معاملات دنیوی کو چھوڑ دے۔ ”بعض بزرگ رحمہم اللہ تعالیٰ علیہم جب اذان سنتے اور انہوں نے ہتھوڑا اٹھایا ہوا ہوتا تو اسے وہیں پر چھوڑ دیتے اور نہ مارتے۔“ اور بازار میں بھی دل سے اللہ عزوجل کا ذکر کرتا رہے اس کے متعلق بہت سے فضائل ہیں۔ چنانچہ حسن اخلاق کے پیکر، نبیوں کے تاجور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان فضیلت نشان ہے: ”جو بازار میں داخل ہوتے وقت یہ کلمات پڑھے تو اللہ عزوجل اس کے لئے دس لاکھ نیکیاں لکھ دیتا ہے: لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ، لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ يُحْيِي وَيُمِيتُ وَهُوَ حَيٌّ لَا يَمُوتُ بِيَدِهِ الْخَيْرُ وَهُوَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَلْبِيٌّ“ ترجمہ: اللہ عزوجل کے سوا کوئی معبود نہیں، وہ ایک ہے، اس کا کوئی شریک نہیں، اسی کے لئے بادشاہی ہے اور اسی کے لئے حمد ہے، وہ زندہ رکھتا اور مارتا ہے، وہ خود زندہ ہے اس کے لئے موت نہیں، تمام بھلائی اسی کے اختیار میں ہے اور وہ ہر چیز پر قادر ہے۔“ (جامع الترمذی، کتاب الدعوات، باب ما يقول اذا دخل السوق، الحدیث ۳۴۲۸، ص ۲۰۰۵)

انسان کو چاہئے کہ اپنے معاملات کا خیال رکھے یہاں تک کہ وہ کوئی ایسا کام نہ کرے کہ جس سے بروز قیامت چھٹکارا مشکل ہو کیونکہ عنقریب اس سے اس کے معاملات کا محاسبہ ہوگا اور اس سے اس کی نیت اور لوگوں کے حقوق کا مطالبہ کیا جائے گا کہ اس نے اس کا خیال رکھا یا ضائع کر دیا۔ وَاللَّهُ أَعْلَمُ بِالصَّوَابِ.

## حلال و حرام کا بیان

باب 14:

حضرت سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ شہنشاہِ مدینہ، قرارِ قلب و سینہ، صاحبِ معطرِ پسینہ، باعثِ نَزولِ سیکینہ، فیضِ گنجینہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا فرمانِ ہدایت نشان ہے: "طَلَبُ الْحَلَالِ فَرِيضَةٌ عَلَى كُلِّ مُسْلِمٍ تَرْجَمَهُ: حلال کا طلب کرنا ہر مسلمان پر فرض ہے۔" (المعجم الاوسط، الحدیث ۸۶۱۰، ج ۶، ص ۲۳۱ "فريضة" بدلہ "واجب")

بعض لوگ جن پر کاہلی اور سستی حاوی ہے وہ اس طرف مائل ہیں کہ حلال باقی نہیں ہے اور ہر چیز میں مفقود ہے ان کا یہ کہنا جہالت ہے کیونکہ شہنشاہِ خوشِ نصال، پیکرِ حسن و جمال، دافعِ رنج و ملال، صاحبِ جو دو نوال، رسولِ بے مثال، بی بی آمنہ کے لال صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا فرمانِ نصیحت نشان ہے:

الْحَلَالُ بَيْنَ وَالْحَرَامِ بَيْنٌ وَبَيْنَهُمَا أُمُورٌ  
مُتَشَابِهَاتٌ  
ترجمہ: حلال واضح ہے اور حرام بھی اور ان کے درمیان  
چند چیزیں مشتبہ ہیں۔

(صحیح البخاری، کتاب البیوع، باب الحلال بین والحرام بین وبينهما مشتبہات، الحدیث ۲۰۵۱، ص ۱۶۰)

## فضیلتِ حلال:

اللہ عَزَّوَجَلَّ کا فرمانِ عالیشان ہے:

يَأْتِيهَا الرُّسُلُ كُلُّوْا مِنَ الطَّيِّبَاتِ وَاعْمَلُوا  
صَالِحَاتٍ (ب ۱۸، المؤمنون: ۵۱)  
ترجمہ کنز الایمان: اے پیغمبرو! پاکیزہ چیزیں کھاؤ اور اچھا  
کام کرو۔

سرکارِ الاتبار، ہم بے کسوں کے مددگار، شفیعِ روزِ شمار، دو عالم کے مالک و مختار، حبیبِ پروردگار عَزَّوَجَلَّ و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا فرمانِ حکمت نشان ہے: "جو شخص چالیس دن تک حلال رزق کھائے اللہ عَزَّوَجَلَّ اس کے دل کو روشن کر دیتا ہے اور اس کے دل سے حکمت کے چشمے اس کی زبان پر جاری فرما دیتا ہے۔" اور ایک روایت میں ہے: "اللہ عَزَّوَجَلَّ اُسے دنیا میں پرہیزگاری عطا فرماتا ہے۔" مروی ہے کہ حضرت سیدنا سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں عرض کی: "آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اللہ عَزَّوَجَلَّ سے دعا کریں کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ مجھے مُسْتَجَابُ الدَّعَوَاتِ بنا دے۔" تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "أَطْبَ طُعْمَتِكَ تُسْتَجَبُ دَعْوَتُكَ تَرْجَمَهُ: اپنے کھانے کو پاکیزہ بناؤ تمہاری دعا قبول ہوگی۔"

(المعجم الاوسط، الحدیث ۶۴۹۵، ج ۵، ص ۳۴)

حضرت سیدنا عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی روایت میں ہے کہ تاجدارِ رسالت، شہنشاہِ نبوت، مخزنِ جو دو سخاوت،

پیکرِ عظمت و شرافت، محبوبِ ربِّ العزت، محسنِ انسانیت عَزَّوَجَلَّ و صَلَّى اللهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ کا فرمانِ عبرت نشان ہے: ”بیت المقدَّس پر اللہ عَزَّوَجَلَّ کا ایک فرشتہ ہے جو ہر رات پکارتا ہے کہ جس نے حرام کھایا نہ اس کے نفل قبول ہیں نہ فرض۔“

(فردوس الاخبار للدیلمی، باب المیم، الحدیث ۶۲۶۳، ج ۲، ص ۳۰۰، مختصراً)

کہتے ہیں: ”صرف“ سے مراد نفل اور ”عدل“ سے مراد فرض ہیں۔

اللہ کے محبوب، دانائے غُیوب، مُنَزَّهٌ بِمَعْنِ الْعُیُوبِ عَزَّوَجَلَّ و صَلَّى اللهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ کا فرمانِ عبرت نشان ہے: ”جو شخص دس درہم کے بدلے کپڑا خریدے اور اس کی قیمت میں ایک درہم حرام کا ہو تو جب تک وہ کپڑا اس پر ہوگا اللہ عَزَّوَجَلَّ اس کی نماز قبول نہیں فرمائے گا۔“ (المسند للامام احمد بن حنبل، مسند عبد اللہ بن عمر بن الخطاب، الحدیث ۵۷۳۶، ج ۲، ص ۴۱۶-۴۱۷)

حسنِ اخلاق کے پیکر، نبیوں کے تاجور، محبوبِ ربِّ اکبر عَزَّوَجَلَّ و صَلَّى اللهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ کا فرمانِ عبرت نشان ہے: ”كُلُّ لَحْمٍ نَبَتْ مِنَ الْحَرَامِ فَالِنَّارُ اُولٰٓئِیْہِ تَرْجَمہ: ہر وہ گوشت جو حرام سے پروان چڑھے آگ اس کے لئے بہتر ہے۔“

(جامع الترمذی، ابواب السفر، باب ما ذکر فی فضل الصلاة، الحدیث ۶۱۴، ص ۱۷۰۶، مفہوماً)

شہنشاہِ مدینہ، قرارِ قلب و سینہ، صاحبِ معطرِ پسینہ، باعثِ نزولِ سکینہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا فرمانِ عبرت نشان ہے:

مَنْ لَمْ یُبَالِ مِنْ اَیْنٍ اِکْتَسَبَ الْمَالَ لَمْ یُبَالِ اللّٰهُ  
تَعَالٰی مِنْ اَیْنٍ اَدْخَلَهُ النَّارَ۔

ترجمہ: جو شخص اس بات کی پرواہ نہیں کرتا کہ اس نے کہاں سے مال کمایا تو اللہ عَزَّوَجَلَّ کو اس بات کی پرواہ نہیں کہ وہ اسے جہنم کے کس دروازے سے داخل کرے۔

(صحیح البخاری، کتاب البیوع، باب من لم یبال من حیث کسب المال، الحدیث ۲۰۵۹، ص ۱۶۱، بدون من این ..... الخ)

مرفوعاً اور موقوفاً حدیث مروی ہے کہ حضور نبی کریم، رءوف رحیم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

الْعِبَادَةُ عَشْرَةٌ اَجْزَاءُ فَتِسْعَةٌ مِنْهَا فِی طَلَبِ الْحَلَالِ۔

ترجمہ: عبادت کے دس حصے ہیں جن میں سے نو حصے طلبِ حلال میں ہیں۔

(فردوس الاخبار للدیلمی، باب العین، الحدیث ۴۰۶۲، ج ۲، ص ۸۶، العبادۃ بدله العافیۃ)

حضور نبی پاک، صاحبِ کؤلاک، سیاحِ افلاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد مبارک ہے: ”جس شخص نے گناہ کے ذریعے مال حاصل کر کے اس سے صلہ رحمی کی یا صدقہ کیا یا اسے اللہ عَزَّوَجَلَّ کی راہ میں خرچ کیا ہے تو اللہ عَزَّوَجَلَّ اسے اس سب کے ساتھ جہنم میں ڈال دے گا۔“

(مراسیل ابی داؤد، باب زکوٰۃ الفطر، ص ۹، من روایۃ القاسم بن مخیمرہ، بتغییر)

ایک روایت میں ہے کہ امیر المؤمنین حضرت سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے غلام کی کمائی سے دودھ نوش فرمایا پھر غلام سے اس کے متعلق پوچھا تو اس نے کہا میں نے ایک قوم کے لئے کہانت کی (یعنی انہیں جھوٹی خبریں دیں) تو انہوں نے



مجھے دودھ دیا تھا (یہ سن کر) آپ اپنی انگلی منہ میں ڈال کر قئے کرنے لگے (راوی کہتے ہیں کہ) آپ نے اس قدر قے کی کہ میں سمجھا آپ کی جان نکل جائے گی پھر عرض کیا: اے اللہ عزوجل! جو کچھ رگوں نے اٹھایا اور آنتوں میں مل گیا اس سے تیری بارگاہ میں معذرت خواہ ہوں اور تجھ سے توبہ کرتا ہوں۔ ایک اور روایت میں ہے کہ یہ بات نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو بتائی گئی تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ”کیا تمہیں معلوم نہیں کہ صدیق اپنے پیٹ میں ہمیشہ پاکیزہ چیز ہی داخل کرتا ہے۔“

(صحیح البخاری، کتاب مناقب الانصار، باب ایام الجاهلیۃ، الحدیث ۳۸۴۲، ص ۳۱۲، مختصراً)

حضرت سیدنا ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے ارشاد فرمایا: ”اللہ عزوجل اس شخص کی نماز قبول نہیں کرتا جس کے پیٹ میں

حرام غذا ہو۔“

حضرت سیدنا سہل شتری رضی اللہ تعالیٰ عنہ ارشاد فرماتے ہیں: ”جو شخص چاہتا ہے کہ اس پر صدیقین کے حالات ظاہر ہوں

وہ ہمیشہ حلال و پاک کھانا کھائے اور سنت اور ضروری کام کے علاوہ کچھ نہ کرے۔“

### حلال کے درجات:

جاننا چاہئے! دارِ حرب سے لی جانے والی چیزیں حلال ہیں خواہ وہ کسی بھی طریقے سے لی جائیں۔ اسی طرح شکار کے ذریعے یا لکڑی جمع کرنے کے ساتھ جس کا وہ مالک ہو یا جو چیزیں کانوں سے نکالی جاتی ہیں اور جو کچھ اہل حرب سے لیا جاتا ہے وہ خمس (یعنی پانچواں حصہ) نکالنے کے بعد حلال ہوتا ہے جبکہ وہ بادشاہ کی طرف سے جنگ کی صورت میں حاصل ہو اور حدِ ضرر تک مٹی کھانا حرام ہے اور اس کے بارے میں ممانعت کا حکم وارد ہے جسے عموم تحریم سے جانا جاتا ہے پس اس سے بچنا بہتر ہے۔

### حلال و حرام کے درجات:

جاننا چاہئے! حرام سارے کا سارا حرام ہے البتہ بعض دوسرے بعض کی نسبت زیادہ خبیث ہے اور حلال تمام کا تمام پاک ہے البتہ بعض حلال دوسرے بعض سے زیادہ پاک اور صاف ہوتا ہے۔ پس ان کے مختلف درجات ہیں۔ پہلا درجہ: حرام میں سے پہلا اور سب سے کم درجہ وہ ہے کہ جس کے حرام ہونے کا فقہاء نے فتویٰ دیا ہو اس سے بچنا ضروری ہے۔

دوسرا درجہ: صالحین کا تقویٰ ہے یعنی ہر اس چیز سے بچنا جس میں حرام ہونے کا احتمال ہو اگرچہ ظاہر کی بنیاد پر مفتی

اسے کھانے کی اجازت دے دے لیکن یہ منجملہ شبہ کے مقدمات سے ہے۔

تیسرا درجہ: جسے فتویٰ کی رو سے حرام نہیں قرار دیا جاتا اور اس کے حلال ہونے میں بھی شبہ نہیں لیکن اس کی وجہ سے حرام کے ارتکاب کا خوف ہوتا ہے اور یہ ایسی چیز کا چھوڑنا ہے جس میں کوئی حرج نہیں اس ڈر سے کہ حرج والی چیز میں نہ پڑ جائے۔  
چوتھا درجہ: وہ امور جن میں بالکل حرج نہیں اور نہ ہی ان کی وجہ سے حرج والے کاموں میں پڑنے کا خوف ہوتا ہے لیکن وہ غیر اللہ عزوجل کے لئے ہوتے ہیں اور نہ ہی ان کے حصول سے عبادت خداوندی پر قوت حاصل کرنے کی نیت ہوتی ہے یا وہ چیز جو ان اسباب سے حاصل کی ہو جس میں کسی قسم کے حرام ہونے کی کراہیت یا گناہ ہو تو ایسی چیزوں کو چھوڑنا صدیقین کی پرہیزگاری ہے۔

### شبہات کے مراتب کا بیان

نبی کریم رءوف رحیم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان ہدایت نشان ہے: ”حلال بھی واضح ہے اور حرام بھی اور ان کے درمیان کچھ چیزیں مشتبہ ہیں جنہیں اکثر لوگ نہیں جانتے پس جو شخص شبہات سے بچا اس نے اپنی عزت اور دین کو محفوظ کر لیا اور جو آدمی شبہات میں پڑا وہ حرام میں پڑ گیا جس طرح چرواہا ممنوع چراگاہ کے گرد (بکریاں) چراتا ہے تو قریب ہے کہ وہ اس میں چلا جائے۔“ صحیح مسلم، کتاب المساقاة والمزارعة، باب أخذ الحلال وترك الشبہات، الحدیث ۴۰۹۴، ص ۹۵۵، بتغییر۔

درمیانی قسم: اس سے مراد شبہ ہے اور اس کی مثال یہ ہے کہ بارش کا پانی دوسرے کی ملکیت میں جانے سے پہلے قطعی طور پر حلال ہوتا ہے اور شراب حرام محض ہے۔ شبہ پیدا ہونے کے پانچ مقامات ہیں: پہلا یہ کہ حرام اور حرام کرنے والے سبب میں شک واقع ہو اور یہ اس بات سے خالی نہ ہوگا کہ یا تو دونوں احتمال برابر ہوں گے یا ایک احتمال دوسرے پر غالب ہوگا اگر دونوں احتمال برابر ہوں تو حکم پہلے سے معلوم صورت کے مطابق ہوگا پس استصحاب ہوگا۔ اور اگر ایک احتمال غالب ہو تو حکم غالب کے مطابق ہوگا۔ پس اس کو ہم چار اقسام میں بیان کرتے ہیں۔

(۱) اس کا حرام ہونا معلوم ہو پھر حلال کرنے والے سبب میں شک ہو۔ اس کی مثال یہ ہے کہ وہ شکار پر تیر پھینک کر اسے زخمی کر دے پھر وہ شکار پانی میں گر جائے اور اسے مردہ حالت میں ملے اور اسے معلوم نہ ہو کہ وہ ڈوبنے سے مر یا زخمی ہونے سے تو یہ حرام ہے کیونکہ اس میں اصل حرمت ہے البتہ جب وہ کسی معین طریقے پر مرے اور معین طریقے میں شک ہو گیا، تو یقین کو شک کے ذریعے ترک نہیں کیا جائے گا۔ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ۔

(۲) حلال ہونا معلوم ہو اور حرام ہونے میں شک ہو تو حکم حلت (یعنی حلال ہونے) کا ہے جس طرح دو آدمی دو عورتوں

ان استصحاب سے مراد یہ ہے کہ ایک مسئلے کو دوسرے مسئلے پر قیاس کرتے ہوئے حکم لگانا۔ (التعریفات، ص ۱۸)

پیش کش: مجلس المدینۃ العلمیہ (دعوت اسلامی)

سے نکاح کریں اور ایک پرندہ اڑے تو ان میں سے ایک کہے اگر یہ کوا ہوا تو میری بیوی کو طلاق ہے اور دوسرا کہے اگر یہ کوانہ ہوا تو میری بیوی کو طلاق ہے اور پرندے کا معاملہ مشتبر ہے تو جب تک ظاہر نہ ہو ان میں سے کسی کی عورت کے حرام ہونے کا حکم نہیں لگایا جائے گا۔ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ۔

(۳) اصل تو حرمت ہو لیکن اس پر ایسا حکم طاری ہو جو غالب گمان کے مطابق اس کے حلال ہونے کو واجب کر دے تو یہ چیز مشکوک ہے اور غالب حکم حلال کا ہی ہے۔ اس کی مثال یہ ہے کہ وہ شکار کی طرف تیر پھینکے تو وہ غائب ہو جائے پھر اسے وہ شکار مردہ حالت میں ملے اور اس پر تیر کے نشان کے علاوہ کوئی نشان نہ پایا جائے لیکن یہ احتمال ہے کہ وہ گرنے کی وجہ سے مرا ہے یا کسی دوسرے سبب سے، اگر کسی صدمہ یا گرنے کا سبب ظاہر ہو جائے تو اسے پہلی قسم کے ساتھ ملایا جائے گا، اس قسم میں امام شافعی علیہ رحمۃ اللہ انکانی کے اقوال مختلف ہیں اور مختار قول یہی ہے کہ وہ حلال ہے۔

(۴) اس کا حلال ہونا معلوم ہو لیکن غالب گمان کے مطابق اس پر کوئی حرام والا سبب طاری ہو جائے جو شرعاً معتبر ہو پس استصحاب کمزور ہونے کی وجہ سے ختم ہو جائے گا۔ اور غالب گمان کے مطابق حکم لگایا جائے گا۔ اس کی مثال یہ ہے کہ دو برتنوں کے متعلق اس کا غالب گمان ہو کہ ایک ناپاک ہے کسی ایسی علامت معینہ سے جو غالب گمان کو واجب کرتی ہے، پس اس سے پینا حرام ہوگا جس طرح اس سے وضو کرنا ممنوع ہوتا ہے۔

### شبہ کا دوسرا مقام:

شک کی ایسی صورت ہے جو حلال و حرام کے ملنے سے پیدا ہوتی ہے وہ اس طرح کہ حرام حلال کے ساتھ مل جائے اور معاملہ مشتبر ہونے کی بنا پر تمیز نہ ہو سکے اور یہ باہم ملنا یا تو ایسی تعداد کے ساتھ ہوگا جو دونوں طرف سے یا ایک طرف سے شمار میں نہیں آتی یا وہ تعداد شمار میں آسکتی ہے پھر اگر وہ تعداد جو شمار میں آسکتی ہے وہ شمار میں آنے والی تعداد سے مل جائے تو پھر باہم ملنا اس طرح ہوگا جس طرح مائع چیزیں ملتی ہیں یا باہم ملنا ابہام کے ساتھ ہوگا کہ تمیز ہو سکتی ہو جیسے غلام وغیرہ، اسے تین قسموں میں بیان کیا جاتا ہے۔

(۱) تعداد کے ساتھ ابہام پیدا ہو جائے جس طرح مردار دس ذبح کئے ہوئے جانوروں میں مل جائے یا دودھ پلانے والی عورت دس عورتوں میں مل جائے تو اس سے بالاتفاق بچنا واجب ہے کیونکہ اس میں اجتہاد کی گنجائش نہیں۔

(۲) معدود حرام غیر معدود حلال سے مل جائے جیسے دس دودھ پلانے والی عورتیں ایک بڑے شہر میں مل جل جائیں

تو اس شہر کی عورتوں میں نکاح کرنا حرام نہیں اور علت، غلبہ اور حاجت دونوں چیزیں بن سکتی ہیں۔ کیونکہ ہر وہ شخص جس کا حرام ہونے والا رشتہ دار مخلوط ہو جائے اس پر نکاح کا دروازہ بند کرنا ممکن نہیں، اسی طرح جس شخص کو معلوم ہو کہ دنیاوی مال میں حرام مال مل گیا ہے تو اس پر کھانا اور خرید و فروخت کرنا حرام نہیں کیونکہ اللہ عزوجل نے تم پر دین میں حرج پیدا نہیں کیا اور نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے زمانے میں ایک ڈھال اور عبا (یعنی چغدا) چوری ہو گیا تو دنیا میں کسی کو ڈھال اور عبا خریدنے سے منع نہیں کیا گیا۔ اس بات کو سمجھ لو فائدہ ہوگا۔ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ۔

(۳) غیر معدود حرام غیر معدود حلال کے ساتھ مل جائے جس طرح ہمارے زمانے کے مال ہیں اور جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ اس معین چیز سے کسی چیز کا لینا حرام نہیں البتہ یہ کہ اس معین چیز کے ساتھ کوئی علامت معین مل جائے (اگر اس معین چیز پر کوئی علامت حرمت نہ ہو) تو اس کا چھوڑنا پرہیزگاری ہے، ان علامات میں ظالم بادشاہ کا قبضہ اور دیگر علامات ہیں جن کا ذکر آئے گا۔

ہماری اس بات پر دلیل یہ ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اور خلفاء راشدین رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے زمانے میں معاملات اور اموال کے وصول کرنے کو ترک نہیں کیا گیا باوجود شرابوں کی قیمت اور سود کے اموال کی کثرت کے جو ذمی لوگوں کے ہاتھوں سے دوسرے مالوں میں مل جاتے تھے۔ شبہ پیدا ہونے والے مقامات میں سے یہ بھی ہے کہ چیز ان میں سے ہو جو ذمیوں سے خریدی جاتی ہیں لیکن اس کی قیمت مال حرام سے ادا کی گئی ہو البتہ اگر کھانے کو قیمت پر قبضہ کرنے سے پہلے رضامندی سے سپرد کر دے اور وہ اسے قیمت ادا کرنے سے پہلے کھالے تو وہ بلا اتفاق حلال ہے۔ حرام کے مقابلہ میں مال کے ادا کرنے سے وہ چیز حرام نہیں ہو جاتی بلکہ مال کے ادا کرنے کا مقصد ذمہ داری سے بری ہونا ہے گویا کہ اس نے قیمت ادا نہیں کی اور جو اس نے کھایا وہ حرام نہیں ہوا۔

اور اگر قیمت کے حرام ہونے کا علم ہونے کے باوجود وہ اپنی ذمہ داری سے بری الذمہ ہو گیا تو یہ ذمہ سے بری ہونے اور حلال ہونے کو واجب کرتی ہے۔ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ۔

### تجسس اور سوال کا بیان:

جاننا چاہئے! نہ تو ہر حال میں تعریف کی جاسکتی ہے اور نہ ہی ہر حال میں اسے ترک کیا جاسکتا ہے۔ اگر مال ایسے شخص سے لیا جائے جو نیک لوگوں کے لباس میں ہو تو اس کا اس حال میں ہونا ہی کافی ہے اور اگر ظالم اور فاسق لوگوں کے لباس میں ہو تو اس کا اس حال میں ہونا ہی کافی ہے، لیکن اگر وہ مستور الحال ہو یعنی نہ تو اس پر نیک لوگوں یا تاجروں کی علامت ہو اور نہ ظالموں کی تو عدالت اسلام پر اکتفاء کرتے ہوئے ظاہر پر بھروسہ کیا جائے گا اور یہ ان میں سے ہے جس سے سوال کرنا جائز ہے

اور جب آدمی کا وظیفہ ہو اور اس سے حرام میں داخل ہونے کا خوف ہو یا بادشاہ اور کسان کا مال ہو تو اس سے بچنا پرہیزگاری ہے اور بعض ایسے ہیں جنہوں نے اکثر کی طرف دیکھا ہے اور اسی کا اعتبار کیا ہے۔

حضرت سپذنا حارث محاسبی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں: ”اگر کسی کا کوئی دوست یا بھائی ہو تو اس سے سوال نہیں کرنا چاہئے کیونکہ بعض اوقات اس کے سامنے وہ چیز ظاہر ہو جاتی ہے جو اس سے پوشیدہ تھی پس یہ چیز غصہ کی طرف لے جاتی ہے جو ہر حالت میں گناہ ہے۔“

جاننا چاہئے! جس شخص کا بعض مال حرام ہو اس سے سوال کرنے کا کوئی فائدہ نہیں کیونکہ بعض اوقات وہ کسی مقصد کی وجہ سے جھوٹ بولتا ہے لہذا بہتر یہی ہے کہ اس کے علاوہ کسی دوسرے سے سوال کیا جائے۔ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ۔

### مالی مظالم سے توبہ کا بیان:

جاننا چاہئے! جو شخص توبہ کرے اور اس کے قبضہ میں مخلوط (یعنی ملاجلا) مال ہو تو اس پر لازم ہے کہ وہ حرام کو الگ کر دے اور دوسری ذمہ داری یہ ہے کہ اس نکالے ہوئے مال کو خرچ کر دے۔

پہلی ذمہ داری: تمیز کرنے اور حرام مال کو الگ کرنے کے بارے میں ہے اگر وہ مال معلوم ہے، جو کسی سے چھینا ہے یا امانت وغیرہ کا مال ہے تو اس کا معاملہ آسان ہے، اگر وہ ملا ہوا ہے مثلاً اسے معلوم ہے کہ اس میں نصف مال حرام ہے یا ایسی تجارت سے کمایا ہے جس میں جھوٹ بولا اور خیانت کی تو اس پر اتنی مقدار الگ کر دینا لازم ہے اور اگر مقدار معلوم نہ ہو تو احتیاط، ظن غالب اور یقین سے اسے الگ کر دے۔

دوسری ذمہ داری: مال کو خرچ کرنے کے بارے میں ہے، جب وہ حرام مال الگ کر دے تو اگر اس مال کا کوئی معین مالک ہو تو اسے لوٹا دے اور اگر مالک نہ ہو تو ورثاء کی طرف لوٹا دے اور اگر غائب ہو تو اس کے آنے کا انتظار کرے یا جس جگہ وہ ہے وہاں پہنچانے کی مشقت اٹھائے اور اگر اس مال کا کوئی معین مالک نہ ہو تو اسے صدقہ کر دے یا مسلمانوں کے مصالح مثلاً سرائیں، مساجد اور پل وغیرہ بنانے پر خرچ کر دے، بہتر یہ ہے کہ کسی ایماندار قاضی کے سپرد کر دے، بددیانت قاضی کے سپرد کر کے اپنی ذمہ داری سے عہدہ برآ نہ ہوگا اور اس حرام مال کو صدقہ کرنے اور مسلمانوں کے مصالح پر خرچ کرنے کے جواز پر بہت سی احادیث اور اقوال دلالت کرتے ہیں۔ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے اس بکری کو صدقہ کرنے کا حکم دیا جو بھنی ہوئی آپ کی بارگاہ میں پیش کی گئی اور اس بکری نے آپ سے کلام کرتے ہوئے عرض کی کہ وہ حرام ہے تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے حکم فرمایا:

”اسے (کافر) قیدیوں کو کھلا دو۔“ (المسند للإمام احمد بن حنبل، حدیث رجل، الحدیث ۲۲۵۷۲، ج ۸، ص ۳۵۵)

پیش کش: مجلس المدینۃ العلمیہ (دعوت اسلامی)

## بادشاہوں کے وظائف اور انعامات:

یہ اصلاحات کی ایک قسم ہے۔ جو شخص اسے لیتا ہے اسے اس میں غور کرنا چاہئے کہ اگر وہ مال اس ٹیکس سے ہو جو مسلمانوں پر مقرر کیا جاتا ہے یا زبردستی لیا گیا ہو تو اس سے لینا جائز نہیں لیکن اگر مال وراثت، زمین سے حاصل ہونے والے اموال، مال فنی (وقف)، مال غنیمت اور جزیہ میں سے ہو تو لینا جائز ہے، لیکن اس شرط پر کہ اس کو مال دینے میں کوئی مصلحت یا ضرورت ہو، امیر المؤمنین حضرت سیدنا عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا موقف ہے کہ ہر مسلمان کا بیت المال پر حق ہے۔

جاننا چاہئے! جزیہ کے چار خمس مسلمانوں کے مصالح کے لئے ہیں اور پانچواں خمس معینہ مصارف کے لئے ہے، اگر وہ بادشاہ مال اس لئے لیتا ہے کہ اسے فقراء پر صدقہ کر دے گا مگر پرہیزگاری یہ ہے کہ وہ نہ لے، اور ان میں سے بادشاہ کے پاس جانا ہے اور شاید بادشاہ کے پاس جانا اولیٰ ہے لیکن اس شرط پر کہ وہ اس میں اپنے لیے رغبت نہ کرے اور دوسرے کی افتدائ نہ کرے اور بادشاہ سے لیتے وقت یہ گمان نہ کرے کہ اس کا مال حلال ہے ورنہ وہ اس کے سبب اس جیسے کاموں پر جرأت کرے گا۔ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ۔ اس بات کو سمجھ لو فائدہ ہوگا۔



## رحمتِ عالمِ صلی اللہ علیہ وسلم کا مبارک نام سن کر

## درود نہ پڑھنے پر وعیدیں

تین فرامینِ مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم:

(۱)..... ”جس کے سامنے میرا ذکر ہوا پھر اس نے مجھ پر درود پڑھنے میں کوتاہی کی تو بے شک وہ

جنت کا راستہ بھول گیا۔“ (المعجم الکبیر، الحدیث: ۲۸۸۷، ج ۳، ص ۱۲۸)

(۲)..... ”جس کے سامنے میرا ذکر ہوا اور وہ مجھ پر درود پاک پڑھنا بھول گیا تو وہ جنت کا راستہ

بھول گیا۔“ (المصنف لابن ابی شیبہ، کتاب الفضائل، باب ما اعطی اللہ محمدًا، الحدیث: ۱۰۵۰، ج ۷، ص ۴۴۳)

(۲)..... ”بخیل ہے وہ شخص جس کے سامنے میرا ذکر ہوا پھر اس نے مجھ پر درود پاک نہ پڑھا۔“

(جامع الترمذی، ابواب الدعوات، باب رغم انف رجل..... الخ، الحدیث: ۳۵۴۶، ص ۲۰۱۶)

## آدابِ محبت

باب 15:

جاننا چاہئے! اللہ عزوجل کے لئے ایک دوسرے سے محبت کرنا اور دینی بھائی چارہ افضل نیکی ہے اور یہ حسنِ خلق کا ثمرہ ہے۔ اللہ عزوجل کے لئے باہم محبت اور بھائی چارہ قابلِ تعریف ہے۔  
حسنِ اخلاق کے بارے میں اللہ عزوجل کا فرمانِ عظیم الشان ہے:

وَإِنَّكَ لَعَلَىٰ خُلُقٍ عَظِيمٍ (پ ۲۹، القلم: ۴)  
ترجمہ کنز الایمان: اور بے شک تمہاری خوبی (خلق) بڑی شان کی ہے۔

اخوت اور الفت کے بارے میں اللہ عزوجل کا فرمانِ عظمت نشان ہے:

فَأَصْبَحْتُمْ بِنِعْمَتِهِ إِخْوَانًا (پ ۱۰۳، آل عمران: ۱۰۳)  
ترجمہ کنز الایمان: تو اس کے فضل سے تم آپس میں بھائی ہو گئے۔

اللہ عزوجل نے ارشاد فرمایا:

لَوْ أَنفَقْتَ مَا فِي الْأَرْضِ جَمِيعًا مَّا أَلْفَتْ بَيْنَ قُلُوبِهِمْ وَلَكِنَّ اللَّهَ أَلْفَ بَيْنَهُمْ ط (پ ۱۰، الانفال: ۶۳)  
ترجمہ کنز الایمان: اگر تم زمین میں جو کچھ ہے سب خرچ کر دیتے ان کے دل نہ ملا سکتے لیکن اللہ نے ان کے دل ملا دیئے۔

حضور نبی پاک، صاحبِ لؤلؤاک، سیاحِ افلاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ”تم میں سے وہ شخص مجلس میں میرے زیادہ قریب ہے جس کے اخلاق سب سے اچھے ہوں، جو اپنے پہلوؤں کو جھکادیتے ہوں اور دوسروں سے محبت کرتے ہیں اور دوسرے ان سے محبت کرتے ہیں۔“ (مکارم الأخلاق للطبرانی مع مکارم الأخلاق لابن ابی الدنیا، باب ما جاء فی حسن الخلق، الحدیث ۶، ص ۳۱۴)

نبی مکرم، نور مجسم، رسول اکرم، شہنشاہِ بنی آدم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا فرمانِ عظمت نشان ہے: ”مؤمن محبت کرنے والا ہوتا ہے اور اس سے محبت کی جاتی ہے اور اس شخص میں کوئی بھلائی نہیں جو دوسروں سے محبت نہیں کرتا اور نہ اس سے محبت کی جاتی ہے۔“

(المسند للإمام احمد بن حنبل، حدیث ابی مالک سهل بن الساعدی، الحدیث ۲۲۹۰۳، ج ۸، ص ۴۳۵، بتغییر)

نور کے پیکر، تمام نبیوں کے سرور، دو جہاں کے تاجور، سلطانِ بحر و بر صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا فرمانِ ہدایت نشان ہے: ”اللہ عزوجل جس کے ساتھ بھلائی کا ارادہ فرماتا ہے اسے اچھا دوست عطا کر دیتا ہے اگر یہ بھول جائے تو وہ اسے یاد دلاتا ہے اور اگر

اسے یاد ہو تو وہ اس کی مدد کرتا ہے۔“ (سنن ابی داؤد، کتاب الخراج، باب فی اتخاذ الوزير، الحدیث ۲۹۳۲، ص ۱۴۴۲، مفہوماً)

سید المبلغین، رحمۃ اللعالمین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا فرمانِ رفعت نشان ہے: ”جو شخص اللہ عزوجل کے لئے کسی کو بھائی بناتا ہے اللہ عزوجل جنت میں اس کا ایک درجہ بلند کر دیتا ہے جس تک وہ کسی دوسرے عمل کے ذریعے نہیں پہنچ سکتا۔“

(الموسوعة لابن ابی الدنیا، کتاب الاخوان، باب الرغبة فی الاخوان والحث علیہم، الحدیث ۲۶، ج ۸، ص ۱۵۸، مفہوماً)

## اللہ عزوجل کے لئے اخوت کا معنی

### دینی اور دنیاوی اخوت میں فرق:

شہنشاہ خوش نصال، پیکرِ حسن و جمال، دافعِ رنج و ملال، صاحبِ جو و نوال، رسولِ بے مثال، بی بی آمنہ کے لال صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا فرمانِ الفت نشان ہے:

الْأَرْوَاحُ جُنُودٌ مُّجَنَّدَةٌ، فَمَا تَعَارَفَ مِنْهَا اِتَّخَفَ  
وَمَا تَنَافَرَ مِنْهَا اِخْتَلَفَ.

ترجمہ: ارواح مجتمع لشکر تھیں۔ ان میں جنہوں نے ایک دوسرے کو پہچانا وہ آپس میں محبت کرنے لگیں اور جنہوں نے ایک دوسرے کو نہ پہچانا وہ الگ الگ ہو گئیں۔

(صحیح مسلم، کتاب البر، باب الأرواح جنود مجندة، الحدیث ۸، ۶۷۰، ص ۱۱۳۷)

سرکارِ والا تبار، ہم بے کسوں کے مددگار، شفیعِ روزِ شمار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا فرمانِ محبت نشان ہے، ارشاد فرمایا:

إِنَّ رُوحِي الْمُؤْمِنِينَ لَيَلْتَقِيَانِ عَلَيَّ مَسِيرَةَ يَوْمٍ،  
فَمَا رَأَى أَحَدُهُمَا صَاحِبَهُ قَطُّ.

ترجمہ: بے شک دو مومنوں کی روہیں ایک دن کی مسافت پر باہم ملتی ہیں حالانکہ ان میں سے ایک نے دوسرے کو کبھی دیکھا نہیں ہوتا۔

(المسند للإمام احمد بن حنبل، مسند عبد اللہ بن عمرو بن العاص، الحدیث ۶۶۴۷، ج ۲، ص ۵۸۸، بتغییرِ قلیل)

انسان دوسرے سے یا تو اپنی ذات کے لئے محبت کرتا ہے کیونکہ دوسرا انسان خوب صورت ہوتا ہے اور ذاتی طور پر اسے پسند ہوتا ہے یا وہ شخص کسی خارجی مقصد کے لئے ذریعہ ہوتا ہے اور یہ غرضِ مصالحِ دنیا کے متعلق ہے یا دوسرا شخص آخرت کے لئے وسیلہ ہوتا ہے۔ یا دوسرے سے محبت اللہ عزوجل کے لئے ہوتی ہے اور محض اسی کی خاطر ہوتی ہے نہ اس دوستی سے مقصد حصولِ دنیا ہوتا ہے نہ آخرت بلکہ اس سے محبت اس وجہ سے ہوتی ہے کہ وہ اللہ عزوجل کا بندہ ہے پس جو کسی شخص سے محبت کرتا ہے تو وہ اس سے بھی محبت کرتا ہے جس سے وہ شخص محبت کرتا ہے اور یہی اللہ عزوجل کے لئے اخوت ہے جس طرح بنی عامر کا مجنون کہتا ہے:

أَمْرٌ عَلَى الدِّيَارِ دِيَارٍ لِيَلِيَّ أَقْبَلُ ذَا الْجِدَارِ وَذَا الْجِدَارَا  
وَمَا حُبُّ الدِّيَارِ شَغْفَنَ قَلْبِي وَلَكِنْ حُبُّ مَنْ سَكَنَ الدِّيَارَا

ترجمہ: میں لیلیٰ کے علاقے سے گزرتا ہوں تو دیواروں کو بوسے دیتا ہوں۔ اس علاقے کی محبت میرے دل پر غالب نہیں بلکہ میں اس کی محبت میں ایسا کرتا ہوں جو اس میں رہتا ہے۔

جس طرح اللہ عزوجل کے لئے محبت کرنا ضروری ہے اسی طرح اللہ عزوجل کے لئے نفرت کرنا بھی ضروری ہے جو کسی انسان سے اس لئے محبت کرتا ہے کہ وہ اس کے محبوب کا محبوب ہے اور اس کے محبوب کی اطاعت کرنے والا ہے تو ضروری ہے کہ



وہ اس کے دشمن سے بھی نفرت کرے کیونکہ وہ اس کے دوست کا نافرمان ہے۔

جاننا چاہئے! ہر شخص دوستی کے قابل نہیں ہوتا۔ جیسا کہ نبی اکرم، نور مجسم، شاہ بنی آدم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان

ہدایت نشان ہے:

الْمَرْءُ عَلَى دِينِ خَلِيلِهِ فَلْيَنْظُرْ أَحَدَكُمْ مَنْ يُخَالِلُ  
ترجمہ: انسان اپنے دوست کے دین پر ہوتا ہے لہذا تم میں سے ہر کوئی دیکھے کہ وہ کس سے دوستی کرتا ہے۔

(موسوعۃ لابن ابی الدنیا، کتاب الاخوان، باب من أمر بصحبته..... الخ، الحدیث ۳۷، ج ۸، ص ۱۶۰)

پس چند خصلتوں کا اعتبار ضروری ہے کہ اس کا دوست عاقل ہو، اچھے اخلاق کا مالک ہو، فاسق و بدعتی اور دنیا کا حریص

نہ ہو۔ جہاں تک عقل کا تعلق ہے وہ اصل مال ہے، امیر المؤمنین مولیٰ مشکل کشا حضرت سیدنا علی المرتضیٰ کرم اللہ تعالیٰ وجہہ

الکونین اپنے اشعار میں فرماتے ہیں:

فَلَا تَصْحَبْ أَخَا الْجَهْلِ  
وَإِيَّاكَ وَإِيَّاهُ  
فَكَمُ مِنْ جَاهِلٍ أَرَدَى  
خَلِيْمًا حِينِ آخَاهُ  
يُقَاسُ الْمَرْءُ بِالْمَرْءِ  
إِذَا مَا الْمَرْءُ مَا شَاءُ  
وَلِلشَّيْءِ مِنْ الشَّيْءِ  
مَقَابِيْسُ وَأَشْبَاهُ  
وَلِلْقَلْبِ عَلَى الْقَلْبِ  
دَلِيْلٌ حِينِ يَلْقَاهُ

ترجمہ: (۱)..... کسی جاہل کی صحبت اختیار نہ کرو۔ تجھ سے دور رہے تو اس سے دور رہ۔

(۲)..... کتنے ہی جاہل ہیں جو عقل مند کے بھائی بن کر اسے ہلاک کر دیتے ہیں۔

(۳)..... انسان کو دوسرے انسان سے قیاس کیا جاتا ہے کیونکہ آدمی اپنی چاہت کے مطابق ہوتا ہے۔

(۴)..... اشیاء بعض دوسری اشیاء کے مشابہ ہوتی ہیں۔

(۵)..... اور دل جب دوسرے دل سے ملتا ہے تو اس سے راہ پالیتا ہے۔

اور یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ احمق تجھے نفع دے بلکہ وہ تو نقصان ہی پہنچاتا ہے اسی لئے کسی نے کہا ہے:

إِنِّي لَأَمِنُ مِنْ عَدُوِّ عَاقِلٍ  
وَأَخَافُ خِلَا يَعْتَرِيهِ جَنُونُ  
فَالْعَقْلُ فَنٌّ وَاحِدٌ وَطَرِيْقُهُ  
أَدْرِي فَا رُصْدُ وَالْجَنُونُ فُنُونُ

ترجمہ: (۱)..... میں عقل مند دشمن سے امن میں ہوں لیکن ایسے دوست سے ڈرتا ہوں جو مجنون ہو۔

(۲)..... عقل ایک ہی فن ہے اور اس کا راستہ مجھے معلوم ہے پس میں اس کا خیال رکھتا ہوں لیکن جنون کے کئی فن ہیں۔

پیش کش: مجلس المدینۃ العلمیہ (دعوت اسلامی)

اسی لئے کہا گیا ہے کہ بے وقوف سے قطع تعلقى اللہ عزوجل کی قرب کا باعث ہے اور ایسے ہی فاسق کی صحبت کا کوئی فائدہ نہیں کیونکہ جو شخص اللہ عزوجل سے ڈرتا ہے وہ گناہ کبیرہ پر اصرار نہیں کرتا اور جو اللہ عزوجل سے نہیں ڈرتا اس کے فساد سے امن نہیں ہوتا۔  
اللہ عزوجل کا فرمان حقیقت نشان ہے:

وَلَا تُطِيعُ مَنْ أَغْفَلْنَا قَلْبَهُ عَنْ ذِكْرِنَا وَاتَّبَعَ هَوَاهُ  
(پ ۱۰۵، الکہف: ۲۸)  
ترجمہ کنز الایمان: اور اس کا کہانہ مانو جس کا دل ہم نے اپنی یاد سے غافل کر دیا اور وہ اپنی خواہش کے پیچھے چلا۔

ایک طبیعت دوسری طبیعت سے متاثر ہو جاتی ہے جبکہ انسان کو علم تک نہیں ہوتا اور یہی حال بدعتی کا ہے۔

اور حسن اخلاق کے بارے میں حضرت سیدنا علقمہ بن عمر عطاردی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اپنی وفات کے وقت اپنے بیٹے کو وصیت کرتے ہوئے جامع بات ارشاد فرمائی، آپ نے ارشاد فرمایا: ”اے بیٹے! اگر تمہیں لوگوں کی صحبت اختیار کرنی پڑے تو ایسے آدمی کی صحبت اختیار کرنا کہ جب تو اس کی خدمت کرے تو وہ تیری حفاظت کرے اگر تو اس کی صحبت اختیار کرے تو وہ تجھے زینت بخشے اور اگر تجھے کوئی تکلیف پہنچے تو وہ تجھے برداشت کرے۔ ایسے شخص کی صحبت اختیار کر کہ جب تو بھلائی کے ساتھ اپنا ہاتھ پھیلائے تو وہ بھی اسے پھیلا دے اور اگر تم میں کوئی اچھائی دیکھے تو اسے شمار کرے اور اگر برائی دیکھے تو اسے درست کرے۔ تو اس آدمی کی صحبت اختیار کر کہ جب تو اس سے مانگے تو وہ تجھے دے، اگر تو خاموش رہے تو خود بخود دے اور اگر تجھ پر کوئی مصیبت نازل ہو تو وہ غمخواری کرے۔ اس شخص کی صحبت اختیار کر کہ جب تم بات کرو تو وہ تمہاری تصدیق کرے، اگر تم کسی کام کا ارادہ کرو تو وہ تجھے اچھا مشورہ دے اور اگر تم دونوں میں اختلاف ہو جائے تو وہ تمہاری بات کو ترجیح دے۔“

امیر المؤمنین، مولیٰ مشکل کشا حضرت سیدنا علی المرتضیٰ کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم اپنے اشعار میں فرماتے ہیں:  
”تمہارا سچا دوست وہ ہے جو تمہارا ساتھ دے اور تمہیں نفع پہنچانے کے لئے اپنے آپ کو نقصان پہنچائے اور جب تجھے گردش زمانہ پہنچے تو تمہارے معاملات کو درست کرنے کے لئے خود پریشانی اٹھائے۔“

اسلاف میں سے بعض ایسے بزرگ بھی ہیں جو اپنے دوست کی موت کے بعد چالیس سال تک اس کے اہل و عیال کی خبر گیری کرتے رہے، ان کی حاجات کو پورا کرتے اور ہر روز ان کے پاس جا کر اپنے مال سے ان کی مدد کرتے اور وہ بچے اپنے باپ کو اس کی موت کے بعد بھی اپنی آنکھوں کے سامنے پاتے بلکہ وہ اس سے ایسی شفقت پاتے جو وہ اپنے باپ کی زندگی میں بھی باپ سے نہ پاتے تھے۔

لہذا بہتر یہی ہے کہ اس کا دوست متقی ہونے کے ساتھ عالم بھی ہو، تاکہ وہ اس کے علم سے نفع اٹھائے، حضرت سیدنا

لقمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ارشاد فرمایا: ”اے بیٹے! علماء کے ساتھ بیٹھ اور ان کے گھٹنوں کے ساتھ اپنے گھٹنے ملا کیونکہ دل حکمت کی باتوں سے اس طرح زندہ ہوتے ہیں جس طرح مردہ زمین موسلا دھار بارش سے زندہ ہوتی ہے۔“

### اخوت اور محبت کے حقوق:

جاننا چاہئے! اخوت دو آدمیوں کے درمیان رابطہ ہوتا ہے جس طرح میاں بیوی کے درمیان عقد نکاح ہے۔ جب بھائی چارہ قائم ہو جائے تو یہ تیرے مال، نفس، زبان اور دل پر کچھ حقوق لازم کرتا ہے کہ تم اسے معاف کرو، اس کے لئے دعا کرو، اخلاص و وفا سے پیش آؤ اور تکلیف و تکلف کو چھوڑ دو۔

(۱) مال: یہ حق مال کے متعلق ہے اور اس میں سب سے کم مرتبہ یہ ہے کہ تم اسے اپنے غلام کی طرح سمجھو اور اس کی ضرورت پوری کرنا تمہارا مقصد ہو اور اس میں درمیانہ درجہ یہ ہے کہ تم اسے اپنے جیسا سمجھو کیونکہ اخوت شرکت اور مساوات کو لازم کرتی ہے اور اس میں بلند درجہ یہ ہے کہ تو اسے اپنے اوپر ترجیح دے اس طرح کہ تو اپنی حاجت چھوڑ دے تاکہ اس کی حالت درست ہو جائے اور یہ بلند ترین درجات میں سے ہے، اس کے متعلق بہت سی احادیث مبارکہ وارد ہیں۔ چنانچہ،

تاجدار رسالت، شہنشاہ نبوت، خیرین جو دو سخاوت، پیکر عظمت و شرافت، محبوب رب العزت، محسن انسانیت عزوجل و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا فرمانِ محبت نشان ہے: ”جب دو آدمی ایک دوسرے کے ساتھ (اللہ عزوجل کے لئے) دوستی اختیار کرتے ہیں تو ان میں سے اللہ عزوجل کو زیادہ پسند وہ ہوتا ہے جو اپنے ساتھی پر زیادہ نرمی کرنے والا ہوتا ہے۔“

(الاحسان بترتیب صحیح ابن حبان، کتاب البر والاحسان، باب الصحبة والمجالسة، الحدیث ۵۶۷، ج ۱، ص ۳۸۸، مفہوماً)

(۲) مدد کرنا: یعنی اپنے بھائی کی اس طرح مدد کرنا کہ اس کے سوال کرنے سے پہلے ہی اس کی حاجات کو پورا کر دیا جائے اور اس کے بھی درجات ہیں جو مال کے گذشتہ تینوں درجات کے برابر ہیں۔

(۳) بری بات سے گریز کرنا: یہ حق اپنے بھائی کے سامنے بری بات سے گریز کرنے کے بارے میں ہے۔ لہذا اس کے سامنے ایسی بات نہ کہے جو اسے ناپسند ہو۔ حضرت سیدنا انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: ”حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کسی کے منہ پر ایسی بات نہ کہتے جو اسے ناپسند ہو۔“ (الشمائل المحمدية للترمذی، باب ماجاء فی خلق رسول اللہ ﷺ، الحدیث ۳۲۹، ص ۱۹۷)

پس جان لو! اگر تم ہر عیب سے پاک شخص تلاش کرو گے تو اپنے لئے کوئی دوست نہ پاؤ گے۔ حضرت سیدنا امام شافعی علیہ رحمۃ اللہ کافی ارشاد فرماتے ہیں: ”کوئی مسلمان ایسا نہیں جو اللہ عزوجل کی اطاعت کرتا ہو اور اس کی نافرمانی نہ کرتا ہو اور کوئی مسلمان

ایسا نہیں جو اس کی نافرمانی کرتا ہو لیکن فرمانبرداری نہ کرے، جس کی اطاعت اس کی نافرمانیوں پر غالب ہو تو یہ عدل ہے۔ جب یہ چیز اللہ عزوجل کے حق میں عدل ہے تو تیرے حق میں زیادہ بہتر ہے پس تو خوبیوں کو ظاہر کرنے والا اور بری بات پر پردہ ڈالنے والا ہو جا کیونکہ دعا میں اللہ عزوجل کی ان الفاظ کے ساتھ صفت بیان کی جاتی ہے اور کہا جاتا ہے: ”يَا مَنْ يُظْهِرُ الْجَمِيلَ، وَيَسْتُرُ عَلَى الْقَبِيحِ“ ترجمہ: اے اچھائیوں کو ظاہر کرنے والے اور برائیوں کی پردہ پوشی فرمانے والے۔“

جاننا چاہئے! وہ شخص اللہ عزوجل کے ہاں پسندیدہ ہے، جو اللہ عزوجل کی صفات سے متصف ہو کیونکہ وہ عیبوں پر پردہ ڈالنے والا اور گناہوں کو بخشنے والا ہے۔ یاد رکھو! آدمی کا ایمان اس وقت تک مکمل نہیں ہوتا جب تک وہ اپنے بھائی کے لئے بھی وہی پسند نہ کرے جو اپنے لئے پسند کرتا ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ وہ اس سے توقع رکھتا ہے کہ وہ اس کی پردہ پوشی کرے، اس کی لغزشوں کو معاف کرے اور اس کے رازوں کو چھپائے۔

کہا جاتا ہے کہ آزاد لوگوں کے سینے رازوں کی قبریں ہیں اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ بیوقوف کا دل اس کے منہ میں ہوتا ہے اور عقل مند کی زبان اس کے دل میں ہوتی ہے۔ ابن معتز کا شعر ہے:

وَمُسْتَوْدَعِي سِرًّا تَبَوَّأَتْ كَتْمَهُ  
فَأَوْدَعْتُهُ صَدْرِي فَصَارَ لَهُ قَبْرًا

ترجمہ: میرے پاس اپنا راز رکھوانے والے! میں نے تیرے راز کو اپنے سینے میں رکھ دیا اور وہ اس لئے قبر بن گیا۔

(۴) تعریف کرنا: چوتھا حق یہ ہے کہ اُس کی ایسی تعریف کرے جس سے وہ خوش ہوتا ہو لیکن حق سے تجاوز نہ ہو۔

اللہ کے محبوب، دانائے غیوب، منزہ عن الغیوب عزوجل و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا فرمانِ اُخوت نشان ہے: ”إِذَا أَحَبَّ أَحَدُكُمْ أَخَاهُ فَلْيُخْبِرْهُ“ ترجمہ: جب تم میں سے کوئی اپنے بھائی سے محبت کرے تو اسے بتا دے۔“

(الموسوعة لابن ابی الدنیا، کتاب الاخوان، باب اعلام الرجل أخاه بشدة مودته ایاه، الحدیث ۶۵، ج ۸، ص ۱۶۵)

آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے یہ اس لئے فرمایا کیونکہ یہ چیز محبت میں اضافے کا باعث ہے اور اس معنی میں بڑی اچھی بات کہی گئی ہے:

خُذْ مِنْ خَلِيلِكَ مَا صَفَاوَدَعَ الَّذِي فِيهِ الْكَدْرُ  
فَالْعُمْرُ أَقْصَرُ مِنْ مُعَايَبَةِ الْخَلِيلِ عَلَى الْغَيْرِ

ترجمہ: اپنے دوست سے اچھی باتوں کو قبول کر دو اور اس میں جو بری باتیں ہوں انہیں چھوڑ دو کیونکہ زندگی اتنی نہیں کہ تم دوسری باتوں پر دوستوں کو ملامت کرتے رہو۔ ایک شعر میں کہا گیا ہے:

وَلَسْتُ بِمُسْتَبِقِ أَحَا لَا تَلْمُهُ  
عَلَى شَعْبِ أَى الرِّجَالِ الْمُهْدَبِ

ترجمہ: تو اپنے بھائی سے آگے بڑھنے والا نہیں تو اسے اس کی بری حالت پر ملامت نہ کر کہ کون سا شخص کامل مہذب ہے۔

(۵) وفا اور خلوص: یعنی اپنے بھائی سے اخلاص اور وفا کے ساتھ پیش آنا اور اس سے مراد یہ ہے کہ اس کی محبت پر ثابت قدم رہے اور اس کے مرنے تک اس پر مداومت اختیار کرے اور اس کی وفات کے بعد اس کی اولاد اور دوستوں سے دوستی رکھے۔  
حدیث پاک میں ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں ایک بوڑھی عورت حاضر ہوئی تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے اس کی تکریم کی۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے اس بارے میں پوچھا گیا تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:  
”إِنَّهَا كَانَتْ تَأْتِينَا أَيَّامَ خَدِيجَةَ تَرْجُمُهُ: يَهُودِيَّةٌ عِنْدَ رَسُولِ اللَّهِ تَمُوتُ فِي بَيْتِهَا فَتُجْرَمُ فِيهَا بِحِجَابِهَا“

(المستدرک، کتاب الایمان، باب حسن العهد من الایمان، الحدیث ۴۱، ج ۱، ص ۱۶۵)

جاننا چاہئے! حسن عہد ایمان سے ہے اور کرم عہد دین سے ہے اور تجھے ہمیشہ اپنے بھائیوں کو فضیلت دینی چاہئے نہ کہ اپنے آپ کو۔ اسی کے بارے میں کسی نے کہا ہے:

تَذَلُّ لِمَنْ إِنْ تَذَلَّلْتَ لَهُ      يَرَى ذَاكَ لِالْفَضْلِ لَا لِالْإِلَهِ  
وَجَانِبُ صَدَاقَةٍ مَنْ لَا يَزَالُ      عَلَى الْأَصْدِقَاءِ يَرَى الْفَضْلَ لَهُ

ترجمہ: ایسے شخص کے سامنے تواضع اختیار کرو جو اس تواضع کو تمہاری فضیلت کا باعث سمجھے تمہیں احق نہ جانے اور جو شخص اپنے آپ کو سب دوستوں سے افضل سمجھے اس کی دوستی سے پرہیز کرو۔

**مسلمان، رشتے دار اور پڑوسی کے حقوق:**

مسلمان کا حق یہ ہے کہ جب ایک مسلمان دوسرے سے ملاقات کرے تو اسے سلام کرے، جب وہ بلائے تو اس کو جواب دے، اس کے چھینکنے پر ”يَرْحَمُكَ اللَّهُ“ کہے، بیمار ہو تو عیادت کرے، فوت ہو جائے تو جنازہ میں شریک ہو، جب کوئی قسم اٹھائے تو اس کی قسم کو پورا کرے، جب وہ خیر خواہی چاہے تو اس کی خیر خواہی کرے، غائب ہو تو غیر موجودگی میں اس کی حفاظت کرے، اس کے لئے بھی وہی چیز پسند کرے جو اپنے لئے پسند کرتا ہے، اور اس کے لئے بھی وہی ناپسند جانے جسے اپنے لئے ناپسند سمجھتا ہے۔“

حسن اخلاق کے پیکر، نبیوں کے تاجور، محبوب رب اکبر عزوجل صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا فرمانِ اُلفت نشان ہے: ”تم پر مسلمانوں کے چار حقوق لازم ہیں: نیکی کرنے والے کی مدد کرو، ان کے گناہ گاروں کے لئے بخشش مانگو، پیٹھ پھیرنے والے کے لئے دعا مانگو، اور توبہ کرنے والے سے محبت کرو۔“

(فردوس الاخبار للديلمي، باب الالف، الحدیث ۱۰۰۲، ج ۱، ص ۲۱۵)

اور مسلمان کے حق میں سے یہ بھی ہے کہ تو کسی مسلمان کو اپنے قول اور فعل سے تکلیف نہ پہنچائے۔“

شہنشاہ مدینہ، قرار قلب وسینہ، باعث نزول سکینہ، فیض گنجینہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان نصیحت نشان ہے:

الْمُسْلِمُ مَنْ سَلِمَ الْمُسْلِمُونَ مِنْ لِسَانِهِ وَيَدِهِ. ترجمہ: (کامل) مسلمان وہ ہے جس کی زبان اور ہاتھ سے دوسرے مسلمان محفوظ رہیں۔

(صحیح البخاری، کتاب الایمان، باب المسلم من سلم المسلمون من لسانه ويده، الحدیث ۱۰، ص ۳)

نبی رحمت، شفیع امت، قاسم نعمت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان عالیشان ہے:

الْمُؤْمِنُ مَنْ أَمِنَهُ الْمُؤْمِنُونَ عَلَى أَنْفُسِهِمْ وَأَمْوَالِهِمْ. ترجمہ: (کامل) مؤمن وہ ہے جس سے اہل ایمان اپنے نفسوں اور مالوں کو محفوظ و مامون سمجھیں۔

(المسند للامام احمد بن حنبل، مسند عبد اللہ بن عمرو بن العاص، الحدیث ۶۹۴۲، ج ۲، ص ۶۵۴)

نبی کریم، رءوف رحیم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان والا نشان ہے:

الْمُهَاجِرُ مَنْ هَجَرَ السُّوءَ وَاجْتَنَبَهُ. ترجمہ: مہاجر وہ ہے جو برائی چھوڑ دے اور اس سے اجتناب کرے۔

(المسند للامام احمد بن حنبل، مسند عبد اللہ بن عمرو بن العاص، الحدیث ۶۹۴۲، ج ۲، ص ۶۵۴)

مسلمان کے حقوق میں سے ایک یہ بھی ہے کہ وہ ہر مسلمان کے لئے تواضع کرے کسی پر تکبر نہ کرے، کیونکہ اللہ عزوجل کسی اکڑنے والے متکبر کو پسند نہیں فرماتا اور اگر کوئی دوسرا اس پر تکبر سے پیش آئے تو برداشت کرے۔ اللہ عزوجل نے ارشاد فرمایا:

خُذِ الْعَفْوَ وَأْمُرْ بِالْعُرْفِ وَأَعْرِضْ عَنِ الْجَاهِلِينَ ۝ ترجمہ کنز الایمان: اے محبوب! معاف کرنا اختیار کرو اور بھلائی کا حکم دو اور جاہلوں سے منہ پھیر لو۔ (ب، الاعراف: ۱۹۹)

ان حقوق میں سے ایک یہ بھی ہے کہ نہ اپنے بارے میں لوگوں کی شکایات سنے، نہ کسی دوسرے کے بارے میں اور نہ خود ایسا کرے۔

سرکار مدینہ، راحت قلب وسینہ، سلطان باقرینہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان عبرت نشان ہے: "لَا يَدْخُلُ الْجَنَّةَ قَتَاتٌ

ترجمہ: چغل خور جنت میں داخل نہیں ہوگا۔" (صحیح البخاری، کتاب الادب، باب ما يكره من النميمه، الحدیث ۶۰۵۶، ص ۵۱۲)

ان حقوق میں سے ایک یہ بھی ہے کہ جس آدمی کو پہچانتا ہو اس سے تین دن سے زیادہ ترک تعلق نہ کرے اور کسی کے پاس اس کی اجازت کے بغیر نہ جائے اور تمام لوگوں سے حسن اخلاق سے پیش آئے اور مشائخ کی عزت کرے، بچوں پر رحم کرے، تمام لوگوں سے خندہ پیشانی سے ملے اور کسی مسلمان سے ایسا وعدہ نہ کرے جسے پورا نہ کر سکے۔

ان حقوق میں سے ایک یہ بھی ہے کہ اگر کوئی صورت بنتی ہو تو مسلمانوں کے درمیان صلح کرائے۔

حضور نبی پاک، صاحبِ لولاک، سیاحِ افلاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا فرمانِ ذیشان ہے: ”کیا میں تمہیں روزہ، نماز اور صدقہ سے افضل چیز کے بارے میں نہ بتاؤں؟“ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کی: ”جی ہاں۔“ تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ”آپس میں صلح کروانا۔“ (سنن ابی داؤد، کتاب الادب، باب فی اصلاح ذات البین، الحدیث ۴۹۱۹، ص ۱۵۸۴)

اور وہ مسلمانوں کے عیبوں کو چھپائے۔ ان حقوق میں سے ایک یہ بھی ہے کہ وہ تہمت کی جگہوں سے بچے اور ہر حاجت مند مسلمان کے لئے اس شخص کے پاس سفارش کرے جو اس کی عزت کرتا ہے اور گفتگو کرنے سے پہلے سلام کرے، جہاں تک ممکن ہو مسلمان بھائی کی عزت اور مال کو دوسرے کے ظلم سے بچائے۔

ان حقوق میں یہ بھی ہے کہ جب کسی شریک سے واسطہ پڑے تو اسے برداشت کرے اور اس سے بچے اور ان حقوق میں یہ بھی ہے کہ مسلمانوں کی قبروں کی زیارت کرے اور ان کے مردوں کے لئے دعا مانگے۔

جہاں تک پڑوسی کے حقوق کا تعلق ہے تو جان لو! پڑوسی کے حقوق عام مسلمانوں کے حقوق سے بھی زیادہ ہے۔ نبی مکرم، نور مجسم، رسول اکرم، شہنشاہِ بنی آدم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا فرمانِ خوشبودار ہے: ”پڑوسی تین قسم کے ہیں: ایک وہ پڑوسی جس کا ایک ہی حق ہے دوسرا وہ ہے جس کے دو حق ہیں اور تیسرا وہ جس کے تین حقوق ہیں اور وہ جس کے تین حقوق ہیں اور وہ جس کا ایک حق ہے وہ مشرک ہے۔“

(حلیۃ الاولیاء، عطاء بن میسرہ، الحدیث ۶۹۴۸، ج ۵، ص ۲۳۵)

آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا پڑوسی ہونے کی وجہ سے مشرک کے حق کو ثابت کرنا پڑوسی کے حق کی تاکید پر دلالت کرتا ہے۔

نور کے پیکر، تمام نبیوں کے سرور، دو جہاں کے تاجور، سلطانِ بحر و بر صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا فرمانِ ذی وقار ہے:

مَا زَالَ جِبْرِيلُ يُوصِيْنِي بِالْجَارِ حَتَّى ظَنَنْتُ اَنَّهُ  
سَيُورَثُهُ.

ترجمہ: حضرت جبرائیل علیہ السلام مجھے ہمیشہ پڑوسی کے بارے میں وصیت کرتے رہے یہاں تک کہ میں نے خیال کیا کہ وہ اسے وارث بنا کر چھوڑیں گے۔

(صحیح البخاری، کتاب الادب، باب الوصاء بالجار، الحدیث ۶۰۱۴، ص ۵۰۹)

سَيِّدُ الْمَلٰٓئِكِيْنَ، رَحْمَةُ الْمَلٰٓئِكِيْنَ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ كَا فَرْمَانَ كَرَامَتِ نَشَانِ هِيَ:

مَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ فَلْيُكْرِمْ جَارَهُ.

ترجمہ: جو شخص اللہ عزوجل اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتا ہے

اسے اپنے پڑوسی کی عزت کرنی چاہئے۔

(صحیح البخاری، کتاب الادب، باب مَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ..... الخ، الحدیث ۶۰۱۹، ص ۵۰۹)

قریبی رشتہ داروں کے حقوق کے بارے میں نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد پاک ہے، اللہ عزوجل فرماتا ہے:

”میں رحمن ہوں اور اس رحم (یعنی رشتہ داری) کا نام میں نے اپنے نام سے نکالا ہے پس جس نے اسے جوڑا میں اسے جوڑوں گا اور جس نے اسے توڑا میں اسے توڑ دوں گا۔“ (سنن ابی داؤد، کتاب الزکاة، باب فی صلة الرحم، الحدیث ۱۶۹۴، ص ۱۳۴۹، بتغییر)

اللہ عزوجل نے حضرت سیدنا موسیٰ علیہ السلام سے ارشاد فرمایا: ”اے موسیٰ علیہ السلام! جو شخص اپنے والدین سے اچھا سلوک کرے اگرچہ میرا نافرمان ہو میں اسے نیکو کار لکھ دیتا ہوں اور جو والدین کی نافرمانی کرے اگرچہ میرا فرمانبردار ہو میں اسے نافرمان لکھ دیتا ہوں۔“

### غلاموں کے حقوق:

نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی آخری وصیت میں ارشاد فرمایا: ”اپنے غلاموں اور لونڈیوں کے سلسلے میں اللہ عزوجل سے ڈرو انہیں وہی کھلاؤ جو خود کھاتے ہو اور وہی لباس پہناؤ جو خود پہنتے ہو، جس کام کی انہیں طاقت نہیں اس کی تکلیف نہ دو پس ان میں سے جو پسند ہوں انہیں روک لو اور جو پسند نہ ہوں انہیں بیچ دو، اللہ عزوجل کی مخلوق کو عذاب نہ دو، اللہ عزوجل نے تمہیں ان کا مالک بنایا ہے، اگر وہ چاہتا تو انہیں تمہارا مالک بنا دیتا۔“

(صحیح البخاری، کتاب الایمان، باب المعاصی من امر الجاہلیۃ..... الخ، الحدیث ۳۰، ص ۴، مختصراً)



دعوتِ اسلامی کے سنتوں کی تربیت کے مدنی قائلوں میں سفر اور روزانہ فکرِ مدینہ کے ذریعے مدنی انعامات کا رسالہ پر کر کے ہر مدنی (اسلامی) ماہ کے ابتدائی دس دن کے اندر اندر اپنے یہاں کے (دعوتِ اسلامی کے) ذمہ دار کو جمع کروانے کا معمول بنا لیجئے

اِنْ شَاءَ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ اس کی برکت سے پابند سنت بننے، گناہوں سے نفرت کرنے اور ایمان کی حفاظت کے لئے کڑھنے کا ذہن بنے گا۔



## گوشہ نشینی کا بیان

باب 16:

جان لیجئے! گوشہ نشینی اختیار کرنے کے بارے میں علماء کا اختلاف ہے۔ بعض علماء نے گوشہ نشینی کو پسند کیا ہے اور اسے میل جول سے افضل قرار دیا ہے، ان علماء میں حضرت سیدنا سفیان ثوری، حضرت سیدنا ابراہیم بن ادہم، حضرت سیدنا داؤد طائی، حضرت سیدنا فضیل بن عیاض، حضرت سیدنا سلیمان خواص، اور حضرت سیدنا بشر حافی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم شامل ہیں، جب کہ اکثر تابعین نے میل جول کو پسند کیا ہے کیونکہ دوستوں کا بکثرت ہونا نیکی و تقویٰ کے کاموں میں معاون ہوتا ہے اور ان علماء نے انہوت اور اُلفت کے بارے میں وارد ہونے والے نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے اس فرمان سے استدلال کیا ہے کہ جب نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں ایک شخص پیش کیا گیا جو پہاڑوں میں رہ کر عبادت کرنا چاہتا تھا تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ”نہ تم ایسا کرو اور نہ ہی تم میں سے کوئی دوسرا ایسا کرے کہ تمہارا اسلام کے بعض مقامات پر صبر کرنا چالیس سال تک (تہا) عبادت کرنے سے افضل ہے۔“

(الاستیعاب فی معرفة الأصحاب، باب حرف العین، الرقم ۲۰۵۲۔ عسعس بن سلامة التمیمی، ج ۳، ص ۳۰۹)

اور جنہوں نے گوشہ نشینی کو افضل قرار دیا ہے مثلاً حضرت سیدنا فضیل رضی اللہ تعالیٰ عنہ تو انہوں نے نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے اس فرمان سے استدلال کیا ہے کہ جب حضرت سیدنا عبداللہ بن عامر جہنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کی: ”یا رسول اللہ عزوجل صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نجات کیا ہے؟“ تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

لَيْسَ عَكَ بَيْتِكَ، وَ أَمْسِكَ عَالِيكَ  
لِسَانِكَ، وَ أَبْكَ عَلَى خَطِيئَتِكَ.  
ترجمہ: تمہیں اپنا گھر کافی ہو، اپنی زبان کو قابو میں رکھو اور اپنی  
خطاؤں پر آنسو بہاؤ۔

(جامع الترمذی، ابواب الزهد، باب ماجاء فی حفظ اللسان، الحدیث ۲۴۰۶، ص ۱۸۹۳ بتغییر)

## گوشہ نشینی کے فوائد و نقصانات

### اور اس کی فضیلت کا واضح بیان

جان لیجئے! اس معاملہ میں اختلاف لوگوں کے مختلف ہونے کی بنیاد پر ہے۔  
فوائد: گوشہ نشینی اختیار کرنے سے عبادت پر پابندی اور علمی تربیت ہوتی ہے اور انسان کو میل جول کی وجہ سے سرزد ہونے والے گناہوں سے نجات ملتی ہے جیسے ریا، اور غیبت میں مبتلا ہونا، نیکی کا حکم نہ دینا، اور برائی سے منع نہ کرنا کو چھوڑنا اور

پیش کش: مجلس المدینۃ العلمیہ (دعوت اسلامی)

طبیعت میں برے اخلاق کا آنا وغیرہ وغیرہ اور اسی طرح آدمی صنعت و حرفت کے معاملے میں دنیاوی مصالح کے لئے فارغ ہو جاتا ہے۔

پہلا فائدہ: انسان عبادت، غور و فکر، اللہ عزوجل سے محبت، اس کی بارگاہ میں مناجات اور کائنات کے سربستہ رازوں سے آگاہ ہونے کے لئے فارغ ہو جاتا ہے اور یہ چیز گوشہ نشینی اور مخلوق سے جدائی اختیار کرنے سے ہی حاصل ہوتی ہیں، اسی بنا پر بعض حکماء کا قول ہے کہ گوشہ نشینی پر وہی شخص قادر ہو سکتا ہے جو اللہ عزوجل کی کتاب سے انس رکھتا ہے اور جو لوگ اللہ عزوجل کی کتاب کو مضبوطی سے پکڑتے ہیں وہی ذکر خداوندی کی وجہ سے دنیا میں آرام پاتے ہیں اور ذکر الہی عزوجل کرنے والے ذکر کے ساتھ زندہ رہتے ہیں اور اسی کے ذکر پر فوت ہوتے ہیں اور اللہ عزوجل کا ذکر کرنے کے ساتھ ساتھ اس سے ڈرتے ہیں اور اس بات میں کوئی شک نہیں کہ لوگوں سے میل جول ان کے لئے ذکر اور فکر میں رکاوٹ بنتا ہے، اسی لئے نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ابتداءً غار حرا میں سب سے الگ ہو کر گوشہ نشینی فرماتے تھے۔

جب آدمی خلوت پر مدامت اختیار کر لیتا ہے تو حضرت سیدنا جنید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے فرمان کے مطابق اس کے معاملہ کی انتہاء اس مقام پر ہوتی ہے کہ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: ”میں تیس سال سے اللہ عزوجل سے ہم کلام ہوں اور لوگ سمجھتے ہیں کہ میں ان سے گفتگو کر رہا ہوں۔“

کسی (گوشہ نشین) سے کہا گیا: ”تجھے تنہا رہنے پر کس چیز نے ابھارا؟“ اس نے جواب دیا: ”میں تنہا نہیں ہوں بلکہ میں اللہ عزوجل کا ہم نشین ہوں جب میں چاہتا ہوں کہ اللہ عزوجل مجھ سے ہم کلام ہو تو میں اس کی کتاب کو پڑھتا ہوں اور جب میں اس سے ہم کلام ہونا چاہتا ہوں تو نماز پڑھتا ہوں۔“

ایک مرتبہ حضرت سیدنا اولیس قرنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیٹھے ہوئے تھے کہ آپ کے پاس حضرت سیدنا ہسرم بن حیان حاضر ہوئے آپ نے ان سے پوچھا: ”کیسے آنا ہوا؟“ انہوں نے جواب دیا: ”میں آپ سے انس حاصل کرنے آیا ہوں۔“ حضرت سیدنا اولیس قرنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: ”میں کسی ایسے آدمی کو نہیں جانتا جو اپنے رب عزوجل کی معرفت بھی رکھتا ہو اور پھر کسی دوسرے سے انس حاصل کرے۔“

حضرت سیدنا فضیل رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں: ”جب میں رات ہوتے دیکھتا ہوں تو خوش ہوتا ہوں اور کہتا ہوں کہ اب میں اپنے رب عزوجل کی بارگاہ میں خلوت اختیار کروں گا اور جب دن نکلتے دیکھتا ہوں تو لوگوں سے ملاقات کو ناپسند جاننے کی وجہ سے وحشت محسوس کرتا ہوں کہ اب وہ چیز آرہی ہے جو مجھے میرے رب عزوجل کی یاد سے غافل کر دے گی۔“

حضرت سیدنا مالک بن دینار علیہ رحمۃ اللہ التفار ارشاد فرماتے ہیں: ”جو شخص مخلوق سے گفتگو کے سبب اللہ عزوجل کی ہم کلامی سے مانوس نہیں ہوتا وہ کم عمل اور دل کا اندھا ہے اور اس نے اپنی عمر ضائع کر دی۔“

دوسرا فائدہ: گوشہ نشینی کی وجہ سے انسان ان گناہوں سے محفوظ رہتا ہے جو عموماً میل جول کی وجہ سے سرزد ہوتے ہیں مثلاً غیبت اور ریا کاری میں مبتلا ہونا، نیکی کا حکم نہ دینا اور نہ ہی برائی سے منع کرنا اور ان سب کا ذکر اپنے مقام پر آئے گا۔ حاصل کلام یہ ہے کہ مطلق طور پر یہ حکم لگانا ناممکن ہے کہ گوشہ نشینی اور میل جول میں سے ایک بہتر ہے کیونکہ یہ لوگوں کے مراتب کے اعتبار سے مختلف ہوتا ہے اور ان میں حالت اعتدال ہی بہتر ہے کہ انسان اس قدر تنہا نہ ہو جائے کہ میل جول سے حاصل ہونے والے فوائد کھو دے اور نہ ہی لوگوں سے اس قدر بے تکلف ہو جائے کہ تنہائی کے فوائد ضائع کر دے اور گوشہ نشینی سے مراد یہ ہے کہ وہ اپنے شر سے لوگوں کو دور رکھے اور مکمل طور پر اپنے رب عزوجل کے ذکر کی طرف متوجہ ہو اور لمبی امیدیں نہ باندھے پس لمبی امیدیں نہ باندھنے کی وجہ سے اس کا نفس پر امن رہے گا اور تنہائی کے ذریعے جہاد اکبر کی نیت کرے اور اس سے مراد نفس سے جہاد کرنا ہے جیسا کہ صحابہ کرام علیہم الرضوان نے ارشاد فرمایا: ”رَجَعْنَا مِنَ الْجِهَادِ الْأَصْغَرِ إِلَى الْجِهَادِ الْأَكْبَرِ“ ترجمہ: ہم جہاد اصغر سے جہاد اکبر کی طرف لوٹ رہے ہیں۔ وَاللَّهُ أَعْلَمُ۔ اس بات کو سمجھ لو فائدہ ہوگا۔

وَاللَّهُ أَعْلَمُ وَإِلَيْهِ الْمَرْجِعُ وَالْمَأْتَبُ



## سفر کے آداب

باب 17:

جان لیجئے! سفر کی دو اقسام ہیں: (۱) سفر ظاہر (۲) سفر باطن۔

(۱) سفر ظاہر: اس سے مراد زمین کے اطراف و اکناف کی طرف جانا ہے۔

(۲) سفر باطن: اس سے مراد اللہ تعالیٰ کی طرف جانا ہے اور اس پر حضرت سیدنا ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کا فرمان

دلالت کرتا ہے جو اللہ عزوجل نے حکایت کرتے ہوئے قرآن مجید میں ذکر فرمایا:

وَقَالَ إِنِّي ذَاهِبٌ إِلَىٰ رَبِّي سَيَّهِدُكُمْ ۝

(ب ۲۳، الصفت: ۹۹)

ترجمہ کنزالایمان: اور کہا میں اپنے رب کی طرف جانے والا ہوں اب وہ مجھے راہ دے گا۔

دونوں سفروں پر اللہ عزوجل کا یہ فرمان دلالت کرتا ہے:

سَنُرِيهِمْ آيَاتِنَا فِي الْأَفَاقِ وَفِي أَنفُسِهِمْ

(ب ۲۵، خم السجدة: ۵۳)

ترجمہ کنزالایمان: ابھی ہم انہیں دکھائیں گے اپنی آیتیں دنیا بھر میں اور خود ان کے آپے میں۔

سب سے بڑا سفر اللہ عزوجل کی طرف باطنی سفر ہے اور یہ مسافر ہمیشہ ایسی جنت سے لطف اندوز ہوتا ہے جس کی چوڑائی تمام آسمانوں اور زمینوں کے برابر ہے اور ایسی منازل سے بہرہ ور ہوتا ہے جس کی گھاٹیاں اور چشمے مسافروں کی کثرت سے تنگ نہیں ہوتے بلکہ دو گئے ہو جاتے ہیں اور جو شخص اس سفر سے محروم ہو وہ تمام بھلائی سے محروم ہوتا ہے اور وہ ایسی پستی میں رہتا ہے جس سے کبھی بھی بلند نہیں ہوگا اور احادیث و آثار میں وارد وہ تمام آداب و سنن اسی سفر (یعنی سفر آخرت) کے متعلق ہیں۔ جبکہ ظاہری سفر جو کہ چلنے اور منزل طے کرنے پر مشتمل ہوتا ہے، ہم اس کے فوائد و آداب چند فصول میں بیان کرتے ہیں۔

### سفر کرنے میں کیا نیت ہو؟

سب سے پہلے بندہ سفر کے ارادے کے لئے اپنی نیت درست کرے، یہ سفر حج کے لئے ہو یا کسی عالم یا ولی کی زیارت کے لئے ہو، خواہ وہ زندہ ہو یا وفات پا گیا ہو، یا سرحدوں پر ٹھہرنے اور ان کی حفاظت کے لئے سفر کرے یا دین و دنیا میں خلل ڈالنے والی کسی غرض کے لئے ہو یا حلال روزی کمانے کے لئے تجارت کرنے کا مقصد ہو یہاں تک کہ اس کی کوئی حرکت صرف دنیا کے لئے نہ ہو ورنہ یہ چیز اس کے سفر کی تھکاوٹ اور محنت کو ضائع کر دے گی۔

جان لو! بے شک نفس احوال کے مختلف ہونے کی وجہ سے اپنے رذائل اور خباثت ظاہر کرتا ہے اور یہ چیز سفر میں بہت زیادہ پائی جاتی ہے اور ہم نے کچھ آداب سفر کتاب الحج میں بیان کر دیئے ہیں۔

سفر میں جو رخصت ہوتی ہے وہ تین دن تک موزوں پر مسح کرنا ہے جبکہ ان موزوں کو وضو مکمل کرنے کے بعد پہنا ہو اور فرض نماز کے لئے (پانی نہ ملنے کی صورت میں) تیمم کرنا، فرض نماز میں قصر کرنا، (ظہر و عصر اور مغرب و عشاء کو اپنے اپنے وقتوں میں) جمع کرنا، سواری پر نوافل ادا کرنا، (سفر میں) پیدل چلتے ہوئے نفل ادا کرنا (یہ شوافع کے نزدیک ہے) اور روزہ افطار کرنا ہے۔ سفر کرنے والے کو چاہئے کہ قبلہ کے دلائل اور جس طرف سفر کر رہا ہے اس کی منازل کے بارے میں جان لے۔

وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِالصَّوَابِ وَالْيَهِّ الْمَرْجِعِ وَالْمَأْتِ. اس بات کو سمجھ لو فائدہ ہوگا۔



### رحمدل لوگوں کی برکت اور سنگدل لوگوں کی نحوست

(۱)..... امیر المؤمنین حضرت سیدنا علی بن ابی طالب کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم سے مروی ہے کہ شہنشاہِ خوش خصال، بیکبرِ حُسن و جمال صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا فرمانِ عالیشان ہے: ”میری اُمت کے رحمدل لوگوں سے بھلائی طلب کرو، ان کے قریب رہا کرو اور سنگدل لوگوں سے بھلائی نہ مانگو کیونکہ ان پر لعنت اُترتی ہے۔ اے علی! اللہ عزوجل نے بھلائی کو پیدا فرمایا تو اس کے اہل (یعنی افراد) کو بھی پیدا فرمایا، پھر بھلائی کو ان کا محبوب کر دیا اور اس پر عمل کرنا انہیں محبوب بنا دیا نیز انہیں اس کی طلب میں یوں لگا دیا جیسے وہ پانی کو قحط زدہ زمین کی طرف پھیر دیتا ہے کہ اس پانی کے ذریعے وہاں والوں کو چلا بخشنے اور بے شک جو لوگ دنیا میں بھلائی والے ہوں گے وہی آخرت میں بھی بھلائی والے ہوں گے۔“

(المستدرک، کتاب الرقاق، باب اشقی الاشیاء من اجتمع..... الخ، الحدیث: ۷۹۷۸، ج ۵، ص ۴۵۸)

(۲)..... دافع رنج و ملال، صاحبِ جوہر و نوال صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا فرمانِ عالیشان ہے: ”میری اُمت کے رحمدل لوگوں سے اپنی مرادیں مانگو، ان کے قریب رہا کرو کیونکہ میری رحمت انہیں میں ہے اور سنگدل لوگوں سے مرادیں نہ مانگو کیونکہ وہ میری ناراضگی کے منتظر ہیں۔“

(کنز العمال، کتاب الزکاة، قسم الاقوال، الحدیث: ۱۶۸۰۲، ج ۶، ص ۲۲۰ ”الفضل“ بدلہ ”الحوائج“)

## سمع اور وجد کا بیان

باب 18:

جان لو! سمع کے بارے میں علماء کا اختلاف ہے۔ بعض علماء اسے حرام قرار دیتے ہیں اور بعض مباح قرار دیتے ہیں، ہم سمع کی حقیقت اور اس کے جواز کے دلائل بیان کریں گے پس ہم کہتے ہیں سمع سے مراد اچھی اور موزونی آواز سننا ہے جس کا معنی سمجھا جاسکے اور وہ دل کو حرکت دے۔ اس کا مقصد صرف کانوں اور دل کا لذت حاصل کرنا ہے جس طرح سبزہ کو دیکھنے سے آنکھوں کو لذت ملتی ہے اور دل کو بھی لذت حاصل ہوتی ہے۔ اور اللہ عزوجل نے ارشاد فرمایا:

يَزِيدُ فِي الْخَلْقِ مَا يَشَاءُ ط (ب ۲۲، فاطر: ۱) ترجمہ کنز الایمان: بڑھاتا ہے آفرینش (پیدائش) میں جو چاہے۔

مفسرین نے اس سے مراد اچھی آواز لی ہے۔ شہنشاہ خوش جمال، پیکر حسن و جمال، دافع رنج و ملال، صاحب جود و نوال، رسول بے مثال، بی بی آمنہ کے لال صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے حضرت سیدنا ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بارے میں فرمایا: "لَقَدْ أُوتِيَ مِنْ مَرَامِنِ مَزَامِيرِ آلِ دَاوُدَ تَرْجَمَةً" انہیں حضرت سیدنا داؤد علیہ السلام کے نعمات میں سے ایک نعمہ دیا گیا۔ (صحیح البخاری، کتاب فضائل القرآن، باب حسن الصوت بالقراءة للقرآن، الحدیث ۵۰۴۸، ص ۴۳۷)

اور حدیث مبارک میں ارشاد ہے: "مَابَعَثَ اللَّهُ نَبِيًّا إِلَّا وَهُوَ حَسُنُ الصَّوْتِ تَرْجَمَةً: اللَّهُ عَزَّوَجَلَّ نے جو نبی بھیجا وہ خوش آواز تھا۔" (الشمائل المحمدية ﷺ للترمذی، باب ماجاء فی قراءة رسول الله ﷺ، الحدیث ۳۰۳، ص ۱۸۳)

یہ بات کہنا محال ہے کہ اچھی آواز سے پڑھنا صرف تلاوت قرآن کے لئے جائز ہے کیونکہ بلبل کی آواز سننا جائز ہے پس جب اچھی آواز کا سننا مباح ہے تو اس کا موزونی آواز کا سننا بھی حرام نہ ہوگا اور وہ کیسے حرام ہو سکتی ہے جبکہ بلبل کی آواز کا بھی ایک وزن ہوتا ہے جس کی ابتداء اور انتہاء متناسب ہوتی ہے تو اس اچھی آواز کا آدمی یا پرندے وغیرہ کے حلق سے نکلنے کا حکم مختلف

۱۔ صدر الشریعہ، بدر الطریقہ مفتی محمد امجد علی اعظمی علیہ رحمۃ اللہ الغنی اپنی شہرہ آفاق کتاب بہار شریعت، حصہ ۱۶ ص ۱۵۳ پر نقل فرماتے ہیں: "متصوفہ زمانہ کہ مزامیر کے ساتھ توالی سنتے ہیں اور کبھی اچھلتے کودتے ہیں اور ناچنے لگتے ہیں، اس قسم کا گانا، بجانا جائز ہے، ایسی محفل میں جانا اور وہاں بیٹھنا ناجائز ہے۔ مشائخ سے اس قسم کے گانے کا کوئی ثبوت نہیں۔ جو چیز مشائخ سے ثابت ہے وہ فقط یہ ہے کہ اگر کبھی کسی نے ان کے سامنے کوئی ایسا شعر پڑھ دیا جو ان کے حال و کیف کے موافق ہے تو ان پر کیف و رقت طاری ہوگی اور بے خود ہو کر کھڑے ہو گئے اور اس حال و رفتگی میں ان سے حرکات غیر اختیار یہ صادر ہوئے، اس میں کوئی حرج نہیں۔

مشائخ و بزرگان دین کے احوال اور ان متصوفہ کے حال و قال میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔ یہاں مزامیر کے ساتھ محفلیں منعقد کی جاتی ہیں، جن میں فساق و فجار کا اجتماع ہوتا ہے، نااہلوں کا مجمع ہوتا ہے، گانے والوں میں اکثر بے شرع ہوتے ہیں، تالیان بجاتے اور مزامیر کے ساتھ گاتے ہیں اور خوب اچھلتے کودتے، تھرکتے ہیں، اس کا نام حال رکھتے ہیں۔ ان حرکات کو صوفیہ کرام (رحمہم اللہ تعالیٰ) کے احوال سے کیا نسبت، یہاں سب اختیاری ہیں وہاں بے اختیاری تھیں۔" (بحوالہ الفتاویٰ الہندیہ کتاب الکراہیۃ، الباب السابع عشر فی الغناء، ج ۵، ص ۳۵۲)

پیش کش: مجلس المدینۃ العلمیہ (دعوت اسلامی)

نہیں ہونا چاہئے پس جو آوازیں مختلف اجسام سے نکلتی ہیں مثلاً طبل، قضیب، دف، اور بانسری کی آوازیں، انہیں پرندوں کی آوازوں پر قیاس کرنا چاہئے تو ان میں سے صرف اسے مستثنیٰ کیا جائے گا جس کی حرمت پر نص وارد ہوئی ہو اور یہ اسی طرح ہے جیسے اوتار اور مزامیر وغیرہ شراب پیتے وقت جن کو بجانے کی عادت تھی۔

جب شراب پینے سے منع کیا گیا تو اس کے چھڑانے میں مبالغہ کرتے ہوئے اس کے توابع سے بھی منع کر دیا گیا یہاں تک کہ ابتداء میں مکے (یعنی شراب کے برتن) توڑنے کی ضرورت پیش آئی۔ اور صحابہ کرام علیہم الرضوان سے اشعار کو خوش الحانی کے ساتھ پڑھنا ہمارے موقف کے جائز ہونے پر دلیل ہے یہاں تک کہ صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں امیر المؤمنین حضرت سیدنا ابو بکر صدیق اور حضرت سیدنا بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ جب یہ حضرات مدینہ پہنچے تو حضرت سیدنا بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیمار ہو گئے۔ جب آپ سے بخارا ترا تو آپ نے بلند آواز سے یہ اشعار پڑھے:

أَلَيْتَ شَعْرِي هَلْ أَيْتُنْ لَيْلَةً      بِوَادٍ وَحَوْلِي إِذْ حُرِّ وَجَلِيلٌ  
وَهَلْ أَرَدَدَنْ يَوْمًا مِثْلَ مِجَنَّةٍ      وَهَلْ تَبَدُّونَ لِي شَامَةً وَطَفِيلٌ

ترجمہ: کاش! مجھے معلوم ہوتا کیا میں اس وادی میں ٹھہر سکوں گا جہاں میرے ارد گرد اذحجر اور جلیل (گھاس کا نام) ہوں گی اور کیا میں کسی دن مِجَنَّة (جگہ کا نام) کے چشمے پر اتروں گا اور کیا شامۃ اور طفیل (دو پہاڑوں کے نام) میرے سامنے آئیں گے۔

(صحیح البخاری، کتاب مناقب الانصار، باب مقدم النبی ﷺ واصحاب المدينة، الحدیث: ۳۹۲۶، ص ۳۲۰)

امیر المؤمنین حضرت سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو جب بخارا ہوتا تو آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ یوں کہتے:

كُلُّ أَمْرِي مُصْبِحٌ فِي أَهْلِهِ      وَالْمَوْتُ أَذْنِي مِنْ شِرَاكِ نَعْلِهِ

ترجمہ: ہر شخص اپنے گھر والوں کے پاس صبح کرتا ہے اور موت اس کے جوتے کے تسمے سے بھی زیادہ قریب ہوتی ہے۔

(صحیح البخاری، کتاب مناقب الانصار، باب مقدم النبی ﷺ واصحاب المدينة، الحدیث: ۳۹۲۶، ص ۳۲۰)

سرکارِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے اللہ عزوجل کی بارگاہ میں یوں عرض کی: "اللَّهُمَّ إِنَّ الْعَيْشَ عَيْشُ الْآخِرَةِ فَارْحِمِ

الْأَنْصَارَ وَالْمُهَاجِرَةَ" ترجمہ: اے اللہ عزوجل! بے شک زندگی تو آخرت کی زندگی ہے پس تو انصار اور مہاجرین پر رحم فرما۔

(صحیح البخاری، کتاب الجهاد، باب التحريض على القتال، الحدیث: ۲۸۳۴، ص ۲۲۸)

## سماع کے آثار:

سماع اس اعتبار سے کہ یہ دل کو حرکت دینے والا ہے اور جو چیز اس پر غالب ہوتی ہے اس کو ابھارتا ہے۔ پس ہم کہتے

ہیں کہ اس میں اللہ عزوجل کا ایک راز ہے کہ اس نے باوزن آوازوں کی روح کے ساتھ ایک مناسبت رکھی ہے یہاں تک کہ یہ

روح میں ایک عجیب تاثیر پیدا کر دیتی ہیں کبھی تو نعمات غمگین کر دیتے ہیں، کبھی خوش کرتے اور کبھی رلا دیتے ہیں اور کبھی سن کر ہنسی آتی ہے، اور بعض نعمات اعضاء میں عجیب و غریب حرکات پیدا کر دیتے ہیں۔ یہ گمان نہیں کرنا چاہئے کہ یہ معنی اور مفہوم کے سمجھنے کی وجہ سے ہوتا ہے بلکہ حیوانات میں اس کی تاثیر دیکھی گئی ہے خصوصاً اونٹ میں۔ اور بچے کے بارے میں دیکھا گیا ہے کہ نہ تو وہ بات کر سکتا ہے نہ سمجھ سکتا ہے (مگر لوری سن کر چپ ہو جاتا ہے حالانکہ وہ اسے سمجھتا نہیں) اور جن سازوں کی آوازیں سمجھ نہیں آتیں ان کی تاثیر کا مشاہدہ ہے خصوصاً اونٹ، کہ جب کبھی ان پر بیابان لے ہو جاتے ہیں اور بوجھ تلے دبے ہونے کی وجہ سے تھک جاتے ہیں تو حدی خواں کے اشعار سن کر گردن لمبی کر لیتے ہیں اور سفر طے کر لیتے ہیں۔

حضرت سیدنا ابو بکر محمد بن داؤد دینوری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ جو رقی کے نام سے معروف ہیں فرماتے ہیں کہ میں جنگل میں تھا، مجھے اہل عرب کا ایک قبیلہ ملا، ان میں سے ایک شخص نے میری دعوت کی، مجھے ایک خیمے میں لے گیا۔ میں نے وہاں ایک سیاہ غلام کو بیڑیوں میں جکڑا ہوا دیکھا، گھر کے سامنے چند اونٹ مرے پڑے تھے۔ میں نے ایک اونٹ کو دیکھا جو نہایت کمزور اور مرنے کے قریب تھا۔ مجھ سے اس غلام نے کہا: آپ مہمان ہیں اور سفارش کر سکتے ہیں پس آپ میرے لئے سفارش کریں کیونکہ میرا آقا مہمان کی عزت کرتا ہے اور اس کی سفارش رد نہیں کرتا۔ ہو سکتا ہے وہ میرے پاؤں سے بیڑیاں کھول دے، جب کھانا سامنے آیا تو میں نے کھانے سے انکار کر دیا اور کہا: میں اس وقت تک نہیں کھاؤں گا جب تک اس غلام کے بارے میں سفارش نہ کر لوں۔ تو وہ کہنے لگا: اس غلام نے میرا سارا مال ہلاک کر دیا۔ میں نے پوچھا: اس نے کیا کیا؟ اس نے جواب دیا: یہ خوش آواز ہے، میں ان اونٹوں کے کرایہ پر گزارا کرتا تھا، اس نے ان پر بہت بھاری بوجھ لاد اور حدی خوانی کرتا رہا یہاں تک کہ اس کی خوش آوازی کی وجہ سے ایک رات میں تین راتوں کی مسافت طے ہو گئی، جب بوجھ اتارا گیا تو اس اونٹ کے علاوہ تمام اونٹ مر گئے لیکن چونکہ آپ میرے مہمان ہیں اس لئے میں آپ کی عزت کرتے ہوئے یہ غلام آپ کو ہبہ کرتا ہوں۔ میں نے اس کی آواز سنی چاہی، صبح ہوئی تو میں نے اس غلام سے کہا: جو اونٹ فلاں کنوئیں سے پانی نکالتا ہے اس کے ساتھ حدی خوانی کرو۔ جب اس نے اپنی آواز بلند کی تو اونٹ رسیاں توڑ کر ادھر ادھر بھاگنے لگا اور میں بھی منہ کے بل گر پڑا، میرا خیال ہے کہ میں نے اس سے زیادہ اچھی آواز نہیں سنی۔

سماع کی تاثیر عجیب ہوتی ہے اور جسے سماع حرکت نہ دے وہ ناقص، راہ اعتدال سے ہٹا ہوا اور روحانیت سے دور ہے۔ پرندے حضرت سیدنا داؤد علیہ السلام کی آواز سننے کے لئے ان کے سر کے اوپر (یعنی نضا) میں کھڑے ہو جاتے تھے۔

حضرت سیدنا ابوسلیمان رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں: ”سماع دل میں وہ چیز نہیں ڈالتا جو اس میں نہ ہو بلکہ سماع کا کام دل



میں موجود چیز کو حرکت دینا ہے پس نوحہ کی آواز مکروہ ہے کیونکہ یہ مذموم چیز کو حرکت دیتا ہے اور وہ فوت ہونے والے پر غم کا اظہار کرنا ہے۔ اللہ عَزَّوَجَلَّ کا فرمان عالیشان ہے:

لِكَيْلَا تَأْسَوْا عَلَىٰ مَا فَاتَكُمْ (ب ۲۷، الحديد: ۲۳)

ترجمہ کنز الایمان: اس لئے کہ غم نہ کھاؤ اس پر جو ہاتھ سے جائے۔  
شادی اور ولیمہ، عقیقہ وغیرہ خوشی کے مواقع پر سماع مکروہ نہیں کیونکہ اس کے ذریعے مباح یا مستحب خوشی میں اضافہ ہوتا ہے، اس بات پر یہ روایت دلالت کرتی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم مکہ سے (مدینہ طیبہ) تشریف لائے تو عورتوں نے دف بجا کر خوش آوازی سے یہ کلام پڑھا:

طَلَعَ الْبَدْرُ عَلَيْنَا مِنْ نَيْتِ الْوَدَاعِ وَجَبَ الشُّكْرُ عَلَيْنَا مَا دَعَا إِلَيْهِ دَاعٍ  
ترجمہ: نئیات الوداع (یعنی وہ پہاڑیاں جہاں سے مہمانوں کو الوداع کیا جاتا تھا) سے ہم پر چودھویں کا چاند طلوع ہوا اور جب تک اللہ عَزَّوَجَلَّ کو پکارنے والا پکارے ہم پر شکر ادا کرنا لازم ہے۔

اس پر صحیح بخاری اور صحیح مسلم کی روایت بھی دلالت کرتی ہے اُمّ المؤمنین حضرت سیدتنا عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے وہ فرماتی ہیں کہ (کم سنی میں) میں نے اللہ کے رسول عَزَّوَجَلَّ و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھا کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم مجھے اپنی چادر مبارک میں چھپائے ہوئے تھے اور میں ان حبشیوں کو دیکھ رہی تھی جو مسجد میں کھیل (یعنی جنگی مشقیں کر) رہے تھے یہاں تک کہ میں خود ہی تھک گئی۔“

صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں اُمّ المؤمنین حضرت سیدتنا عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے، آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں: ”امیر المؤمنین حضرت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ میرے پاس تشریف لائے اور منیٰ کے ایام میں میرے پاس دو (نابالغ) بچیاں تھیں جو دف بجاتی اور ناچتی تھیں اور نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے آپ کو چادر سے ڈھانپ رکھا تھا۔ حضرت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے انہیں جھڑک دیا تو نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے چہرے مبارک سے چادر ہٹا کر فرمایا: ”دَعُهُمَا يَا اَبَا بَكْرٍ فَإِنَّهَا أَيَّامٌ عِيدٍ“ ترجمہ: اے ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ! انہیں چھوڑ دو، یہ عید کے دن ہیں۔“

(صحیح مسلم، کتاب صلاة العیدین، باب الرخصة فی اللعب..... الخ، الحدیث ۶۳، ۲۰، ص ۸۱۷)

اسی طرح ایک اور حدیث میں ہے: وہ دونوں (نابالغ) بچیاں گاتی ناچتی تھیں۔ یہ تمام امور سماع کے جواز پر قطعی طور پر دلالت کرتے ہیں اور عورتوں کی آواز (کے سننے) کے مباح ہونے پر دلالت کرتے ہیں جبکہ (سننے سے) فتنے کا اندیشہ نہ ہو۔

پس سماع دل کے جذبات کو ابھارتا ہے اگر اس کے دل میں جائز عشق ہو تو اس کا ابھارنا جائز ہے اور اگر عشق حرام ہو تو ابھارنا جائز ہے اور یہ سماع اہل غفلت کا ہوتا ہے۔

ان لوگوں کا سماع جواہل دل ہیں اور اللہ عَزَّوَجَلَّ کی محبت اور اس کی ملاقات کے اشتیاق میں مشہور ہیں وہ جس چیز کو بھی دیکھتے ہیں اس میں اس ذات پاک کا دیدار کرتے ہیں جب بھی کوئی چیز ان کے کانوں کو کھٹکھٹاتی ہے تو وہ اسے اسی ذات سے یا اس کے حوالے سے سمجھتے ہیں تو ان لوگوں کا سماع ان کے عشق اور محبت کو مزید پختہ کرتا اور شوق کو ابھارتا ہے اور دل کے لئے چمٹاق (یعنی آگ جلانے والے پتھر) کا کام دیتا ہے اور ایسے مکاشفات اور لطائف کو نکالتا ہے جو بیان سے باہر ہیں ان کو وہی پہچانتا ہے جو ان کو چکھتا ہے اور جس کی جس چکھنے سے عاری ہوتی ہے وہ ان کا انکار کرتا ہے صوفیاء کی زبان میں اسے وجد کہا جاتا ہے اور جو چیز بھی اللہ عَزَّوَجَلَّ کی محبت اور اس کی ملاقات کے شوق کو بڑھاتی ہے اگرچہ وہ فرائض میں سے نہ بھی ہو پھر بھی کم از کم مباحات میں سے (ضرور) ہوگی اور یہ کیسے ناجائز ہو سکتا ہے حالانکہ رسول اللہ عَزَّوَجَلَّ و صَلَّى اللهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ کی دعا میں بھی اسی طرف اشارہ ہے، آپ صَلَّى اللهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ نے دعا مانگی: "اللَّهُمَّ ارْزُقْنِي حُبَّكَ وَحُبَّ مَنْ أَحَبَّكَ وَحُبَّ مَا يُقَرِّبُنِي إِلَى حُبِّكَ" ترجمہ: اے اللہ عَزَّوَجَلَّ! مجھے اپنی محبت، اپنے محبتین کی محبت اور ان لوگوں کی محبت عطا فرما جو مجھے تیری محبت کے قریب کر دے۔" (المعجم الكبير، الحديث ۲۱۶، ج ۲۰، ص ۱۰۹، "اللهم ارزقني" بدله "اللهم اني أسألك")

پس اب جان لیجئے! سماع باطن کو حرکت دیتا ہے لیکن جو لوگ بھلائی میں قوی اور کامل ہوتے ہیں انہیں خارج سے کسی حرکت دینے والے کی ضرورت نہیں ہوتی۔

جاننا چاہئے! سماع کے آداب میں سے یہ بھی ہے کہ اسے پوری توجہ سے سنا جائے، اور جہاں تک ممکن ہو بلند آواز سے نہ روئے نہ حرکت کرے خصوصاً نوجوانوں کو مشائخ کے سامنے اور مبتدئی (جو ابھی ابتدا میں ہے) کو انتہی (تکمیل کر لینے والے) کے سامنے ایسا نہیں کرنا چاہئے اور ضروری ہے کہ وہ سماع کے دوران اپنے دل اور نفس کے احوال کی نگرانی میں مشغول رہے یہاں تک کہ اپنے نفس کو حرکات اور وجد کے اظہار سے روکے اور بعض علماء وجد کے تحقق کے لئے بناوٹی وجد کرنے کے بھی قائل ہیں تاکہ اس کے باطن میں چھپی ہوئی چیز ابھر آئے جس طرح آگ پتھر میں چھپی ہوتی ہے (جب ایک پتھر کو دوسرے پر مارتے ہیں تو آگ نکل آتی ہے) اور اللہ عَزَّوَجَلَّ سب سے بہتر جانتا ہے۔

اس بات کو سمجھ لو فائدہ ہوگا۔ وَاللَّهُ أَعْلَمُ بِالصَّوَابِ.



## باب 19: نیکی کا حکم دینا اور برائی سے منع کرنا

جان لیجئے! نیکی کا حکم دینا اور برائی سے روکنا دین کے اصولوں میں سے ہے کیونکہ اس سے انبیاء کرام علیہم السلام کی بعثت کا مقصد حاصل ہوتا ہے اور اس پر اللہ عَزَّوَجَلَّ کا یہ فرمان دلالت کرتا ہے:

وَلْتَكُنْ مِنْكُمْ أُمَّةٌ يَدْعُونَ إِلَى الْخَيْرِ وَيَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ ط (ب ۴، مال عمران: ۱۰۴)

ترجمہ کنز الایمان: اور تم میں ایک گروہ ایسا ہونا چاہئے کہ بھلائی کی طرف بلائیں اور اچھی بات کا حکم دیں اور بری سے منع کریں۔

حدیث شریف میں ہے کہ امیر المؤمنین حضرت سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے ایک خطبہ میں ارشاد فرمایا: ”اے لوگو! تم یہ آیت پڑھتے ہو: ”يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا عَلَيْكُمْ أَنْفُسُكُمْ ج لَا يَضُرُّكُمْ مَن ضَلَّ إِذَا اهْتَدَيْتُمْ ط (ب ۷، المائدة: ۱۰۰)“ ترجمہ کنز الایمان: اے ایمان والو! تم اپنی فکر رکھو تمہارا کچھ نہ بگاڑے گا جو گمراہ ہو جب کہ تم راہ پر ہو۔“ اور اس کا مفہوم غلط انداز سے بیان کرتے ہو جبکہ میں نے رسول اللہ عَزَّوَجَلَّ صَلَّى اللهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ کو یہ ارشاد فرماتے سنا: ”جو کوئی قوم گناہ کا کام کرے اور ان میں روکنے کے قابل کوئی شخص ہو لیکن وہ نہ روکے تو قریب ہے کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ ان سب کو اپنے عذاب میں مبتلا کر دے۔“

(سنن ابی داؤد، کتاب الملاحم، باب الأمر والنہی، الحدیث ۴۳۳۸، ص ۱۵۳۹، بتغییر)

حضرت سیدنا ابولعلبہ خُشَنِي رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُ سے مروی ہے، انہوں نے رسول اللہ عَزَّوَجَلَّ صَلَّى اللهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ سے اس آیت: ”لَا يَضُرُّكُمْ مَن ضَلَّ إِذَا اهْتَدَيْتُمْ ط (ب ۷، المائدة: ۱۰۰)“ ترجمہ کنز الایمان: تمہارا کچھ نہ بگاڑے گا جو گمراہ ہو جب کہ تم راہ پر ہو۔“ کی تفسیر پوچھی تو آپ صَلَّى اللهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ نے فرمایا: ”اے ابولعلبہ! نیکی کا حکم دو اور برائی سے منع کرو اگر تم دیکھو کہ بخل کی اطاعت اور خواہش نفس کی اتباع کی جاتی ہے، دنیا کو ترجیح دی جاتی ہے اور ہر ذی رائے اپنی رائے پر اتراتا ہے، تو تم اپنی فکر کرو اور عوام کو چھوڑ دو بے شک تمہارے بعد اندھیری رات کے ٹکڑے کی طرح فتنے ہیں اس وقت جو دین اختیار کرے گا جس طرح تم نے اختیار کیا ہے تو اسے تم میں سے پچاس (کے ثواب کے برابر) ثواب ملے گا۔“

(سنن ابی داؤد، کتاب الملاحم، باب الأمر والنہی، الحدیث ۴۳۴۱، ص ۱۵۳۹، بتغییر)

جاننا چاہئے! امر بالمعروف کے چار ارکان ہیں: (۱) مُحْتَسِب (یعنی احتساب کرنے والا) (۲) مُحْتَسَب عَلَيْهِ (جس

کا احتساب کیا جائے) (۳) مُحْتَسَب فِيهِ (جس میں احتساب ہو) (۴) نَفْسٍ اِحْتِسَابٍ۔

(۱) مُحْتَسِب: اس کے لئے شرط یہ ہے کہ وہ مسلمان ہو، مکلف ہو۔ پس رعایا میں سے ہر ایک اس میں داخل ہے اس

میں ولایت اور اجازت کا ہونا شرط نہیں۔

دوسری شرط: اسلام ہے کہ اس کی نیت اسلام کی مدد کی ہو۔

عدالت (یعنی عادل ہونے) کی شرط میں علماء کا اختلاف ہے۔ بعض علماء امر بالمعروف اور نہی عن المنکر میں

اللہ عَزَّوَجَلَّ کے اس فرمان کی وجہ سے عدالت کی شرط لگاتے ہیں:

لِمَ تَقُولُونَ مَا لَا تَفْعَلُونَ ۝ (ب ۲۸، الصف: ۲)

ترجمہ کنز الایمان: کیوں کہتے ہو وہ جو نہیں کرتے۔

اور اللہ عَزَّوَجَلَّ کا فرمان عالیشان ہے:

أَتَأْمُرُونَ النَّاسَ بِالْبِرِّ وَتَنْسَوْنَ أَنْفُسَكُمْ ۝

ترجمہ کنز الایمان: کیا لوگوں کو بھلائی کا حکم دیتے ہو اور اپنی

جانوں کو بھولتے ہو۔

(ب ۱، البقرة: ۴۴)

اس کے متعلق بہت سی احادیث وارد ہیں۔

بعض علماء فرماتے ہیں کہ اس میں عدالت کی شرط نہیں، اور یہی بات حق ہے کیونکہ بالا جماع احتساب میں تمام گناہوں سے معصوم ہونا شرط نہیں جب علماء کرام کا انبیاء کرام علیہم السلام کے صغیرہ گناہوں سے معصوم ہونے کے بارے میں اختلاف ہے۔ تو دوسروں کے معصوم ہونے کی کیسے امید رکھی جاسکتی ہے، پھر جب یہ شرط نہ پائی جائے گی تو یہ چیز امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے ترک کرنے کا سبب بنے گی پس اس میں کتنی دوری ہے کہ وہ خود شراب نوشی کرتا ہو اور دوسروں کو اس سے منع کرے اور کہے: مجھ پر دو باتیں لازم ہیں پہلی رکن اور دوسری روکنا اور میں ان میں سے ایک تو کر رہا ہوں اس امید پر کہ مجھے دوسری کے ترک کی توفیق مل جائے۔ اور کافر کو اس کام سے روکا گیا ہے کیونکہ کافر کا مسلمان کو منع کرنا مسلمانوں پر مسلط ہے کیونکہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کا فرمان ہے:

وَلَنْ يَجْعَلَ اللَّهُ لِلْكَافِرِينَ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ سَبِيلًا ۝ (ب ۵، النساء: ۱۴۱)

ترجمہ کنز الایمان: اور اللہ کافروں کو مسلمانوں پر کوئی راہ نہ دے گا۔

اور مسلمان یہ کر سکتا ہے پس وہ لوگوں کو دھمکی دینے، ڈرانے اور مارنے وغیرہ میں سے جو چیز بھی اس کے لائق ہو اس کے ساتھ منع کرے گا یہ حکم بادشاہ یا امام وغیرہ کے لئے مختلف نہیں پس ہر وہ شخص جو غیر مناسب فعل کا مرتکب ہو اسے روکا جائے

علامہ عبدالغنی نابلسی حنفی علیہ رحمۃ اللہ الغنی فرماتے ہیں: "انبیاء علیہم السلام شرک و کفر اور ہر ایسے امر سے جو خلق کے لئے باعث نفرت ہو جیسے کذب و خیانت و جہل وغیرہ باصفا ذمیرہ (یعنی بری صفتوں) سے، نیز ایسے افعال سے جو جاہت اور مزوت کے خلاف ہیں قبل نبوت اور بعد نبوت بالا جماع معصوم ہیں اور کبار سے بھی مطلقاً معصوم ہیں اور حق یہ ہے کہ تعمد صغائر سے بھی قبل نبوت اور بعد نبوت معصوم ہیں۔"

(الحدیفة السندیة شرح الطریفة المحمدیة، الباب الثانی فی الامور المهمة فی الشریعة، الفصل الاول فی تصحیح الاعتقاد، ج ۱، ص ۲۸۸)

گا اس پر دلیل یہ روایت ہے کہ مروان بن حکم نے نماز عید سے پہلے خطبہ دیا تو ایک شخص نے کہا: ”خطبہ نماز کے بعد ہوتا ہے۔“ مروان نے کہا: ”اے فلاں! یہ کام چھوڑ دیا گیا ہے۔“ حضرت سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: ”اس شخص نے اپنا فرض پورا کیا ہے، رسول عَزَّوَجَلَّ وُصِّلَى اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ہمیں ارشاد فرمایا:

مَنْ رَأَى مُنْكَرًا فَلْيُنْكَرْهُ بِيَدِهِ فَإِنْ لَمْ يَسْتَطِعْ  
فَبِلِسَانِهِ فَإِنْ لَمْ يَسْتَطِعْ فَبِقَلْبِهِ وَذَلِكَ أَضْعَفُ  
الْإِيمَانِ

ترجمہ: جو شخص برائی کو دیکھے تو اسے اپنے ہاتھ سے روکے  
اگر اس کی طاقت نہ ہو تو زبان سے روکے اور اگر اس کی طاقت  
نہ ہو تو دل میں بُرا جانے اور یہ ایمان کا کمزور ترین درجہ ہے۔

(المسند للامام احمد بن حنبل، مسند ابی سعید الخدری، الحدیث ۱۱۸۷۶، ج ۴، ص ۱۸۴، بتغییر)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ احتساب کے مختلف مراتب ہیں۔

آخری شرط: وہ محتسب فیہ ہے اور یہ دوسرا رکن ہے ہر وہ برائی جو اجتہاد کے بغیر معلوم ہو ائمہ معتبرین کے نزدیک اس میں اختلاف کا محل نہیں پس کوئی شافعی اس حنفی کو منع نہیں کرتا جو ایسی نبیذ پئے جس سے نشہ نہیں ہوتا اور کوئی حنفی کسی شافعی کو نہیں روکتا جو گوہ اور بچو کھاتا ہے۔

اور آخری رکن محتسب علیہ ہے اس کے لئے شرط یہ ہے کہ وہ انسان ہو کیونکہ بچے کو بھی شراب پینے سے روکا جائے گا، ہاں! بعض افعال مجنون اور بچے کے حق میں منکر نہیں ہوتے (جیسے نماز وغیرہ) اور نہ ہی ان کو اس سے روکا جائے گا۔

### محتسب کے آداب کا بیان:

محتسب کو چاہئے کہ وہ عالم، متقی، حسن اخلاق کا پیکر، نرم طبیعت کا مالک ہونا چاہئے اور وہ سختی سے پیش آنے والا نہ ہو۔ جہاں تک علم کا تعلق ہے تو محتسب کو احتساب کی حدود کا علم ہونا چاہئے۔ پرہیزگاری یہ ہے کہ وہ احتساب میں اس حد تک رہے جس کی شریعت نے اجازت دی ہے۔ حسن اخلاق کے ساتھ نرمی اختیار کرے، سختی نہ کرے تاکہ وہ حد شرع سے تجاوز نہ کر جائے پس اس کا فساد اس کی اصلاح پر حاوی نہ ہو اور احتساب کے معاملے میں شفقت کو مد نظر رکھے یہاں تک کہ جب اُسے کوئی شخص کسی چیز سے منع کرے یا اُسے ناپسندیدہ چیز کا سامنا ہو تو شریعت کی حد سے تجاوز نہ کرے کہ اگر وہ احتساب کو بھول جائے اور نفس احتساب کے معاملے میں برائی کا مرتکب ہو۔

### عبادات میں مروّجہ منکرات:

برائی کا مرتکب اس شخص کی طرح ہے جو حالت نماز میں قبلہ سے منہ پھیر لے یا اطمینان سے رکوع و سجود نہ کرے یا قراءت

میں غلطی کرے تو ان جیسوں کو روکنا واجب ہے اور یہ ایک افضل نیکی ہے اور نوافل پڑھنے سے بہتر ہے۔ ان خرابیوں میں سے مؤذنین کا اذان کو زیادہ کھینچ کر پڑھنا، لمبا کرنا اور کلمات کو اس قدر لمبا کھینچنا کہ وہ اپنی حد سے نکل جائیں۔ اور طلوع فجر کے بعد ایک ہی مسجد میں ایک سے زیادہ بار اذان کہنا کیونکہ اس میں کوئی فائدہ نہیں اور ان خرابیوں میں سے ایسے کپڑے پہننا بھی ہے جن پر ریشم غالب ہو اور ان ”قصہ گوؤں“ کا کلام بھی ہے جس میں وہ بدعات کو ملاتے ہیں اور جمعہ کے دن دوائیں اور تعویذات بیچنے کے لئے حلقے بنانا بھی انہیں میں شامل ہے۔ جو خرابیاں ہم نے ذکر کی ہیں ان جیسی اور خرابیاں بھی ہیں لیکن ان کو شمار کرنا ہمارا مقصد نہیں۔

## بادشاہوں کو نیکی کی دعوت

### دینا اور برائی سے منع کرنا

#### احساب کے درجات:

جاننا چاہئے! احساب کے چار درجے ہیں: (۱) برائی سے آگاہ کرنا (۲) وعظ کرنا (۳) سخت بات کہنا اور (۴) سختی سے روکنا۔ امراء و سلاطین کو آگاہ کرنا اور وعظ و نصیحت کرنا ہے کیونکہ ان سے سخت بات کرنا یا سختی سے روکنا فتنہ برپا ہونے کا سبب ہے جس کی وجہ سے ایسی شرانگیزی ہوگی جو ان کی اپنائی ہوئی برائی سے بھی زیادہ بڑی ہوگی۔ ہاں! اگر معلوم ہو کہ سخت گفتگو فائدہ مند ہوگی اور شرانگیزی کا باعث نہ ہوگی تو پھر کوئی حرج نہیں اور وہ انہی میں سے ہے جو ان باتوں کی پرواہ نہیں کرتا اس پر تاجدار رسالت، شہنشاہ نبوت، مخزن جو دو سخاوت، پیکر عظمت و شرافت، بحسن انسانیت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا یہ فرمان دلالت کرتا ہے:

خَيْرُ الشَّهَدَاءِ حَمْرَةٌ بِنُ عَبْدِ الْمُطَّلَبِ، ثُمَّ رَجُلٌ  
قَامَ إِلَى إِمَامٍ فَأَمَرَهُ وَنَهَاةً فِي ذَاتِ اللَّهِ عَزَّ وَجَلَّ  
فَقَتَلَهُ عَلَى ذَلِكَ.

ترجمہ: شہداء میں سب سے افضل حضرت حمزہ بن عبدالمطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں پھر وہ شخص ہے جس نے حاکم کو اللہ عزوجل کی فرمانبرداری کا حکم دیا اور اس کی نافرمانی سے منع کیا پس اس وجہ سے حاکم نے اسے قتل کر دیا۔

(تاریخ بغداد، الرقم ۳۰۷۸۔ ابراہیم بن جابر بن عیسیٰ ابو اسحاق غطریفی، ج ۶، ص ۵۰، مختصراً)

اللہ کے محبوب، دانائے غیوب، منزہ عن الغیوب عزوجل صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان عظمت نشان ہے: ”أَفْضَلُ

صدر الشریعہ، بدر الطریقہ مفتی محمد امجد علی اعظمی علیہ رحمۃ اللہ القوی بہار شریعت، حصہ ۳، ص ۳۶ پر نقل فرماتے ہیں: ”کلمات اذان میں کُن حرام ہے، مثلاً اللہ یا اکبر کے ہمزے کو مد کے ساتھ آگاہ کر پڑھنا، یوہیں اکبر میں بے کے بعد الف بڑھانا حرام ہے۔“ (بحوالہ الدر المختار، کتاب الصلوٰۃ، باب الاذان، ج ۲، ص ۶۳)

پیش کش: مجلس المدینۃ العلمیہ (دعوت اسلامی)

الْجِهَادِ كَلِمَةٌ حَقٌّ عِنْدَ سُلْطَانِ جَائِدٍ تَرْجُمُهُ: اَفْضَلُ جِهَادٍ ظَالِمٍ حَكْرَانٍ كَمَا سَمِعْتُمْ كَلِمَةً حَقًّا كَمَا هِيَ۔“

(المسند للامام احمد بن حنبل، مسند ابی سعید الخدری، الحدیث ۱۱۱۴۳، ج ۴، ص ۳۹)

اگر کلمہ حق کہنے والا اس وجہ سے قتل کر دیا جائے تو شہید ہے۔ جیسا کہ احادیث مبارکہ میں مروی ہے۔

حضرت سیدنا ضبہ بن مخصن عنزی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے مروی ہے، وہ فرماتے ہیں: حضرت سیدنا ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ بصرہ میں ہمارے امیر تھے۔ جب بھی وہ خطبہ دیتے تو اللہ عزوجل کی حمد و ثناء اور نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم پر درود بھیجتے، اس کے بعد امیر المؤمنین حضرت سیدنا عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لئے دعا کرتے۔ اس پر مجھے بہت غصہ آیا، میں نے ان کے پاس جا کر کہا: آپ ان کے رفیق (یعنی حضرت سیدنا ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کو چھوڑ کر امیر المؤمنین حضرت سیدنا عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ان پر فضیلت دیتے ہو؟ انہوں نے امیر المؤمنین حضرت سیدنا عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو میری شکایت لکھ بھیجی اور لکھا: ضبہ بن مخصن میرے خطبہ میں دخل اندازی کرتا ہے۔ امیر المؤمنین حضرت سیدنا عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے انہیں لکھا کہ اسے میری طرف بھیج دیں۔ آپ فرماتے ہیں: انہوں نے مجھے امیر المؤمنین حضرت سیدنا عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف بھیجا میں آپ کے پاس گیا، دروازہ کھٹکھٹایا تو آپ تشریف لائے اور پوچھا: کون؟ میں نے عرض کی: میں ضبہ بن مخصن عنزی ہوں۔

آپ نے فرمایا: ”تمہارے لئے مرجبا نہیں۔ میں نے عرض کی: مرجبا تو خدا عزوجل کی طرف سے ہے اور جہاں تک اہل کا تعلق ہے تو میرے پاس نہ اہل ہے نہ مال۔ لیکن اے عمر! آپ بتائیں کہ آپ نے مجھے کیوں کسی غلطی اور قصور کے بغیر بصرہ سے بلایا؟ آپ نے فرمایا: میرے عامل اور تیرے درمیان کیا جھگڑا ہے؟ آپ فرماتے ہیں، میں نے کہا: میں آپ کو بتاتا ہوں کہ جب وہ خطبہ دیتے ہیں تو اللہ عزوجل کی حمد و ثناء اور نبی کریم، رءوف رحیم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم پر درود بھیجتے ہیں پھر آپ کے لئے دعا کرتے ہیں۔ مجھے اس پر غصہ آیا، میں نے اٹھ کر پوچھا: آپ نے امیر المؤمنین حضرت سیدنا عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ان کے رفیق (امیر المؤمنین حضرت سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ) پر فضیلت کیوں دی ہے؟ انہوں نے چند جمعے ایسا ہی کیا، پھر آپ کے پاس میری شکایت لکھ بھیجی۔

یہ سن کر امیر المؤمنین حضرت سیدنا عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے لگے اور فرمانے لگے: اللہ عزوجل کی قسم! تم اس کی نسبت زیادہ توفیق دیئے گئے اور زیادہ ہدایت یافتہ ہو، کیا تم میرا قصور معاف کر سکتے ہو؟ اللہ عزوجل تمہاری مغفرت فرمائے۔ انہوں نے کہا: اے امیر المؤمنین! اللہ عزوجل آپ کی مغفرت فرمائے۔ ضبہ بن مخصن بیان کرتے ہیں کہ پھر آپ نے رونا شروع کر دیا اور فرمایا: اللہ عزوجل کی قسم! امیر المؤمنین حضرت سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ایک رات اور ایک دن عمر

فاروق اور اس کی آل سے بہتر ہے، کیا میں ان کی اس رات اور دن کو تمہارے سامنے بیان نہ کروں؟ میں نے عرض کیا: جی ہاں۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: وہ رات جب نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے مشرکین کی وجہ سے مکہ مکرمہ سے ہجرت کا ارادہ فرمایا تو رات کے وقت نکلے امیر المؤمنین حضرت سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ آپ کے ہمراہ تھے، آپ کبھی نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے آگے ہو جاتے، کبھی پیچھے، کبھی دائیں طرف چلتے کبھی بائیں طرف۔

نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے استفسار فرمایا: ”اے ابو بکر! یہ کیا ہے؟ تم نے ایسا کبھی نہیں کیا۔“ انہوں نے عرض کی: یا رسول اللہ عزوجل وصلى اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم! جب میں خیال کرتا ہوں کوئی گھات لگائے نہ ہو تو آپ کے آگے ہو جاتا ہوں اور جب سوچتا ہوں کہ کوئی پیچھا نہ کر رہا ہو تو پیچھے ہو جاتا ہوں اور کبھی دائیں طرف اور کبھی بائیں طرف ہو جاتا ہوں، مجھے آپ کے بارے میں فکر ہوتی ہے نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اس رات پاؤں مبارک کی انگلیوں کے بل چلے یہاں تک کہ وہ دُکھنے لگیں۔ جب امیر المؤمنین حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آپ کی انگلیوں کی یہ حالت دیکھی تو آپ کو کندھوں پر اٹھالیا اور دوڑ پڑے یہاں تک کہ غار کے دہانے پر پہنچے اور آپ کو اتارا اور عرض کی: اس ذات کی قسم جس نے آپ کو حق کے ساتھ بھیجا! جب تک میں اس غار میں داخل نہ ہو جاؤں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم داخل نہ ہوں گے تاکہ اگر وہاں کوئی موذی چیز ہو تو اس کا نقصان مجھے پہنچے، بیان کرتے ہیں پھر آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ داخل ہوئے تو وہاں کوئی چیز نہ دیکھی چنانچہ آپ کو اٹھا کر اندر لے گئے۔

غار میں ایک سوراخ تھا جس میں سانپ اور بچھو تھے۔ امیر المؤمنین حضرت سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس پر اپنا پاؤں رکھ دیا تاکہ کوئی سانپ وغیرہ نکل کر نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو تکلیف نہ پہنچائے، اس سے سانپ نکل کر آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ڈستے رہے اور تکلیف کی وجہ سے آپ کے آنسو رخسار مبارک پر گرنے لگے تو نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ”اے ابو بکر! غم نہ کر، اللہ عزوجل ہمارے ساتھ ہے۔ پس اللہ عزوجل نے امیر المؤمنین حضرت سیدنا ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر سکون و اطمینان اتارا، تو یہ آپ کی وہ رات تھی۔ اور آپ کا دن وہ ہے جب رسول عزوجل وصلى اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا وصال ظاہری ہوا تو بعض عرب قبائل مرتد ہو گئے، بعض نے کہا: ہم نماز نہیں پڑھیں گے اور بعض نے کہا: ہم زکوٰۃ نہ دیں گے، میں آپ کے پاس مشورہ دینے کی غرض سے آیا،

میں نے کہا: اے خلیفہ رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم! لوگوں سے الفت اور نرمی کا برتاؤ کیجئے، آپ نے فرمایا: کیا دور جاہلیت میں سخت اور اسلام میں نرم ہو گئے ہو؟ میں کس وجہ سے ان سے نرمی برتوں؟ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا وصال ظاہری ہو گیا اور وحی کا سلسلہ بند ہو گیا۔ اللہ عزوجل کی قسم! اگر وہ مجھے ایک رسی بھی نہ دیں گے جو رسول اللہ عزوجل وصلى اللہ تعالیٰ علیہ



والد وسلم کے زمانے میں دیتے تھے تو میں ان لوگوں سے جہاد کروں گا۔ حضرت سیدنا عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: ہم نے ان لوگوں کے خلاف جہاد کیا، اللہ عزوجل کی قسم! آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس معاملے میں درست رائے رکھنے والے تھے۔ تو یہ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا وہ دن ہے۔ پھر حضرت سیدنا عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت سیدنا ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف سختی سے لکھا (کہ وہ ایسا نہ کریں)۔

(صحیح البخاری، کتاب الاعتصام، باب الاقتداء بسنن رسول اللہ ﷺ، الحدیث ۷۲۸۴/۷۲۸۵، ص ۶۰۶)

اس بات کو سمجھ لو فائدہ دے گی۔ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ.



## چھ اشخاص جن پر اللہ عزوجل کی لعنت ہے

فرمانِ مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم:

”چھ اشخاص ایسے ہیں جن پر اللہ عزوجل اور ہر مستجاب الدعوات نبی علیہ السلام لعنت فرماتا ہے: (۱) اللہ عزوجل کی کتاب میں زیادتی کرنے والا (۲) اللہ عزوجل کی تقدیر کو جھٹلانے والا (۳) میری امت پر اس لئے زبردستی طاقت کے ذریعے مسلط ہو جانے والا تاکہ جنہیں اللہ عزوجل نے معزز کیا انہیں ذلیل کرے اور جنہیں اللہ عزوجل نے رسوا کیا ہے انہیں معزز بنائے (۴) اللہ عزوجل کی حرمت کو حلال ٹھہرانے والا (۵) میری اولاد کے معاملہ میں اس چیز کو حلال سمجھنے والا جسے اللہ عزوجل نے حرام کیا اور (۶) میری سنت کو چھوڑنے والا۔“ (المستدرک، کتاب التفسیر، سورة واللیل اذا یغشی، باب ستة لعنهم الله..... الخ، الحدیث: ۳۹۹۶، ج ۳، ص ۳۷۵)

## باب 20: آدابِ معیشت اور اخلاقِ نبوت کا بیان

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے آداب کا بیان:

جاننا چاہئے! نبی اکرم، نور مجسم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم بارگاہِ خداوندی میں بکثرت گڑگڑاتے اور اچھے آداب اور عمدہ اخلاق کی ہمیشہ دعا کرتے تھے۔

حضور نبی پاک، صاحبِ لولاک، سیاحِ افلاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اپنی دعا میں عرض کرتے: "اللَّهُمَّ حَسِّنْ خَلْقِي وَخُلُقِي تَرْجَمَةً: اے اللہ عزوجل! میری صورت اور اخلاق اچھے کر دے۔"

(المسند للامام احمد بن حنبل، مسند عبد اللہ بن مسعود، الحدیث ۳۸۲۳، ج ۲، ص ۶۶، بتغییر)

حضرت سیدنا سعید بن ہشام فرماتے ہیں کہ میں ام المومنین حضرت سیدتنا عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی خدمت میں حاضر ہوا اور نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے اخلاق کے متعلق سوال کیا تو انہوں نے فرمایا: "کیا تم قرآن نہیں پڑھتے؟" میں نے عرض کی: "جی ہاں! پڑھتا ہوں۔" آپ نے فرمایا: "رسول اللہ عزوجل صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا اخلاق قرآن ہے۔"

(صحیح مسلم، کتاب صلاة المسافرين، باب جامع صلاة الليل ومن نام عنه أو مرض، الحدیث ۱۷۳۹، ص ۷۹۴)

قرآن مجید میں اللہ عزوجل نے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو آداب یوں ارشاد فرمائے:

﴿۱﴾ خذِ الْعَفْوَ وَأْمُرْ بِالْعُرْفِ وَأَعْرِضْ عَنِ الْجَاهِلِينَ ۝ (ب، الاعراف: ۱۹۹)

ترجمہ کنز الایمان: اے محبوب! معاف کرنا اختیار کرو اور بھلائی کا حکم دو اور جاہلوں سے منہ پھیر لو۔

﴿۲﴾ إِنَّ اللَّهَ يَأْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْإِحْسَانِ وَإِيتَانِي ذِي الْقُرْبَىٰ وَيَنْهَىٰ عَنِ الْفَحْشَاءِ وَالْمُنْكَرِ وَالْبَغْيِ ج (ب، النحل: ۹۰)

ترجمہ کنز الایمان: بے شک اللہ حکم فرماتا ہے انصاف اور نیکی اور رشتہ داروں کے دینے کا اور منع فرماتا ہے بے حیائی اور بڑی بات اور سرکشی سے۔

﴿۳﴾ وَاصْبِرْ عَلَىٰ مَا أَصَابَكَ ط إِنَّ ذَٰلِكَ مِنْ عَزْمِ الْأُمُورِ ۝ (ب، لقنن: ۱۷)

ترجمہ کنز الایمان: اور جو افتاد تجھ پر پڑے اس پر صبر کر بے شک یہ ہمت کے کام ہیں۔

حسنِ اخلاق کے متعلق اس کے علاوہ بھی بہت سی آیات موجود ہیں۔

جب غزوہٴ احد کے دن نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے کے دانت مبارک شہید ہو گئے تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے چہرہٴ نور پر خون بہنے لگا آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم خون پونچھ رہے تھے اور فرما رہے تھے: "وہ قوم کیسے کامیاب ہوگی"

جنہوں نے اپنے نبی (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم) کے چہرے کو خون آلود کر دیا حالانکہ وہ انہیں ان کے رب عزوجل کی طرف بلاتا ہے۔ "پس اللہ عزوجل نے یہ آیت مقدّہ نازل فرمائی:

لَيْسَ لَكَ مِنَ الْأَمْرِ شَيْءٌ (ب، ۴، آل عمران: ۱۲۸) ترجمہ کنز الایمان: یہ بات تمہارے ہاتھ نہیں۔

یہ بات اللہ عزوجل نے حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے مذکورہ بالا فرمان کی وجہ سے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو ارشاد فرمائی۔ (المسند للإمام احمد بن حنبل، مسند انس بن مالک بن النضر، الحدیث ۱۲۸۳۱، ج ۴، ص ۳۵۷)

جان لیجئے! اس قسم کی آیات قرآن مجید میں بکثرت موجود ہیں اور ان کا مقصود اول ادب اور تہذیب ہے پھر اسی سے تمام مخلوق پر نور چمکا۔

حضور نبی پاک، صاحب لولاک، سیاح افلاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان عالیشان ہے: "بُعِثْتُ لِأَتِمِّمَ مَكَارِمَ الْأَخْلَاقِ" ترجمہ: مجھے اچھے اخلاق کی تکمیل کے لئے بھیجا گیا ہے۔

(السنن الكبرى للبيهقي، كتاب الشهادات، باب بيان مكارم الاخلاق..... الخ، الحدیث ۲۰۷۸۲، ج ۱۰، ص ۳۲۳)

امیر المؤمنین مولیٰ مشکل کشا حضرت سیدنا علی المرتضیٰ عزم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم فرماتے ہیں: "اس مسلمان پر تعجب ہے جس کا مسلمان بھائی اس کے پاس کسی حاجت کے لئے آئے اور وہ اپنے آپ کو اس کے ساتھ بھلائی کے قابل نہ سمجھے، اگر اسے ثواب کی امید اور عذاب کا ڈرنہ ہو تو اسے اچھے اخلاق کی طرف جلدی کرنی چاہئے کیونکہ یہ اخلاق راہِ نجات پر دلالت کرتے ہیں۔ ایک شخص نے پوچھا: آپ نے یہ بات نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے سنی ہے؟ آپ نے فرمایا: ہاں! جب آپ کے پاس "قبیلہ طی" کے قیدی لائے گئے۔ ان میں ایک لڑکی نے کھڑے ہو کر عرض کی: اے محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم! آپ مناسب سمجھیں تو مجھے رہا کر دیں اور مجھ پر قبائل عرب کو نہ ہنسائیں کیونکہ میں اپنی قوم کے سردار کی بیٹی ہوں اور بے شک میرا باپ قوم کی حفاظت کرتا، قیدیوں کو رہا کرواتا، بھوکوں کو جی بھر کر کھانا کھلاتا، سلام کو عام کراتا اور کسی مانگنے والے کا سوال رد نہ کرتا، میں حاتم طائی کی بیٹی ہوں، نبی کریم، رءوف رحیم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "اے لڑکی! یہ سچے مؤمنین کی صفات ہیں، اگر تمہارا باپ مسلمان ہوتا تو ہم اس کے لئے اللہ عزوجل سے رحمت کی دعا مانگتے، اور فرمایا: اس کو رہا کر دو، اس کا باپ اچھے اخلاق کو پسند کرتا تھا اور اللہ عزوجل اچھے اخلاق کو پسند فرماتا ہے اور فرمایا: اس ذات کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے! اچھے اخلاق والا ہی جنت میں داخل ہوگا۔"

(دلائل النبوة للبيهقي، باب وفد طی..... الخ، ج ۵، ص ۳۴۱)

حضرت سیدنا معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں نبی مکرّم، نور مجسم، رسول اکرم، شہنشاہ بنی آدم صلی اللہ تعالیٰ

علیہ وآلہ وسلم کا فرمان والا نشان ہے: ”بیشک اللہ عزوجل نے اسلام کو اچھے اخلاق اور عمدہ اعمال سے ڈھانپا ہے اور اچھا سلوک کرنا، اچھا عمل کرنا، نرم گفتگو کرنا، نیکی کرنا، کھانا کھلانا، سلام کو عام کرنا، مسلمان مریض کی عیادت کرنا خواہ وہ نیک ہو یا فاسق و فاجر، مسلمان کے جنازے میں شریک ہونا، مسلمان یا کافر پڑوسی کے ساتھ اچھا سلوک کرنا، بوڑھے مسلمان کی عزت کرنا، کھانے کی دعوت قبول کرنا، مہمان کے لئے دعا کرنا، معاف کرنا، صلح کرنا، سخاوت، کرم نوازی، بخشش کرنا، سلام میں ابتداء کرنا، غصہ پر قابو رکھنا اور لوگوں کو معاف کرنا حسن اخلاق سے ہے۔“

اسلام کا حسن ان چیزوں سے ختم ہو جاتا ہے: ”کھیل کود، گانے بجانے کے تمام آلات، ہر کینہ و عیب کی بات، جھوٹ، غیبت، بخل، کنجوسی، جفا، دھوکا، مکر و فریب، چغلی، لوگوں کے درمیان بگاڑ پیدا کرنا، قطع رحمی، بد اخلاقی، تکبر، فخر، شیخی بگھارنا، اترانا، مذاق کرنا، فحش باتیں کرنا اور سننا، کینہ، حسد، بد فالی، سرکشی، دشمنی اور ظلم کرنا۔“

حضرت سیدنا انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: نور کے پیکر، تمام نبیوں کے سرور، دو جہاں کے تاجور، سلطان بحر و بر صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ہمیں خیر خواہی کی ہر بات بتائی اور اس کا حکم دیا اور ہر کھوٹ یا عیب سے ہمیں ڈرایا اور اس سے منع فرمایا اور ان سب کے متعلق یہ آیت کافی ہے:

ان اللہ یأمر بالعدل والاحسان وایتائی ذی القربى وینهى عن الفحشاء والمنکر والبغی ج (ب ۱۴، النحل: ۹۰)

ترجمہ کنز الایمان: بے شک اللہ حکم فرماتا ہے انصاف اور نیکی اور رشتہ داروں کے دینے کا اور منع فرماتا ہے بے حیائی اور بری بات اور سرکشی سے۔

حضرت سیدنا معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ سیدنا ابوبکرؓ، رضی اللہ عنہما، نے مجھے وصیت فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا: ”اے معاذ! میں تمہیں اللہ عزوجل سے ڈرنے، سچ بولنے، وعدہ پورا کرنے، امانت کی ادائیگی، خیانت نہ کرنے، پڑوسی کی حفاظت، یتیم پر رحم کرنے، نرم گفتگو کرنے، سلام پھیلانے، اچھا عمل کرنے، امید کم رکھنے، ایمان پر قائم رہنے، قرآن مجید کی سمجھ حاصل کرنے، آخرت سے محبت کرنے، حساب و کتاب سے ڈرنے اور عاجزی و انکساری کرنے کی وصیت کرتا ہوں اور تمہیں کسی دانا کو گالی دینے، کسی سچے کو جھٹلانے، گنہگار کی اطاعت کرنے، امام عادل کی نافرمانی کرنے، اور زمین میں فساد پھیلانے سے منع کرتا ہوں اور ہر پتھر، درخت اور ڈھیلے کے پاس اللہ عزوجل سے ڈرنے کی وصیت کرتا ہوں نیز ہر گناہ سے توبہ کرنے، پوشیدہ گناہ کی پوشیدہ اور اعلانیہ گناہ کی اعلانیہ توبہ کرنے کی وصیت کرتا ہوں۔“

(حلیۃ الاولیاء، معاذ بن جبل، الحدیث ۸۱۳، ج ۱، ص ۴، بتغییر)

پیش کش: مجلس المدینۃ العلمیہ (دعوت اسلامی)

اسی طرح نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے اللہ عزوجل کے بندوں کو آداب سکھائے اور انہیں اچھے اخلاق اور عمدہ

آداب کی دعوت دی۔

## حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے اخلاق عالیہ کا بیان

یہ اخلاق حمیدہ علماء کرام علیہ رحمۃ اللہ المبین نے احادیث سے اخذ کئے۔

چنانچہ علماء کرام رحمہم اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ”نبی کریم، رءوف رحیم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم تمام لوگوں سے زیادہ بردبار تھے۔“

(اخلاق النبی علیہ السلام لابی الشیخ الاصبہانی، باب ما روی فی کظمہ الغیظ و حلمہ، الحدیث ۱۶۸، ج ۱، ص ۱۸۰)

سب سے زیادہ بہادر تھے۔ (صحیح مسلم، کتاب الفضائل، باب شجاعته ﷺ، الحدیث ۶۰۰۶، ص ۱۰۸۵)

سب سے بڑھ کر عادل تھے۔ (الشمائل المحمدیۃ ﷺ للترمذی، باب ماجاء فی تواضع..... الخ، الحدیث ۳۱۹، ص ۱۹۳، مفہوماً)

آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم تمام لوگوں سے زیادہ معاف فرمانے والے تھے۔ (حدیث پاک میں ہے) ”آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے

کبھی بھی ایسی عورت کو ہاتھ نہیں لگایا جو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی لونڈی نہ ہو یا آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے نکاح میں نہ ہو یا وہ آپ صلی اللہ

تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی محرم نہ ہو۔“ (صحیح البخاری، کتاب الطلاق، باب اذا اسلمت المشرکة..... الخ، الحدیث ۵۲۸۸، ص ۴۵۷، بتغییر قلیل)

آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سب لوگوں سے زیادہ سخی تھے۔ (المعجم الاوسط، الحدیث ۶۸۱۶، ج ۵، ص ۱۳۱، مفہوماً)

آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے پاس کوئی درہم و دینار رات کے وقت نہیں بچتے تھے اگر کوئی بیچ جاتا اور کوئی لینے والا نہ ہوتا تو

آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اس وقت تک گھر میں داخل نہ ہوتے جب تک آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم محتاج لوگوں کو دے کر اس سے بری

الذمہ نہ ہو جاتے۔ (سنن ابی داؤد، کتاب الخراج، باب فی الامام یقبل ھدایا..... الخ، الحدیث ۳۰۵۵، ص ۱۴۵۳، مختصراً)

اللہ عزوجل نے جو کچھ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو عطا فرمایا آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اس سے صرف ایک سال کی غذا

حاصل کرتے، اور وہ بھی سب سے زیادہ ارزاں (یعنی سستے) کھجوریں اور جو ہوتے۔ باقی سب کچھ اللہ عزوجل کی راہ میں صدقہ

فرمادیتے۔ (صحیح مسلم، کتاب الجہاد، باب حکم الفیء، الحدیث ۴۵۷۵، ص ۹۸۹، مختصراً)

جب بھی آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے کوئی چیز بھی مانگی جاتی عطا فرماتے۔

(المسند للامام احمد بن حنبل، مسند انس بن مالک بن النضر، الحدیث ۱۳۹۷۷، ج ۴، ص ۵۵۶)

پھر اپنے سال بھر کی خوراک میں سے مانگنے والوں کو اپنے آپ پر ترجیح دیتے یہاں تک کہ بعض اوقات سال پورا ہونے سے

پہلے خوراک ختم ہو جاتی اور اگر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں کوئی چیز نہ پیش کی جاتی تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم صبر فرماتے۔

آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اپنے نعلین مبارک خود گانٹتے، اور کپڑوں میں پیوند لگاتے اور گھر کے کام کاج میں ہاتھ بٹاتے۔

(المسند للامام احمد بن حنبل، مسند السيدة عائشة، الحدیث ۲۵۳۹۶، ج ۹، ص ۵۱۹)

اہل خانہ کے ساتھ گوشت کاٹتے۔ (المرجع السابق، مسند السيدة عائشة، الحدیث ۲۴۶۸۵، ج ۹، ص ۳۸۶ مفہوماً)

آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سب سے بڑھ کر باحیاء تھے، آپ کی نگاہ کسی کے چہرے پر نہ ٹھہرتی تھی۔

(صحیح البخاری، کتاب الادب، باب الحیاء، الحدیث: ۶۱۱۹، ص ۵۱۶، بدون "لا یثبت بصرہ فی وجہ أحد")

غلام اور آزاد سب کی دعوت قبول فرماتے۔

(جامع الترمذی، ابواب الجنائز، باب آخر فی سنة عیادة المریض..... الخ، الحدیث ۱۷، ص ۱۷۴۸، بدون الحر)

آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ہدیہ قبول فرماتے، اگر چہ دودھ کا ایک گھونٹ یا خرگوش کی ران ہوتی، اور بدلے میں تحفہ

عطا فرماتے، آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ہدیہ تناول فرماتے۔ (صحیح البخاری، کتاب الہبة، باب المكافاة فی الہبة

، الحدیث ۲۵۸۵، ص ۲۰۳۔ المسند للامام احمد بن حنبل، مسند السيدة عائشة، الحدیث ۲۵۰۶۴، ج ۹، ص ۴۵۶۔ صحیح

مسلم، کتاب الصيد، باب اباحة الأرنب، الحدیث ۵۰۴۸، ص ۱۰۲۶)

لیکن صدقہ نہیں کھاتے تھے۔ (سنن ابی داؤد، کتاب الديات، باب فیمن سقی رجلاً..... الخ، الحدیث ۴۵۱۲، ص ۱۵۵۴)

کسی لونڈی اور مسکین کی دعوت قبول فرمانے سے اعراض نہ فرماتے تھے۔

(سنن النسائی، کتاب الجمعة، باب ما یستحب من تفصیر الخطبة، الحدیث ۱۴۱۵، ص ۲۱۸۰، مفہوماً)

آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اپنے رب عزوجل کے لئے غصہ فرماتے آپ کو اپنی ذات کے لئے غصہ نہ آتا تھا۔

(الشمال المحمدية للترمذی، باب کیف کان کلام رسول اللہ ﷺ، الحدیث ۲۱۵، ص ۱۳۵، بدون "ویغضب لربه"

کبھی آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم بھوک کی وجہ سے اپنے شکم اقدس پر پتھر باندھتے۔

(المسند للامام احمد بن حنبل، مسند جابر بن عبد اللہ، الحدیث ۱۴۲۲۴، ج ۵، ص ۲۴، بتغییر)

کبھی جو کچھ مل جاتا تناول فرمالتے، جو ملتا اسے روزہ فرماتے، اور حلال چیز کھانے سے اجتناب نہ فرماتے۔

(جامع الترمذی، ابواب الأطعمة، باب ماجاء فی الخل، الحدیث ۱۸۴۱، ص ۱۸۳۸، مفہوماً)

آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو جو لباس میسر ہوتا زیب تن فرماتے، کبھی شملہ (یعنی چھوٹی چادر) کبھی یمنی چادر اور کبھی اونی جبہ

پہنتے جو بھی مباح لباس میسر ہوتا پہن لیتے۔

(صحیح البخاری، کتاب اللباس، باب البرود..... الخ، الحدیث ۵۷۹۹/۵۸۱۳/۵۸۱۰، ص ۴۹۵/۴۹۶، مفہوماً)

آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم چاندی کی انگلی کی دائیں ہاتھ کی چھوٹی انگلی میں پہنتے۔ (صحیح مسلم، کتاب اللباس، باب فی خاتم الورق فصہ حبشی، الحدیث ۵۴۸۷، ص ۱۰۵۳۔ صحیح البخاری، کتاب اللباس، باب الخاتم فی الخنصر، الحدیث ۵۸۷۴، ص ۵۰۰) کبھی بائیں ہاتھ میں بھی پہن لیتے۔ (صحیح مسلم، کتاب اللباس، باب فی لبس الخاتم..... الخ، الحدیث ۵۴۸۹، ص ۱۰۵۳) اپنے پیچھے اپنے غلام یا کسی دوسرے شخص کو سوار کر لیتے۔

(صحیح البخاری، کتاب الحج، باب الركوب والارتداف فی الحج، الحدیث ۱۵۴۳/۱۵۴۴، ص ۱۲۱) جو سواری مل جاتی اس پر سوار ہو جاتے کبھی گھوڑے پر، کبھی سیاہی مائل سفید خچر پر، کبھی گدھے پر، کبھی پیدل ننگے پاؤں بغیر چادر اور عمامہ وٹوپی کے چل پڑتے۔ (صحیح البخاری، کتاب الجهاد، باب الفرس القطوف، الحدیث ۲۸۶۷، ص ۲۳۱) (ایضاً، باب بلغة النبی ﷺ، الحدیث ۲۸۷۴، ص ۲۳۱) (ایضاً، باب الردف علی الحمار، الحدیث ۲۹۸۷، ص ۲۴۰)

(ایضاً، کتاب فضل الصلاة فی مسجد مکة والمدینة، باب اتیان مسجد..... الخ، الحدیث ۱۱۹۴، ص ۹۳) (صحیح مسلم، کتاب الجنائز، باب فی عیادة المرضى، الحدیث ۲۱۳۸، ص ۸۲۳) آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم مدینہ کے آخری کنارے تک بیماروں کی عیادت کے لئے تشریف لے جاتے۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم خوشبو کو پسند اور بدبو کو ناپسند فرماتے۔ (سنن النسائی، کتاب عشرة النساء، باب حب النساء، الحدیث ۳۳۹۱، ص ۲۳۰۷) (المسند للإمام احمد بن حنبل، مسند السيدة عائشة، الحدیث ۲۶۱۷۹، ج ۱۰، ص ۹۹)

فقراء کے ساتھ بیٹھتے۔ (سنن ابی داؤد، کتاب العلم، باب فی القصص، الحدیث ۳۶۶۶، ص ۱۴۹۴) مساکین کو اپنے ساتھ کھانا کھلاتے۔

(صحیح البخاری، کتاب الرقاق، باب کیف کان عیش النبی ﷺ..... الخ، الحدیث ۶۴۵۲، ص ۵۴۲، مفہوماً) اخلاقی اعتبار سے افضل لوگوں کی عزت کرتے اور اہل شرف کے ساتھ نیکی کر کے انہیں مانوس فرماتے۔ (الشمائل المحمدية ﷺ للترمذی، باب ماجاء فی تواضع رسول اللہ ﷺ، الحدیث ۳۱۹، ص ۱۹۱ تا ۱۹۳، مفہوماً) صلہ رحمی فرماتے لیکن ان کو ان سے افضل لوگوں پر ترجیح نہ دیتے۔

(المستدرک، کتاب معرفة الصحابة، ذکر فداء العباس يوم بدر، الحدیث ۵۴۶۱، ج ۴، ص ۳۸۸) کسی پر ظلم و زیادتی نہ کرتے۔ (سنن ابی داؤد، کتاب الادب، باب فی حسن العشرة، الحدیث ۴۷۸۹، ص ۱۵۷۶، مفہوماً) عذر پیش کرنے والے کا عذر قبول فرماتے۔

(صحیح البخاری، کتاب المغازی، باب حدیث کعب بن مالک، الحدیث ۴۴۱۸، ص ۳۶۳، مفہوماً) ہنسی مزاح فرماتے مگر حق بات کہتے۔ (جامع الترمذی، ابواب البر والصلة، باب ماجاء فی المزاح، الحدیث ۱۹۹۰، ص ۱۸۵۱)

آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم قہقہہ لگائے بغیر مسکراتے۔

(جامع الترمذی، ابواب المناقب، باب قول ابن جزء: ما رأیت أحداً أكثر تبسماً، الحدیث ۳۶۴۲، ص ۲۷، ۲۰)

جائز کھیل دیکھتے تو ناپسند نہ فرماتے۔

(صحیح مسلم، کتاب العیدین، باب الرخصة فی اللعب..... الخ، الحدیث ۲۰۶۴، ص ۸۱۷، مفہوماً)

اپنے گھر والوں سے دوڑ لگانے کا مقابلہ فرماتے۔ (سنن ابی داؤد، کتاب لجهاد، باب فی لسبق..... الخ، الحدیث ۲۵۷۸، ص ۱۴۱۴)

آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے ہاں غلام اور لونڈیاں تھی لیکن آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کھانے اور لباس کے معاملے میں ان سے برتری نہ فرماتے، آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کسی سے نہ پڑھے تھے، جہالت کے علاقے اور صحراؤں میں حالت فقر میں پروان چڑھے اور بکریاں چرائیں، آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم یتیم تھے، کیونکہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے والد محترم اور والدہ محترمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما انتقال فرما چکے تھے۔ پس اللہ عزوجل نے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو تمام اچھے اخلاق، قابل تعریف طریقوں اور اگلے پچھلوں کی خبروں کی تعلیم دی اور ایسی باتیں سکھائیں جن پر آخرت میں نجات اور کامیابی کا دار و مدار ہے۔ اللہ عزوجل ہمیں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی اطاعت اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی سنتوں کی پیروی کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے کچھ دیگر آداب:

علماء کرام فرماتے ہیں: آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے مؤمنین میں سے کسی کو برا بھلا نہیں کہا بلکہ اس کے لئے رحمت اور کفارہ کی دعا فرمائی۔

(صحیح مسلم، کتاب البر، باب من لعنہ النبی ﷺ..... الخ، الحدیث ۶۶۱۹، ص ۱۱۳۲، مفہوماً)

آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے کبھی کسی عورت یا خادم پر لعنت نہیں بھیجی۔

(صحیح مسلم، کتاب الفضائل، باب مباحثہ ﷺ للانام..... الخ، الحدیث ۶۰۵۰، ص ۱۰۸۸، مالعن بدلہ ماضرب)

ایک بار آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم جہاد کے موقع پر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے عرض کی گئی: ”یا رسول اللہ عزوجل و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم! اگر آپ ان پر لعنت بھیجیں؟“ تو آپ نے ارشاد فرمایا: ”انما بعثت رحمة و لم ابعث لعنا ترجمہ: مجھے رحمت بنا کر بھیجا گیا ہے لعنت کرنے والا بنا کر نہیں بھیجا گیا۔“

(صحیح مسلم، کتاب البر، باب النهی عن لعن الدواب وغیرها، الحدیث ۶۶۱۳، ص ۱۱۳۱)

حضرت سیدنا انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: اس ذات کی قسم جس نے آپ کو حق کے ساتھ نبی برحق بنا کر بھیجا! آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے جس کام کو ناپسند فرمایا تو مجھے کبھی بھی نہیں فرمایا: تم نے ایسا کیوں کیا؟ اور جب کبھی آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی ازواج مطہرات رضی اللہ تعالیٰ عنہن میں سے کسی نے مجھے ملامت کی تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ”اسے کچھ نہ کہو (جو کچھ ہوا) یہی



تقدیر میں لکھا تھا۔“ (أخلاق النبی ﷺ للاصبہانی، باب کرمہ و کثرة احتمالہ و کظمہ الغیظ..... الخ، الحدیث ۴۱، ج ۱، ص ۴۳)

مزید فرماتے ہیں: جب بھی آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو دو کاموں میں سے اختیار دیا گیا تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے آسان کام اختیار فرمایا لیکن اگر اس میں گناہ یا قطع رحم ہوتا تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اس سے تمام لوگوں سے زیادہ دور ہوتے۔“ (صحیح البخاری، کتاب المناقب، باب صفة النبی ﷺ، الحدیث ۳۵۶۰، ص ۲۹۰، بدون قطعیۃ الرحم)

آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے پاس جو بھی آزاد، غلام یا لونڈی آتی آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اس کی حاجت پوری کرنے کے لئے اٹھ کھڑے ہوتے۔ (سنن النسائی، کتاب الجمعة، باب ما يستحب من تقصیر الخطبة، الحدیث ۱۴۱۵، ص ۲۱۸۔ سنن ابن ماجہ، ابواب الزهد، باب البراءة من الکبر والتواضع، الحدیث ۴۱۷۷، ص ۲۷۳)

اللہ عزوجل نے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی تشریف آوری سے پہلے تو رات شریف کی پہلی سطر میں ان اوصاف کے ساتھ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی صفت بیان کی، فرمایا: ”محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اللہ کے رسول، میرے پسندیدہ بندے ہیں، نہ سخت مزاج اور نہ سختی کرنے والے ہیں، نہ بازاروں میں چیخنے والے اور نہ برائی کا بدلہ برائی سے دینے والے۔ بلکہ درگزر کرتے اور معاف کرتے ہیں، ان کی ولادت مکہ مکرمہ میں ہوگی اور مدینہ منورہ کی طرف ہجرت کریں گے اور ان کی حکومت شام میں بھی ہوگی اور تہ بند باندھیں گے، وہ اور ان کے صحابہ قرآن اور علم کے محافظ ہوں گے، وضو میں ہاتھ اور پاؤں دھوئیں گے۔“ انجیل میں بھی اسی طرح آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے اوصاف مذکور ہیں۔

آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی عادت مبارکہ تھی کہ جس سے ملاقات ہوتی تو سلام میں پہل فرماتے۔

(شعب الایمان للبیہقی، باب فی حب النبی ﷺ، فصل فی خلقہ وخلقہ، الحدیث ۱۴۳۰، ج ۲، ص ۱۵۵)

جب کوئی شخص کسی کام کے لئے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو ٹھہراتا تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ٹھہرے رہتے یہاں تک کہ وہ پہلے چلا جاتا۔ (المعجم الکبیر، الحدیث ۴۱۴، ج ۲۲، ص ۱۵۸)

جب کوئی آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا ہاتھ پکڑتا تو جب تک وہ نہ چھوڑتا آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نہ چھوڑتے۔

(جامع الترمذی، ابواب صفة القيامة، باب تواضعه مع جلسہ ﷺ، الحدیث ۲۴۹۰، ص ۱۹۰۲)

آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم جب اپنے کسی صحابی سے ملاقات فرماتے تو مصافحہ کرنے میں پہل فرماتے پھر اس کا ہاتھ پکڑ کر انگلیوں میں انگلیاں ڈال لیتے اور خوب مضبوطی سے پکڑتے۔ (سنن ابی داؤد، کتاب الادب، باب فی المعانقة، الحدیث ۵۲۱۴، ص ۱۶۰۴۔ صحیح مسلم، کتاب صفات المنافقین، باب ابتداء الخلق وخلق آدم علیہ السلام، الحدیث ۷۰۵۴، ص ۱۱۶۴۔ معرفة علوم الحدیث للحاکم، ذکر النوع العاشر علوم الحدیث، ص ۳۳)

آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اٹھتے بیٹھتے اللہ عزوجل کا ذکر کرتے۔

(الشمائل المحمدية ﷺ للترمذی، باب ماجاء فی تواضع رسول اللہ ﷺ، الحدیث ۳۱۹، ص ۱۹۳)

جب آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نماز پڑھ رہے ہوتے اور کوئی شخص آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے انتظار میں بیٹھا ہوتا تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نماز مختصر کر کے اس کی طرف متوجہ ہوتے اور پوچھتے کیا تمہیں کوئی کام ہے؟ پھر جب اس کے کام سے فارغ ہوتے تو باقی نماز پڑھتے۔ (الشفاء للقاضی عیاض، الباب الثانی فی تکمیل محاسنہ، فصل وأما حسن عشرته، ج ۱، ص ۱۲۲)

آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے بیٹھنے کا طریقہ عموماً یہ تھا کہ دونوں ہنڈیوں کو اکٹھا کھڑا کر کے بیٹھتے (اور دونوں ہاتھوں سے اس کے گرد گھیرا ڈال لیتے)۔ صحابہ کرام علیہم الرضون کی مجلس میں آپ کی نشست ممتاز نہ تھی کیونکہ جہاں مجلس ختم ہوتی آپ وہیں تشریف فرما ہو جاتے، آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اکثر رُقبہ ہو کر بیٹھتے اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے پاس جو بھی آتا اس کی عزت فرماتے یہاں تک کہ جس کے ساتھ آپ کا قرابت یا رضاعت کا رشتہ نہ بھی ہوتا اس کے لئے بھی چادر بچھا دیتے اور اسے اس پر بٹھاتے۔

(الشفاء للقاضی عیاض، الباب الثانی فی تکمیل محاسنہ، فصل وأما حسن عشرته، ج ۱، ص ۱۲۲، مختصراً)

آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم آنے والے کو اپنا بچھونا پیش کرتے۔

(الشفاء للقاضی عیاض، الباب الثانی فی تکمیل محاسنہ، فصل وأما حسن عشرته، ج ۱، ص ۱۲۲)

اگر وہ انکار کرتا تو اسے اصرار کر کے بٹھاتے، جب آپ اپنی مجلس ختم فرماتے تو یہ پڑھتے: "سُبْحَانَكَ اللَّهُمَّ وَبِحَمْدِكَ أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا أَنْتَ وَحْدَكَ لَا شَرِيكَ لَكَ اسْتَغْفِرُكَ وَأَتُوبُ إِلَيْكَ تَرْجُمَةُ: اے اللہ عزوجل! تو پاک ہے اور تیرے لئے ہی حمد ہے، میں گواہی دیتا ہوں کہ تیرے سوا کوئی معبود نہیں، تو اکیلا ہے، تیرا کوئی شریک نہیں، میں تجھ سے بخشش مانگتا ہوں اور تیری طرف رجوع کرتا ہوں۔" پھر فرماتے: یہ کلمات مجھے جبرائیل علیہ السلام نے بتائے ہیں۔ (السنن الکبریٰ للنسائی، کتاب عمل الیوم والليلة، باب کفارة ما یكون فی المجلس، الحدیث ۱۰۲۶۱، ج ۶، ص ۱۱۳، بلون "وحدك لا شريك لك")

رسول خدا عزوجل صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی گفتگو اور تبسم:

حضور نبی کریم، رءوف رحیم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم تمام لوگوں سے بڑھ کر فصیح و بلیغ اور سب سے زیادہ شیریں گفتگو فرماتے۔ چنانچہ، شہنشاہ خوش خصال، پیکرِ حسن و جمال، دافعِ رنج و ملال، صاحبِ بؤد و نوال، رسولِ بے مثال، بی بی آمنہ کے لہلہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم و رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا فرمانِ فصاحت نشان ہے: "أَنَا أَفْصَحُ الْعَرَبِ تَرْجُمَةُ: میں اہل عرب میں سب سے زیادہ فصیح ہوں۔" (المعجم الکبیر، الحدیث ۵۴۳۷، ج ۶، ص ۳۶، "أفصح" بدلہ "أعرب")

پیش کش: مجلس المدینۃ العلمیہ (دعوتِ اسلامی)

بے شک جنتی جنت میں نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی زبان (یعنی عربی زبان) میں گفتگو کریں گے۔

(المستدرک، کتاب معرفة الصحابة، باب لسان أهل الجنة عربی، الحدیث ۷۰۸۳، ج ۵، ص ۱۱۸)

آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اختصار کے باوجود جامع کلام فرماتے جو نہ تو فضول ہوتا اور نہ اس میں کمی ہوتی، آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ایک بات مکمل کرنے کے بعد دوسری بات ارشاد فرماتے اور ٹھہر ٹھہر کر گفتگو فرماتے یہاں تک کہ سننے والا اسے یاد کر کے محفوظ کر لیتا۔ (الشمائل المحمدية للترمذی، باب کیف کان کلام رسول اللہ ﷺ، الحدیث ۲۱۵، ص ۱۳۴-۱۳۵، بتغییر۔ جامع الترمذی، ابواب المناقب، باب قول عائشة کان يتكلم بكلام يبينه فصل، الحدیث ۳۶۳۹، ص ۲۷، مفہوماً)

آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم خوشی اور غضب دونوں حالتوں میں سچی بات فرماتے۔

(سنن ابی داؤد، کتاب العلم، باب كتابة العلم، الحدیث ۳۶۴۶، ص ۱۴۹۳، مفہوماً)

آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سب سے زیادہ تبسم فرماتے اور خوش رہتے جب تک قرآن نازل نہ ہو رہا ہوتا یا قیامت کا تذکرہ نہ ہوتا یا خطبہ وعظ نہ ہوتا۔ (المسند للإمام احمد بن حنبل، مسند الزبير بن العوام، الحدیث ۱۴۳۷، ج ۱، ص ۳۵۴، مفہوماً۔ مکازم الاخلاق للطبرانی مع مکارم الاخلاق لابن ابی الدنيا، باب فضل تبسم الرجل..... الخ، الحدیث ۲۲، ص ۳۱۹)

ایک دن ایک اعرابی نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہوا اس وقت آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے چہرہ انور کا رنگ متغیر تھا، صحابہ کرام علیہم الرضوان اسے خلاف عادت سمجھتے تھے پس اعرابی نے کچھ پوچھنا چاہا تو صحابہ کرام نے اسے منع کر دیا اور فرمایا: ہم آپ کا رنگ بدلا ہوا دیکھتے ہیں۔ اعرابی نے کہا: مجھے پوچھنے دو اس ذات کی قسم جس نے آپ کو نبی برحق بنا کر بھیجا ہے! میں آپ کو ہنسائے بغیر نہ چھوڑوں گا چنانچہ اس نے عرض کی: یا رسول عزوجل وصلى الله تعالى عليه وآله وسلم! ہمیں خبر ملی ہے کہ مسج دجال لوگوں کے لئے ٹرید (یعنی شور بے میں ملی ہوئی روٹی) لائے گا اور لوگ اس وقت بھوک سے مر رہے ہوں گے، میرے ماں باپ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم پر قربان ہوں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم مجھے کیا فرماتے ہیں کہ میں اس ٹرید کے کھانے سے رُکار ہوں اور اس سے بچتے ہوئے کمزور ہو کر مر جاؤں یا میں اس کے ٹرید سے کھاؤں یہاں تک کہ جب خوب سیر ہو جاؤں تو اللہ عزوجل پر ایمان لاؤں اور دجال کا انکار کر دوں؟ صحابہ کرام علیہم الرضوان فرماتے ہیں: یہ سن کر نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اس قدر ہنسے کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی داڑھیں مبارک ظاہر ہو گئیں پھر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ”نہیں، بلکہ اللہ عزوجل جس چیز کے ساتھ دوسرے مسلمانوں کو بے نیاز کرے گا تجھے بھی مستغنی کر دے گا۔“

(صحیح البخاری، کتاب الفتن، باب ذکر الدجال، الحدیث ۷۱۲۲، ص ۵۹۴، مفہوماً)

جب آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو کوئی مسئلہ پیش آتا تو اسے اللہ عزوجل کے سپرد کر دیتے اور اپنی قوت اور طاقت سے

پیش کش: مجلس المدینة العلمیہ (دعوت اسلامی)

براءت کا اظہار فرماتے اور اللہ عزوجل سے رہنمائی کی دعا مانگتے اور عرض کرتے: ”اے اللہ عزوجل! مجھے حق کو حق دکھا اور اس کی اتباع کی توفیق عطا فرما اور برائی کو برائی دکھا اور اس سے بچنے کی توفیق عطا فرما اور امور کے مشتبہ ہونے سے مجھے بچاتا کہ میں تیری رہنمائی کے بغیر نفس کی اتباع نہ کرنے لگوں، میری خواہش کو اپنی اطاعت کے تابع کر دے اور مجھ سے میری تندرستی میں اپنی رضا کا کام لے اور جب حق بات میں اختلاف ہونے لگے تو میری رہنمائی فرما، بے شک تو ہی سیدھے راستے کی طرف رہنمائی فرماتا ہے۔“  
(صحیح مسلم، کتاب صلاة المسافرين، باب صلاة النبي ﷺ ودعاہ باللیل، الحدیث ۱۸۱۱، ص ۸۰، مختصراً)

## آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے کھانے کے آداب اور اخلاق:

بعض اخلاق و آداب تو کھانے پینے کے باب میں گزر چکے ہیں۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم لکڑی کو تازہ کھجور اور نمک کے ساتھ بھی تناول فرماتے۔ (صحیح البخاری، کتاب الاطعمہ، باب القثاء والرطب، الحدیث ۵۴۴۰، ص ۴۶۹۔ اخلاق النبي ﷺ لابی الشیخ الأصبہانی، باب آكله للقرع ومحبتہ ﷺ، الحدیث ۶۳۷، ج ۲، ص ۲۱۴)

آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو پھلوں میں تر کھجور، خر بوزہ اور انگور زیادہ پسند تھے۔ (المعجم الاوسط، الحدیث ۷۹۰۷، ج ۶، ص ۳۶۔ الکامل فی ضعفاء الرجال لابن عدی، الرقم ۱۲۹۰۔ عمرو بن خالد الأسدی الکوفی، ج ۶، ص ۲۲۴)

بعض اوقات آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم انگور کا خوشہ منہ میں رکھ کر ایک ایک دانہ کھاتے اور اس سے گرنے والا پانی آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی داڑھی مبارک پر موتیوں کی طرح معلوم ہوتا۔ (المعجم الکبیر، الحدیث ۱۲۷۲۷، ج ۱۲، ص ۱۱۵، بدون تیری زوانہ علی لحيته کللولوم)

آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا اکثر کھانا پانی اور کھجور ہوتا۔

(صحیح البخاری، کتاب الاطعمہ، باب الرطب والتمر..... الخ، الحدیث ۵۴۴۲، ص ۴۶۹)

آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم دودھ اور کھجور کو اکٹھا کر لیتے اور ان کو ”اطیبین“ کا نام دیتے (یعنی دودھ کھانے)۔

(المسند للامام احمد بن حنبل، حدیث رجل عن النبي ﷺ، الحدیث ۱۵۸۹۳، ج ۵، ص ۳۸۵)

آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا پسندیدہ کھانا گوشت تھا اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم فرماتے: ”یہ سماعت کو بڑھاتا ہے اور دنیا اور آخرت میں کھانوں کا سردار ہے، اگر میں اپنے رب عزوجل سے ہر روز گوشت کھانے کا سوال کرتا تو وہ مجھے روزانہ گوشت کھلاتا۔“

(أخلاق النبي ﷺ لابی الشیخ الأصبہانی، باب ما روى فی آكله اللحم ﷺ، الحدیث ۵۸۷، ج ۲، ص ۱۵۳۔ سنن ابن ماجہ،

ابواب الاطعمہ، باب اللحم، الحدیث ۳۳۰۵، ص ۲۶۷۷، بدون ”لوسالت ربی أن يطعمنيه كل يوم لفعل“)

آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم گوشت اور کدو سے شریذ بنا کر کھاتے۔“

(تفسیر القرطبی، سورة الصافات، تحت الآية: ۱۴۶، الجزء الخامس عشر، تحت ج ۸، ص ۹۶)

آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کدو کو پسند فرماتے اور فرماتے: ”انہا شجرة اخی یونس ترجمہ: یہ میرے بھائی حضرت

یونس علیہ السلام کا درخت ہے۔“ (تفسیر القرطبی، سورة الصافات، تحت الآية: ۴۶، الجزء الخامس عشر تحت ج ۸، ص ۹۶)

اُمّ المؤمنین حضرت سیدتنا عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں: ”جب ہنڈیا پکاؤ تو اس میں کدو زیادہ ڈالو کیونکہ وہ غمگین

دلوں کو تقویت دیتا ہے۔“ (الفوائد الشهیر بالغیلا نیات لابی بکر الشافعی، باب فی اکل النبی ﷺ القرع، الحدیث ۹۱۲، ج ۲، ص ۴۵۹)

آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم شکار کئے ہوئے پرندے کا گوشت بھی تناول فرماتے۔

(جامع الترمذی، ابواب المناقب، باب حدیث الطیر..... الخ، الحدیث ۳۷۲۱، ص ۲۰۳۵)

لیکن نہ تو خود شکار کے پیچھے جاتے، نہ شکار کرتے تھے البتہ اس بات کو پسند فرماتے کہ کوئی آپ کے لئے شکار کر کے

لائے اور آپ اسے تناول فرمائیں۔ (المعجم الكبير، الحدیث ۷۳۴۲، ج ۸، ص ۵۱ تا ۵۲، مفہوماً)

آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم روٹی اور گھی تناول فرماتے۔

(سنن ابن ماجہ، ابواب الأطعمة، باب الخبز الملبق..... الخ، الحدیث ۳۳۴۱، ص ۲۶۷۹، بتغییر)

بکری کے دست اور شانے کا گوشت پسند فرماتے۔ (صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب ادنی اهل الجنة منزلة فيها

، الحدیث ۱۹۴، ص ۷۱۴، مفہوماً۔ الجامع الصغير للسيوطی، باب كان، الحدیث ۶۵۱۸، ج ۱-۲، ص ۴۰۵، بتغییر)

ہنڈیا میں سے کدو، بطور سالن استعمال ہونے والی چیزوں میں سے سرکہ اور کھجوروں میں سے عجوہ کھجور پسند تھی، آپ

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے عجوہ کھجور کے لئے برکت کی دعا فرمائی۔ (السنن الكبرى للنسائی، ابواب الاطعمة، باب الدباء،

الحدیث ۶۶۶۷، ج ۴، ص ۱۵۶، مفہوماً۔ الجامع الصغير للسيوطی، باب كان، الحدیث ۶۵۱۲، ج ۱-۲، ص ۴۰۵، مفہوماً۔

الجامع الصغير للسيوطی، باب كان، الحدیث ۶۵۰۲، ج ۱-۲، ص ۴۰۵، مفہوماً)

ارشاد فرمایا: ”هِيَ مِنَ الْجَنَّةِ وَشِفَاءٌ مِنَ السُّمِّ وَالسِّخْرِ ترجمہ: یہ جنت سے ہے اور زہر اور جادو سے شفا ہے۔“

(جامع الترمذی، ابواب الطب، باب ماجاء فی الکماء والعجوة، الحدیث ۲۰۶۶، ص ۱۸۵۸) (صحیح مسلم، کتاب الاشریة،

باب فضل تمر المدينة، الحدیث ۵۳۳۹، ص ۱۰۴۳)

آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سبزیوں میں کاسنی، ریحان اور خرفہ کو پسند فرماتے۔

آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے لباس کے متعلق آداب اور اخلاق:

نبی اکرم، نور مجسم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو جو لباس میسر ہوتا زیب تن فرما لیتے اور زیادہ تر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم

کا لباس سفید ہوتا، آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

الْبِسُوهَا أَحْيَاكُمْ وَكَفِنُوهَا فِيهَا مَوْتَاكُمْ۔  
ترجمہ: سفید لباس اپنے زندوں کو پہناؤ اور اپنے مردوں کو اس سے کفن دو۔

(سنن ابی ماجہ، کتاب اللباس، باب البیاض من الثیاب، للحدیث ۳۵۶۶، ص ۲۶۹۱۔ المعجم الصغیر للطبرانی، للحدیث ۳۸۹، ج ۱، ص ۱۳۸-۱۳۹)

بعض اوقات آپ باہر تشریف لاتے اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی انگوٹھی کے ساتھ دھاگا بندھا ہوتا اس کے ساتھ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کسی بات کو یاد کرتے۔ (الکامل فی ضعفاء الرجال، الرقم ۲۵۰، بشر بن ابراہیم الانصاری، ج ۲، ص ۱۶۷، مفہوماً) آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم عمامہ شریف کے نیچے ٹوپی پہنتے اور عمامہ کے بغیر بھی ٹوپی پہنتے، بعض اوقات آپ سر سے ٹوپی اتار کر اپنے سامنے سترہ بنا لیتے اور اس کی طرف رخ کر کے نماز پڑھتے۔“

(اخلاق النبی ﷺ لابی الشیخ الاصبہانی، باب ذکر قلنسوتہ ﷺ، الحدیث ۳۰۰، ج ۱، ص ۳۲۷، بدون: ربما یتزع قلنسوتہ من رأسہ)

آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم جب کپڑا پہنتے تو دائیں طرف سے شروع کرتے۔“

(جامع الترمذی، ابواب اللباس، باب ماجاء فی القمص، الحدیث ۱۷۶۶، ص ۱۸۳۱)

آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم یہ پڑھتے: ”الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي كَسَانِي مَا أُوَارِي بِهِ عَوْرَتِي وَأَتَجَمَّلُ بِهِ فِي النَّاسِ“ ترجمہ: اللہ عزوجل کا شکر ہے جس نے مجھے وہ چیز پہنائی جس کے ذریعے میں اپنے پردہ کی جگہ کو ڈھانپتا ہوں اور اس کے ساتھ لوگوں میں زینت حاصل کرتا ہوں۔“ (جامع الترمذی، کتاب الدعوات، باب ما أصر من استغفر، الحدیث ۳۵۶۰، ص ۲۰۱۸۔ المسند للإمام احمد بن حنبل، مسند علی بن ابی طالب، الحدیث ۱۳۵۴، ج ۱، ص ۳۳۱)

آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم جب کپڑا اتارتے تو بائیں جانب سے اتارتے۔“

(اخلاق النبی ﷺ لابی الشیخ الاصبہانی، ذکر محبته للتيامن..... الخ، الحدیث ۷۷۳، ج ۲، ص ۳۸۴، مفہوماً)

آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے لئے جمعہ کے دن پہننے کے لئے مخصوص لباس تھا۔“

(المعجم الصغیر للطبرانی، الحدیث ۴۲۵، ج ۱، ص ۱۵۲، بتغییر)

جب آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نیا کپڑا پہنتے تو پرانا کپڑا کسی مسکین کو دے دیتے اور فرماتے: ”جو شخص کسی مسلمان کو اپنا زائد کپڑا پہنائے اور وہ صرف اللہ عزوجل کے لئے پہنائے تو وہ اللہ عزوجل کی ضمان، اس کی حفاظت اور اس کی طرف سے بھلائی میں ہوتا ہے جب تک پہننے والا اسے پہنے رہے خواہ زندہ ہو یا مردہ۔“

(شعب الایمان للبیہقی، باب فی الملابس والوانی، فصل فیما یقول اذ البس ثوباً، الحدیث ۶۲۸۶، ج ۵، ص ۱۸۱-۱۸۲)

آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا چمڑے کا ایک گدا تھا جس میں کھجور کی چھال بھری ہوئی تھی، وہ تقریباً دو ہاتھ لمبا ایک ہاتھ اور

ایک بالشت چوڑا تھا، آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا ایک کبیل تھا، جہاں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم بیٹھتے وہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے لئے دوہرا کر کے نیچے بچھایا جاتا۔ (صحیح البخاری، کتاب الرقاق، باب کیف کان عیش النبی ﷺ..... الخ، الحدیث ۶۴۵۶، ص ۵۴۲۔ الشمائل المحمدية ﷺ للترمذی، باب ما جاء فی فراش رسول اللہ ﷺ، الحدیث ۳۱۲، ص ۱۸۸، بتغییر)

آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم چڑے کی پیٹی پہنتے تھے جس میں چاندی کی تین کڑیاں تھیں۔

(الطبقات الكبرى لابن سعد، ذکر درع رسول اللہ ﷺ، ج ۱، ص ۳۷۸، مفہوماً)

## آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی شجاعت:

امیر المؤمنین مولیٰ مشکل کشا حضرت سیدنا علی المرتضیٰ کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم فرماتے ہیں: ”بدر کے دن ہم نے اپنے آپ کو دیکھا کہ ہم نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی پناہ لے رہے تھے جب کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ہماری نسبت دشمن کے زیادہ قریب تھے اور اس دن آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سب لوگوں سے زیادہ جہاد کرنے والے تھے۔

(المسند للإمام احمد بن حنبل، مسند علی بن ابی طالب، الحدیث ۶۵۴، ج ۱، ص ۱۸۶)

## آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے معجزات:

جاننا چاہئے! بے شک جس نے بھی نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے احوال اور اخلاق کا مشاہدہ کیا اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے منقول امور کا غور سے مطالعہ کیا اسے معلوم ہوا کہ اولین و آخرین ان جیسی امثال پیش کرنے سے عاجز ہیں اور یہ چیز وحی اور تنزیل کے بغیر متصور نہیں یہاں تک کہ ایک خالص عربی نے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا چہرہ انور دیکھ کر کہا: ”وَاللّٰهِ مَا هَذَا وَجْهٌ كَذَّابٍ قَطُّ تَرَجَمَهُ: اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ كِي قَسَمٍ! يَهِيَ كَيْسِي جَهْوَيْ شَخْصٍ كَا چہرہ نہیں۔“

صاحب بصیرت کے لئے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے صدق اور نبوت کی یہی دلیل کافی ہے۔

## سراپائے معجزہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے بعض معجزات:

ہم یہاں ان بعض واقعات کا ذکر کرتے ہیں جو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے معجزات کی صورت میں صادر ہوئے، ان میں سے ایک معجزہ یہ ہے کہ جب قریش نے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے شق قمر کا مطالبہ کیا تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے لئے چاند کو شق کر دیا گیا۔ (جامع الترمذی، ابواب تفسیر القرآن، باب ومن سورة القمر، الحدیث ۳۲۸۶، ص ۱۹۸۷)

ان میں سے ایک معجزہ یہ ہے کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے غزوہ خندق کے دن حضرت سیدنا جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے گھر میں بہت سے صحابہ کرام کو (تھوڑے سے) کھانے سے سیر فرمادیا اور حضرت سیدنا طلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے گھر میں بھی (تھوڑا سا کھانا)

بہت سے لوگوں کو کھلایا۔ (صحیح البخاری، کتاب المناقب، باب علامات النبوة فی الاسلام، الحدیث ۳۵۷۸، ص ۲۹۱۔

صحیح البخاری، کتاب المغازی، باب غزوة الخندق وهی الأحزاب، الحدیث ۴۱۰۲، ص ۳۳۶)

آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی مبارک انگلیوں سے پانی کے چشمے پھوٹ پڑے جس سے تمام لشکر نے پانی پیا جبکہ وہ پیاسے تھے اور انہیں چھوٹے سے پیالے کے پانی سے وضو کروایا جو اس قدر تنگ تھا کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا دست اقدس بھی اس میں پھیل نہ سکتا تھا۔ (المعجم الکبیر، الحدیث ۱۰۰۱۶، ج ۱۰، ص ۷۹-۸۰)

ایسے بہت سے معجزات ہیں مگر صاحب بصیرت کا ایمان لانا ان چیزوں پر موقوف نہیں۔ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ



دعوتِ اسلامی کے سنتوں کی تربیت کے مدنی قافلوں میں سفر اور روزانہ فکرِ مدینہ کے ذریعے مدنی انعامات کا رسالہ پر کر کے ہر مدنی (اسلامی) ماہ کے ابتدائی دس دن کے اندر اندر اپنے یہاں کے (دعوتِ اسلامی کے) ذمہ دار کو جمع کروانے کا معمول بنا لیجئے  
 اِنْ شَاءَ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ اس کی برکت سے پابند سنت بننے، گناہوں سے نفرت کرنے اور ایمان کی حفاظت کے لئے کڑھنے کا ذہن بنے گا۔



## حصہ سوم

## مُهَلِكَات

## عجائبات قلب کا بیان

باب 21:

رسول اکرم، نور مجسم، شاہ بنی آدم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا فرمانِ عالیشان ہے: ”بے شک ابنِ آدم کے بدن میں گوشت کا ایک ٹکڑا ہے، اگر وہ درست ہو جائے تو سارا جسم درست رہتا ہے اور اس کے سبب تمام بدن درست ہو جاتا ہے، سنو! وہ دل ہے۔“

(مسند ابی داؤد الطیالسی، الجزء الثالث، النعمان بن بشیر، الحدیث ۷۸۸، ص ۱۰۶-۱۰۷)

(صحیح البخاری، کتاب الایمان، باب فضل من استبرأ لدينه، الحدیث ۵۲، ص ۶)

اس حدیث پاک سے ظاہر ہوا کہ جسم میں اصل دل ہی ہے اور وہ امیر (یعنی نگران) ہے کہ سارا جسم اس کی اطاعت

کرتا ہے اور باقی سارے اعضاء رعایا کی طرح ہیں۔

اب ہم قلب (یعنی دل)، روح، نفس اور عقل کے معنی بیان کرتے ہیں۔

## قلب کے معانی:

لفظ قلب دو معنی پر بولا جاتا ہے۔

پہلا معنی: قلب یعنی دل: یہ ایک صنوبری شکل (یعنی چٹوڑہ کی طرح) کا گوشت ہے، جو سینے کے بائیں جانب رکھا گیا

ہے، جو اندر سے کھوکھلا ہے، جس میں سیاہ خون ہوتا ہے، یہ روح کا معدن اور اس کی جگہ ہے اور یوں ہی اسی شکل میں یہ گوشت جانوروں اور فوت شدہ لوگوں کے پاس بھی ہوتا ہے۔

دوسرا معنی: یہ ایک روحانی ربانی لطیفہ (یعنی حقائق و اسرار کی معرفت کامل) ہے اور اس کا جسمانی قلب سے تعلق ہوتا ہے اور

یہی لطیفہ اللہ عزوجل کی معرفت رکھتا ہے اور اس چیز کا ادراک کرنے والا ہوتا ہے، جسے خیال و وہم نہیں سمجھ سکتے اور یہی حقیقت انسان ہے، اسی کو خطاب ہوتا ہے، اسی معنی کی طرف اللہ عزوجل کے اس فرمان میں اشارہ کیا گیا ہے:

إِنَّ فِي ذَلِكَ لَذِكْرٍ لِمَنْ كَانَ لَهُ قَلْبٌ

ترجمہ کنز الایمان: بے شک اس میں نصیحت ہے اس کے لئے جو دل رکھتا ہو۔

(پ ۲۶، ق: ۳۷)

اگر دل سے مراد صنوبری شکل کا گوشت ہو، تو یہ ہر شخص کے پاس موجود ہوتا۔

جب یہ بات جان لی، تو یہ بھی سمجھ لو کہ اس (روحانی و ربانی) لطیفہ کا صنوبری شکل کے گوشت سے بہت گہرا تعلق ہے، جو بیان سے باہر ہے، بلکہ یہ شاہدہ اور عیان پر موقوف ہوتا ہے اور اس کے بارے میں یہی کہا جاسکتا ہے، کہ دل اس لطیفہ کے لئے بادشاہ کی طرح ہے اور یہ گوشت اس کے لئے گہرا اور مملکت کی طرح ہے (اس لطیفہ کا دل سے اعراض جیسا تعلق نہیں) کیونکہ اگر اس کا دل سے تعلق اعراض کے تعلق کی طرح ہوتا تو اس کے بارے میں یہ فرمان الہی عَزَّوَجَلَّ درست نہ ہوتا:

أَنَّ اللَّهَ يَحُولُ بَيْنَ الْمَرْءِ وَقَلْبِهِ  
ترجمہ کنز الایمان: اللہ کا حکم آدمی اور اس کے دلی ارادوں میں  
حائل ہو جاتا ہے۔ (پ ۹، الانفال: ۲۴)

## روح کے معانی:

روح کے بھی دو معانی ہیں۔

پہلا معنی: روح طبعیہ ہے اور یہ دُھواں (یعنی لطیف جسم) ہے جس کا مرکز دل کے خلا میں سیاہ خون ہوتا ہے اور دل سے مراد صنوبری شکل کا گوشت ہے اور یہ شریانوں کے ذریعے تمام اجزاء بدن تک پہنچتا ہے۔ اس کی مثال گھر میں رکھے ہوئے چراغ کی طرح ہے، جس سے گھر کے تمام کونے روشن ہو جاتے ہیں اور طبیب جب لفظ روح بولتے ہیں، تو اس سے یہی معنی مراد لیتے ہیں۔

دوسرا معنی: یہ وہ ربانی لطیفہ ہے، جو حقیقتِ دل کا معنی ہے، روح اور قلب ایک ہی طریقے سے اس لطیفہ پر وارد ہوتے ہیں، اسی طرف اللہ عَزَّوَجَلَّ نے اپنے اس فرمان میں اشارہ فرمایا ہے:

وَيَسْأَلُونَكَ عَنِ الرُّوحِ قُلِ الرُّوحُ مِنْ أَمْرِ رَبِّي (پ ۱۰، بنی اسرائیل: ۸۵)  
ترجمہ کنز الایمان: اور تم سے روح کو پوچھتے ہیں تم فرماؤ روح میرے رب کے حکم سے ایک چیز ہے۔

## نفس کے معانی:

اس کے بھی دو معانی ہیں۔

پہلا معنی: یہ وہ معنی ہے جو غضب، شہوت اور (انسان میں پائی جانے والی) مذموم صفات کی قوت کا جامع ہے۔ حضور نبی پاک، صاحبِ لؤلاک، سیاحِ افلاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے اس فرمان سے بھی یہی مراد ہے:

أَعْدَى عَدُوِّكَ نَفْسُكَ الَّتِي بَيْنَ جَنْبَيْكَ  
ترجمہ تیرا سب سے بڑا دشمن تیرا نفس ہے، جو تیرے پہلوؤں کے درمیان ہے۔

(الزهد الكبير للبيهقي، الجزء الثاني، فصل في ترك الدنيا ومخالفة النفس والهوى، الحديث ۳۴۳، ص ۱۰۶-۱۰۷)

(نفس سے دشمنی) نفس سے جہاد کرنا ہے۔ اور نفس کی خواہشات کو توڑنے کا حکم دیا گیا ہے۔

پیش کش: مجلس المدینة العلمیہ (دعوتِ اسلامی)

دوسرا معنی: یہ وہ ربانی لطیفہ ہے، جو روح اور قلب کے دونوں معنی میں سے ایک ہے۔ اسی طرح نفس کا قلب و روح کے لفظ کے ساتھ اسی لطیفہ پر اطلاق کیا جاتا ہے اور یہی حقیقت انسان ہے، جس کی وجہ سے وہ تمام حیوانات سے ممتاز ہوتا ہے۔ جب یہ صفات اللہ عزوجل کے ذکر سے مزین ہوں اور اس سے بڑی صفات و شہوات کے آثار ختم ہو جائیں، تو اسے نفس مطمئنہ کہا جاتا ہے اور اللہ عزوجل کے فرمان سے بھی یہی مراد ہے، چنانچہ اللہ عزوجل نے ارشاد فرمایا:

يَا أَيُّهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ ۝ (ب، ۲۳، الفجر: ۲۷)

ترجمہ کنزالایمان: اے اطمینان والی جان۔

اور نفس کے اس درجہ پر پہنچنے سے پہلے صفات کے اعتبار سے اس کے دو درجے ہیں۔ پہلے درجہ میں اسے نفس لوامہ کہا جاتا ہے۔ اور اللہ عزوجل نے اپنے فرمان میں اسی کی قسم ارشاد فرمائی ہے:

وَلَا أُقْسِمُ بِالنَّفْسِ اللَّوَامَةِ ۝ (ب، ۲۹، القینة: ۲)

ترجمہ کنزالایمان: اور اس جان کی قسم جو اپنے اوپر ملامت کرے۔

اور اس سے مراد وہ نفس ہے، جو گناہوں پر اپنے آپ کو ملامت کرتا ہے اور گناہوں کی طرف مائل نہیں ہوتا، نہ ان سے خوش ہوتا ہے اور اس درجہ پر پہنچنے سے پہلے ایک اور درجہ ہے اور یہ برائی کا حکم دینے والا نفس (یعنی نفس امّارہ) ہے جس کے بارے میں اللہ عزوجل نے ارشاد فرمایا:

إِنَّ النَّفْسَ لَأَمَّارَةٌ بِالسُّوءِ ۝ (ب، ۱۳، یوسف: ۵۳)

ترجمہ کنزالایمان: بے شک نفس تو برائی کا بڑا حکم دینے والا ہے۔

اور یہ اس حالت پر ہوتا ہے، کہ نہ تو نیکی کا حکم دیتا اور نہ برائی پر ملامت کرتا ہے اور نفس کا یہ درجہ نہایت قابلِ مذمت ہے اور مطمئنہ بہترین نفس ہے اور لوامہ ان دونوں کے درمیان ہے۔ نہ تو شر پر راضی ہوتا ہے کہ اس کی طرف مائل ہو اور نہ ہی اطمینان کی طاقت رکھتا ہے کہ بھلائی کی طرف قرار پکڑے اور اس بھلائی سے مراد اللہ عزوجل کا ذکر ہے۔

## عقل کے معانی:

اس کے کئی معانی ہیں لیکن ہمارے یہاں اس سے مراد دو معانی ہیں۔

پہلا معنی: اشیاء کے حقائق کا علم۔

دوسرا معنی: عقل سے مراد وہ عالم ہے جس کے لئے علم صفت کی طرح ہوتا ہے اور اس معنی سے مراد وہ لطیفہ ربانی ہے جس کا ذکر پہلے گزر چکا ہے اور عقل سے پہلا معنی مراد لینا ممکن نہیں کیونکہ حضور نبی کریم، رءوف رحیم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ”اللہ عزوجل نے سب سے پہلے عقل کو پیدا فرمایا پھر اس سے فرمایا: ”آگے بڑھ۔“ تو وہ بڑھی، پھر فرمایا: ”پیچھے

ہو۔“ تو وہ پیچھے ہوگئی۔ (حیلة الاولیاء، سفیان بن عیینہ، الحدیث ۱۰۸۹۴، ج ۷، ص ۳۷۲)

جب یہ بات واضح ہوگئی، کہ آیاتِ مقدّسہ اور احادیثِ مبارکہ میں مذکور قلب، عقل، روح اور نفس سے مراد ربّانی لطیفہ ہے، لہذا جب ہم انہیں مطلق ذکر کریں گے تو ہماری مراد یہی لطیفہ ہوگی۔ اس بات کو جان لو۔

حضرت سیدنا اہل تفسیر علیہ رحمۃ اللہ القوی ارشاد فرماتے ہیں: ”دل عرش (کی مثل) اور سینہ کرسی (کی طرح) ہے۔“ یہ فرمان اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ ان کے نزدیک بھی دل سے مراد صنوبری شکل کے گوشت کے علاوہ کوئی اور چیز ہے۔

## دل کے لشکر:

جب دل کے بارے میں معلوم ہو گیا تو اب ہم دل کے لشکروں کو بیان کرتے ہیں۔ دل کے لشکر دو قسم کے ہیں: ایک وہ لشکر جو آنکھوں سے دکھائی دیتا ہے اور یہ ہاتھ، پاؤں، آنکھ اور دیگر اعضاء ہیں۔ اور دوسرا وہ لشکر ہے جو بصیرت سے دکھائی دیتا ہے (یعنی دل کی آنکھوں سے دکھائی دیتا ہے) اور یہ وہ صفات ہیں جن کا عنقریب ذکر ہوگا۔

اس پر نبی مکرمؐ، نور مجسمؐ، رسول اکرمؐ، شہنشاہ بنی آدم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا یہ فرمان نصیحت نشان بھی دلالت کرتا ہے: ”بے شک انسانی بدن میں ایک لوتھڑا (یعنی گوشت کا ٹکڑا) ہے، اگر وہ درست ہو جائے تو سارا جسم درست ہو جاتا ہے، سن لو! وہ دل ہے۔“

(صحیح البخاری، کتاب الایمان، باب فضل من استبرأ لدينه، الحدیث ۵۲، ص ۶)

(مسند ابی داؤد الطیالسی، الجزء الثالث، النعمان بن بشیر، الحدیث ۷۸۸، ص ۱۰۶-۱۰۷)

دل کو بادشاہ اور مخدوم ہونا چاہئے، نفس اور تمام اعضاء کو اس کے اوامر و نواہی کا تابع ہونا چاہئے، لیکن اگر تمام اعضاء دل کے مطیع نہ ہوں اور ان پر شہوت غالب ہو تو امیر (یعنی دل) مامور بن جاتا ہے اور معاملہ اُلٹ ہو جاتا ہے اور بادشاہ (یعنی دل) کسی کتے یا دشمن کے قبضہ میں قید شخص کی طرح ہو جاتا ہے۔ چنانچہ جب آدمی حرص یا شہوت کی پیروی کرتا ہے تو حالت نیند یا بیداری میں گویا اپنے آپ کو خنزیر یا گدھے کے سامنے سجدہ کرتے ہوئے دیکھتا ہے اور یہی جعلی صوفیاء کی حالت ہے اور اگر وہ غصہ کی پیروی کرتا ہے تو گویا اپنے آپ کو کتے کے سامنے سجدہ کرتے ہوئے دیکھتا ہے۔ درحقیقت گدھے کی پیروی شہوت کی پیروی ہے اور خنزیر کی اطاعت حرص کی پیروی ہے اور جب آدمی اس حالت (یعنی خواہش و حرص کی پیروی) میں ہوتا ہے تو وہ اپنے اوپر مسلط شیطان کا پیروکار بن جاتا ہے پس جب خواہشات کا تسلط ان صفات کے ساتھ جو شیطان کے لشکر ہیں، دل پر طویل ہو جاتا ہے تو اس لشکر کو شکست دینے کے لئے دل کی مدد نہیں کی جاتی اور دل عرصہ دراز تک مغلوب رہتا ہے اور وہ اس لطیفہ کی خاصیت کو ضائع کرنے کا سبب بن جاتا ہے۔ احادیث میں دل کی سیاہی سے یہی مراد ہے۔ اللہ عزّوجلّ کے ان فرامین:

پیش کش: مجلس المدینۃ العلمیہ (دعوتِ اسلامی)

﴿۱﴾ اُولَئِكَ الَّذِينَ طَبَعَ اللَّهُ عَلَى قُلُوبِهِمْ (ب، ۲۶، محمد: ۱۶)

ترجمہ کنز الایمان: یہ ہیں وہ جن کے دلوں پر اللہ نے مہر کر دی۔

﴿۲﴾ كَلَّا بَلْ سَكَرَ عَلَى قُلُوبِهِمْ (ب، ۳۰، المطففين: ۱۴)

ترجمہ کنز الایمان: کوئی نہیں، بلکہ ان کے دلوں پر زنگ چڑھا دیا ہے۔

میں مہر اور زنگ سے یہی مراد ہے اور دل کی مثال آئینہ کی سی ہے۔ جب تک وہ زنگ اور گرد و غبار سے صاف رہتا ہے، اس میں اشیاء دکھائی دیتی ہیں لیکن جب اس پر زنگ غالب آجاتا ہے تو اسے صاف کرنا اور اس سے زنگ کو دور کرنا ممکن نہیں ہوتا کیونکہ وہ زنگ اس پر غالب آچکا ہوتا ہے اور اس پر اس کی تہہ جم چکی ہوتی ہے جس کی وجہ سے وہ ضائع ہو جاتا ہے اور اس کی حالت یہ ہو جاتی ہے کہ کوئی بھی صاف کرنے والا اسے صاف اور درست نہیں کر سکتا، مہر اور زنگ سے یہی مراد ہے۔

حضور نبی پاک، صاحب لولاک، سیاح افلاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا فرمانِ ذیشان ہے: ”بے شک دل کو بھی زنگ لگ جاتا ہے جس طرح لوہے کو زنگ لگ جاتا ہے۔“ عرض کی گئی: ”اس کی صفائی کیسے ہوگی؟“ فرمایا: ”موت کو یاد کرنے اور قرآن پاک کی تلاوت کرنے سے۔“ (شعب الایمان للبیہقی، باب فی تعظیم القرآن، فصل فی اذمان تلاوتہ، الحدیث ۲۰۱۴، ج ۲، ص ۳۵۲)

جب دل کی حکمرانی مکمل طور پر ختم ہو جاتی ہے تو شیطان حاکم بن جاتا ہے اور اچھی صفات بُری صفات سے بدل جاتی ہیں۔ نور کے پیکر، تمام نبیوں کے سرور، دو جہاں کے تاجو رصلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا فرمانِ عالیشان ہے: ”دل چار اقسام کے ہیں: (۱) وہ دل جو صاف ہے اور اس میں چراغ روشن ہوتا ہے، یہ مؤمن کا دل ہے (۲) وہ دل جو سیاہ اوندھا ہوتا ہے، یہ کافر کا دل ہے (۳) وہ دل جس پر غلاف چڑھا ہوتا ہے اور اس کا غلاف بندھا ہوتا ہے، یہ منافق کا دل ہے (۴) وہ دل جس میں ایمان اور نفاق کی آمیزش ہوتی ہے، اس میں ایمان اس سبزی کی مثل ہے جسے اچھا پانی نشوونما دیتا ہے اور اس میں نفاق کی مثال اس زخم کی طرح ہے جسے پیپ بڑھاتی ہے، پس اس پر جو مادہ غالب آجاتا ہے اسی کا حکم اس پر لگایا جاتا ہے۔ اور ایک روایت میں ہے کہ دل کو وہی (غالب آنے والا) مادہ لے جاتا ہے۔“ (المسند للإمام احمد بن حنبل، مسند ابی سعید الخدری، الحدیث ۱۱۱۲۹، ج ۴، ص ۳۶ بتغییر)

اللہ عَزَّوَجَلَّ نے ارشاد فرمایا:

إِنَّ الَّذِينَ اتَّقَوْا إِذَا مَسَّهُمْ طَئِفٌ مِّنَ الشَّيْطَانِ تَذَكَّرُوا فَإِذَا هُمْ مُبْصِرُونَ ۝ (ب، ۹، الاعراف: ۲۰۱)

ترجمہ کنز الایمان: بے شک وہ جو ڈروالے ہیں جب انہیں کسی شیطانی خیال کی ٹھیس لگتی ہے، ہوشیار ہو جاتے، اسی وقت ان کی آنکھیں کھل جاتی ہیں۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ کے اس فرمان میں اس بات کی خبر دی گئی ہے کہ ذکرِ الہی عَزَّوَجَلَّ سے دل کی بصیرت اور صفائی حاصل ہوتی ہے اور تقویٰ سے ذکرِ الہی عَزَّوَجَلَّ پر قدرت ہوتی ہے۔

پس تقویٰ ذکرِ الہی عَزَّوَجَلَّ کا دروازہ، ذکرِ الہی عَزَّوَجَلَّ کشف کا دروازہ اور کشف بہت بڑی کامیابی کی کنجی ہے۔

جان لو! دل کی مثال آئینہ کی طرح ہے اور علوم و حقائق کی مثال ان تصاویر کی طرح ہے جو آئینہ میں دکھائی دیتی ہیں۔

آئینہ بھی شے ہے اور حقائق بھی بالذات شے ہیں اور آئینہ میں تصویر کا حصول بھی شے ہے، پس یہ تینوں اشیاء ہیں۔

پس ”علم“ آئینہ میں کسی چیز کا حصول ہے اور ”دل“ آئینہ کی مثال ہے اور ”حقائق“ بالذات ایک تیسری چیز ہے۔ جب

یہ معلوم ہو گیا تو جان لو! آئینہ میں صورت کے واضح نہ ہونے کے پانچ اسباب ہیں:

پہلا سبب: آئینہ اچھا نہ ہو اور وہ یہ ہے کہ ابھی اسے آئینہ کی شکل نہ دی گئی ہو اور نہ ہی پالش کیا گیا ہو۔

دوسرا سبب: اس میں گدلا پن ہو اور زنگ لگا ہوا ہو۔

تیسرا سبب: جس چیز کو آئینہ میں دیکھنا ہو وہ اس سے ہٹی ہوئی ہو، وہ یوں کہ وہ چیز آئینہ کے پیچھے ہو۔

چوتھا سبب: آئینہ اور صورت کے درمیان پردہ لٹکا دیا گیا ہو۔

پانچواں سبب: جس چیز کی صورت دیکھنا مقصود ہے اس کی سمت معلوم نہ ہو۔

اسی طرح دل بھی ایک آئینہ ہے جسے اس مقصد کے لئے تیار کیا گیا ہے کہ اس میں تمام مامورات کے حقائق منکشف

ہوں لیکن پانچ اسباب کی وجہ سے دل حقائق سے خالی ہوتا ہے۔

پہلا سبب: دل میں ہی کمی اور نقصان ہو جیسے بچے اور پاگل کا دل۔

دوسرا سبب: گناہوں کی کدورت اور خباثت جو خواہشات کی کثرت کی وجہ سے دل پر جمع ہو گئی ہو، اسی کی طرف اللہ

عَزَّوَجَلَّ نے اپنے فرمان میں اشارہ فرمایا:

كَلَّا بَلْ سَكَرَ رَانَ عَلَى قُلُوبِهِمْ (ب، ۳۰، المطففين: ۱۴) ترجمہ کنز الایمان: کوئی نہیں، بلکہ ان کے دلوں پر زنگ چڑھا دیا ہے۔

اور سید المبلغین، جناب رحمۃ اللعلمین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان والا شان ہے: ”مَنْ قَارَفَ ذَنْبًا فَارَقَهُ عَقْلٌ لَمْ

يَعُدَّ إِلَيْهِ أَبَدًا“ ترجمہ: جو شخص کوئی گناہ کرتا ہے اس سے عقل جدا ہو جاتی ہے اور کبھی بھی اس کی طرف واپس نہیں لوٹتی۔“

اس کا تقاضا یہ ہے کہ وہ اس برائی کے بعد نیکی کرے، جو اس کے دل کو صیقل (صاف) کر دے اور اگر وہ گناہ کی بجائے

نیکی کرے تو یقیناً دل کی روشنی بڑھے گی۔

تیسرا سبب: یہ ہے کہ حقیقت مطلوبہ سے دل بھرا ہوا ہو اور اس کی توجہ صرف عبادات کی ترتیب کی طرف ہو۔ اسے

چاہئے کہ وہ اس طرح ہو جائے جس طرح حضرت سیدنا ابراہیم خلیل اللہ علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا جس کا ذکر

اللہ عزوجل نے قرآن پاک میں اس طرح فرمایا:

إِنِّي وَجْهْتُ وَجْهِيَ لِلذِّئِي فَطَرَ السَّمَوَاتِ  
وَالْأَرْضِ حَنِيفًا (پ، ۷، الانعام: ۷۹)

ترجمہ کنز الایمان: میں نے اپنا منہ اس کی طرف کیا جس نے  
آسمان اور زمین بنائے ایک اسی کا ہو کر۔

چوتھا سبب: چوتھی رکاوٹ حجاب ہے، وہ اس طرح کہ اس کے دل میں شہوت باقی ہوتی ہے یا بچپن سے اپنایا ہوا فاسد  
عقیدہ ہوتا ہے اور اس کا اثر باقی رہتا ہے۔

پانچواں سبب: جس سمت سے مطلوب حاصل ہوتا ہے اس سے ناواقف ہونا بھی ایک رکاوٹ ہے۔ اُسے اس چیز پر  
مکمل طور پر ایمان ہونا چاہئے جو اسے حاصل نہ ہو اور یہی ایمان بالغیب ہے اور جب تک اسے یہ ایمان نہ ہو تو یہ کیسے ممکن ہے کہ  
وہ ان چیزوں کو طلب کرے جن کے وجود کا اسے علم ہی نہیں؟ چنانچہ غفلت رکاوٹ بن جاتی ہے۔

شہنشاہ خوش نصال، پیکرِ حسن و جمال، دافع رنج و ملال، صاحبِ جو دو نوال، رسولِ بے مثال، بی بی آمنہ کے لال صلی  
اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا فرمانِ عالی شان ہے:

لَوْلَا أَنَّ الشَّيَاطِينَ يَحُومُونَ عَلَى قُلُوبِ بَنِي  
آدَمَ لَنَظَرُوا إِلَى مَلَكَوَاتِ السَّمَاءِ.

ترجمہ: اگر شیاطین نے انسانوں کے دلوں کو گھیرا ہوا نہ ہوتا تو  
وہ آسمان کی بادشاہی کی طرف دیکھ لیتے۔

(المسند للإمام احمد بن حنبل، مسند ابی ہریرہ، الحدیث ۸۶۴۸، ج ۳، ص ۲۶۹-۲۷۰، بتغییر)

سرکارِ والاخبار، ہم بے کسوں کے مددگار، شفیعِ روزِ شمار، دو عالم کے مالک و مختار، حبیبِ پروردگار عزوجل صلی اللہ تعالیٰ علیہ

وآلہ وسلم کا فرمانِ عالی وقار ہے:

كُلُّ مَوْلُودٍ يُوَلَّدُ عَلَى الْفِطْرَةِ فَأَبَوَاهُ يُهَوِّدَانِهِ أَوْ  
يُنَصِّرَانِهِ أَوْ يُمَجِّسَانِهِ.

ترجمہ: ہر بچہ (دین) فطرت پر پیدا ہوتا ہے پھر اس کے  
والدین اسے یہودی، عیسائی یا مجوسی بنادیتے ہیں۔

(صحیح البخاری، کتاب الجنائز، باب ما قبل فی اولاد المشرکین، الحدیث ۱۳۸۵، ص ۱۰۸)

حضرت سیدنا ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ تاجدارِ رسالت، شہنشاہِ نبوت، مخزنِ جو دو سخاوت، پیکرِ عظمت و

شرافت، محبوبِ ربِّ العزت، محسنِ انسانیت عزوجل صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہِ بے کس پناہ میں عرض کیا گیا: ”یا رسول اللہ

صلى الله تعالى عليهم اجمعين کے دلوں میں جلوہ حق اس قدر آشکار ہوتا ہے کہ کعبہ مبارکہ بھی ان کا استقبال کرتا ہے جیسا کہ ”حضرت سیدنا رابعہ بصریہ  
رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہا جب حج کے لئے تشریف لے گئیں تو کعبہ مبارکہ نے خود آگے بڑھ کر ان کا استقبال کیا۔“

(تذکرۃ الاولیاء، حضرت سیدنا رابعہ بصریہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہا، ص ۶۷)

پیش کش: مجلس المدینۃ العلمیہ (دعوتِ اسلامی)

عَزَّوَجَلَّ صَلَّى اللهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ! اللهُ عَزَّوَجَلَّ کہاں ہے؟ زمین میں ہے یا آسمان میں؟ آپ صَلَّى اللهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ نے فرمایا: ”اہلِ ایمان کے دلوں میں ہے۔“ (مسند الشاميين للطبراني، الحديث ۸۴۰، ج ۲، ص ۱۹، بتغییر)

(حدیث قدسی ہے) اللهُ عَزَّوَجَلَّ نے ارشاد فرمایا:

لَمْ يَسْعِنِي أَرْضِي وَ سَمَائِي وَ وَسَعِنِي قَلْبَ عَبْدِي الْمُؤْمِنِ .  
ترجمہ: میں اپنے زمین و آسمان میں نہیں سما سکتا بلکہ میں اپنے مؤمن بندے کے دل میں سماتا ہوں۔

(فردوس الاحبار للديلمي، باب القاف، الحديث ۴۴۶۲، ج ۲، ص ۱۳۵، بتغییر)

اسی وجہ سے امیر المؤمنین حضرت سیدنا عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ارشاد فرمایا: ”میرے دل نے اپنے رب عَزَّوَجَلَّ کو دیکھا۔“ کیونکہ انہوں نے اپنے دل کا تزکیہ کیا تھا۔ اللهُ عَزَّوَجَلَّ کا فرمان عالیشان ہے:

قَدْ أَفْلَحَ مَنْ زَكَّاهَا ۝ (پ ۳۰، الشمس: ۹)

ترجمہ کنز الایمان: بے شک مراد کو پہونچایا جس نے اسے ستھرا کیا۔

جان لو! قبولِ حق کے تین درجات ہیں۔

(۱) بچپن سے سن کر قبول کرنا اس میں خطا کا امکان ہے اور یہ عوام کی تقلید ہے۔

(۲) وہ اپنے مطلوب کے کلام کو سنے مثلاً گھر کے اندر سے سنے۔ یہ بات اس چیز پر دلالت کرتی ہے کہ یہی شخص مطلوب ہے۔

(۳) گھر میں داخل ہو کر اپنی آنکھوں سے اس کا مشاہدہ و معائنہ کرنا اور امیر المؤمنین، مولائے مشکل کشا حضرت سیدنا علی

المرتضى كَرَّمَ اللهُ تَعَالَى وَجْهَهُ الْكَرِيمِ کے اس فرمان سے یہی مراد ہے کہ اگر پردہ ہٹ جائے تو ایمان میں یقیناً اضافہ ہوگا۔

اور یہ انبیاء علیہم السلام، صدیقین اور اولیاء علیہم الرحمۃ کا ایمان ہے اور یہ ایمان سہو و غفلت سے پاک ہوتا ہے۔

جبکہ کافر، بچے اور مجنون کے حقائق پر مطلع نہ ہونے کی مثال اس بیٹا شخص کی ہے جو اندھیرے میں ہوتا ہے کیونکہ نگاہ

اکثر کامل ہوتی ہے لیکن دیکھنا ممکن نہیں ہوتا حتیٰ کہ سورج کی روشنی میں انسان سابقہ بینائی سے دیکھنے لگتا ہے۔ اسی طرح عقلمند اور

بالغ ہونے سے پہلے پاگل اور بچے کے دل پر علم منکشف نہیں ہوتا کیونکہ ان کے دل کی تختی قلم کے نقش کو قبول کرنے پر تیار نہیں

ہوتی اور قلم سے مراد اللهُ عَزَّوَجَلَّ کی مخلوق ہے جسے اس نے بندوں کے دلوں میں علوم نقش کرنے کا سبب بنایا ہے۔

الله عَزَّوَجَلَّ نے ارشاد فرمایا:

الَّذِي عَلَّمَ بِالْقَلَمِ ۝ عَلَّمَ الْإِنْسَانَ مَا لَمْ يَعْلَمْ ۝

ترجمہ کنز الایمان: جس نے قلم سے لکھنا سکھایا آدمی کو سکھایا جو نہ

جانتا تھا۔

(پ ۳۰، العلق: ۴-۵)

الله عَزَّوَجَلَّ کا قلم مخلوق کے قلم کے مشابہ نہیں جس طرح اس کے اوصاف مخلوق کے اوصاف کے مشابہ نہیں۔



اللہ عَزَّوَجَلَّ کا قلم لکڑی اور بانس سے بنا ہوا نہیں جیسے اس کی ذات نہ جوہر (یعنی جسم) ہے نہ عرض (جو قائم رہنے کے لئے دوسرے جسم کا محتاج ہو)۔

یقیناً تیرے لئے دل کی مثال ظاہر ہو گئی یعنی دل لطیفہ ربانیہ ہے جو بادشاہ کی طرح ہے اور جسم اس کی سلطنت کی طرح ہے اور قوت عقلیہ مفکرہ اس کی وزیر ہے اور مذموم صفات اس کے سپاہی ہیں اور دل جب تک وزیر کے مشورہ کے مطابق استعمال پر قدرت رکھتا ہے اور عقل کے مشورہ کے مطابق اپنی سلطنت میں تصرف کرتا ہے وہ اپنی سلطنت میں درست رہتا ہے لیکن اگر شہوات اور مذموم صفات عقل کے مشورہ کو ختم کرنے پر مسلط ہو جائیں تو یہ چیز عدل کے خلاف ہوتی ہے اور ہم اس کی دوسری مثال دیتے ہیں کہ یہ شکار کرنے والے گھروسوار کی طرح ہے، بدن اس کی سواری اور غضب و شہوت اس کے کتے ہیں۔ اگر گھوڑا اس کی اطاعت کرے، درندہ اور کتا اس کے مطیع ہوں تو شکار کا مقصد پورا ہوگا اور وہ علوم اور دائمی سعادت کا حصول ہے لیکن اگر گھوڑا سرکش ہو اور اس کی اطاعت نہ کرے یا کتا سدھایا ہوا نہ ہو، نہ اس کے اشارہ پر بھاگے، نہ رُکے تو معاملہ خراب ہو جائے گا اور مقصود حاصل نہ ہوگا اور ڈر ہے کہ کتا شکار پر غلبہ پا کر اسے کھا جائے گا چہ جائیکہ وہ شکار اس کے لئے روک کر رکھے۔

جان لو! دل کے لئے حصولِ علم کے چند درجات ہیں۔

ان میں سے ایک درجہ وہ ہے جو علماء کا ہے کہ وہ مقدمات سے نتائج اور دلائل سے مدلولات تک رسائی حاصل کرتے ہیں۔ ان میں سے ایک درجہ وہ ہے جو کشف اور اللہ عَزَّوَجَلَّ کے ارادہ کے ذریعے حاصل ہوتا ہے جس طرح انبیاء کرام علی نبینا وعلیہم الصلوٰۃ والسلام کا مرتبہ ہے اللہ عَزَّوَجَلَّ نے حضرت سیدنا ابراہیم خلیل اللہ علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کے بارے میں ارشاد فرمایا:

وَكَذَلِكَ نُرِي إِبْرَاهِيمَ مَلَكُوتَ السَّمٰوٰتِ  
وَالْأَرْضِ (ب، الانعام: ۷۵)

ترجمہ کنز الایمان: اور اسی طرح ہم ابراہیم کو دکھاتے ہیں ساری بادشاہی آسمانوں اور زمین کی۔

حضور نبی پاک، صاحبِ لؤلؤ لاک، سیاحِ افلاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے دُعَا مانگی: "اللَّهُمَّ ارِنَا الْأَشْيَاءَ كَمَا هِيَ ترجمہ: اے اللہ! ہمیں اشیاء کی حقیقت سے آگاہی عطا فرما۔"

پس انبیاء کرام علیہم السلام کے لئے بغیر کسی دلیل، برہان اور مقدمہ کے حقائق منکشف کئے جاتے ہیں۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ کے اس فرمان سے بھی یہی مراد ہے:

مَا يَفْتَحُ اللَّهُ لِلنَّاسِ مِنْ رَحْمَةٍ فَلَا مُمْسِكَ لَهَا  
(ب، فاطر: ۲۲)

ترجمہ کنز الایمان: اللہ جو رحمت لوگوں کے لئے کھولے اس کا کوئی روکنے والا نہیں۔

اور یہ رحمت اُن دلوں پر اللہ عزوجل کے ابدی رحم و کرم کا فیضان ہوتا ہے جو اس کے طالب ہوتے ہیں اور اسی کی طرف نبی مکرّم، نور مجسم، رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے اس فرمان میں اشارہ فرمایا:

ان لربکم فی ایام دھریکم نفاحات الا فتعروضوا لہا۔  
ترجمہ: بے شک تمہارے ایام زندگی میں تمہارے رب کی طرف سے کچھ خوشگوار جھونکے ہیں، سنو! ان کو ضرور حاصل کرتے رہا کرو۔

(المعجم الاوسط، الحدیث ۲۸۵۶، ج ۲، ص ۱۵۵)

تعرض سے مراد تزکیہ کے ساتھ فلاح و سعادت حاصل کرنا ہے۔ اللہ رب العزت ارشاد فرماتا ہے:

قد افلح من زکھا 0 (ب ۳۰، الشمس: ۹)

ترجمہ کنز الایمان: بے شک مراد کو پہنچایا جس نے اسے ستر کیا۔

اور اعراض سے مراد دل کو روک کر بدبختی کا مستحق ہونا ہے۔

اللہ عزوجل کا فرمان ہے:

وقد خاب من دسها 0 (ب ۳۰، الشمس: ۱۰)

ترجمہ کنز الایمان: اور نامراد ہوا جس نے اسے معصیت میں چھپایا۔

اور جب بندے کی طرف سے ارادے کو ظاہر کرنے کا کہا جائے تو اس کی مثال دعا کرنا اور ہدایت کے نزول کو طلب کرنا ہے اور اگر یہ بندے کے لئے اللہ عزوجل کی طرف سے بغیر طلب نزول و سبب کے ہو تو اس کی مثال نزول فرماتا ہے۔ اللہ کے محبوب، دانائے غیوب، منزّہ عن الغیوب عزوجل و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے اس فرمان میں اسی طرف اشارہ ہے:

ینزل اللہ تعالیٰ کُلَّ لیلۃٍ الی سماء الدنیا۔  
ترجمہ ہر رات اللہ عزوجل آسمان دنیا کی طرف تجلی فرماتا ہے۔

(المسند للامام احمد بن حنبل، حدیث جبیر بن مطعم، الحدیث ۱۶۷۴۷، ج ۵، ص ۶۱۷-۶۱۸)

اور حدیث قدسی میں ہے کہ اللہ عزوجل ارشاد فرماتا ہے

لقد طال شوق الأبرار الی لقائی، وانا الی لقائهم  
لأشدّ شوقاً۔  
ترجمہ: میرے نیک بندوں کا میری ملاقات کے لئے شوق بڑھ گیا اور مجھے بھی ان کی ملاقات کا بہت زیادہ شوق ہے۔

(فردوس الاخبار للذیلمی، باب الباء، الحدیث ۸۱۲۶، ج ۲، ص ۴۶۲)

ایک اور حدیث قدسی میں ہے:

من تقرب الی شبرا تقربت الیہ ذراعا۔  
ترجمہ: جو شخص ایک بالشت میرے قریب ہوتا ہے میں ایک ہاتھ اس کے قریب ہو جاتا ہوں۔

(صحیح مسلم، کتاب التوبة، باب فی الحص علی التوبة والفرح بہا، الحدیث ۶۹۵۲، ص ۱۱۵۳)

مختصر یہ کہ تم جان لو! بے شک اللہ عزوجل کا جو اس بات کا تقاضا کرتا ہے کہ سعادت بغیر کسی نخل کے حاصل ہو اور اللہ عزوجل کا کرم سردی (یعنی دائمی) اس بات کا تقاضا کرتا ہے کہ دل اصل فطرت میں اس سعادت کے قبول کرنے کو تیار رہے اور اسی کی طرف نبی کریم، رؤوف رحیم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے اس فرمانِ عالیشان میں اشارہ ہے:

كُلُّ مَوْلُودٍ يُوَلَّدُ عَلَى الْفِطْرَةِ.

ترجمہ: ہر بچہ (دین) فطرت پر پیدا ہوتا ہے۔

(صحیح البخاری، کتاب الجنائز، باب ما قبل فی اولاد المشرکین، الحدیث ۱۳۸۵، ص ۱۰۸)

اللہ عزوجل کا فرمانِ ذیشان ہے:

﴿۱﴾ فِطْرَتَ اللَّهِ الَّتِي فَطَرَ النَّاسَ عَلَيْهَا (ب ۲۱، الروم: ۳۰)

ترجمہ کنز الایمان: اللہ کی ڈالی ہوئی بنا جس پر لوگوں کو پیدا کیا۔

﴿۲﴾ لَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنْسَانَ فِي أَحْسَنِ تَقْوِيمٍ (ب ۳۰، التین: ۴)

ترجمہ کنز الایمان: بے شک ہم نے آدمی کو اچھی صورت پر بنایا۔

ہاں! اس کے بعد ان دو امور کے درمیان دیگر ایسے امور آجاتے ہیں جو (اللہ عزوجل کی عظمت و جلال سے) مانع اور غافل کرنے والے ہوتے ہیں اور وہ خواہشات، خباثت اور مشاغل ہیں۔ چنانچہ جب یہ موانع ختم ہو جاتے ہیں تو امور اصل مقتضیات کی طرف لوٹ جاتے ہیں اور دل پر اللہ عزوجل کی عظمت اور اس کا جلال ظاہر ہو جاتا ہے اور وہ ہمیشہ کی سعادت تک پہنچ جاتا ہے پس کسی چیز میں سے برتن میں جتنا ڈالا جاتا ہے اتنا ہی وہ غیر کے لئے وسعت اختیار کرتا ہے۔

اللہ عزوجل نے ارشاد فرمایا:

الرَّبِّيُّونَ وَالْأَخْبَارُ (ب ۶، المائدة: ۴۴)

ترجمہ کنز الایمان: عالم اور فقیہ۔

جس شخص کو یہ سعادت حاصل ہو جاتی ہے وہ معزز فرشتوں کی طرح ہو جاتا ہے اور ربانی (یعنی اللہ والا) بن جاتا ہے۔ امیر المؤمنین، مولیٰ مشکل کشا حضرت سیدنا علی المرتضیٰ کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم کے فرمان میں اسی جانب اشارہ ہے۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ارشاد فرمایا: ”بے شک زمین میں اللہ عزوجل کے برتن ہیں اور وہ دل ہیں تو اللہ عزوجل کے نزدیک ان میں سے زیادہ پسندیدہ وہ برتن ہے جو نرم، صاف اور مضبوط ہو۔“ پھر آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس کی وضاحت کرتے ہوئے ارشاد فرمایا: ”جو دین میں زیادہ مضبوط، یقین میں زیادہ صاف اور اپنے بھائیوں کے لئے زیادہ نرم ہیں۔“

اللہ عزوجل کے اس فرمان میں اسی طرف اشارہ ہے:

أَوْ كَظُلْمٍ فِي بَحْرِ لَجِيٍّ (ب ۱۸، النور: ۴۰)

ترجمہ کنز الایمان: یا جیسے اندھیریاں کسی کندھے کے (مہرائی

والے) دریا میں۔

یہ منافق کے دل کی مثال ہے۔ حضرت سیدنا زید بن اسلم رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں، اللہ عزوجل کے فرمان عالیشان: ”فِي لَوْحٍ مَّحْفُوظٍ“ (پ ۳۰، البروج: ۲۲) ترجمہ کنز الایمان: اور لوح محفوظ میں۔“ سے مراد مومن کا دل ہے۔

جان لو! بے شک انسان میں اپنی فطرت اور ترکیب کے اعتبار سے چار قسم کی صفات کی آمیزش ہوتی ہے: (۱) درندوں والی صفات (۲) جانوروں والی صفات (۳) شیطانی صفات اور (۴) ربانی صفات۔ چنانچہ جب اس پر غصہ مسلط ہو تو درندوں والے کام کرتا ہے اور جب اس پر شہوت غالب ہو تو جانوروں والے کام کرتا ہے اور انسان پر ان دو صفات کی وجہ سے اور حرص، قہر، غلبہ، فریب اور دھوکا میں مبتلا ہونے کی وجہ سے شیطانی صفات غالب آجاتی ہے اور اس حیثیت سے کہ حقیقت میں روح امر ربانی ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

قُلِ الرُّوحُ مِنْ أَمْرِ رَبِّي (پ ۱۰، بنی اسرائیل: ۸۵) ترجمہ کنز الایمان: تم فرماؤ: روح میرے رب کے حکم سے ایک چیز ہے۔

تو وہ (یعنی نفس) اپنے لئے رب ہونے کا دعویٰ کرتا ہے، حاکمیت پسند کرتا ہے اور اطاعت کو ترک کر دیتا ہے اور جب علم و معرفت کی طرف منسوب کیا جائے تو خوش ہو جاتا ہے اور جب اسے جاہل کہا جائے تو غمگین ہو جاتا ہے۔

جب تم نے یہ بات جان لی تو یہ بھی جان لو کہ عبادات میں مشغول ہونے اور ان پر ہمیشگی اختیار کرنے کا مقصد یہ ہے کہ دل نامناسب باتوں سے اچاٹ ہو جائے اور ایسی باتیں باقی رہیں جن کا دل میں رکھنا ضروری ہے۔

یہ بات ان شاء اللہ عزوجل عنقریب ریاضت نفس کے باب میں مذکور کی جائے گی اور جان لو! علم صالح کا دل کے لئے حاصل ہونا اگر سیکھنے اور مقدمات کی تقدیم کے طریقے سے ہو تو یہ علماء کا طریقہ ہے اور جو اس کے علاوہ ہے وہ صوفیاء کا طریقہ ہے اور وہ کشف و مشاہدہ کے ذریعے علم کا حصول ہے۔

چنانچہ اس کی دو اقسام ہیں، ان میں ایک کی مثال نفس میں الہام کا واقع ہونا ہے اور یہی دل میں کسی چیز کا ڈالنا ہے۔ حسن اخلاق کے پیکر، نبیوں کے تاجور، محبوب رب اکبر عزوجل و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان والا شان ہے: ”بے شک روح القدس (یعنی حضرت سیدنا جبریل علیہ السلام) نے میرے دل میں یہ بات ڈالی ہے کہ جس سے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم چاہیں محبت کریں، بے شک آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اس سے علیحدہ ہونے والے ہیں، جو چاہیں عمل کریں، بے شک آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو اس کا بدلہ دیا جائے گا اور جتنی چاہیں زندگی گزاریں بالآخر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا وصال ظاہری ہونا ہے۔“

(شعب الایمان للبیہقی، باب فی الزهد وقصر الأمل، الحدیث ۱۰۵۴۱، ج ۷، ص ۳۴۹، بتغییر)

اور ایک دوسری قسم ہے جو الہام کی جنس سے ہے۔ وہ یہ ہے کہ حقائق انسان پر ظاہر ہو جائیں اور وہ ان موکل فرشتوں کو

بھی دیکھ لے، جن سے وہ فائدہ حاصل کرتا ہے۔

یہ بات آپ پہلے جان چکے ہیں، کہ اشیاء کے حقائق لوح محفوظ میں منقوش ہوتے ہیں، پس جب دل صاف شفاف شیشے کی طرح ہو جاتا ہے، تو جب بھی حجاب اٹھتا ہے اور شیشہ لوح محفوظ کے سامنے ہوتا ہے، تو اس میں علوم کے حقائق ظاہر ہو جاتے ہیں اور حجاب کا اٹھنا کبھی نیند میں ہوتا ہے اور کبھی بیداری میں اور یہی صوفیاء کی عادت ہے۔ اور کبھی حجاب کا اٹھنا محض اللہ عزوجل کے لطف و کرم کی ہواؤں کے چلنے سے ہوتا ہے جو بندے کی طرف سے بغیر کسی سبب اور تیاری کے ہوتا ہے۔ چنانچہ دل کے لئے غیب کے حجاب سے علوم کے کچھ اسرار واضح ہو جاتے ہیں اور اس کشف کی تکمیل موت سے ہوتی ہے اور کبھی موت سے کلی طور پر حجاب اٹھ جاتا ہے، اسی کی طرف شہنشاہ مدینہ، قرار قلب و سینہ، صاحب معطر پینہ، باعث نزول سیکنہ، فیض گنجینہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے فرمان میں اشارہ فرمایا: ”النَّاسُ نِيَامٌ فَإِذَا مَاتُوا انْتَبَهُوا ترجمہ: لوگ سوئے ہوئے ہیں، جب انہیں موت آئے گی تو بیدار ہو جائیں گے۔“

(حلیۃ الاولیاء، سفیان الثوری، الحدیث ۹۵۷۶، ج ۷، ص ۵۴)

اور صوفیاء کا دل کی صفائی کا طریقہ بھی موت کے قریب ہے اسی وجہ سے وہ لوگ علم سیکھنے میں مصروف نہیں ہوتے بلکہ دل کی صفائی اور علاقہ دنیا سے قطع تعلق میں مشغول رہتے ہیں تاکہ یہ چیز کلی طور پر اللہ عزوجل کی طرف متوجہ ہونے کا سبب بن جائے پھر وہ اپنا معاملہ اللہ عزوجل کے سپرد کر دیتے ہیں، پس وہ ان کے دل پر ظاہر ہونے والے انوار و تجلیات کو زیادہ جانتا ہے، اور یہی انبیاء کرام اور اولیاء عظام رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کا طریقہ ہے کہ وہ پڑھنے پڑھانے سے علوم و حقائق حاصل نہیں کرتے بلکہ وہ علوم و معارف کے خزانے پاتے ہیں اور ان کے ذریعے (ظاہری طور پر) علم حاصل کرنے سے مستغنی ہو جاتے ہیں۔ سیکھنے والے علم اور ان کے طریقہ کی مثال کنز اور کیمیاء ہے اور جب تک تو کنز (یعنی اصلی خزانہ) پر مطلع نہ ہو جائے علم کے حاصل کرنے کو نہ چھوڑے کیونکہ اس طرح کرنا ہلاکت کا سبب ہے۔

## علوم کے اعتبار سے دل کی حالت نیز علماء ظاہر

### اور صوفیاء کے طریقے میں فرق کا بیان

اے بھائی جان لے! دل کے دو دروازے ہیں۔ ایک دروازہ وہ ہے جو عالم حواس کی طرف ہے۔ اور دوسرا وہ ہے جو عالم غیب کی طرف ہے۔ نیند میں کچھ غور و فکر کرنے سے اس بات کی سچائی سامنے آتی ہے کیونکہ تو نیند میں عجائبات دیکھتا ہے اور

لے حواس سے حواسِ خمسہ مراد ہیں اور ان پانچ حواس یعنی دیکھنے، سننے، بوگھنے، چکھنے اور چھونے کی قوتوں کو حواسِ خمسہ کہتے ہیں۔ (فیروز اللغات، ص ۵۷۶)

پیش کش: مجلس المدینۃ العلمیہ (دعوتِ اسلامی)

تیرے لئے غیب ظاہر ہو جاتا ہے اور وہ چیز بھی ظاہر ہو جاتی ہے جو کچھ مدت بعد واقع ہوگی اور بیداری میں یہ دروازہ انبیاء کرام اور اولیاء عظام رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے لئے کھلتا ہے اور یہ چیز اس کے لئے ہے جو اپنے دل کو ماسوی اللہ عزوجل سے پاک کر کے مکمل طور پر اسی کی طرف متوجہ ہو جائے۔ حضور نبی کریم، رؤف رحیم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے فرمان میں اسی طرف اشارہ فرمایا: "سَبَقَ الْمُفْرَدُونَ ترجمہ: مفردوں سبقت لے گئے۔" آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ بے کس پناہ میں عرض کیا گیا: "یا رسول اللہ عزوجل صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم! مفردوں کون ہیں؟"

آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "جو اللہ عزوجل کے ذکر میں کوشش کرتے ہیں ذکر الہی عزوجل ان کے بوجھوں کو ہلکا کر دے گا اور وہ بروز قیامت ہلکے پھلکے ہوں گے۔" (پھر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے اللہ عزوجل کی طرف سے خبر دیتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ) اللہ عزوجل ان کا وصف بیان کرتے ہوئے فرماتا ہے: "میں ان کی طرف اپنی رحمت سے متوجہ ہوتا ہوں، کیا تم دیکھتے نہیں کہ میں جن کی طرف اپنی نظر رحمت فرماتا ہوں کیا کوئی جانتا ہے کہ میں انہیں کیا عطا فرمانا چاہتا ہوں؟" پھر نبی اکرم، نور مجسم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے مزید ارشاد فرمایا: (اللہ عزوجل ارشاد فرماتا ہے کہ) "پہلے میں ان کے دلوں میں اپنا نور داخل فرمادیتا ہوں، چنانچہ وہ میرے بارے میں یوں خبر دیتے ہیں جیسے میں ان کے بارے میں خبر دیتا ہوں۔"

(جامع الترمذی، کتاب الدعوات، باب سبق المفردون، الحدیث ۳۵۹۶، ص ۲۰۲۲، مختصراً۔ وبتغییر)

پس ان تمام خبروں کا دخول دل کے اس دروازے سے ہوتا ہے جو علم غیب کی طرف ہوتا ہے اور وہی علم الہی ہے۔ بعض صوفیاء فرماتے ہیں: دل میں غیب کی طرف ایک روشن دان ہوتا ہے۔

اب ہم ایک حکایت کے ذریعے علماء ظاہر اور صوفیاء کے طریقے کے درمیان فرق بیان کرتے ہیں۔

منقول ہے، چین اور روم والوں نے کسی بادشاہ کے سامنے نقش و نگار اور تصاویر بنانے کے سلسلے میں باہم مقابلہ کیا۔

بادشاہ نے اپنی رائے کے مطابق ایک مکان ان کے سپرد کر دیا کہ اس کی ایک جانب چین والے نقش و نگار کریں اور دوسری جانب

روم والے۔ اور درمیان میں پردہ ڈال دیا تاکہ وہ ایک دوسرے کا کام دیکھ نہ سکیں، روم والوں نے اپنی طرف بے شمار عجیب و غریب

قسم کے خوبصورت نقش و نگار کئے اور چین والوں نے اپنی طرف کی دیوار کو خوب اچھی طرح صاف شفاف کر کے شیشے کی مثل بنا دیا۔

جب اہل روم فارغ ہو گئے تو چین والوں نے کہا: ہم بھی فارغ ہو گئے ہیں۔ بادشاہ کو ان پر تعجب ہوا کہ وہ کسی قسم کا نقش و نگار کئے بغیر

کیسے فارغ ہو گئے؟ تو انہوں نے کہا: آپ کو اس پر کیا اعتراض ہے؟ آپ پردہ اٹھا کر دیکھ لیجئے۔ جب پردہ اٹھایا گیا تو روم والوں

کے بنائے ہوئے نقش و نگار چین والوں کی چمکائی ہوئی دیوار میں چمک رہے تھے کیونکہ وہ دیوار کو صاف کرتے اور چمکاتے رہے جبکہ

دوسرے صرف نقش و نگاری میں مصروف رہے۔ (فیض القدیر شرح الجامع الصغیر، تحت الحدیث ۲۴۱۹، ج ۲، ص ۶۴۸)

(امام محمد غزالی علیہ رحمۃ اللہ الوالی اس حکایت کو نقل کرنے کے بعد ارشاد فرماتے ہیں:)"اسی طرح صوفیاء کرام اپنے دل کو صاف کرتے اور چمکاتے رہتے ہیں جب کہ دوسرے لوگ صرف نقش و نگاری میں مصروف رہتے ہیں، چنانچہ وہ چیز جو علماء پر ظاہر نہیں ہوتی وہ صوفیاء کرام رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین پر زیادہ جھک و تمک کے ساتھ ظاہر ہو جاتی ہے اور علماء نے جو کچھ حاصل کیا ہوتا ہے اس کے علاوہ صوفیاء پر ایسے امور ظاہر ہوتے ہیں علم حاصل کر کے جن تک پہنچنے کا تصور بھی نہیں کیا جاسکتا۔"

حضور نبی کریم، رؤوف رحیم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے اس فرمانِ عالیشان میں اسی طرف اشارہ فرمایا:

مَا لَأَعْيُنٍ رَأَتْ وَلَا أُذُنٌ سَمِعَتْ وَلَا خَطَرَ عَلَيَّ  
 قَلْبٍ بَشَرٍ۔

ترجمہ: (وہ ایسی نعمتیں ہیں) جنہیں کسی آنکھ نے دیکھا، نہ کسی کان نے سنا اور نہ ہی کسی انسان کے دل میں ان کا گمان گزرا۔

(صحیح البخاری، کتاب بدء الخلق، باب ماجاء فی صفة الجنة وأنها مخلوقة، الحدیث ۳۲۴۴، ص ۲۶۳)

حُسنِ اخلاق کے پیکر، نبیوں کے تاجور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا فرمانِ ذیشان ہے کہ اللہ عزوجل ارشاد فرماتا ہے:

أَيَعْلَمُ أَحَدٌ إِذَا وَاجَهْتَهُ بِوَجْهِئِ أَيِّ شَيْءٍ أُرِيدُ أَنْ  
 أُعْطِيَهُ۔

ترجمہ: کیا کوئی جانتا ہے جب میں کسی کی طرف اپنی رحمت کے ساتھ متوجہ ہوتا ہوں تو میں اسے کیا دینا چاہتا ہوں۔

یہی وہ زندگی ہے، جو اللہ عزوجل کے اس فرمان سے مراد ہے:

إِذَا دَعَاكُمْ لِمَا يُحْيِيكُمْ ج (ب ۹۹، انفال: ۲۴)

ترجمہ کنز الایمان: جب رسول تمہیں اس چیز کے لئے بلائیں جو تمہیں زندگی بخشنے گی۔

پس اس وقت دل نہیں مرتا۔

حضرت سیدنا حسن بصری علیہ رحمۃ اللہ الغنی نے ارشاد فرمایا: "مٹی ایمان کے محل (کی جگہ) کو نہیں کھاتی۔"

چنانچہ جب ہر شخص کے لئے اس کی محنت کے مطابق اجر ہے تو مومن اپنے انوار کے ذریعے اللہ عزوجل سے ملاقات کی کوشش کرتا ہے۔

حُسنِ اخلاق کے پیکر، نبیوں کے تاجور، محبوب رب اکبر عزوجل و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا فرمانِ عالی شان ہے: "بعض ایمان والوں کو پہاڑ کی مثل نور عطا کیا جائے گا اور بعض کو اس سے کم حتیٰ کہ ان میں سے آخری شخص کو پاؤں کے انگوٹھے پر نور عطا کیا جائے گا، کبھی وہ چمکنے لگے گا اور کبھی بجھ جائے گا۔ جب وہ روشن ہوگا تو یہ قدم بڑھاتے ہوئے چلے گا اور جب بجھ جائے گا تو یہ کھڑا ہو جائے گا اور پہل صراط سے بھی وہ اپنے نور کے مطابق گزریں گے۔ ان میں سے بعض پلک جھپکنے کی دیر میں گزر جائیں گے،

بعض بجلی چمکنے کی طرح، بعض بادلوں کی طرح، بعض ستارہ ٹوٹنے کی طرح اور بعض سرپٹ دوڑتے گھوڑے کی طرح گزریں گے۔ اور جس شخص کو قدموں کے انگوٹھے پر نور عطا کیا جائے گا وہ اپنے چہرے، ہاتھوں اور پاؤں پر گھسٹنا گزرے گا، ایک ہاتھ کو کھینچے گا تو دوسرا الٹک جائے گا، ایک پاؤں کھینچے گا تو دوسرا الٹک جائے گا۔ اس کے ارد گرد آگ پہنچ جائے گی پس (اس کے ساتھ) اسی طرح ہوتا رہے گا یہاں تک کہ وہ نجات پا جائے گا۔“ (المعجم الکبیر، الحدیث ۹۷۶۲، ج ۹، ص ۳۵۸)

اسی طرح ایمان کے درجات کے اعتبار سے (لوگوں میں) باہمی فرق ظاہر ہوگا۔

شہنشاہِ مدینہ، قرارِ قلب و سینہ، صاحبِ معطرِ پینہ، باعثِ نزولِ سکینہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان والا شان ہے:  
 لَوْ وُزِنَ إِيْمَانُ أَبِي بَكْرٍ بِإِيْمَانِ الْعَالَمِ سِوَى  
 تَرْجُمَةٌ: اگر ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ایمان کا انبیاء کرام  
 عَلَيْهِمُ السَّلَامِ کے علاوہ دوسرے لوگوں کے ایمان سے موازنہ کیا  
 جائے تو یہ بڑھ جائے گا۔

(شعب الایمان للبیہقی، باب القول فی زیادة الایمان ..... الخ، الحدیث ۳۶، ج ۱، ص ۶۹)

اس کی مثال اس طرح ہے جیسے کوئی شخص کہے: اگر سورج اور تمام چراغوں کی روشنی کا موازنہ کیا جائے تو سورج کی روشنی زیادہ ہوگی۔ لہذا لوگوں کا ایمان چراغ اور شمع کی روشنی کی طرح ہے، اولیاء کرام رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کا ایمان چاند ستاروں کی روشنی کی طرح ہے جبکہ انبیاء کرام علیہم السلام کے ایمان کی مثال سورج کی روشنی کی طرح ہے۔

## طریقہ صوفیاء کے صحیح ہونے کا بیان

حضرت سیدنا ابو برداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: ”مؤمن باریک پردے کے پیچھے سے دیکھتا ہے، اللہ عزوجل کی قسم! یہ حق بات ہے جو اللہ عزوجل ان کے دلوں میں ڈالتا اور زبانوں پر جاری کرتا ہے۔“  
 حضور نبی کریم، رؤوف رحیم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا فرمانِ عالی شان ہے:  
 اتَّقُوا فِرَاسَةَ الْمُؤْمِنِ فَإِنَّهُ يَنْظُرُ بِنُورِ اللَّهِ.  
 ترجمہ: مؤمن کی فراست سے ڈرو کیونکہ وہ اللہ عزوجل کے نور سے دیکھتا ہے۔

(جامع الترمذی، ابواب تفسیر القرآن، باب سورة الحجر، الحدیث ۳۱۲۷، ص ۱۹۶۸)

سرکارِ مدینہ، راحتِ قلب و سینہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا فرمانِ عالی شان ہے: اِنَّ مِنْ اُمَّتِي مُخَلِّئِينَ وَمُكَلِّمِينَ وَاِنْ عَمَرَ مِنْهُمْ. ترجمہ: بے شک میری امت میں کچھ مُخَلِّئِينَ و مُكَلِّمِينَ ہیں اور عمر فاروق انہی میں سے ہیں۔

(صحيح البخاری، كتاب فضائل اصحاب النبي ﷺ، باب مناقب عمر بن الخطاب ..... الخ، الحدیث ۳۶۸۹، ص ۳۰۰ بدون مُكَلِّمِينَ)

پیش کش: مجلس المدینۃ العلمیہ (دعوتِ اسلامی)



حضرت سیدنا ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی قراءت میں ”وَمَا أَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رَّسُولٍ وَلَا نَبِيٍّ“ کے بعد ”وَلَا مُنْحَدِّثٍ“ کے الفاظ بھی ہیں اور محدث سے مراد صدیقین ہیں۔

حاصل کلام یہ ہے کہ جس شخص نے اپنی عمر میں ایک بھی صحیح خواب دیکھا ہے دلائل کی ضرورت نہیں۔

اس پر بے شمار احادیث، روایات اور آیات دلالت کرتی ہیں۔

جان لو! دل کے عالم غیب کی طرف کھلنے والے دروازے کے مقابلہ میں ایک اور دروازہ ہے جو شیطان کی طرف کھلتا ہے اور شیطان کا بھی اسی طرح اثر ہوتا ہے جس طرح فرشتے کا اثر ہوتا ہے اور بری صفات دل کی طرف شیطان کے داخل ہونے کے راستے ہیں۔ جتنا بری صفات سے اجتناب کیا جائے اتنا ہی شیطان کے راستے تنگ یا بند ہو جاتے ہیں، اور بری صفات کو اپنانے سے شیطان پر وہ دروازے کشادہ ہو جاتے ہیں اور اگر تو ان دروازوں کو بند کر دے گا، تو دل حکمت کی جگہ اور فرشتوں کے نزول کی جگہ بن جائے گا اور اگر نہیں گھلا چھوڑ دے گا تو دل شیطان کی رہائش گاہ بن جائے گا اور اس باب کے بعد آنے والے ابواب شہوات کا قلع قمع کرنے اور دل کو ان سے خالی کرنے کے بارے میں آئیں گے۔ تم انہیں سمجھ لو بہت فائدہ ہوگا۔ وَاللَّهُ أَغْلَمُ بِالصَّوَابِ۔

### نماز میں آمین کہیں اور گناہ معاف کروائیں

فرمانِ مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم ہے: ”جب امام ”غَيْرِ الْمَفْضُوبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّالِّينَ“ کہے تو آمین کہا کرو کیونکہ جس کا قول فرشتوں کے قول کے موافق ہو جائے اس کے پچھلے گناہ معاف کر دیئے جاتے ہیں۔“ ایک روایت میں ہے کہ، ”جب تم میں سے کوئی آمین کہتا ہے تو فرشتے آسمانوں پر آمین کہتے ہیں، اگر ان دونوں کا قول موافق ہو جائے تو اس شخص کے پچھلے گناہ معاف کر دیئے جاتے ہیں۔“

ایک اور روایت میں ہے کہ ”جب امام ”غَيْرِ الْمَفْضُوبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّالِّينَ 0“ کہے تو تم آمین کہا کرو کیونکہ جس کا قول فرشتوں کے قول کے موافق ہو جائے تو اسکی وجہ سے مسجد میں موجود ہر شخص کی مغفرت کر دی جاتی ہے۔“ (صحیح بخاری، کتاب الاذان، باب جہر المأموم بالتأمين، رقم ۷۸۲، ج ۲، ص ۲۷۵)

## ریاضتِ نفس کا بیان

باب 22:

اس میں چند فصول ہیں:

رسول اکرم، نبی مکرم، نور مجسم، شہنشاہ بنی آدم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا فرمانِ عالیشان ہے:

رَجَعْنَا مِنَ الْجِهَادِ الْأَصْغَرِ إِلَى الْجِهَادِ الْأَكْبَرِ۔ ترجمہ: ہم چھوٹے جہاد سے بڑے جہاد کی طرف پلٹے۔

(الزهد الكبير للبيهقي، الجزء الثاني، فصل في ترك الدنيا ومخالفة النفس والهوى، الحديث 373، ص 165، مفہوماً)

جان لو! نفس کی کچھ بیماریاں ہیں جن سے اس کا پاک و صاف ہونا ضروری ہے اس طرح وہ ہمیشہ کی سعادت اور اللہ

عزوجل کا قرب حاصل کر سکتا ہے۔

حسنِ اخلاق کی فضیلت آپ پہلے جان چکے ہیں۔

حضور نبی پاک، صاحبِ لؤلؤ لاک، سیاحِ افلاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

إِنَّ حُسْنَ الْخُلُقِ يُذِيبُ الْخَطِيئَةَ كَمَا تُذِيبُ

ترجمہ: بے شک اچھے اخلاق گناہ کو اس طرح مٹا دیتے ہیں

الشَّمْسُ الْجَلِيدُ۔ جس طرح سورج برف کو پگھلا دیتا ہے۔

(شعب الایمان للبیہقی، باب فی حسن التخلق، الحدیث 8036، ج 6، ص 247-248)

حضرت سیدنا عبدالرحمن بن سمرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ارشاد فرماتے ہیں کہ ہم نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر

تھے، نور کے پیکر، تمام نبیوں کے سرور، دو جہاں کے تاجور، سلطانِ بحر و بر صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ”گذشتہ رات

میں نے ایک عجیب بات دیکھی، میں نے اپنی امت کے ایک شخص کو دیکھا جو اپنے گھٹنوں کے بل جھکا ہوا تھا، اس کے اور اللہ

عزوجل کے درمیان حجاب تھا پس حسنِ اخلاق آیا اور اس نے اسے اللہ عزوجل کے قرب میں پہنچا دیا۔“

(مکارم الاخلاق للخرائطی، باب ثواب حسن الخلیق و جسیم خطرہا، الحدیث 49، ج 1، ص 52)

## اچھے اور بُرے اخلاق کا بیان:

کہا جاتا ہے کہ فلاں اچھے خَلْق اور اچھے خَلْق یعنی اچھے ظاہر و باطن والا ہے۔ ظاہر کا حسن خوبصورتی ہے جیسا کہ آپ

جانتے ہیں اور باطنی حسن سے مراد بُری صفات پر اچھی صفات کا غالب ہونا ہے اور باطن میں تفاوت (یعنی فرق)، ظاہر میں تفاوت

سے زیادہ ہوتا ہے اور اسی کی طرف اللہ عزوجل نے اپنے اس فرمانِ اقدس میں اشارہ فرمایا،

پیش کش: مجلس المدینۃ العلمیہ (دعوتِ اسلامی)

چنانچہ ارشادِ خداوندی عزوجل ہے:

إِنِّي خَالِقٌ مِّنْ طِينٍ ۖ فَإِذَا سَوَّيْتُهُ وَنَفَخْتُ  
فِيهِ مِنْ رُّوحِي (پ ۲۳، ص: ۷۱-۷۲)

ترجمہ کنز الایمان: میں مٹی سے انسان بناؤں گا پھر جب میں  
اسے ٹھیک بنا لوں اور اس میں اپنی طرف کی روح پھونکوں۔

اللہ عزوجل نے اس آیت مبارکہ میں آگاہ فرمایا کہ انسان کی ظاہری صورت مٹی سے بنی ہوئی ہے اور اس کی باطنی صورت اللہ عزوجل کے عالمِ امر سے ہے۔ لہذا احسن خلق سے ہماری مراد باطنی صورت کا اچھا ہونا ہے پس جس قدر بندہ بڑی صفات سے کنارہ کشی اختیار کرتا ہے، اس کے بدے میں اچھی صفات پائی جاتی ہیں، پس یہی اچھے اخلاق ہیں اور احسن اخلاق کی مکمل صورت اللہ کے رسول، رسول مقبول عزوجل صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے لئے ہے، کیونکہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم احسن اخلاق کے اس معنی میں درجہ کمال پر فائز ہوئے۔

نبی مکرم، نور مجسم، رسول اکرم، شہنشاہ بنی آدم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا فرمانِ عالی شان ہے: "حَسِّنُوا اخْلَاقَكُمْ تَرْجَمَ: اپنے اخلاق کو سنوارو۔" (جامع الترمذی، ابواب البر والصلة، باب ما جاء فی معاشرۃ الناس، الحدیث ۱۹۸۷، ص ۱۸۵۱، مفہوماً) آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے یہ فرما کر اس بات سے آگاہ فرمایا، کہ اخلاق تبدیلی کو قبول کرتے اور تصرف سے متاثر ہوتے ہیں۔ لہذا تجھے غصہ، شہوت اور حرص سے بچنے کی کوشش کرنی چاہئے اور یہ تمام صفات حکمِ شرع کے مطابق ہونی چاہئیں پس جب تو ایسا کرے گا تو مقصد حاصل ہو جائے گا اور یہ چیز ناپسندیدہ اشیاء پر صبر کرنے اور مجاہدہ سے حاصل ہوتی ہے تاکہ اس کے بعد یہ عادت بن جائے۔

سید المبلغین، رحمۃ اللعلمین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا فرمانِ والا شان ہے: "الْخَيْرُ عَادَةُ تَرْجَمَ: بہترین چیز عادت ہے۔" (سنن ابن ماجہ، کتاب السنۃ، باب فضل العلماء والحث علی طلب العلم، الحدیث ۲۲۱، ص ۲۴۹۰)

مثال کے طور پر جو شخص اصل فطرت سے سخی نہ ہو تو وہ تکلف سے اس عادت کو اپناتا ہے اور اسی طرح جس کی تخلیق تو وضع پر نہ ہو تو اسے اس چیز کو عادت بنانے میں مشقت ہوتی ہے اور اسی طرح وہ تمام صفات جن کا علاج ان کی ضد کے ساتھ کیا جاتا ہے شی کہ مقصد حاصل ہو جائے چنانچہ عبادات پر بیگلی اور خواہشات کی مخالفت باطنی صورت کو حسین بنا دیتے ہیں اور اللہ عزوجل سے انس حاصل ہو جاتا ہے۔

شہنشاہ خوش نصال، پیکرِ حسن و جمال، دافعِ رنج و ملال، صاحبِ بھو و نوال، رسولِ بے مثال، بی بی آمنہ کے لال مٹی

اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا فرمانِ عالی شان ہے:

أَعْبُدِ اللَّهَ فِي الرِّضَا فَإِنْ لَمْ تَسْتَطِعْ فِيهِ الصَّبْرِ  
ترجمہ: اللہ عزوجل کی عبادت رضا مندی سے کرو اگر ایسا نہ  
ہو سکے تو ناگوار بات پر صبر کرنے میں بہت زیادہ بھلائی ہے۔  
عَلَى مَا تَكْرَهُ خَيْرٌ كَثِيرٌ.

(شعب الایمان للبیہقی، باب فی الصبر علی المصائب، فصل فی ذکر ما فی الأوجاع..... الخ، الحدیث ۱۰۰۰۰، ج ۷، ص ۲۰۳، بتغییر)

پس ابتداء میں صبر کر یہاں تک کہ تو راضی ہو جائے، کیونکہ اصل فطرت بھی باطنی صورت کے حسن کا تقاضا کرتی ہے اور اسی طرف مائل ہوتی ہے اور نبی اکرم، رسولِ مختتم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے اس فرمانِ عالی شان میں اسی جانب اشارہ فرمایا: "الْحَسَنَةُ بَعَشْرُ أَمْثَالِهَا تَرْجَمَهُ: ایک حسنہ دس نیکیوں کے برابر ہے۔"

(صحیح البخاری، کتاب الصوم، باب فضل الصوم، الحدیث ۱۸۹۴، ص ۱۴۸)

اور یہی اصل فطرت کی موافقت ہے۔

## اخلاق سنوارنے کا تفصیلی طریقہ

بے شک ہم جان چکے ہیں، کہ جسم کی بیماری کا علاج اس کی ضد کے ساتھ ہوتا ہے۔ اسی طرح مرضِ دل کا معاملہ ہے۔ اور یہ چیز لوگوں کے مختلف ہونے کے اعتبار سے مختلف ہوتی ہے کیونکہ طبیعتیں مختلف ہوتی ہیں اور شیخ اپنی قوم میں اس طرح ہوتا ہے، جیسے نبی اپنی امت میں، وہ مرید کا حال دیکھتا ہے اور اس پر غالب آنے والی صفات کو جانتا ہے اور ان چیزوں کو بھی جانتا ہے جن سے مرید کا علاج ممکن ہوتا ہے، لہذا وہ اسے ابتدائی مرحلے میں عبادات، کپڑوں کو پاک و صاف رکھنے، نمازوں پر پابندی اختیار کرنے اور تنہائی میں اللہ عزوجل کا ذکر کرنے میں مشغول رکھتا ہے۔ پس اس طرح اس کے پوشیدہ عیوب ظاہر ہو جاتے ہیں جس طرح پتھر میں چھپی آگ (ایک پتھر کو دوسرے پر مارنے سے) ظاہر ہو جاتی ہے اور اگر اس کے پاس زائد مال ہو تو شیخ اسے لے کر محتاجوں میں بانٹ دیتا ہے تاکہ اس کا دل فارغ ہو جائے اور اس کے دل کا فارغ ہونا ہی اصل چیز ہے۔ پھر اس کے غیر کے دل کا فارغ ہونا اس کے مال کے لئے وبال ہے اور اس کے غموں کو بڑھاتا ہے اور ان غموں کی برکت سے اس پر اس کا مقصود آسان ہو جاتا ہے اور تہذیبِ اخلاق کا طریقہ یہ بھی ہے، کہ اس کی بعض صفات کو دوسری صفات پر مسلط کر دیا جائے۔ چنانچہ وہ عارضی ریاء کے ذریعے سخاوت میں رغبت اختیار کرے (جبکہ اسے دل میں نہ جمنے دے)، تاکہ وہ بخل، دنیا کی محبت اور اس کے جمع کرنے کو ترک کر دے اور غصہ و شہوت کا استعمال ترک کر دے، تاکہ وہ اسے پاکدامنی اور درستگی پر ابھارے، پھر اس کے بعد ریاکاری کی طرف متوجہ ہو اور ریاضت کی مدت میں حاصل ہونے والی دین کی قوت اور اللہ عزوجل کی طرف اپنی توجہ کے ذریعے اس کا قلع قمع کر

دے اور نفس کی ضد کے ساتھ عبادات کی پابندی کر کے اس کا علاج کرنے اور بعض شیوخ کے بارے میں مروی ہے، کہ اگر ان کا نفس رات کے کسی حصہ میں قیام سے سستی کرنا، تو ایک مدت تک سر کے بل کھڑا ہونا اس پر لازم کر دیتے، تاکہ وہ قدموں پر کھڑا ہونا خوشی سے اختیار کرے اور اسے غنیمت جانے۔

### نفس کے عیوب پہچاننے کا بیان:

سرکار والاخبار، ہم بے کسوں کے مددگار، شفیع روز شمار، دو عالم کے مالک و مختار، حبیب پروردگار عزوجل و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان والا شان ہے:

ترجمہ: جب اللہ عزوجل کسی بندے کے ساتھ بھلائی کا ارادہ  
اِذَا ارَادَ اللّٰهُ بِعَبْدٍ خَيْرًا بَصَّرَهُ بِعُيُوبِ نَفْسِهِ.  
فرماتا ہے تو اسے اس کے عیوب دکھا دیتا ہے۔

(شعب الایمان للبیہقی، باب فی الزهد وقصر الأمل، الحدیث ۱۰۵۳۵، ج ۷، ص ۲۴۷)

اپنے عیوب پہچاننے کے طریقوں میں سے سب سے بہترین طریقہ یہ ہے، کہ انسان اپنے مُرشد کے سامنے بیٹھے اور اس کے حکم کے مطابق عمل کرے، کبھی اسی وقت اس پر اپنے عیوب ظاہر ہو جاتے ہیں اور کبھی اس کا مُرشد اسے اس کے عیوب سے آگاہ کر دیتا ہے۔ یہ طریقہ سب سے اعلیٰ و بہترین ہے، مگر آج کل یہ بہت مشکل ہے۔ دوسرا طریقہ یہ ہے کہ کوئی نیک دوست تلاش کرے، جو اس معاملہ کے اسرار سے واقف ہو، اس کی صحبت اختیار کرے اور اسے اپنے نفس کا نگران بنائے، تاکہ وہ اس کے احوال کو ملاحظہ کر کے اس کے عیوب سے آگاہ کرے۔ اکابر ائمہ دین اسی طرح کیا کرتے تھے۔

امیر المؤمنین حضرت سیدنا عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ ارشاد فرماتے تھے: ”اللہ عزوجل اس شخص پر رحم فرمائے جو مجھے میرے عیوب بتائے۔“ جب حضرت سیدنا سلمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان سے اپنے عیوب کے بارے میں پوچھا: ”کیا آپ تک میری کوئی ایسی بات پہنچی ہے جو آپ کو ناپسند ہو؟“ انہوں نے بتانے سے معذرت کی، لیکن آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اصرار کیا تو حضرت سیدنا سلمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کی: ”میں نے سنا ہے کہ آپ اپنے دسترخوان پر دو سالن جمع کرتے ہیں اور آپ کے پاس دو جوڑے ہیں، ایک دن کا اور ایک رات کا۔“ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پھر پوچھا: ”اس کے علاوہ بھی کوئی بات پہنچی ہے؟“ تو انہوں نے عرض کی: ”نہیں۔“ امیر المؤمنین حضرت سیدنا عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ارشاد فرمایا: ”اگر صرف یہی دو ہیں تو میں انہیں کافی ہو جاؤں گا۔“

حضرت سیدنا حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو کہ منافقین کی پہچان کے معاملے میں رسول اللہ عزوجل و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے

رازدار تھے، امیر المؤمنین حضرت سیدنا عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان سے پوچھتے: کیا آپ کو مجھ میں منافقت کے آثار نظر آتے ہیں؟ تو امیر المؤمنین حضرت سیدنا عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس قدر بلند مرتبہ اور عظیم منصب پر فائز ہونے کے باوجود اس طرح اپنے نفس کو اس قدر تہمت لگاتے تھے۔

اگر تجھے کوئی دوست نہ ملے تو اپنے حاسدین کی باتوں پر غور کر، تو ایسے حاسد کو پائے گا جو تیرے عیبوں کا متلاشی ہوتا ہے اور اس میں اضافہ کرتا ہے، پس تو اس سے فائدہ اٹھا اور اس کی طرف سے بتائے جانے والے تمام عیوب کے ساتھ اپنے نفس کو مہتمم جان اور اگر کوئی شخص تجھے تیرے عیب بتائے تو اس پر غضب و غصہ نہ کر کیونکہ عیوب سانپ اور بچھو ہیں جو دنیا و آخرت میں تجھے ڈستے ہیں۔ کیونکہ جو شخص تجھے بتائے کہ تیرے کپڑوں کے نیچے سانپ ہے تو تو اس شخص کا احسان مند ہوتا ہے، لیکن اگر تو اس پر غصہ کرے تو یہ آخرت میں تیرے ایمان کی کمزوری پر دلیل ہے۔ اور اگر تو اس کی نصیحت سے فائدہ اٹھائے تو یہ تیری قوت ایمانی پر دلیل ہے اور جان لے کہ ناراض ہونے والی آنکھ برائیوں کو ظاہر کرتی ہے، اور ایمان کا قوی ہونا تجھے اس وقت فائدہ دے گا جب تو حاسدوں کی ملامت کو غنیمت جانے اور ان عیوب سے بچے۔

حضرت سیدنا عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام سے پوچھا گیا: ”آپ کو ادب کس نے سکھایا؟“ آپ علیہ السلام نے ارشاد فرمایا: ”مجھے کسی نے ادب نہیں سکھایا، میں نے جاہل کی جہالت (کہ یہ بھی ایک عیب ہے) کو دیکھا تو اس سے کنارہ کشی اختیار کر لی۔“

جان لو! جو کچھ ہم نے بیان کیا ہے جب تم اس میں غور و فکر کرو گے تو تمہاری بصیرت کی آنکھ کھل جائے گی، اور تم اس سے فائدہ حاصل کرو گے، اگر تمہیں یہ چیز نہ حاصل ہو تو کم از کم اس پر ایمان لانا اور اس کی تصدیق کرنا ضروری ہے۔ کیونکہ پہلی چیز ایمان ہے اور پھر اس منزل تک پہنچنا ہے۔ اللہ عزوجل کا فرمان عالی شان ہے:

يَرْفَعِ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا مِنْكُمْ وَالَّذِينَ أُوتُوا الْعِلْمَ  
 دَرَجَاتٍ ط (پ ۲۸، المحادۃ: ۱۱)

ترجمہ کنزالایمان: اللہ تمہارے ایمان والوں کے اور ان کے جن کو علم دیا گیا درجے بلند فرمائے گا۔

پس تقویٰ ان اعمال کے حصول میں اصل مال کی حیثیت رکھتا ہے۔ اللہ عزوجل نے ارشاد فرمایا:

وَمَنْ يَتَّقِ اللَّهَ يَجْعَلْ لَهُ مَخْرَجًا ۖ وَيَرْزُقْهُ مِنْ  
 حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ ط (پ ۲۸، الطلاۃ: ۲-۳)

ترجمہ کنزالایمان: اور جو اللہ سے ڈرے اللہ اس کے لئے نجات کی راہ نکال دے گا اور اسے وہاں سے روزی دے گا جہاں اس کا گمان نہ ہو۔

منقول ہے کہ عزیز مصر کی بیوی نے حضرت سیدنا یوسف علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام سے کہا: ”اے یوسف علیہ السلام! بے شک حرص اور خواہش نے بادشاہوں کو غلام بنایا اور صبر و تقویٰ نے غلاموں کو بادشاہ بنا دیا۔“ تو حضرت سیدنا یوسف علی نبینا

وعلیه الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: اللہ عزوجل کا فرمان حقیقت نشان ہے:

إِنَّهُ مَنْ يَتَّقِ وَيَصْبِرْ فَإِنَّ اللَّهَ لَا يُضِيعُ أَجْرَ  
الْمُحْسِنِينَ ۝ (پ ۱۳ یوسف: ۹۰)

ترجمہ کنز الایمان: بے شک جو پرہیزگاری اور صبر کرے تو اللہ نیکوں کا نیک (اجر) ضائع نہیں کرتا۔

حضرت سیدنا جنید بن محمد خزاز علیہ رحمۃ اللہ انفق فرماتے ہیں: ”ایک مرتبہ میں رات کو جاگا اور اپنے وظیفہ میں مشغول ہو گیا، لیکن میں نے اس میں وہ لذت نہ پائی جو پہلے پایا کرتا تھا چنانچہ میں نے سونے کا ارادہ کیا لیکن سونہ سکا، لہذا بیٹھ گیا لیکن بیٹھ بھی نہ سکا تو باہر نکل گیا، کیا دیکھتا ہوں کہ ایک شخص کمر میں لپٹا ہوا راستے میں پڑا ہے، جب وہ میرے آنے پر مطلع ہوا تو کہنے لگا: ”اے ابوقاسم! ذرا میرے پاس تشریف لائے۔“ میں نے کہا: ”اے محترم! پہلے سے آپ نے کوئی اطلاع نہیں دی۔“ اس شخص نے کہا: ”جی ہاں! میں نے اللہ عزوجل کی بارگاہ میں التجا کی کہ وہ تیرے دل کو میری طرف متوجہ کر دے۔“ میں نے کہا: ”وہ تیری طرف متوجہ ہو گیا ہے، (اب بتاؤ) تمہاری کیا حاجت ہے؟“ اس نے کہا: ”نفس کی بیماری اس (نفس) کا علاج کب بنتی ہے؟“ میں نے کہا: ”جب تو نفس کی خواہش میں اس کی مخالفت کرے۔“ پس وہ اپنے نفس کی طرف متوجہ ہو کر کہنے لگا: ”اے نفس! اب سن لیا! میں نے تجھے سات بار اس بات کا جواب دیا لیکن تو نے انکار کیا اور کہا: میں حضرت سیدنا جنید رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے ہی سنوں گا (تو اب تو نے سن لیا)۔“ آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ وہ شخص چلا گیا اور میں اسے نہ پہچان سکا۔

## اچھے اخلاق کی علامات کا بیان

اللہ عزوجل ارشاد فرماتا ہے:

﴿إِنَّهَا قَدْ أَفْلَحَ الْمُؤْمِنُونَ ۝ الَّذِينَ هُمْ فِي صَلَاتِهِمْ  
خَشِعُونَ ۝ وَالَّذِينَ هُمْ عَنِ اللَّغْوِ مُعْرِضُونَ ۝  
وَالَّذِينَ هُمْ لِلزَّكَاةِ فَاعِلُونَ ۝ وَالَّذِينَ هُمْ لِفُرُوجِهِمْ  
حَافِظُونَ ۝ إِلَّا عَلَىٰ أَزْوَاجِهِمْ أَوْ مَا مَلَكَتْ أَيْمَانُهُمْ  
فَإِنَّهُمْ غَيْرُ مَلُومِينَ ۝ فَمَنْ ابْتَغَىٰ وَرَاءَ ذَلِكَ  
فَأُولَٰئِكَ هُمُ الْعَادُونَ ۝ وَالَّذِينَ هُمْ لِأَمْتِهِمْ  
وَعَهْدِهِمْ رِعُونَ ۝ وَالَّذِينَ هُمْ عَلَىٰ صَلَوَاتِهِمْ  
يَحْفَظُونَ ۝ أُولَٰئِكَ هُمُ الْوَارِثُونَ ۝

ترجمہ کنز الایمان: بے شک مراد کو پہنچے ایمان والے جو اپنی نماز میں گڑگڑاتے ہیں اور وہ جو کسی بے ہودہ بات کی طرف التفات نہیں کرتے اور وہ کہ زکوٰۃ دینے کا کام کرتے ہیں اور وہ جو اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کرتے ہیں مگر اپنی بیبیوں یا شرعی باندیوں پر جو ان کے ہاتھ کی ملک ہیں کہ ان پر کوئی ملامت نہیں تو جو ان دو کے سوا کچھ اور چاہے وہی حد سے بڑھنے والے ہیں اور وہ جو اپنی امانتوں اور اپنے عہد کی رعایت کرتے ہیں اور وہ جو اپنی نمازوں کی نگہبانی کرتے ہیں یہی لوگ وارث ہیں۔

(پ ۱۸ المؤمنون: ۱ تا ۱۰)

پیش کش: مجلس المدینۃ العلمیہ (دعوت اسلامی)

﴿۲﴾ التَّائِبُونَ الْعِبَادُونَ (ب ۱۱، التوبہ: ۱۱۲)

ترجمہ کنزالایمان: توبہ والے عبادت والے۔

﴿۳﴾ إِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ الَّذِينَ إِذَا ذُكِرَ اللَّهُ

ترجمہ کنزالایمان: ایمان والے وہی ہیں کہ جب اللہ یاد کیا جائے

وَجِلَتْ قُلُوبُهُمْ وَإِذَا تَلِيَتْ عَلَيْهِمْ آيَتُهُ زَادَتْهُمْ

ان کے دل ڈر جائیں اور جب ان پر اس کی آیتیں پڑھی جائیں ان

إِيمَانًا (ب ۹، الانفال: ۲)

کا ایمان ترقی پائے۔

﴿۴﴾ وَعِبَادُ الرَّحْمَنِ الَّذِينَ يَمْشُونَ عَلَى

ترجمہ کنزالایمان: اور رحمن کے وہ بندے کہ زمین پر آہستہ چلتے

الْأَرْضِ هَوْنًا (ب ۱۹، الفرقان: ۶۳)

ہیں۔

### ابتدائی عمر میں بچوں کی تربیت کا طریقہ:

بعض بچے ایسے ہوتے ہیں کہ انہیں اگر ابتدائی عمر میں مشفق کی معمولی سی توجہ حاصل ہو جائے، تو وہ ان کے لئے کافی ہوتی ہے۔ جس طرح حضرت سیدنا سہل تستری علیہ رحمۃ اللہ الولی سے منقول ہے، آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں: ”میری عمر تین سال تھی اور میں رات کو اٹھ کر اپنے ماموں حضرت سیدنا محمد بن محمد بن سوار علیہ رحمۃ اللہ الوہاب کو خلوت میں نماز پڑھتے دیکھتا تھا۔ ایک دن میرے ماموں نے مجھ سے پوچھا: ”کیا تو اس اللہ عزوجل کو یاد نہیں کرتا جس نے تجھے پیدا کیا؟“ میں نے پوچھا: ”میں اسے کس طرح یاد کروں؟“ انہوں نے فرمایا: ”جب تم بستر پر لیٹنے لگو تو تین بار زبان کو حرکت دینے بغیر محض دل میں یہ کلمات کہو: ”اللَّهُ مَعِيَ، اللَّهُ نَاطِرٌ إِلَيَّ، اللَّهُ شَاهِدِي“ یعنی اللہ عزوجل میرے ساتھ ہے، اللہ عزوجل مجھے دیکھ رہا ہے اور اللہ عزوجل میرا گواہ ہے۔“

آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ارشاد فرماتے ہیں: میں نے چند راتیں یہ کلمات پڑھے پھر انہیں بتایا تو انہوں نے فرمایا: ”ہر رات سات مرتبہ پڑھو۔“ میں نے انہیں پڑھا پھر انہیں بتایا تو انہوں نے فرمایا: ”ہر رات گیارہ مرتبہ یہ کلمات پڑھو۔“ میں نے اسی طرح پڑھا، تو میرے دل میں اس کی لذت پائی گئی، جب ایک سال گزر گیا تو میرے ماموں نے مجھ سے فرمایا: ”میں نے جو کچھ تمہیں سکھایا ہے اسے یاد رکھو اور قبر میں جانے تک ہمیشہ پڑھتے رہنا، تمہیں دنیا و آخرت میں نفع دے گا۔“ میں نے کئی سال تک ایسا کیا تو اپنے اندر اس کا مزہ پایا پھر ایک دن میرے ماموں نے فرمایا: ”اے سہل! اللہ عزوجل جس شخص کے ساتھ ہو، اسے دیکھتا ہو اور اس کا گواہ ہو، وہ اس کی نافرمانی کیسے کر سکتا ہے؟ گناہ سے بچو۔“ میں تنہائی میں یہ ذکر کرتا رہا پھر انہوں نے مجھے مکتب میں بھیجا، تو میں نے عرض کی: ”مجھے ڈر ہے کہ کہیں میرے ذکر میں خلل نہ آجائے۔ چنانچہ انہوں نے استاد صاحب سے یہ شرط مقرر کی، کہ میں ان کے پاس جا کر صرف ایک گھنٹہ پڑھوں گا، پھر لوٹ آؤں گا، میں مکتب جاتا رہا اور قرآن مجید حفظ کر لیا، اس



وقت میری عمر چھ، سات سال تھی، میں روزانہ روزہ رکھتا، بارہ سال تک میں جو کی روٹی کھاتا رہا، تیرہ سال کی عمر میں مجھے ایک مسئلہ پیش آیا، میں نے گھر والوں سے کہا: ”مجھے بصرہ بھیج دو تا کہ میں وہاں کے علماء سے اس کے بارے میں دریافت کروں لیکن ان میں کسی نے مجھے شافی جواب نہ دیا، پھر میں عبادان کی طرف نکلا۔

میں نے وہاں پر حضرت سیدنا ابو حبیب حمزہ بن عبد اللہ عبادانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نامی بزرگ سے مسئلہ پوچھا تو انہوں نے مجھے قابل اطمینان جواب دیا، میں ان کے پاس ٹھہر گیا، ان کے کلام سے نفع حاصل کرتا اور آداب سیکھتا رہا، پھر میں تستر کی طرف آ گیا، میں نے اپنی روزی کا انتظام یوں کیا کہ میرے لئے ایک درہم کے ایک فرق (چارکلو) جو خریدے جاتے، انہیں پس کر روٹی پکائی جاتی، میں ہر رات سحری کے وقت ایک اوقیہ روٹی کھاتا جو نمک اور سالن کے بغیر ہوتی، چنانچہ ایک درہم مجھے سال بھر کے لئے کافی ہو جاتا پھر میں نے ارادہ کیا، کہ تین دن مسلسل روزہ رکھوں گا، پھر افطار کروں گا پھر پانچ دن، پھر سات دن اور پھر پچیس دن کا مسلسل روزہ رکھا اور بیس سال تک میرا یہی معمول رہا۔ پھر میں زمین میں سیر و سیاحت کے لئے نکلا، پھر تستر واپس لوٹ آیا اور میں ساری رات قیام کرتا تھا۔ اللہ عزوجل جو قوی اور کریم ہے وہی اس کی توفیق عطا فرمانے والا ہے۔“

### مرید بننے کی شرائط:

جان لو! جو شخص آخرت کی کھیتی کا ارادہ کرتا ہے، اس کی علامت یہ ہے کہ وہ دنیا کی کھیتی کو چھوڑ دیتا ہے۔ لہذا جو شخص اپنے دل سے آخرت کا یقینی مشاہدہ کر لیتا ہے اس کی علامت یہ ہے کہ وہ دنیا کو حقیر سمجھتا ہے اور جو شخص نفس جو ہر دیکھ لے اور اس کے ہاتھ میں منکا ہو تو اب اسے منکے کی رغبت نہیں رہتی جو ایسا نہیں کرتا (یعنی آخرت کی کھیتی کا ارادہ نہیں رکھتا) تو اس کا مطلب ہے کہ وہ اللہ عزوجل اور آخرت پر ایمان نہیں رکھتا۔

(پس معلوم ہوا) اللہ عزوجل تک رسائی کا نہ ہونا راہ سلوک پر گامزن نہ ہونے کی وجہ سے ہے، اس راہ پر گامزن نہ ہونا ارادہ نہ ہونے کی وجہ سے ہے اور ارادہ میں رکاوٹ ایمان کا نہ ہونا ہے، اور ظاہری طور پر عدم ایمان کا سبب سیدھا راستہ دکھانے والوں اور اللہ عزوجل کے راستے کی طرف رہنمائی کرنے والے علماء کا نہ پایا جانا ہے۔ چنانچہ جو شخص اپنے نفس سے یا اس کے غیر سے آگاہ ہو جائے تو اس کے لئے چند شرائط ہیں (مرید بننے سے پہلے) انکا پایا جانا ضروری ہے۔

پہلی شرط: پردے اور رکاوٹ کو اٹھا دینا ہے اور یہ چار ہیں: (۱) مال (۲) جاہ و مرتبہ (۳) تقلید اور (۴) گناہ۔ جہاں تک مال کا تعلق ہے تو وہ ضرورت سے زائد تقسیم کر دے، اور جاہ سے خلاصی اس طرح ممکن ہے کہ وہ وطن سے دور چلا جائے، یا تواضع و پوشیدگی کو اختیار کرے اور اس چیز کی طرف متوجہ ہو جو جاہ و مرتبہ کو ختم کر دیتی ہے، اور تقلید کا حجاب اس طرح

دور ہوتا ہے کہ وہ مذاہب کے تعصب کو چھوڑ دے اور لا الہ الا اللہ مُحَمَّدٌ رَسُوْلُ اللّٰہ کے معنی کی ایمان کے ساتھ تصدیق کرے، اور ان اعمال پر عمل پیرا ہو جو اس کلمہ کی تصدیق کرتے اور اسے ثابت کرتے ہیں، اور دنیا اور اس کی خواہشات اور ان تمام چیزوں کو چھوڑ دے جن کی طرف نفس مائل ہوتا ہے، تو اس وقت وہ اپنی پوری ہمت کے ساتھ حقیقت میں اللہ عزوجل کی طرف متوجہ ہوگا اور اس کے لئے درست اعتقاد ظاہر ہو جائے گا، جیسا کہ اللہ عزوجل کا فرمان عالیشان ہے:

وَالَّذِينَ جَاهَدُوا فِينَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا  
ترجمہ کنز الایمان: اور جنہوں نے ہماری راہ میں کوشش کی ضرور ہم انہیں اپنے راستے دکھادیں گے۔  
(ب ۹۱، العنکبوت: ۶۹)

جہاں تک گناہوں کا تعلق ہے تو وہ انہیں چھوڑ دے، اور ان کی جگہ عبادات بجالائے، گذشتہ گناہوں پر شرمندہ ہو اور توبہ کرے اور لوگوں کے حقوق لوٹا دے۔ جب وہ ایسا کرے اور ان چاروں امور سے فارغ ہو جائے تو وہ اس شخص کی طرح ہو گیا جو وضو کرتا ہے، ناپاکی کو دور کرتا ہے، شرمگاہ کو ڈھانپتا ہے اور نماز کے لئے تیار ہو جاتا ہے۔ اس وقت اسے راہِ آخرت سے واقف ایک شیخ کی ضرورت ہوتی ہے، کہ وہ اس کی رہنمائی کرے اور اس وقت وہ شیخ کے سامنے اس طرح ہوتا ہے، جس طرح غسل دینے والے کے ہاتھوں میں میت ہوتی ہے کہ وہ خود بخود حرکت نہیں کرتی بلکہ غسل دینے والا جس طرح چاہتا ہے، اسے حرکت دیتا ہے۔ اس وقت اسے چاہئے کہ وہ حضرت سیدنا موسیٰ و حضرت سیدنا خضر علی نبینا و علیہما الصلوٰۃ والسلام کے واقعہ کو یاد کرے اور اپنے شیخ پر کسی حالت کے بارے میں اعتراض نہ کرے۔ اس وقت اسے چار چیزوں کا حکم دیا جائے گا: (۱) خلوت (۲) خاموشی (۳) بھوک (۴) بیداری۔

جہاں تک بھوک کا تعلق ہے تو اس سے مراد دل کا خون کم ہونا ہے، اس میں دل کی سفیدی و نور ہے، بھوک سے دل کی چربی پکھل جاتی ہے، یہ دل کی نرمی کا سبب ہے، یہ نرمی مکاشفہ کی چابی ہے، جس طرح سختی جو نرمی کی ضد ہے، حجاب کا باعث ہوتی ہے اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے اُمّ المؤمنین حضرت سیدنا عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو ارشاد فرمایا: ”بھوک سے شیطان کی گزرگاہوں کو تنگ کرو۔“

اس فرمان میں اسی طرف اشارہ ہے اور حضرت سیدنا عیسیٰ علی نبینا و علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنے رفقاء سے ارشاد فرمایا: ”اپنے پیٹوں کو بھوکا رکھو تا کہ تم دل (کی آنکھوں) سے اپنے رب کا دیدار کرو۔“

حضرت سیدنا اہل رضی اللہ تعالیٰ عنہ ارشاد فرماتے ہیں: ”چار خصلتوں کے بغیر ابدال کا مرتبہ حاصل نہیں ہوتا: (۱) پیٹ کو بھوکا رکھنا (۲) بیداری (۳) خاموشی (۴) لوگوں سے دور رہنا۔“

جہاں تک بیداری کا تعلق ہے تو یہ دل کو روشن و متور کرتی ہے، اور بھوک بیدار رہنے میں مدد دیتی ہے اور یہ دونوں چیزیں دل کو متور کرنے میں مددگار ثابت ہوتی ہیں۔ نیند دل کو سخت اور مردہ کر دیتی ہے مگر یہ کہ بقدر ضرورت ہو (تو دل کے لئے نقصان دہ نہیں) ابدال کی یہ صفات بیان کی گئی ہیں، کہ ان کی نیند غلبہ کے وقت، کھانا فاقے کے وقت اور کلام ضرورت کے وقت ہوتا ہے۔

حضرت سیدنا ابراہیمؑ فرماتے ہیں: ”ستر صدیقین اس بات پر متفق ہیں، کہ نیند کی کثرت کا سبب زیادہ پانی پینا ہے۔“

خاموشی گوشہ نشینی اور خلوت کی صورت میں آسان ہوتی ہے اور کلام کا زیادہ حریص وہ شخص ہوتا ہے جو صاحب علم ہو، کیونکہ اس سے رکنا بہت مشکل ہوتا ہے لیکن اس کا فائدہ و نفع بھی بہت زیادہ ہے، کیونکہ اسی کے ذریعے باطن غیب کی طرف متوجہ ہوتا ہے اور اس دنیاوی زندگی سے اعراض کرتا ہے۔

جبکہ خلوت کا فائدہ یہ ہے کہ انسان غفلت سے بچ جاتا ہے، تاکہ مقصد کے لئے فارغ ہو سکے اور اس مقصد کے لئے حواس کا سکون ضروری ہے، کہ اس سے انسان کا دل حرکت کے قابل ہو جاتا ہے اور اس کے لئے خلوت ضروری ہے، پھر بہتر یہ ہے کہ وہ ایسے کمرے میں خلوت اختیار کرے، جس میں اندھیرا ہو، تاکہ اس کی نظر کسی ایسی چیز پر نہ پڑے جو اسے غافل کر دے، لیکن اگر تاریک کمرہ میسر نہ ہو تو وہ اپنے سر کو کسی چیز سے لپیٹ لے یا آنکھیں بند کر لے، اور حواس کے سکون کی صورت وہ ندائے حق سنے گا، نیز اللہ رب العزت کے جمال کا مشاہدہ کرے گا، کیا تم نہیں دیکھتے! کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو جب ندا دی گئی تو ارشاد فرمایا گیا:

ترجمہ کنز الایمان: اے جھر مٹ مارنے والے۔

﴿۱﴾ يَا أَيُّهَا الْمُزْمِلُ ۝ (ب ۲۹، المزمل: ۱)

ترجمہ کنز الایمان: اے بالا پوش اوڑھنے والے۔

﴿۲﴾ يَا أَيُّهَا الْمُدَّثِّرُ ۝ (ب ۲۹، المدثر: ۱)

جب بندہ بھوک، خلوت، بیداری اور خاموشی اختیار کرے تو اسے چاہئے کہ وہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کا ذکر کرے، اس کا طریقہ یہ ہے کہ گھر کے ایک کونے میں با وضو، قبلہ رو ہو کر بیٹھ جائے اور اپنی زبان سے اللہ، اللہ کا ورد کرے، اور مسلسل ذکر کرتا رہے، اپنے دل اور تمام حواس کو زبان سے ادا ہونے والے کلمات کو سننے کے لئے حاضر رکھے اور مسلسل اس ذکر میں مصروف رہے، یہاں تک کہ زبان کی حرکت ختم ہو جائے گویا یہ کلمات طیبات خود بخود زبان پر جاری ہیں، پھر وہ زبان سے دل کی طرف لوٹے، جب دل ذکر سے رک جائے تو زبان سے ذکر جاری رہے۔ جب دل ذکر میں راسخ ہو جائے تو زبان سے خاموش ہو جائے اور اسی طرح کرتا رہے، یہاں تک کہ دل سے حروف مٹ جائیں اور حروف کے بغیر صاف و شفاف ذکر باقی رہے، پھر ذکر سے

آگے بڑھ کر ہمیشگی کی حالت اختیار کرے اور جب اس پر کچھ چیزوں کا ظہور ہو جائے تو سابقہ حالت کی طرف لوٹ آئے، اور اپنے شیخ سے اس کا ذکر کرے، کیونکہ وہ ان اسرار و رموز کو جانتا ہے جو مرید پر صفائی و کدورت کے معاملے میں طاری ہوتے ہیں، اور مرید پر جو خیالات، وساوس اور صحیح احوال پائے جاتے ہیں ان کا خود بخود جاننا ممکن نہیں۔ لہذا وہ اپنے شیخ کو بتا دے کیونکہ وہ اسے زیادہ جانتا ہے اور جب تک وہ سمجھتا ہے کہ اس کا نفس ابھی تک زیر نہیں ہوا تو تمام احوال میں اس کے لئے ذکر کرنا ضروری ہے۔

اللہ عزوجل ارشاد فرماتا ہے:

ترجمہ کنزالایمان: اللہ کہو، پھر انہیں چھوڑ دو۔

قُلِ اللّٰهُ لَا تُمُّ ذَرُّهُمْ (ب، الانعام: ۹۱)

چنانچہ اس پر جب کوئی وسوسہ یا بُرا خیال غالب ہو، اور اس کے غائب ہونے تک وہ اسے جان نہیں پاتا تو اس میں کوئی حرج نہیں، لہذا جب اس کے دل سے وسوسہ نکل جائے اور وہ حقیقت سے آگاہ ہو جائے تو اللہ عزوجل کا ذکر کرنا شروع کر دے۔ اللہ عزوجل نے ارشاد فرمایا:

ترجمہ کنزالایمان: بے شک وہ جو ڈروالے ہیں جب انہیں کسی شیطانی خیال کی ٹھیس لگتی ہے ہوشیار ہو جاتے ہیں۔ اسی وقت ان کی آنکھیں کھل جاتی ہیں۔

﴿۱﴾ اِنَّ الدِّیْنَ اتَّقَوْا اِذَا مَسَّهُمْ طَیْفٌ مِّنَ الشَّیْطٰنِ تَذَكَّرُوْا فَاِذَا هُمْ مُبْصِرُوْنَ ۝ (ب، الاعراف: ۲۰۱)

ترجمہ کنزالایمان: اور اے سننے والے! اگر شیطان تجھے کوئی کوچا دے (کسی برے کام پر اکسائے) تو اللہ کی پناہ مانگ بے شک وہی سنتا جانتا ہے۔

﴿۲﴾ وَاَمَّا یَنْزَغْنٰکَ مِنَ الشَّیْطٰنِ نَزْعٌ فَاسْتَعِذْ بِاللّٰهِ اِنَّہٗ سَمِیْعٌ عَلِیْمٌ ۝ (ب، الاعراف: ۲۰۰)

اور اپنی ساری زندگی پابندی سے ذکر کرتا رہے، ہو سکتا ہے کہ عنقریب وہ ملوکِ دین (یعنی دین کے بادشاہوں) میں سے ہو جائے جن پر حقائق ظاہر ہو جاتے ہیں، اور وہ ان چیزوں کو دیکھتے ہیں جنہیں نہ کسی آنکھ نے دیکھا، نہ کسی کان نے سنا اور نہ ہی کسی دل پر ان ظاہر نہ ہو تو وہ ذکر پر ہمیشگی اختیار کرے، کہ حضرت ملک الموت علیہ السلام کی آمد کے وقت اس پر عزوجل نے چاہا تو وہ مقصود تک پہنچ جائے گا۔ اس بات کو سمجھ لو تمہیں فائدہ ہوگا۔ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ۔

اللہ اللہ اللہ اللہ اللہ اللہ اللہ اللہ اللہ اللہ اللہ اللہ اللہ اللہ اللہ اللہ



طس المدینة العلمیہ (دعوت اسلامی)

## پیٹ اور شرمگاہ کی شہوت کا بیان

باب 23:

اس میں چند فصول ہیں:

جان لو! تمام آفات کی اصل پیٹ کی شہوت ہے اور اسی سے شرمگاہ کی شہوت پیدا ہوتی ہے، حضرت سیدنا آدم علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کی آزمائش اسی کے ذریعے ہوئی اور آپ علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کو دنیا میں بھیجا گیا، اسی کی وجہ سے آدمی دنیا کا طالب ہوتا ہے اور اس میں رغبت کرتا ہے۔

### بھوک کی فضیلت اور شکم سیری کی مذمت کا بیان:

تاجدار رسالت، شہنشاہ نبوت، مخزن جوہر سخاوت، پیکر عظمت و شرافت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا فرمانِ ذیشان ہے: ”بھوک اور پیاس کے ذریعے اپنے نفسوں کے خلاف جہاد کرو، کیونکہ اس کا ثواب اللہ عزوجل کی راہ میں جہاد کرنے جتنا ہے اور اللہ عزوجل کو بھوک اور پیاس سے بڑھ کر کوئی عمل پسند نہیں۔“

حضرت سیدنا ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے، اللہ کے محبوب، دانائے غریب، منزہ عن العیوب عزوجل و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا فرمانِ عالیشان ہے: ”لَا يَدْخُلُ مَلَكُوثُ السَّمَاءِ مِنْ مَلَاءٍ بَطْنُهُ تَرْجَمَهُ: جو شخص اپنے پیٹ کو بھرتا ہے آسمان کے فرشتے اس کے پاس نہیں آتے۔“

حضرت سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے۔ حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا فرمانِ عالیشان ہے:

الْبُسُورُ وَالشَّرْبُورُ وَكُلُّوْا فِيْ اَنْصَابِ الْبُطُوْنِ، فَاِنَّهُ تَرْجَمَهُ: لباس پہنو اور آدھا پیٹ کھاؤ پیو، بے شک یہ نبوت کا جُزْءٌ مِنَ النَّبُوَّةِ ایک جزء ہے۔

(فردوس الاخبار للديلمي، باب الالف، الحديث ۳۳۸/۳۳۹، ج ۱، ص ۶۸، بدون واشربوا)

حضرت سیدنا حسن بصری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، حضور نبی رحمت، شفیع امت، قاسم نعمت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا

فرمانِ عالیشان ہے:

اَفْضَلُكُمْ مَنْزِلَةٌ عِنْدَ اللّٰهِ تَعَالٰی اَطْوَلُكُمْ جُوعًا وَ تَفَكَّرًا وَ اَبْغَضُكُمْ اِلَى اللّٰهِ كُلُّ نَوْمٍ اِكْوَلُ شَرُوبًا  
ترجمہ: اللہ عزوجل کے ہاں تم سب سے افضل وہ ہے جو زیادہ بھوکا رہتا ہے اور غور و فکر کرتا ہے اور سب سے برا وہ ہے جو خوب سوتا اور زیادہ کھاتا پیتا ہے۔

پیش کش: مجلس المدینۃ العلمیہ (دعوتِ اسلامی)

حُسنِ اخلاق کے پیکر، نبیوں کے تاجور، محبوبِ ربِّ اکبر عَزَّوَجَلَّ وُصِّلَى اللهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ کا فرمانِ عالی شان ہے: ”بے شک اللہ عَزَّوَجَلَّ فرشتوں کے سامنے اس شخص پر فخر فرماتا ہے، جو دنیا میں کم کھاتا ہے، اللہ عَزَّوَجَلَّ فرماتا ہے: میرے بندے کی طرف دیکھو! میں نے دنیا میں اسے کھانے پینے کے معاملے میں آزمائش میں ڈالا تو اس نے میرے لئے انہیں چھوڑ دیا۔ اے میرے فرشتو! گواہ ہو جاؤ جو بندہ (میری خاطر) ایک لقمہ بھی چھوڑ دے گا، میں اس کے بدلے اسے جنت کے درجات عطا فرماؤں گا۔“

حضرت سیدنا ابوسلمان رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ارشاد فرماتے ہیں: ”مجھے رات کے کھانے سے ایک لقمہ چھوڑ دینا، رات بھر قیام کرنے سے زیادہ پسند ہے۔“

ہم نے واضح کر دیا کہ بھوک سے رقت (یعنی نرمی) اور انکساری پیدا ہوتی ہے، اکڑ اور غرور ختم ہو جاتا ہے اور بھوک کا فائدہ یہ ہے، کہ انسان مصیبت، اہل مصیبت، عذاب اور تمام شہوات کے ختم کرنے کو نہیں بھولتا، اسی کے ذریعے انسان نفس و شیطان پر غالب آکر اس پر تسلط حاصل کر لیتا ہے، اور اسی کے ذریعے انسان بیداری پر ہمیشگی اختیار کرتا اور نیند کو دور کرتا ہے، اسی لئے بعض شیوخ دسترخوان پر کھڑے ہو کر کہتے: اے گروہ مریدین! نہ زیادہ کھاؤ، نہ پیو ورنہ زیادہ سوؤ گے، اور نیچے زیادہ نقصان اٹھاؤ گے۔

بھوک سے عبادت پر دوام آسان ہو جاتا ہے جبکہ سیر ہو کر کھانے والا عبادت میں سستی کرتا ہے، اور کھانے کی کثرت اُس کی تلاش، اسے پکانے، ہاتھ دھونے، خلال کرنے اور پانی لینے کے لئے پانی والی جگہ پر جانے کا تقاضا کرتی ہے۔

### نوالہ چبانے میں بھی وقت صرف ہوتا ہے:

حضرت سیدنا سری سقطی علیہ رحمۃ اللہ الوالی بعض مشائخ کے بارے میں بیان فرماتے ہیں کہ وہ ستو کھاتے تھے، ان سے اس کے بارے میں پوچھا گیا تو انہوں نے ارشاد فرمایا: ”میں نے روٹی چبانے اور یہ ستو کھانے کے درمیان ستر تسبیحات کا فرق پایا اس لئے میں نے چالیس سال سے روٹی نہیں چبائی۔“

جان لیجئے! جس شخص نے یہ یقین کر لیا کہ ہر سانس ایک نفس جو ہر ہے جو نہایت قیمتی ہے وہ اس کے ضائع ہونے پر اپنا محاسبہ ضرور کرے گا۔ بھوک کا فائدہ یہ بھی ہے کہ اس سے نفس و بدن صحت مند رہتا ہے کیونکہ جو کم کھاتا ہے وہ کم ہی بیمار ہوتا ہے۔ اور اس کے فوائد میں سے یہ بھی ہے کہ انسان کو ایثار و قربانی پر قدرت حاصل ہوتی ہے اور وہ فضیلت کو پالیتا ہے۔

### پیٹ کی شہوت کو توڑنے والی ریاضات:

جان لو! جس طرح پہلے بیان ہو چکا ہے کہ کھانا حلال ہو تو اس سلسلہ میں تین وظائف ہیں: (۱) قلت و کثرت کے

اعتبار سے کھانے کی مقدار (۲) جلد یادیر سے، کس وقت کھایا جائے اور (۳) کھانے والی چیز کی قسم کا تعین۔

پہلا وظیفہ: کھانا کم کھانے کے سلسلہ میں تدریجاً (یعنی آہستہ آہستہ) ریاضت کا راستہ اختیار کیا جائے کیونکہ جس شخص کو زیادہ کھانے کی عادت ہو وہ فوراً ہی کم کھانے کی طرف آجائے تو اس کا مزاج برداشت نہ کر سکے گا چنانچہ اپنے نفس کا خیال رکھتے ہوئے آہستہ آہستہ کمی کرے، مثلاً اگر وہ ایک دن میں تین روٹیاں کھاتا ہے تو ہر روز روٹی کا تیسواں حصہ کم کرے۔ اس طرح ایک مہینہ میں ایک روٹی اور دو مہینوں میں دو روٹیاں کم ہو جائیں گی اور اس پر یہ چیز گراں بھی نہ ہوگی اور یہ تدریج اس اعتبار سے ہو کہ جس پر وہ باقی رہ سکے اور اعتماد کر سکے۔

### کھانے کی مقدار کے اعتبار سے درجات:

کھانے کی مقدار کے اعتبار سے بھی درجات ہیں:

پہلا درجہ: صدیقین کا ہے کہ انہوں نے کھانے میں اتنی مقدار پر قناعت کی، کہ جس سے زندگی اور عقل قائم رہ سکے اور اللہ کے محبوب، دانائے غیب، مژغہ عن الغیب عزوجل و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے فرمان میں اسی طرف اشارہ فرمایا: "حَسِبَ ابْنُ آدَمَ لُقَيْمَاتٍ يَقْمَنَ صَلْبَهُ تَرْجَمَهُ: بندے کے لئے چند لقمے کافی ہیں جو اس کی پیٹھ کو سیدھا رکھ سکیں۔"

(سنن ابن ماجہ، ابواب الاطعمہ، باب اقتصاد فی الأکل و کراهة الشبع، الحدیث ۳۳۴۹، ص ۲۶۷۹)

دوسرا درجہ: یہ ہے کہ بندہ اپنے نفس کو دن رات میں نصف مُد (یعنی آدھا کلو) کا عادی بنا لے اور یہ روٹی کا وہ حصہ ہے، جو چار من (یعنی چار کلو) میں سے ہوتا ہے اور امیر المؤمنین حضرت سیدنا عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی عادت مبارکہ اسی کے قریب تھی، آپ سات یا نو لقمے تناول فرماتے تھے۔

تیسرا درجہ: یہ ہے کہ وہ ریاضت کے ذریعے نفس کو دن رات میں مُد کا عادی بنائے، اس کی اڑھائی روٹیاں بنتی ہیں، اور یہ پیٹ کے تہائی سے زیادہ ہے۔

چوتھا درجہ: یہ ہے کہ وہ کھانے کی مقدار مُد سے ایک کلو تک لے جائے اور یہ انتہائی مقدار ہے، اس سے زیادہ کھانا اسراف ہے، قریب ہے کہ وہ اللہ عزوجل کے اس فرمان کے تحت داخل ہو جائے:

وَکُلُوا وَاشْرَبُوا وَلَا تُسْرِفُوا (ب، ۸، الاعراف: ۳۱) ترجمہ کنز الایمان: اور کھاؤ اور پیو اور جد سے نہ بڑھو۔

اس کا ایک طریقہ اور بھی ہے کہ بھوک لگنے کے بعد کھانا کھایا جائے اور سیر ہونے سے پہلے ہاتھ کھینچ لیا جائے۔ اس

سے آگے نہ بڑھے لیکن اس میں خطرہ ہے، کیونکہ ہو سکتا ہے کہ وہ سچی بھوک پر آگاہ نہ ہو سکے اور اس پر معاملہ مشتبہ ہو جائے۔ کہتے ہیں کہ: ”سچی بھوک کی علامت یہ ہے کہ وہ سالن کا مطالبہ نہ کرے“ اور ایک قول یہ بھی ہے کہ: ”وہ روٹیوں کے درمیان فرق نہ کرے (یعنی ایک روٹی کو دوسری پر ترجیح نہ دے)۔“

جان لو! یہ حالت اشخاص کے مختلف ہونے سے بدلتی رہتی ہے اس لئے کھانے کی مقدار کا تعین ممکن نہیں، لہذا ہر شخص اپنے نفس میں غور و فکر کرے۔

حضرت سیدنا سہل تستری علیہ رحمۃ اللہ القوی ارشاد فرماتے ہیں: ”اگر دنیا موٹے تازے جانور کا خون ہوتی، تو بھی مؤمن کی روزی حلال ہی ہوتی، کیونکہ مؤمن ضرورت کے وقت کھاتا ہے اور صرف اتنا کھاتا ہے جس سے اسے قوت حاصل ہو جائے۔“

دوسرا وظیفہ: مریدین میں سے بعض کھانے کی مقدار کی بجائے فائقے کے ذریعے ریاضت کرتے ہیں۔ ان میں سے بعض تین دن، بعض تیس دن جبکہ بعض چالیس دن تک کچھ نہ کھاتے اور بہت سے علماء و صلحاء اور صوفیاء اس مدت تک پہنچے، حضرت سیدنا سلیمان خواص، حضرت سیدنا سہل بن عبد اللہ اور حضرت سیدنا ابراہیم خواص رحمہم اللہ تعالیٰ انہی میں سے ہیں۔ بعض علماء کرام رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم ارشاد فرماتے ہیں: ”جو شخص چالیس دن تک (رضاء الہی عزوجل کے لئے) کھانا چھوڑ دیتا ہے، اس پر ملکوت سے قدرت کے اسرار ظاہر ہو جاتے ہیں، یعنی اس پر بعض اسرار الہی عزوجل کھول دیئے جاتے ہیں۔“

اسی گروہ کے ایک صوفی بزرگ کا گزرا ایک راہب کے پاس سے ہوا، تو اس نے اس کی حالت کے بارے میں گفتگو کی اور اسے اسلام کی طرف مائل کیا، راہب نے کہا: ”حضرت سیدنا عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام چالیس دن تک کچھ نہ کھاتے تھے اور یہ معجزہ ہے، جو صرف سچے نبی ہی کو حاصل ہوتا ہے۔“ صوفی بزرگ نے اس سے کہا: ”اگر میں پچاس دن تک کچھ نہ کھاؤں، تو تم اپنے دین کو چھوڑ کر دین اسلام میں داخل ہو جاؤ گے؟“ اس نے کہا: ”ہاں۔“ چنانچہ وہ صوفی بزرگ اس کے سامنے بیٹھ گئے، حتیٰ کہ پچاس دن تک کچھ نہ کھایا، پھر راہب سے کہنے لگے: ”میں ساٹھ دن تک اضافہ کرتا ہوں۔“ اور ساٹھ دن تک کچھ نہ کھایا۔ اس پر راہب کو تعجب ہوا اور کہنے لگا: ”میں نہیں سمجھتا تھا کہ کوئی شخص حضرت سیدنا عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام سے بھی زیادہ دن بھوکا رہ سکتا ہے۔“ پس یہی واقعہ اس کے اسلام لانے کا سبب بنا۔

یہ بہت بڑا درجہ ہے اور اس تک صرف وہی لوگ پہنچتے ہیں، جو کشف و مجاہدہ میں مشغول ہو کر بھوک اور حاجت سے مستغنی ہو جاتے ہیں اور ان کا نفس اس لذت میں پورا حق وصول کرتا ہے، اس کو بھوک اور حاجت بھلا دیتا ہے، چنانچہ عالم غیب



سے انہیں روحانی قوت حاصل ہو جاتی ہے۔ شہنشاہِ مدینہ، قرارِ قلب و سینہ، صاحبِ معطرِ پسینہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے فرمان میں اسی طرف اشارہ فرمایا: ”أَبِئْتُ عِنْدَ رَبِّي يُطْعِمُنِي وَيَسْقِينِي“ ترجمہ: میں اپنے رب کے ہاں رات گزارتا ہوں، میرا رب مجھے کھلاتا اور پلاتا ہے۔“ (صحیح البخاری، کتاب الصوم، باب التکلیل لمن أكثر الوصال، الحدیث ۱۹۶۵، ص ۱۵۳)

دوسرا درجہ: یہ ہے کہ وہ دو سے تین دن تک کچھ نہ کھائے اور یہ عادت ہے۔

تیسرا درجہ: یہ ہے کہ دن رات میں صرف ایک بار کھانے پر اکتفاء کرے اور یہ سب سے کم درجہ ہے۔

حضرت سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم جب صبح کھانا کھاتے، تو شام

کو نہ کھاتے اور شام کو تناول فرماتے تو صبح نہ کھاتے۔“

(شعب الایمان للبیہقی، باب فی المطاعم والمشارب، فصل فی ذم کثرة الأکل، الحدیث ۵۶۴۴، ج ۵، ص ۲۷)

حضور نبی کریم، رؤوف رحیم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ام المؤمنین حضرت سیدتنا عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے ارشاد فرمایا:

إِيَّاكَ وَالْإِسْرَافَ فَإِنَّ أَكْلَتَيْنِ فِي يَوْمٍ مِنَ السَّرْفِ. ترجمہ: اسراف سے بچو، دن میں دو بار کھانا اسراف ہے۔

(شعب الایمان للبیہقی، باب فی المطاعم والمشارب، فصل فی ذم کثرة الأکل، الحدیث ۵۶۴۰، ج ۵، ص ۲۶، بتغییر قلیل)

جان لو! وہ بھوک قابلِ تعریف ہے، جو اللہ عزوجل کی یاد سے غافل نہ کرے، کیونکہ جب یہ حد سے تجاوز کرتی ہے، تو

اللہ عزوجل کی یاد سے غافل کر دیتی ہے، مگر جس شخص پر شہوت کا بہت زیادہ غلبہ ہو، تو وہ ان شہوتوں کو ختم کرنے کے لئے ایسا

کر سکتا ہے، لیکن اگر ایسا نہ ہو تو اعتدال کی راہ سب سے بہتر ہے۔

پھر اس خواہش کو چھوڑنے میں دو آفتیں ہیں، جن سے بچنا بہت ضروری ہے:

(۱) بعض اوقات انسان اکیلے میں تو کھاتا ہے، لیکن لوگوں کے مجمع میں نہیں کھاتا، تو یہ شرکِ خفی ہے اور اکثر یہ انسان کو

نفاق تک لے جاتا ہے۔

(۲) انسان پسند کرتا ہے کہ اسے کم کھانا کھانے والا اور پاک دامن سمجھا جائے، تو اس صورت میں وہ چھوٹی آفت کو

چھوڑ کر اس سے بڑی چیز، یعنی جاہ و شہرت کی خواہش کا مرتکب ہو جاتا ہے۔

حضرت سیدنا ابوسلیمان علیہ رحمۃ اللہ العنان فرماتے ہیں کہ: ”جب تمہیں کوئی خواہش ہو اور تم اسے چھوڑنا چاہتے ہو، تو اس

میں سے تھوڑا سا لے لو، نفس کی مرضی کے مطابق نہ کھاؤ، تو گویا تم نے اپنے آپ کو خواہش سے دور کر دیا اور نفس کی خواہش کو پورا نہ

کر کے اسے بھی ٹھیس پہنچائی، پس یہ نفس کی شہوت کو ترک کرنا اور نفس کی اطاعت نہ کرنا ہے۔

حضرت سیدنا امام جعفر بن محمد صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ ارشاد فرماتے ہیں: ”جب مجھے کوئی خواہش ہوتی ہے، تو میں اپنے نفس پر نگاہ ڈالتا ہوں، اگر ظاہر میں اس کی تمنا پاتا ہوں، تو اسے کھلا دیتا ہوں، کیونکہ اس کے روکنے سے یہ افضل ہے اور اگر خواہش پوشیدہ ہو اور ظاہر میں ترک کرنا چاہتا ہے، تو اسے چھوڑنے کے ذریعے سزا دیتا ہوں اور اس میں سے کچھ نہیں کھاتا، تو اس پوشیدہ خواہش پر نفس کو سزا دینے کا یہ طریقہ ہے۔“

جان لو! جو کھانے کی خواہش ترک کر دیتا ہے، لیکن ریا کاری میں پڑتا ہے، تو وہ اس شخص کی طرح ہے جو پچھو سے بھاگ کر سانپ کے پاس چلا جائے۔

### شرمگاہ کی شہوت توڑنے کا طریقہ:

جان لو! دو فائدوں کے لئے انسان کو جماع کی لذت دی گئی:

پہلا فائدہ: یہ ہے کہ اس سے لذت حاصل کر کے اس پر آخرت کی لذت کو یاد کرے، کیونکہ اگر جماع کی لذت دیر پا ہوتی، تو تمام جسمانی لذت سے قوی ہوتی، جس طرح آگ کی تکلیف جسم کی تمام تکالیف سے بڑھ کر ہے۔

دوسرا فائدہ: یہ ہے کہ اس میں نسل کی بقاء اور وجود کا دوام ہے۔ لیکن ان دو فائدوں کے علاوہ اس میں ایسی آفات ہیں، کہ اگر انہیں قابو کر کے اعتدال کی حد کی طرف نہ لوٹایا جائے تو وہ دین و دنیا کو ہلاک کر دیتی ہیں۔

اللہ عزوجل کے اس فرمانِ عالیشان: ”مَا لَاطَاقَةَ لَنَا بِهِ“ (پ ۳، البقرہ: ۲۸۶) ترجمہ کنز الایمان: جس کی ہمیں سہارا (برداشت) نہ ہو۔“ کی تفسیر میں کہا گیا ہے کہ اس سے مراد شہوت کی شدت ہے اور حضرت سیدنا ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما اللہ عزوجل کے اس فرمان: ”وَمِنْ شَرِّ غَاسِقٍ إِذَا وَقَبَ“ (پ ۳، الفلق: ۳) ترجمہ کنز الایمان: اور اندھیری ڈالنے والے کے شر سے جب وہ ڈوبے۔“ کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ اس سے مراد عضو مخصوص کا منتشر ہونا ہے۔

بعض راویوں نے اس حدیث کو نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی طرف منسوب کیا ہے، کہ سرکارِ مدینہ، راحتِ قلب و سینہ، سلطانِ باقرینہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم یوں دعا فرمایا کرتے تھے: ”أَعُوذُ بِكَ مِنْ شَرِّ سَمْعِي وَبَصَرِي وَقَلْبِي وَمَنْيِي“ ترجمہ: یا اللہ! میں اپنے کانوں، آنکھوں، دل اور مادہ منویہ کے شر سے تیری پناہ چاہتا ہوں۔“

(سنن ابی داؤد، کتاب الوتر، باب فی الاستعاذۃ، الحدیث ۱۵۵۱، ص ۱۳۳۷)

حضور نبی پاک، صاحب لولاک، سیاح افلاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا فرمانِ عظمت نشان ہے: ”النِّسَاءُ حَبَائِلُ“

الشَّيْطَانِ تَرْجَمَهُ عَوْرَتِيں شَيْطَانِ كِي رِيسَاں هِيں۔“

(مصنف ابن ابی شیبہ، کتاب الزهد، باب كلام ابن مسعود، الحديث ۳۷، ج ۸، ص ۱۶۲)

اگر یہ شہوت نہ ہوتی تو عورتیں مردوں پر مسلط نہ ہوتیں۔

ایک روایت میں ہے کہ حضرت سیدنا موسیٰ علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام اپنی مجلس میں تشریف فرما تھے، کہ ابلیس آپ علیہ السلام کے سامنے آیا اور اس کے سر پر ایک ٹوپی تھی جس میں کئی رنگ چمک رہے تھے۔ جب وہ آپ علیہ السلام کے قریب ہوا تو ٹوپی اتار کر رکھ دی اور آپ کو سلام کیا، آپ علیہ السلام نے پوچھا: ”تو کون ہے؟“ اس نے کہا: ”میں ابلیس ہوں۔“ آپ علیہ السلام نے فرمایا: ”اللہ عزوجل تجھے زندہ نہ رکھے، تو کیوں آیا؟“ اس نے جواب دیا: ”چونکہ آپ کو اللہ عزوجل کے ہاں ایک مقام و مرتبہ حاصل ہے اس لئے آپ علیہ السلام کی خدمت میں سلام عرض کرنے حاضر ہوا ہوں۔“ آپ علیہ السلام نے پوچھا: ”میں نے تیرے سر پر جو دیکھا وہ کیا ہے؟“ اس نے جواب دیا: ”اس کے ذریعے میں انسانوں کے دل اچک لیتا ہوں۔“ آپ علیہ السلام نے اس سے پوچھا: ”وہ کون سا ایسا عمل ہے جس کے ذریعے تو انسان پر حاوی ہو جاتا ہے؟“ شیطان نے جواب دیا: ”جب وہ اپنے آپ پر اترنے لگتا ہے، اپنے اعمال کو زیادہ جانتا ہے اور گناہوں کو بھول جاتا ہے۔“ (پھر کہنے لگا) میں آپ کو تین باتوں سے ڈراتا ہوں: (۱) کسی غیر محرم عورت کے ساتھ تنہائی اختیار نہ کریں، کیونکہ جو شخص ایسی عورت کے ساتھ علیحدگی میں ہوتا ہے، جو اس کے لئے حلال نہیں، تو میں اپنے کارندوں کو بھیجنے کی بجائے خود وہاں جاتا ہوں، یہاں تک کہ انہیں فتنہ میں مبتلا کر دیتا ہوں (۲) جب اللہ عزوجل سے وعدہ کریں تو اسے پورا کریں اور (۳) جب صدقہ کا مال نکالیں، تو اسے خرچ کر دیں، کیونکہ جب کوئی شخص صدقہ کا مال الگ کر کے رکھتا ہے، تو میں اسے خرچ کرنے میں رکاوٹ بن جاتا ہوں۔“ پھر شیطان یہ کہتا ہوا واپس چلا گیا: ”ہائے افسوس! حضرت موسیٰ کو وہ بات معلوم ہو گئی جس کے ذریعے میں لوگوں کو دھوکا دیتا ہوں۔“

کبھی صاحب شہوت کا معاملہ اس حد تک بڑھ جاتا ہے کہ وہ عضو مخصوص سے عشق کرتا ہے اور اسی مقام سے حاجت کو پورا کرنا چاہتا ہے۔ یہ چوپایوں میں زیادہ پائی جاتی ہے، یہ مذموم ہے اور زیادتی ہمیشہ مذموم ہے اور وہ یہ ہے کہ اس حد تک شہوت کا غلبہ ہو، کہ اُس کے آثار عقل کی اطاعت نہ کریں اور عینین (یعنی نامرد) کے حق میں شہوت کا بالکل نہ ہونا بھی مذموم ہے، اور بہترین امور وہ ہیں جو اعتدال پر ہوں۔ جب شہوت حد سے بڑھ جائے تو اسے بھوک یا نکاح کے ذریعے ختم کرے۔

نبی مکرم، نور مجسم، رسول اکرم، شہنشاہ بنی آدم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان عالیشان ہے: ”اے نوجوانوں کے گروہ! تم پر نکاح کرنا لازم ہے، پس جو عورت کے حقوق پورے کرنے کی طاقت نہیں رکھتا، وہ روزے رکھے کیونکہ یہ جنسی خواہش کو کم کر دیتے ہیں۔“ (صحیح البخاری، کتاب النکاح، باب من لم يستطع الباء فليصم، الحديث ۵۰۶۶، ص ۴۳۸، مفہوم)

## مرید پر نکاح کرنا واجب ہے یا ترک کرنا:

جان لو! مرید کو اپنے ابتدائی مرحلے میں مناسب یہی ہے کہ وہ اپنے آپ کو نکاح میں مشغول نہ کرے جیسا کہ گزر چکا ہے، کہ یہ چیز اسے اللہ عزوجل کی طرف متوجہ ہونے سے روک دے گی، اسی لئے حضرت سیدنا ابو سلیمان دارانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ارشاد فرمایا: ”جو شخص شادی کرتا ہے وہ دنیا کی طرف جھک جاتا ہے۔“ نیز انہوں نے یہ بھی ارشاد فرمایا: ”میں نے کسی مرید کو نہیں دیکھا جو شادی کے بعد پہلی حالت پر رہا ہو۔“

جان لو! اگر تم اپنے آپ کو اللہ کے رسول عزوجل و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم پر قیاس کرو، تو یہ تمہاری بہت بڑی غلطی ہے کیونکہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو دنیا اور آخرت کی کوئی چیز بھی اللہ عزوجل کی یاد سے غافل نہیں کرتی اور اسی کی طرف اللہ عزوجل نے اپنے فرمان عالیشان میں اشارہ فرمایا:

مَا زَاغَ الْبَصَرُ وَمَا طَغَىٰ ۝ (ب ۲۷، النجم: ۱۷) ترجمہ کنز الایمان: آنکھ نہ کسی طرف پھری نہ حد سے بڑھی۔

کیونکہ کوئی چیز نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو اللہ عزوجل کی یاد سے غافل نہیں کر سکتی، پس جب تجھ پر شہوت غالب ہو تو تجھے روزہ، بھوک، پیاس، اور بیداری اختیار کرنی چاہئے، غالب گمان یہی ہے کہ ان چیزوں سے شہوت ختم ہو جائے گی، لیکن یہ خلاف عادت حد سے زیادہ ہو اور وہ آنکھ پر قابو نہ رکھ سکتا ہو تو اس خصوصی حالت کی وجہ سے اس کے لئے نکاح کرنا ضروری ہے، تاکہ وہ راحت پالے، کیونکہ جو شخص آنکھ کی حفاظت پر قدرت نہ رکھے وہ دل پر کیسے قابو پاسکتا ہے اور جب بندے کی سوچ منتشر رہے تو اس کے لئے مجرد (یعنی شادی کے بغیر) رہنے کا کوئی فائدہ نہیں، بلکہ اس پر اس چیز کا خوف ہے جو حضرت سیدنا عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمائی: ”اپنی نظر کی حفاظت کرو، کیونکہ یہ دل میں شہوت کا بیج بوتی ہے اور فتنہ کے لئے یہی کافی ہے۔“

حضرت سیدنا سعید بن جبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں، حضرت سیدنا داؤد علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام نظر کی وجہ سے آزمائش میں پڑے، اس لئے آپ علیہ السلام نے اپنے بیٹے حضرت سیدنا سلیمان علیہ السلام سے فرمایا: ”اے بیٹے! شیر اور سانپ کے پیچھے چلو، لیکن عورت کے پیچھے نہ چلو۔“ حضرت سیدنا یحییٰ بن زکریا علیہ السلام سے پوچھا گیا: ”زنا کی ابتداء کیا ہے؟“ آپ نے فرمایا: ”دیکھنا اور خواہش کرنا۔“

اگر مرید کا نفس اس سے ایسی چیز کا مطالبہ نہ کرے جس کو وہ ختم نہیں کر سکتا تو اس کے لئے نکاح نہ کرنا بہتر ہے۔

حضرت سیدنا محمد بن سلیمان رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے بارے میں مروی ہے، کہ ان کو ہر روز اسی ہزار درہم آمدنی ہوتی، انہوں نے اہل بصرہ اور ان کے علماء کو لکھا، کہ وہ کسی عورت سے ان کی شادی کرادیں۔ وہ سب حضرت سیدنا رابعہ عدویہ بصریہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہا

کے ساتھ نکاح کرانے پر متفق ہوئے، تو انہوں نے حضرت سیدتنا رابعہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہا کی طرف لکھا: ”بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ، اَمَّا بَعْدُ! یعنی حمد و صلوة کے بعد! اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ دُنْیَا کے مال سے روزانہ مجھے آستی ہزار درہم کا مالک بناتا ہے، کچھ دن بعد یہ ایک لاکھ ہو جائیں گے، میں تمہارے لئے ایسا ایسا کروں گا پس تم میری دعوتِ نکاح قبول کر لو۔“

حضرت سیدتنا رابعہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہا نے انہیں جواب میں لکھا: ”بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ، اَمَّا بَعْدُ! دُنْیَا سے بے رغبتی میں بدن کی راحت ہے اور دُنْیَا کی رغبت، پریشانی اور غم کا باعث ہے۔ جب تمہارے پاس میرا یہ خط پہنچے، تو اپنے لئے زورِ راہ تیار کر کے آخرت کی تیاری کرو، اپنے نفس کو وصیت کرنے والے بنو، دوسرے لوگوں کو اپنا وصی مقرر نہ کرو، وہ تمہاری میراث کو تقسیم کر لیں گے، ہمیشہ روزہ رکھو اور موت پر ہی افطار کرو اور جہاں تک میرا تعلق ہے، تو اگر اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ مجھے اس قدر دولت عطا فرمائے، جس قدر تمہیں دی ہے، بلکہ اس سے بھی ڈگنی عطا فرمائے تب بھی مجھے یہ بات پسند نہیں ہوگی کہ میں پلک جھپکنے کی دیر بھی اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ کی یاد سے غافل ہو جاؤں۔“

اس سے یہ بات واضح ہو گئی کہ جو چیز اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ سے غافل کر دے وہ نقصان دہ ہے۔

### شہوت کی مخالفت کرنے پر فضیلت:

جان لو! پاکدامنی یہ ہے کہ وہ شہوت پر قادر نہ ہو اور قدرت ہونے کے باوجود شہوت کی مخالفت کرنا افضل ہے اور یہ

صدیقین کا درجہ ہے اسی لئے نبی اکرم، نور مجسم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

مَنْ عَشَقَ فَعَفَّ فَكُنْتُمْ فَمَاتَ فَهُوَ شَهِيدٌ۔ ترجمہ: جسے عشق ہوا اور اس نے پاک دامنی اختیار کرتے

ہوئے اسے چھپایا اور اسی حالت میں مر گیا تو وہ شہید ہے۔

(کنز العمال، کتاب الجہاد، الحدیث ۱۱۱۹۹، ج ۴، ص ۱۸۰)

حضور نبی پاک، صاحب لؤلؤ لاک، سیاح افلاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا فرمانِ رحمت نشان ہے: ”سات آدمی ایسے ہیں

جنہیں بروز قیامت اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ اپنے عرش کے سائے میں جگہ عطا فرمائے گا، جس دن اس کے علاوہ کوئی سایہ نہ ہوگا، اور آپ

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ان (سات افراد) میں اس شخص کو بھی شمار فرمایا جسے کوئی حسب و نسب والی حسین و جمیل عورت (برے کام کی)

دعوت دے تو وہ کہے: میں اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ سے ڈرتا ہوں جو تمام جہانوں کا رب ہے۔“

(جامع الترمذی، ابواب الزہد، باب ماجاء فی الحب فی اللّٰہ، الحدیث ۲۳۹۱، ص ۱۸۹۲)

حضرت سیدنا سلیمان بن یسار علیہ رحمۃ اللہ الغفار کے بارے میں مروی ہے کہ آپ بہت خوبصورت تھے۔ ایک عورت آپ

کے پاس آئی اور آپ کو اپنی طرف متوجہ کرنا چاہا لیکن آپ نے انکار فرما دیا اور اس عورت کو وہیں گھر میں چھوڑ کر بھاگ کھڑے ہوئے، حضرت سیدنا سلیمان بن یسار علیہ رحمۃ اللہ الغفار ارشاد فرماتے ہیں: ”میں نے خواب میں حضرت سیدنا یوسف علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کی زیارت کی گویا میں اُن سے پوچھ رہا تھا: ”کیا آپ حضرت سیدنا یوسف علیہ الصلوٰۃ والسلام ہیں؟“ آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام فرما رہے تھے: ”ہاں! میں یوسف ہوں جس کی طرف ارادہ منسوب ہے اور تم سلیمان ہو جس نے ارادہ نہیں کیا۔“

وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِالصَّوَابِ وَاِلَيْهِ الْمَرْجِعُ وَالْمَآبِ.



## ظہر سے پہلے اور بعد، نوافل ادا کرنے کا ثواب

دو فرامینِ مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم:

(۱)..... ”جو شخص پابندی کے ساتھ ظہر سے پہلے اور بعد میں چار چار رکعتیں ادا کرے گا اللہ عزوجل اس پر جہنم کو حرام فرما دے گا۔“ جبکہ ایک روایت میں ہے کہ ”اس کے چہرے کو جہنم کی آگ کبھی نہ چھو سکے گی۔“ (مسند احمد، حدیث ام حبیبہ بنت ابی سفیان، رقم ۲۶۸۲۵، ج ۱۰، ص ۲۳۲، تعمیر قلیل)

(۲)..... حضرت سیدنا عبداللہ بن سائب رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حسن اخلاق کے پیکر، نبیوں کے تاجور، محبوبِ ربِّ اکبر عَزَّوَجَلَّ و صَلَّی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم زوالِ شمس کے بعد ظہر سے پہلے چار رکعتیں ادا فرمایا کرتے اور ارشاد فرماتے کہ ”یہ وہ گھڑی ہے جس میں آسمانوں کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں لہذا میں پسند کرتا ہوں کہ اس گھڑی میں میرا کوئی نیک عمل آسمانوں تک پہنچے۔“

(مسند احمد، احادیث عبداللہ بن سائب، رقم ۱۵۳۹۶، ج ۵، ص ۶۵۰، تعمیر قلیل)

## زبان کی آفات

باب 24:

جان لو! زبان کا خطرہ بہت بڑا ہے اور اس کے خطرے سے نجات صرف خاموشی میں ہے۔ یہی وجہ ہے کہ نبی اکرم، نور مجسم، شہنشاہ بنی آدم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے خاموشی کی تعریف کی اور خاموش رہنے کی ترغیب دی۔ چنانچہ نور کے پیکر، تمام نبیوں کے سرور، دو جہاں کے تاجور، سلطان بحر و بر صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا فرمانِ عالیشان ہے:

”مَنْ صَمَّتْ نَجَاتُ رَجْمَةٍ: جو خاموش رہا اس نے نجات پائی۔“

(جامع الترمذی، ابواب صفة القيامة، باب حدیث من كان يؤمن بالله فليكرم ضيفه، الحدیث ۲۵۰۱، ص ۱۹۰۳)

سید المبلغین، رحمۃ اللعالمین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا فرمانِ عالیشان ہے: ”الصَّمْتُ حِكْمٌ وَقَلِيلٌ فَاعِلُهُ تَرْجَمَةٌ“

خاموشی حکمت ہے اور اسے اختیار کرنے والے کم ہیں۔“

(شعب الایمان للبيهقي، باب في حفظ اللسان، فصل في فضل السكوت عما لا يعنيه، الحدیث ۵۰۲۶، ج ۴، ص ۲۶۴)

شہنشاہ نبوت، پیکرِ جوہر و حکمت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا فرمانِ ذیشان ہے:

مَنْ يَتَكْفَلُ لِي مَا بَيْنَ لِحْيَيْهِ وَرِجْلَيْهِ اتَّكَفَلُ لَهُ بِالْجَنَّةِ

ترجمہ: جو شخص مجھے دو جبروں کے درمیان والی چیز (یعنی زبان) اور دو ٹانگوں کے درمیان والی چیز (یعنی شرمگاہ) کی ضمانت دے میں

اسے جنت کی ضمانت دیتا ہوں۔

(صحیح البخاری، کتاب الرقاق، باب حفظ اللسان، الحدیث ۶۴۷۴، ص ۵۴۳، مفہوماً)

مروی ہے کہ حضرت سیدنا معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کی: ”یا رسول اللہ عزوجل و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم! مجھے

وصیت فرمائیں۔“ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ”اللہ عزوجل کی اس طرح عبادت کر گویا تو اسے دیکھ رہا ہے،

اپنے آپ کو مرنے والوں میں شمار کر، اور اگر تو چاہے تو میں تجھے بتاؤں، کہ تیرے لئے کون سی چیز بہتر ہے، پھر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ

وآلہ وسلم نے اپنی زبان مبارک کی طرف اشارہ فرمایا۔“

(موسوعة لابن ابی الدنيا، کتاب الصمت و آداب اللسان، باب حفظ اللسان و فضل الصمت، الحدیث ۲۲، ج ۷، ص ۴۲-۴۳)

حضرت سیدنا معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے آپ فرماتے ہیں کہ میں نے عرض کی: ”یا رسول اللہ عزوجل و صلی

اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم! کیا ہماری گفتگو پر بھی مواخذہ ہوگا؟“ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ”اے ابنِ جبل! تیری ماں تجھ

پر روئے، لوگوں کو ان کے نتھنوں کے بل جہنم میں گرانے والی زبان کی کاٹی ہوئی کھیتی (یعنی گفتگو) کے سوا اور کیا ہے۔“

(جامع الترمذی، ابواب الایمان، باب ماجاء فی حرمة الصلاة، الحدیث ۲۶۱۶، ص ۱۹۱۵)

امیر المؤمنین حضرت سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے منہ میں چھوٹے چھوٹے پتھر رکھتے تھے، جن کے ذریعے گفتگو سے پرہیز کرتے، نیز آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنی زبان کی طرف اشارہ کر کے فرماتے: ”اس نے مجھے ہلاکت کی جگہوں میں پہنچایا۔“  
حضرت سیدنا عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: ”اَسَ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ کی قسم جس کے سوا کوئی معبود نہیں! کوئی چیز زبان سے زیادہ قید کی محتاج نہیں۔“

اب ہم زبان کی آفات بیان کریں گے، پہلے چھوٹی آفات کو بیان کریں گے پھر درجہ بدرجہ بڑی آفات بیان کی جائیں گی۔

### پہلی آفت: بے مقصد کلام کرنا:

جان لو! جب تم بے مقصد گفتگو کرو گے، یعنی ایسی گفتگو جس کی تمہیں حاجت نہیں، تو اپنا وقت ضائع کرو گے اور اس کے ذریعے اپنے آپ کو حساب و کتاب کے لئے پیش کرو گے، تو اس طرح تم اچھی چیز دے کر اس کے بدلے بری چیز لینے والے بن جاؤ گے، کیونکہ اگر تم اس کی بجائے اللہ عزوجل کا ذکر کرتے یا خاموش رہتے یا غور و فکر میں مشغول رہتے تو اس کے نتیجے میں بلند درجات پالیتے۔

شہنشاہ خوش نصال، پیکرِ حسن و جمال، دافعِ رنج و ملال صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا فرمانِ نصیحت نشان ہے:

مِنْ حُسْنِ إِسْلَامِ الْمَرْءِ تَرْكُهُ مَا لَا يَنْبَغِيهِ. ترجمہ: انسان کے اسلام کی اچھائی، فضول باتوں کو ترک کر دینا ہے۔

(جامع الترمذی، ابواب الزهد، باب حدیث: من حسن إسلام المرء تركه ما لا ينبغي، الحدیث ۲۳۱۷، ص ۱۸۸۵)

حضرت سیدنا انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ اُحد کے دن ہمارا ایک غلام شہید ہو گیا، ہم نے اسے بھوک کی وجہ سے پیٹ پر پتھر باندھے ہوئے پایا، اس کی ماں نے اس کے چہرے سے گرد و غبار صاف کرتے ہوئے کہا: اے بیٹے! تمہیں جنت مبارک ہو۔ تو نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ”تمہیں کیسے معلوم ہوا؟“ (کہ یہ جنتی ہے) ہو سکتا ہے یہ فضول کلام کرتا ہو اور ایسی گفتگو سے منع کرتا ہو جو اسے نقصان نہ پہنچاتی تھی۔“

(موسوعۃ لابن ابی الدنیا، کتاب الصمت و آداب اللسان، باب النهی عن الکلام فیما لا یعینک، الحدیث ۱۰۹، ج ۷، ص ۸۵)

جان لو! بے مقصد کلام یہ ہے کہ تو مجلس میں ایسے سچے واقعات بیان کرے جو دورانِ سفر تجھے پہاڑوں اور جنگلوں میں

پیش آئیں۔

### دوسری آفت: فضول گوئی کرنا:

دوسری آفت یہ ہے کہ تو ایسی بات کا تکرار کرے جس کے تکرار کرنے کا کوئی فائدہ نہ ہو اور اس میں زیادہ الفاظ استعمال



کرے جن کی ضرورت نہ ہو۔ حضرت سیدنا عطاء بن ابی رباح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ارشاد فرماتے ہیں: تم سے پہلے لوگ فضول کلام کو ناپسند کرتے تھے۔ مثال کے طور پر یہ بات بھی فضول ہے کہ تم کہو، ”اے اللہ عزوجل! اس گتے کو دور فرما۔“

حضرت سیدنا مطرف رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ارشاد فرماتے ہیں کہ: ”اللہ عزوجل کی عظمت کا لحاظ رکھا کرو اور گتے یا گدھے کا نام لیتے وقت بھی اللہ عزوجل کا ذکر نہ کرو مثلاً یہ نہ کہو: اے اللہ عزوجل! انہیں دور کر دے وغیرہ وغیرہ۔“

فضول گوئی کی کوئی حد نہیں۔ نبی اکرم، نور مجسم، شہنشاہ بنی آدم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان عالیشان ہے:

طُوبَى لِمَنْ أَمْسَكَ الْفُضْلَ مِنْ لِسَانِهِ وَ أَنْفَقَ الْفُضْلَ مِنْ مَالِهِ  
ترجمہ: اس شخص کو مبارک ہو جو اپنی زبان کو فضول گوئی سے روک لے اور اپنے زائد مال کو خرچ کر دے۔

(شعب الایمان للبیہقی، باب فی الزکاة، فصل فی کراہیۃ..... الخ، الحدیث ۳۳۸۸، ج ۳، ص ۲۲۵، لسانہ بدلہ: قولہ)

حضرت سیدنا بلال بن حارث رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں، سرکار والاخبار، ہم بے کسوں کے مددگار، شفیق روز شمار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ”کوئی شخص اللہ عزوجل کی رضا والا ایسا کلمہ کہتا ہے جس کے بارے میں اس کا خیال نہیں ہوتا کہ وہ کس بلندی تک پہنچے گا مگر اس کی وجہ سے اللہ عزوجل قیامت تک اس کے لئے اپنی رضا لکھ دیتا ہے اور کوئی آدمی اللہ عزوجل کی ناراضگی والا ایک کلمہ کہتا ہے، حالانکہ وہ شخص اسے معمولی سمجھتا ہے لیکن اللہ عزوجل اس کے سبب قیامت تک اس کے لئے ناراضگی لکھ دیتا ہے۔“ (موسوعۃ لابن ابی الدنیا، کتاب الصمت و آداب اللسان، باب النهی عن فضول الکلام والخوض فی الباطل، الحدیث ۷۰، ج ۷، ص ۶۷-۶۸)

(امام غزالی علیہ رحمۃ اللہ الوالی فرماتے ہیں کہ) حضرت سیدنا علقمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ارشاد فرماتے تھے: حضرت سیدنا بلال بن حارث رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اس روایت نے مجھے اکثر باتوں سے روکا ہے کہ تاجدار رسالت، شہنشاہ نبوت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ”ایک شخص ایسی بات کہتا ہے جس کے ذریعے اپنے پاس بیٹھنے والوں کو ہنساتا ہے، مگر وہ اس کے باعث ثریا سے بھی دور جا گرتا ہے۔“

(موسوعۃ لابن ابی الدنیا، کتاب الصمت و آداب اللسان، باب النهی عن فضول الکلام، الحدیث ۷۱، ج ۷، ص ۶۸-۶۹)

## تیسری آفت: گناہوں کے متعلق کلام کرنا:

تیسری آفت یہ ہے کہ گناہوں کے متعلق گفتگو کرنا جس طرح عورتوں کے حالات، شراب کی مجالس اور بدکاروں کے مقامات کا ذکر کرنا اسی جانب اللہ عزوجل کے اس فرمان میں اشارہ ہے:

وَ كُنَّا نَخُوضُ مَعَ الْخَائِضِينَ ۝ (پ ۲۹، المدثر: ۴۵)

ترجمہ: کنز الایمان: اور بیہودہ فکر والوں کے ساتھ بیہودہ فکریں

کرتے تھے۔

اور ہم نے دوسری آفت کے بیان میں حضرت سیدنا بلال بن حارث رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت ذکر کر دی ہے۔

### چوتھی آفت: بحث مباحثہ کرنا اور جھگڑنا:

گذشتہ بیان کی گئی ممنوع چیزوں کے بارے میں جھگڑنا یا ان تک پہنچنے کی ترکیبیں بنانا بھی منع ہے۔

اللہ کے محبوب، دانائے غیوب، منزہ عن العیوب عزوجل و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان عزت نشان ہے:

لَا تَمَارِ أَخَاكَ وَلَا تَمَارِحُهُ وَلَا تَعِدُّهُ مَوْعِدًا  
ترجمہ: اپنے بھائی سے جھگڑانا نہ کرو، نہ اس سے مذاق کرو اور  
اس سے وعدہ کرو تو اس کی خلاف ورزی نہ کرو۔

(جامع الترمذی، ابواب البر والصلوة، باب ماجاء فی المراء، الحدیث ۱۹۹۵، ص ۱۸۵۲)

حسن اخلاق کے پیکر، نبیوں کے تاجور، محبوب رب اکبر عزوجل و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان خوشبودار ہے: ”جو شخص

حق پر ہونے کے باوجود جھگڑا چھوڑ دے، اس کے لئے جنت کے اعلیٰ درجے میں گھر بنایا جاتا ہے، اور جو باطل ہونے کی وجہ سے  
جھگڑا چھوڑ دے اس کے لئے جنت کے گرد و نواح میں گھر بنایا جاتا ہے۔

(جامع الترمذی، ابواب البر والصلوة، باب ماجاء فی المراء، الحدیث ۱۹۹۳، ص ۱۸۵۱، اعلیٰ بدلہ وسط)

### پانچویں آفت: لڑائی جھگڑا کرنا:

یعنی انسان کا دوسرے کا حق یا مال حاصل کرنے کے لئے جھگڑنا اور یہ بھی قابل مذمت ہے۔ ام المؤمنین حضرت سیدتنا

عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے، شہنشاہ مدینہ، قرار قلب وسینہ، صاحب معطر پسینہ، باعث نزول سیکنہ، فیض گنجینہ صلی اللہ  
تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

أَبْغَضُ الرِّجَالِ إِلَى اللَّهِ أَلَدُّ الْخِصْمِ  
ترجمہ: اللہ عزوجل کے ہاں سب سے ناپسندیدہ شخص وہ ہے جو بہت  
زیادہ جھگڑا ہو۔

(صحیح البخاری، کتاب المظالم، باب قول اللہ تعالیٰ: وَهُوَ أَلَدُّ الْخِصَامِ، الحدیث ۲۴۵۷، ص ۱۹۳)

حضرت سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، حضور نبی کریم، رؤوف رحیم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

مَنْ جَادَلَ فِيْ خُصُومَةٍ بِغَيْرِ عِلْمٍ لَمْ يَزَلْ فِيْ  
ترجمہ: جو شخص بے جا جھگڑتا ہے، وہ ہمیشہ اللہ عزوجل کی  
ناراضگی میں ہوتا ہے، یہاں تک کہ اسے چھوڑ دے۔

(موسوعة لابن ابی الدنيا، کتاب الصمت و آداب اللسان، باب ذم الخصومات، الحدیث ۱۵۳، ج ۷، ص ۱۱۱)

## چھٹی آفت: تکلف اور بناوٹ سے گفتگو کرنا:

تکلف کے ساتھ فصاحت و بلاغت سے بھرپور اور بناوٹی کلام کرنا۔ اللہ کے رسول، رسول مقبول عزوجل و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

ترجمہ: میں اور میری امت کے پرہیزگار لوگ تکلف سے بری ہیں۔  
أَنَا وَاتَّقِيَاءُ أُمَّتِي بَرَاءٌ مِنَ التَّكْلِيفِ.

حضرت سیدنا فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں، حضور نبی رحمت، شفیع امت، قاسم نعمت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ”میری امت کے بڑے لوگ وہ ہیں جو طرح طرح کی نعمتوں سے پروان چڑھتے ہیں، مختلف قسم کے کھانے کھاتے ہیں، طرح طرح کے لباس پہنتے ہیں اور (تکلف کے ساتھ) گفتگو کرتے ہیں۔“

(الکامل فی ضعفاء الرجال لابن عدی، الرقم ۱۴۶۶۔ عبد الحمید بن جعفر بن الحکم الانصاری، ج ۷، ص ۴)

## ساتویں آفت: گالی گلوچ اور فحش کلامی کرنا:

یہ بھی قابل مذمت ہے۔ چنانچہ نبی اکرم، نور مجسم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

ترجمہ: فحش کلامی سے بچو، بے شک اللہ عزوجل فحش کلامی اور  
وَلَا التَّفْحُشَ.  
یَاكُمْ وَالْفُحْشَ فَإِنَّ اللَّهَ لَا يُحِبُّ الْفُحْشَ

تکلف فحش کلام کرنے کو پسند نہیں فرماتا۔

(الاحسان بترتیب صحیح ابن حبان، کتاب الغصب، الحدیث ۵۱۰۴، ج ۷، ص ۳۰۷)

آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے غزوہ بدر میں قتل ہونے والے مشرکین کو گالی دینے سے منع فرمایا اور ارشاد فرمایا: ”الْبِدَاءُ وَالْبَيَانُ شُعْبَتَانِ مِنَ النِّفَاقِ“ ترجمہ: فحش گوئی اور کثرت کلام نفاق کے دو شعبے ہیں۔“

(جامع الترمذی، ابواب البر والصلة، باب ماجاء فی العقی، الحدیث ۲۰۲۷، ص ۱۸۵۴)

## آٹھویں آفت: لعنت کرنا:

لعنت خواہ حیوانات و جمادات پر کی جائے یا انسان پر (ذموم ہے)، سرکارِ مدینہ، راحتِ قلب و سینہ، سلطانِ باقرینہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا فرمانِ نصیحت نشان ہے: ”الْمُؤْمِنُ لَيْسَ بِلَعْنَانٍ“ ترجمہ: مؤمن لعنت کرنے والا نہیں ہوتا۔“

(جامع الترمذی، ابواب البر والصلة، باب ماجاء فی اللعنة، الحدیث ۱۹۷۷، ص ۱۸۵۰)

حضرت سیدنا حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ارشاد فرماتے ہیں: ”جو قوم کسی پر لعنت بھیجتی ہے تو اس پر اللہ عزوجل کا عذاب ثابت

ہو جاتا ہے۔“

أم المؤمنین حضرت سیدتنا عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ارشاد فرماتی ہیں، رسول اللہ ﷺ جو غسل و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اپنے ایک غلام کو لعن طعن کرتے سنا، تو اُن کی طرف متوجہ ہو کر دو یا تین مرتبہ ارشاد فرمایا: ”اے ابوبکر! کیا صدیق بھی ہو اور لعن طعن بھی کرے، رب کعبہ کی قسم! ایسا نہیں ہو سکتا۔“ حضرت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اسی دن اپنا غلام آزاد کر دیا اور نبی رحمت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہوئے اور عرض کیا: ”میں دوبارہ یہ کلمات نہیں کہوں گا۔“ (الادب المفرد للبخاری، باب من لعن عبده فاعتقه، الحدیث ۳۲۲، ص ۱۰۰-۱۰۱)

جان لو! جس شخص کے لئے شریعت میں ملعون ہونا ثابت ہو جیسے ابو جہل، فرعون وغیرہ تو ایسوں پر لعنت بھیجنے میں حرج نہیں لیکن بندہ ان پر لعنت نہ بھیجے تو بھی کوئی حرج نہیں اور جہاں تک یہودی کا تعلق ہے تو اس پر لعنت بھیجنے میں خطرہ ہے کیونکہ ممکن ہے اللہ عزوجل نے اس کی قسمت میں اسلام قبول کرنا لکھ دیا ہو، تو اس صورت میں لعنت بھیجنے میں خطرہ ہے لیکن اگر کوئی قید لگا کر لعنت بھیجنا چاہے تو وہ یوں کہے: ”اگر وہ حالت کفر پر مرے تو اس پر لعنت ہو۔“ حاصل کلام یہ کہ ابلیس (یعنی شیطان) پر لعنت نہ بھیجنے میں کوئی حرج نہیں چہ جائیکہ کوئی دوسرا ہو، چنانچہ لعنت نہ کرنا اور اس سے زبان کو بچانا ہی بہتر ہے۔

### نویں آفت: گانے گانا اور شعر کہنا:

گانے کے بارے میں سماع کے باب میں ذکر گزر چکا ہے، اور جہاں تک شعر کا تعلق ہے تو کلام اچھا ہو تو اچھا ہے اور برا ہو تو بُرا۔ لیکن شعر کہنے کو پیشہ بنا لینا مذموم ہے۔ چنانچہ حضور نبی پاک، صاحب لؤلؤ لاک، سیاح افلاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان عبرت نشان ہے:

لَا تَنْتَلِي بِطَنُ أَحَدِكُمْ قَبِيحًا خَيْرٌ لَهُ مِنْ أَنْ يَمْتَلِي شِعْرًا.  
ترجمہ: تم میں سے کسی کے پیٹ کا پیپ سے بھر جانا اشعار سے بھر جانے سے بہتر ہے۔

(صحیح البخاری، کتاب الادب، باب ما یکرہ ان یكون الغالب علی الانسان الشعر..... الخ، الحدیث ۶۱۰۴، ص ۵۱۹)

(غلا) اشعار پر مداومت اختیار کرنا اور ان کے لئے سفر کرنا ممنوع ہے مگر صحیح اشعار کے جواز پر بہت سی احادیث وارد ہیں۔

### دسویں آفت: ہنسی مزاح کرنا:

مزاح کی اصل یہ ہے کہ اس سے روکا گیا ہے اور یہ مذموم ہے البتہ تھوڑا سا ہو تو جائز ہے، نبی مکرم، نور مجسم، رسول اکرم، شہنشاہ بنی آدم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان عالیشان ہے: ”لَا تَمَارِ أَخَاكَ وَلَا تَمَارِ حَتَّى تَرْجَمَ: نہ اپنے بھائی کی بات کاٹو اور نہ اس کا مذاق اڑاؤ۔“ (جامع الترمذی، ابواب البر والصلة، باب ما جاء فی المرء، الحدیث ۱۹۹۵، ص ۱۸۵۲)

جان لو اس میں حد سے بڑھنا منع ہے کہ کثرت مذاق سے زیادہ ہنسی پیدا ہوتی ہے اور نتیجہ دل مُردہ ہو جاتا ہے۔  
نور کے پیکر، تمام نبیوں کے سُرور، دو جہاں کے تاجور، سلطانِ بحر و بر صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا فرمانِ ذیشان ہے: ”اِنْسِي لَامْرُخٍ وَلَا اَقُولُ الْاَحْقَا تَرْجَمَهُ: میں مزاح کرتا ہوں، لیکن حق بات کے سوا کچھ نہیں کہتا۔“

(اخلاق النبی ﷺ لابی الشیخ الاصبہانی، باب ما روی فی کظمہ الغیظ وحلمہ ﷺ، الحدیث ۱۷۴، ج ۱، ص ۱۸۶)  
حضور نبی اکرم، نور مجسم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت سیدنا صہیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ارشاد فرمایا: ”تم کھجوریں کھا رہے ہو، جبکہ تمہاری آنکھوں میں درد ہے تو حضرت سیدنا صہیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کی: ”میں دوسری طرف سے کھا رہا ہوں۔“ یہ سن کر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم مسکرا دیئے۔“ (سنن ابن ماجہ، ابواب الطب، باب الحمیة، الحدیث ۳۴۴۳، ص ۲۶۸۴)

**گیارہویں آفت: مذاق اڑانا اور تمسخر کرنا:**

یہ بھی حرام ہے، اللہ عزوجل نے ارشاد فرمایا:

لَا يَسْخَرُ قَوْمٌ مِنْ قَوْمٍ (ب ۲۶، السُّخْرَت: ۱۱) ترجمہ کنز الایمان: نہ مرد مردوں سے ہنسیں۔

اس کا معنی دوسرے کی توہین کرنا، اسے حقیر جاننا اور اس کے عیبوں سے آگاہ کرنا ہے اور بعض اوقات یہ چیز اس کے قول و فعل کی نقل اتارنے کے ذریعے پائی جاتی ہے۔

سیدنا بلعین، رَحْمَةُ الرَّحْمٰنِ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ”لوگوں کا مذاق اڑانے والے کے لئے جنت کا دروازہ کھولا جائے گا اور کہا جائے گا آؤ! آؤ! وہ غم اور تکلیف کی حالت میں آئے گا جب وہ آئے گا تو اس پر دروازہ بند کر دیا جائے گا۔ پھر دوسرا دروازہ کھولا جائے گا اور کہا جائے گا آؤ! آؤ! وہ غم و الم میں آئے گا جب وہ آئے گا تو اس پر وہ دروازہ بند کر دیا جائے گا، اسی طرح مسلسل ہوتا رہے گا، یہاں تک کہ اس کے لئے دروازہ کھولا جائے گا اور کہا جائے گا آؤ! آؤ! تو وہ نہیں آئے گا۔“ (موسوعة لابن ابی الدنیا، کتاب الصُّمْت و آداب اللِّسَان، باب ما نُهَى عَنْهُ الْعِبَادَانِ يَسْخَرُ بَعْضُهُمْ مِنْ بَعْضٍ، الحدیث ۲۸۷، ج ۷، ص ۱۸۴)

حضرت سیدنا معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، پیکرِ حسن و جمال، دفعِ رنج و ملال صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:  
مَنْ عَيَّرَ اَخَاهُ بِذَنْبٍ قَدْ تَابَ مِنْهُ لَمْ يَمُتْ حَتَّى يَعْمَلَهُ.  
ترجمہ: جو آدمی اپنے (مسلمان) بھائی کو اس کے کسی گناہ پر عار دلاتا ہے جس سے وہ توبہ کر چکا ہو، تو عار دلانے والا مرنے سے پہلے اس عمل میں مبتلا ہوگا۔

(جامع الترمذی، ابواب صفة القيامة، باب فی وعید من عیر اخاه بذنب، الحدیث ۲۵۰۵، ص ۱۹۰۳)

## بارہویں آفت: راز کو ظاہر کرنا:

کسی کے راز کو ظاہر کرنے سے منع کیا گیا ہے، کیونکہ اس کے ذریعے تکلیف پہنچائی جاتی ہے اور دوسروں کے حق کو معمولی سمجھا جاتا ہے، شہنشاہِ خوشِ خصال، ہیکرِ حسن و جمال، دافعِ رنج و ملال صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا فرمانِ نصیحت نشان ہے:

”الْحَدِيثُ بَيْنَكُمْ أمانةٌ ترجمہ: گفتگو تمہارے درمیان امانت ہے۔“

(موسوعة لابن ابی الدنيا، کتاب الصمت و آداب اللسان، باب حفظ السر، الحدیث ۶۰۶، ج ۷، ص ۲۴۴)

## تیرہویں آفت: جھوٹا وعدہ کرنا:

جھوٹا وعدہ کرنے سے بھی منع کیا گیا ہے اور یہ نفاق کی علامات میں سے ہے، اللہ عزوجل کا فرمانِ عالیشان ہے:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَوْفُوا بِالْعُقُودِ (ب: المائدہ: ۱) ترجمہ: کنز الایمان: اے ایمان والو! اپنے قول پورے کرو۔

نبی رحمت، شفیعِ امت، قاسمِ نعمت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا فرمانِ صداقت نشان ہے: ”الْعِدَّةُ عَطِيَّةٌ ترجمہ: وعدہ پورا

کرنا عطیہ ہے۔“ (المعجم الاوسط، الحدیث ۱۷۵۲، ج ۱، ص ۴۷۵)

## چودھویں آفت: جھوٹ بولنا اور جھوٹی قسم کھانا:

یہ نہایت قبیح گناہوں میں سے ہے، مروی ہے کہ امیر المؤمنین حضرت سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نبی اکرم،

نورِ مجسم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے وصالِ ظاہری کے بعد خطبہ دیتے ہوئے ارشاد فرمایا: ”اللہ کے رسول عزوجل صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ

وسلم اس مقام پر تشریف فرما ہوئے، جہاں آج میں کھڑا ہوں، پھر آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ رو پڑے اور فرمایا: نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ

وسلم نے ارشاد فرمایا: ”إِيَّاكُمْ وَالْكَذِبَ، فَإِنَّهُ مَعَ الْفُجُورِ وَهُمَا فِي النَّارِ ترجمہ: جھوٹ سے بچو کیونکہ جھوٹ بولنے

والابدکار کے ساتھ ہوتا ہے اور وہ دونوں دوزخ میں ہوں گے۔“

(سنن ابن ماجہ، ابواب الدعاء، باب الدعاء بالعفو والعافية، الحدیث ۳۸۴۹، ص ۲۷۰)

سرکارِ والا شمار، ہم بے کسوں کے مددگار، شفیعِ روزِ شمار، دو عالم کے مالک و مختار، حبیبِ پروردگار عزوجل صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ

وسلم کا فرمانِ عبرت نشان ہے: ”إِنَّ الْكِبْرِيَاءَ بَابٌ مِنَ أَبْوَابِ النِّفَاقِ ترجمہ: بے شک جھوٹ منافقت کے دروازوں میں سے

ایک دروازہ ہے۔“ (مساوی الأخلاق للخرائطي، باب ماجاء فی الکذب و فبح ما أتى به أهله، الحدیث ۱۰۷، ج ۱، ص ۱۱۷)

بعض اسلاف سے منقول ہے کہ اشارۃً جھوٹ بولنے کی گنجائش ہے اور امیر المؤمنین حضرت سیدنا عمر فاروق رضی اللہ

تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: ”تو یہ کرنے سے آدمی جھوٹ سے بچ جاتا ہے۔“

## پندرویں آفت: غیبت:

ہم پہلے شریعت میں اس کے متعلق وارد ہونے والی مذمت کو ذکر کرتے ہیں۔ چنانچہ اللہ عزوجل نے ارشاد فرمایا:

وَلَا يَغْتَب بَّعْضُكُم بَعْضًا أَيُحِبُّ أَحَدُكُمْ أَنْ يَأْكُلَ لَحْمَ أَخِيهِ مَيْتًا (ب، ۲۶، الحُخْرَات: ۱۲)

ترجمہ کنز الایمان: اور ایک دوسرے کی غیبت نہ کرو کیا تم میں کوئی پسند رکھے گا کہ اپنے مرے بھائی کا گوشت کھائے۔

حضرت سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ تاجدارِ رسالت، شہنشاہِ نبوت، مخزنِ جوہر و سخاوت، پیکرِ عظمت و شرافت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ”ایک دوسرے سے حسد نہ کرو، آپس میں بغض نہ رکھو، بیخ بخش نہ کرو۔ ایک دوسرے سے روگردانی نہ کرو اور ایک دوسرے کی غیبت بھی نہ کرو، اے اللہ عزوجل کے بندو! بھائی بھائی بن جاؤ۔“

(صحیح مسلم، کتاب البر، باب تحریم ظلم المسلم..... الخ، الحدیث ۶۵۴۱، ص ۱۱۲۷)

(موسوعۃ لابن ابی الدنیا، کتاب الصمت و آداب اللسان، باب الغیبة و ذمہا، الحدیث ۱۰۶۳، ج ۷، ص ۱۱۶ تا ۱۱۷)

اللہ کے محبوب، دانائے غیوب، منزہ عن العیوب عزوجل صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا فرمانِ ہدایت نشان ہے: ”غیبت سے

بچو، بے شک غیبت زنا سے سخت تر ہے، کیونکہ جب آدمی زنا کر کے توبہ کرتا ہے تو اللہ عزوجل اس کی توبہ قبول فرماتا ہے اور غیبت کرنے والے کی بخشش اس وقت تک نہیں ہوتی، جب تک وہ شخص معاف نہ کر دے جس کی غیبت کی ہے۔“

(موسوعۃ لابن ابی الدنیا، کتاب الصمت و آداب اللسان، باب الغیبة و ذمہا، الحدیث ۱۰۶۴، ج ۷، ص ۱۱۸)

حضرت سیدنا انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، حسنِ اخلاق کے پیکر، نبیوں کے تاجور، محبوبِ رب اکبر عزوجل صلی اللہ

تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا فرمانِ عبرت نشان ہے: ”شب معراج میں ایسی قوم کے پاس سے گزرا، جو اپنے چہروں کو اپنے ناخنوں سے نوچ

رہے تھے، میں نے جبریل علیہ السلام سے پوچھا: ”یہ کون لوگ ہیں؟“ انہوں نے جواب دیا: ”یہ وہ ہیں جو لوگوں کی غیبت کرتے

تھے اور ان کی عزتوں کے پیچھے پڑتے تھے۔“

(موسوعۃ لابن ابی الدنیا، کتاب الصمت و آداب اللسان، باب الغیبة و ذمہا، الحدیث ۱۰۶۵، ج ۷، ص ۱۱۸)

۱۔ صدر الشریعہ، بدرالطریقہ مفتی محمد امجد علی اعظمی علیہ رحمۃ اللہ القوی فرماتے ہیں: ”بخش مکروہ ہے، حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے اس سے منع فرمایا۔

بخش یہ ہے کہ بیچ (یعنی بیچی جانے والی چیز) کی قیمت بڑھائے اور خود خریدنے کا ارادہ نہ رکھتا ہو۔ اس سے مقصود یہ ہوتا ہے کہ دوسرے کا ہک کو رغبت پیدا ہو

اور قیمت سے زیادہ دے کر خرید لے اور یہ ہیئتہ خریدار کو دھوکا دینا ہے۔ جیسا کہ بعض دکانداروں کے یہاں اس قسم کے آدمی لگے رہتے ہیں، گاہک کو دیکھ کر چیز

کے خریدار بن کر دام بڑھا دیا کرتے ہیں اور ان کی اس حرکت سے گاہک دھوکا کھا جاتے ہیں۔ گاہک کے سامنے بیچ کی تعریف کرنا اور اس کے ایسے اوصاف بیان

کرنا جو نہ ہوں تاکہ خریدار دھوکا کھا جائے، یہ بھی بخش ہے۔“ (بہارِ شریعت، ج ۲، حصہ ۱۱، ص ۷۳-۷۴)

پیش کش: مجلس المدینۃ العلمیہ (دعوتِ اسلامی)

اللہ عزوجل نے حضرت سیدنا موسیٰ علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کی طرف وحی بھیجی اور فرمایا: ”جو شخص غیبت سے توبہ کرتے ہوئے فوت ہوا، وہ جنت میں سب سے آخر میں داخل ہوگا اور جو غیبت پر اصرار کی حالت میں فوت ہوا، وہ جہنم میں سب سے پہلے داخل ہوگا۔“

### غیبت کی تعریف:

غیبت یہ ہے کہ تم اپنے کسی بھائی کا ذکر ان الفاظ میں کرو کہ اگر اس تک یہ بات پہنچے تو وہ اسے ناپسند کرے۔ خواہ تم اس کے بدن یا خاندان کے عیب کا ذکر کرو یا اس کی فعلی، قولی، دینی یا دنیوی کوتاہی بیان کرو۔ یہاں تک کہ اس کے لباس، مکان اور جانور کا عیب بیان کرنا بھی غیبت ہے۔

جان لو! غیبت کے سلسلے میں اشارۃً گفتگو کرنا اور سمجھنا طراحتاً گفتگو کرنے کی طرح ہے اور ایسی حرکت جس سے مقصود سمجھ میں آجائے اس میں اور صریح گفتگو کرنے میں کوئی فرق نہیں اور غیبت سننے والا غیبت کرنے والے کے ساتھ (گناہ میں) شریک ہوتا ہے، غیبت توجہ سے سننا اور غیبت کرنے والے کی بات پر اظہارِ تعجب بھی غیبت ہے، کیونکہ یہ بھی غیبت کرنے والے کی مدد کرنا اور اس کے ساتھ شریک ہونا ہے۔

حضرت سیدنا ابو درداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، شہنشاہِ مدینہ، قرارِ قلب و سینہ، صاحبِ معطرِ پینہ، باعثِ فُردولِ سیکینہ، فیضِ گنجینہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا فرمانِ بشارت نشان ہے: ”جو شخص اپنے (مسلمان) بھائی کی غیر موجودگی میں اس کی عزت کی حفاظت کرے، اللہ عزوجل کے ذمہ کرم پر ہے، کہ وہ قیامت کے دن اس کی عزت کی حفاظت فرمائے گا۔“

(موسوعۃ لابن ابی الدنیا، کتاب الصُّمّت و آداب اللِّسان، باب ذب المسلم عن عرض اخیہ، الحدیث ۲۴۰، ج ۷، ص ۱۵۹)

### کب غیبت کی رخصت ہے؟

غیبت کرنے کی اجازت اس وقت ہے جب شرعی طور پر کوئی صحیح مقصد ہو، اور یہ چھ صورتیں ہیں:

(۱) ظالم کی شکایت کرنا: جس طرح کوئی شخص قاضی کے سامنے کسی کے رشوت لینے یا ظلم وغیرہ کرنے کی شکایت کرے، یہ جائز ہے۔

(۲) مدد طلب کرنا: یعنی برائی کو بدلنے اور گناہگار کو اصلاح کی طرف لوٹانے کے لئے مدد طلب کرنا۔

(۳) فتویٰ کے لئے: اس کی صورت یہ ہے، کہ وہ اس طرح کہے: ”میرے باپ یا بھائی پر اس معاملہ میں ظلم کیا گیا، اس سے بچنا کیسے ممکن ہے؟“ لیکن اس معاملہ میں اشارۃً کہنا زیادہ مناسب ہے۔



(۴) مسلمانوں کو برائی سے بچانا: حضور نبی پاک، صاحب لؤلؤ لاک، سیاح افلاک، صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا فرمانِ عالیشان ہے:

أَذْكُرُوا الْفَاجِرَ بِمَا فِيهِ مِنْ مُسَاوِيَةٍ يَخْذِرُهُ النَّاسُ. ترجمہ: فاجر کی برائیاں بیان کرو، تاکہ لوگ اس سے بچیں۔

(الکامل فی ضعفاء الرجال لابن عدی، الرقم ۳۶۱، الحارود بن یزید أبو الضحاک النیسابوری، ج ۲، ص ۴۳۰)

(۵) عیب والے نام سے معروف ہونا: کوئی شخص اپنے کسی عیب کے ساتھ معروف ہو جیسے لنگڑا، اندھا تو اس صورت

میں اسے اس نام سے پکارنے میں غیبت نہیں۔

(۶) اعلانیہ فسق کا مرتکب ہونا: جو شخص اعلانیہ فسق کا مرتکب ہو جیسے ہجڑا، شراب کی مجلس قائم کرنے والا اور اعلانیہ شراب

پینے والا۔ نبی مکرم، نور مجسم، رسول اکرم، شہنشاہ بنی آدم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا فرمانِ عالیشان ہے:

مَنْ أَلْفَى جَلْبَابَ الْحَيَاءِ عَنْ وَجْهِهِ فَلَا غَيْبَةَ لَهُ. ترجمہ: جو شخص اپنے چہرے سے حیا کی چادر اتار دے اس کی غیبت نہیں ہوتی۔

(مکارم الاخلاق لابن ابی الدنیا، باب ذکر الحیاء وما جاء فیہ، الحدیث ۱۰۲، ص ۸۷-۸۸، بدون: عن وجہہ)

### غیبت کے کفارے کا بیان:

جان لو! غیبت کرنے والے پر لازم ہے کہ وہ شرمندہ ہو، توبہ کرے اور اپنے کئے پر افسوس کا اظہار کرے، تاکہ اللہ

عز و خلد کے حق سے باہر آجائے۔ پھر جس کی غیبت کی تھی اس سے معافی مانگے تاکہ زیادتی سے بری الذمہ ہو جائے۔ لیکن جب معافی مانگے تو غمگین اور شرمندہ ہو۔

اور حضرت سیدنا حسن بصری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ارشاد فرماتے ہیں: ”غیبت کرنے والے کے لئے استغفار کافی ہے، معافی

مانگنے کی ضرورت نہیں۔“

حضرت سیدنا انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، نور کے پیکر، تمام نبیوں کے سرور، دو جہاں کے تاجور،

سلطان بحر و بر صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا فرمانِ خوشبودار ہے: ”كُفَّارَةٌ مَنِ اغْتَابَتْ أَنْ تَسْتَغْفِرَ لَهُ تَرْجَمَةُ: غَيْبَتِ كَا كُفَّارِهِ يَهِيَ كَه

جس کی تم نے غیبت کی اس کے لئے دعائے مغفرت کرو۔“

(موسوعة لابن ابی الدنیا، کتاب الصمت و آداب اللسان، باب كفارة الاغتيا، الحدیث ۲۹۳، ج ۷، ص ۱۸۸-۱۸۹)

حضرت سیدنا مجاہد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں: ”جب تم اپنے بھائی کا گوشت کھاؤ (یعنی اس کی غیبت کرو)، تو اس کا کفارہ یہ

ہے کہ اس کی تعریف کرو اور اس کے لئے بھلائی کی دعا مانگو۔“ بہتر یہی ہے کہ اظہارِ ندامت کے ساتھ ساتھ معافی مانگی جائے۔

## سولہویں آفت: چغلی کھانا:

اللہ عَزَّوَجَلَّ نے ارشاد فرمایا:

هَمَّازٍ مُّشَاءٍ بِنَمِيمٍ ۝ (پ ۲۹، القلم: ۱۱)

ترجمہ کنز الایمان: بہت طعنے دینے والا بہت ادھر کی ادھر لگاتا پھرنے والا۔

حضرت سیدنا عبداللہ بن مبارک رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ارشاد فرماتے ہیں: ”غیر ثابت النسب (یعنی بغیر نکاح کے پیدا ہونے والا)

راز کو نہیں چھپاتا۔“

اس میں اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ جو شخص (راز کی) بات کو نہیں چھپاتا اور چغلی کھاتا ہے، تو یہ اس کے حرامی ہونے

کی دلیل ہے، انہوں نے اللہ عَزَّوَجَلَّ کے اس فرمان سے استدلال کیا ہے:

عُتِّلِمَ بَعْدَ ذَٰلِكَ زَنِيمٍ ۝ (پ ۲۹، القلم: ۱۳)

ترجمہ کنز الایمان: دُورشت ہو اس سب پر طرہ یہ کہ اس کی اصل، میں خطا۔

زَنِيمٍ سے مراد حرامی ہے اور اللہ عَزَّوَجَلَّ کا فرمان حقیقت نشان ہے:

وَيُلِّ لِكُلِّ هُمَزَةٍ لُّمَزَةٌ ۝ (پ ۳۰، الهمزة: ۱)

ترجمہ کنز الایمان: خرابی ہے اس کے لئے جو لوگوں کے منہ پر عیب

کرے، پیٹھ پیچھے بدی کرے۔

هُمَزَةٍ سے مراد بہت زیادہ چغلی کھانے والا ہے۔ اللہ عَزَّوَجَلَّ نے ارشاد فرمایا:

حَمَّالَةَ الْحَطَبِ ۝ (پ ۳۰، اللہب: ۴)

ترجمہ کنز الایمان: لکڑیوں کا گھاس پر اٹھاتی۔

کہتے ہیں کہ وہ چغلی کھانے والی اور باتوں کو ادھر ادھر پہنچانے والی تھی۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ نے ارشاد فرمایا:

فَخَانَتْهُمَا فَلَمْ يُغْنِيَا عَنْهُمَا مِنَ اللَّهِ شَيْئًا

ترجمہ کنز الایمان: پھر انہوں نے ان سے دعا کی تو وہ اللہ کے

(پ ۲۸، التحریم: ۱۰)

سامنے انھیں کچھ کام نہ آئے۔

حدیث پاک میں ارشاد ہے: ”لَا يَدْخُلُ الْجَنَّةَ قَتَاتٌ ترجمہ: چغلی خور جنت میں داخل نہ ہوگا۔“

(صحیح البخاری، کتاب الادب، باب ما یکرہ من النمیمۃ، الحدیث ۶۰۵۶، ص ۵۱۲)

قَتَاتٌ سے مراد چغلی خور ہے، اس کے متعلق بہت سی احادیث مبارکہ وارد ہیں۔

## چغلی کی تعریف:

چغلی کی تعریف یہ ہے کہ ایسی بات ظاہر کرنا جس کا ظاہر کرنا ناپسند ہو۔ خواہ وہ ناپسند کرے جس سے سنی گئی یا جس کے

بارے میں سنی گئی یا کوئی تیسرا آدمی ناپسند کرے۔ خواہ بول کر یا لکھ کر اس کا اظہار ہو یا اشارہ، کناہ سے ہو۔ پس چغلی کی حقیقت پوشیدہ بات کو ظاہر کرنا اور اس سے پردہ ہٹانا ہے۔

### ستر ہوں آفت: منافقت:

منافقت یہ ہے کہ کوئی شخص آپس میں مخالف دو اشخاص میں سے ہر ایک کے پاس جائے اور ہر ایک سے اس کے موافق بات کرے، یہ عین نفاق ہے۔ چنانچہ حضرت سیدنا عمار بن یاسر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے، حضور سید المرسلین، رَحْمَةُ لِّلْعَالَمِينَ صَلَّى اللهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ كَا فَرْمَانَ عِبْرَتِ نَشَانِ هِيَ:

مَنْ كَانَ لَهُ وَجْهَانِ فِي الدُّنْيَا كَانَ لَهُ لِسَانَانِ مِنْ نَارِ يَوْمِ الْقِيَامَةِ. ترجمہ: جو شخص دنیا میں دو چہروں والا ہو بروز قیامت اس کی آگ کی دوزبانیں ہوں گی۔

(سنن ابی داؤد، کتاب الادب، باب فی ذی الوجہین، الحدیث ۴۸۷۲، ص ۱۵۸۱)

حضرت سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ نبی رحمت، شفیع امت، قاسم نعمت صَلَّى اللهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ كَا فَرْمَانَ عَالِشَانِ هِيَ: ”بروز قیامت تم اللہ عزوجل کے بندوں میں سے سب سے برا اس شخص کو پاؤ گے جس کے دو چہرے ہیں جو ادھر کچھ کہتا ہے اور ادھر کچھ کہتا ہے۔“ دوسری روایت کے الفاظ یہ ہیں: ”جو ان کے پاس ایک چہرے سے آتا ہے اور دوسروں کے پاس دوسرا چہرہ لے کر آتا ہے۔“ (صحیح مسلم، کتاب فضائل الصحابة، باب خیار الناس، الحدیث ۶۴۵۴، ص ۱۱۲۰)

(موسوعۃ لابن ابی الدنیا، کتاب الصمت و آداب اللسان، باب ذم ذی اللسانین، الحدیث ۲۷۷، ج ۷، ص ۱۷۸-۱۷۹)

### اٹھارہ ہوں آفت: بے جا تعریف کرنا:

بعض مقامات پر تعریف کرنا منع ہے اور مذمت کرنا تو صریح غیبت اور عزت کے درپے ہونا ہے اس کا حکم گزر چکا ہے، تعریف کرنے میں چھ آفات ہیں، چار آفات کا تعلق تعریف کرنے والے سے اور دو کا تعلق اس کے ساتھ ہے جس کی تعریف کی جائے۔

### تعریف کرنے والے کے لئے آفات:

(۱)..... حد سے بڑھ کر تعریف کرتا ہے یہاں تک کہ جھوٹ میں داخل ہو جاتا ہے۔

(۲)..... اظہار محبت کے لئے تعریف کرتا ہے اور اس میں ریاء کاری کو داخل کر دیتا ہے۔

(۳)..... بعض اوقات بغیر تحقیق کے بات کرتا ہے اور اس پر مطلع نہیں ہوتا۔

(۴)..... ممدوح (یعنی جس کی تعریف کی جائے اس) کو خوش کرتا ہے حالانکہ وہ ظالم یا فاسق ہوتا ہے اور یہ جائز نہیں۔ نبی اکرم، رسول

محتشم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان عبرت نشان ہے:

إِنَّ اللَّهَ تَعَالَى يَغْضَبُ إِذَا مَدِحَ الْفَاسِقُ. ترجمہ: جب فاسق کی تعریف کی جائے تو اللہ عزوجل ناراضگی فرماتا ہے۔

(موسوعة لابن ابی الدنیا، کتاب الصُّمْت و آداب اللِّسَان، باب الغیبة التي يحل ..... الخ، الحدیث ۲۳۰، ج ۷، ص ۱۵۴)

## مدوح کے لئے آفات:

دو اعتبار سے تعریف مدوح (یعنی جس کی تعریف کی جائے اس) کے لئے نقصان دہ ہے۔

(۱)..... اس میں تکبر اور خود پسندی آ جاتی ہے۔

(۲)..... جب اس کی اچھی تعریف کی جاتی ہے تو خوش ہوتا ہے اور اپنے نفس پر مطمئن ہوتا ہے اور اس کی کوتاہی کو بھول جاتا ہے

لہذا اس کی نیکی کی کوشش میں کمی واقع ہو جاتی ہے۔ اسی لئے نبی اکرم، نور مجسم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

قَطَعْتَ غُنُقَ صَاحِبِكَ، وَيَحْكُ لَوْ سَمِعَهَا. ترجمہ: تم نے اپنے دوست کی گردن کاٹ دی، تیری خرابی ہو  
مَا أَفْلَحَ. اگر وہ اسے سنتا تو کامیابی نہ پاتا۔

(المسند للامام احمد بن حنبل، حدیث ابی بکرۃ نفع بن الحارث بن کلدة، الحدیث ۲۰۵۳۵، ج ۷، ص ۳۳۴ بتقدم و تاخیر)

## انیسویں آفت: گفتگو میں چھوٹی غلطیوں سے لاپرواہی کرنا:

خصوصاً ایسی گفتگو میں غلطیاں کرنا جو اللہ عزوجل اور اس کی صفات کے معلق ہو۔ اس کی مثال حضرت سیدنا حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت ہے کہ شہنشاہ خوش خصال، پیکرِ حسن و جمال، رسولِ بے مثال، بی بی آمنہ کے لال صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا فرمانِ عالیشان ہے: ”تم میں سے کوئی یہ نہ کہے: جو اللہ عزوجل چاہے اور میں چاہوں، بلکہ یوں کہے: جو اللہ عزوجل چاہے پھر میں چاہوں۔“ (ابن ماجہ، ابواب الکفارات، باب النهی أن یقال ما شاء اللہ و شئت، الحدیث ۲۱۷، ص ۲۶۰۴)

(یہ اس لئے فرمایا) کیونکہ عطفِ مطلق میں (یعنی داؤد کے ذریعے عطف میں اللہ عزوجل کا) شریک کہلانے کا وہم پایا جاتا ہے۔

سرکارِ والاخبار، ہم بے کسوں کے مددگار، شفیعِ روزِ شمار، دو عالم کے مالک و مختار، حمیبِ پروردگار عزوجل و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا فرمانِ والا نشان ہے:

لَا تَقُولُوا لِلْمَنَافِقِ "سَيِّدَنَا" فَإِنَّهُ إِنْ يَكُنْ سَيِّدُكُمْ فَقَدْ أَشْخَطْتُمْ رَبَّكُمْ. ترجمہ: کسی منافق کو نہ کہو: اے ہمارے سردار! کیونکہ اگر وہ تمہارا سردار ہے تو تم نے اپنے رب کو ناراض کیا۔

(سنن ابی داؤد، کتاب الادب، باب لا یقول المملوک ربی و ربتی، الحدیث ۴۹۷۷، ص ۱۵۸۸)

تاجدار رسالت، شیخ الحدیث، مولانا محمد رفیع، بیکبر عظمت و شرافت، محبوب رب العزت، محسن انسانیت، عزوجل و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان والا شان ہے: ”جو شخص کہے: ”میں اسلام سے بری ہوں“ اگر وہ سچا ہے تو وہ اسی طرح ہے جس طرح اس نے کہا اور اگر جھوٹا ہے تو اسلام کی طرف صحیح و سالم نہیں پلٹے گا۔“

(سنن ابی داؤد، کتاب الایمان والنور، باب ما جاء فی الحلف بالبراءة قوبلة غیر الاسلام، الحدیث ۳۲۵۸، ص ۱۴۶۷، بتقدم و تاخر)

### بیسویں آفت: صفات باری تعالیٰ کے متعلق سوال کرنا:

عام لوگوں کا اللہ عزوجل کے کلام اور صفات کے بارے میں سوالات کرنا کہ وہ قدیم ہیں یا حادث؟ اور ان کا ایسی باتیں کرنا فضول ہے بلکہ ان پر لازم ہے کہ ان چیزوں کے بارے میں جاننے کی بجائے عمل میں مشغولیت اختیار کریں کیونکہ اگر عام لوگ بھی ان مسائل میں دخل اندازی شروع کر دیں تو کفریہ کلمات میں جا پڑیں گے اور انہیں اس کا شعور تک نہ ہوگا اور ان کا اس معاملے میں سوال کرنا اسی طرح ہے جس طرح گھوڑوں کی رکھوالی کرنے والے کا بادشاہی رازوں کے متعلق پوچھنا۔

حدیث مبارک میں ارشاد ہے:

نہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عن  
ترجمہ: اللہ کے رسول عزوجل و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے بحث و  
المال، و كثرة السؤال، و اضاءة المال.  
مباحثہ کرنے، بکثرت سوال کرنے اور مال کو ضائع کرنے سے منع فرمایا۔

(صحیح البخاری، کتاب الرقاق، باب ما یکرہ من قبل وقال، الحدیث ۶۴۷۳، ص ۵۴۳)

مختصر یہ کہ عام لوگوں کا حروف کے قدیم یا حادث ہونے کے متعلق بحث کرنا ایسے ہی ہے جیسے بادشاہ کسی آدمی کی طرف خط لکھے اور اس میں چند امور کا ذکر کرے اور وہ ان امور پر عمل کرنے کے بجائے اس بات پر وقت ضائع کر دے کہ اس خط کا کاغذ پرانا ہے یا نیا۔ پس ایسا شخص ضرور سزا کا مستحق ہوگا۔ و صلی اللہ علی سیدنا محمد و آلہ وسلم۔



## غصہ، کینہ اور حسد کی آفات

باب: 25

جان لو! غصہ ایک چھپی ہوئی آگ ہے جو دل میں ہوتی ہے۔ جس طرح راکھ کے نیچے چھپی ہوئی چنگاری ہوتی ہے۔ اور یہ چھپے ہوئے تکبر کو باہر نکالتی ہے۔ شاید غصہ اسی آگ سے ہو جس سے شیطان کو پیدا کیا گیا ہے۔  
غصے کی مذمت کا بیان:

حضرت سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، ایک شخص نے عرض کی: ”یا رسول اللہ عزوجل و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم! مجھے کوئی مختصر سائل بتائیے؟“ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ”لَا تَغْضَبْ تَرْجَمَهُ: غصہ نہ کرو۔“ اس نے دوبارہ یہی سوال کیا تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ”لَا تَغْضَبْ تَرْجَمَهُ: غصہ نہ کرو۔“

(صحیح البخاری، کتاب الادب، باب الحذر من الغضب، الحدیث ۶۱۱۶، ص ۵۱۶)

حضرت سیدنا ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، نبی مکرم، نور مجسم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ”تم اپنے میں سے پہلوان کے سمجھتے ہو؟“ ہم نے عرض کی: ”جسے لوگ پچھاڑ نہ سکیں۔“ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ”پہلوان وہ نہیں، بلکہ پہلوان تو وہ ہے جو غصے کے وقت اپنے آپ پر قابو رکھے۔“

(صحیح مسلم، کتاب البر، باب فضل من یملك نفسه عند الغضب..... الخ، الحدیث ۶۶۴۱، ص ۳۳ (۱))

رسول اکرم، نور مجسم، شہنشاہ بنی آدم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا فرمانِ ذیشان ہے:

مَا غَضِبَ أَحَدٌ إِلَّا أَشْفَىٰ عَلٰی جَهَنَّمَ. ترجمہ: جو شخص غصہ کرتا ہے وہ جہنم کے کنارے پر جا پہنچتا ہے۔

(شعب الایمان للبیہقی، باب فی حسن الخلق، فصل فی ترک الغضب، الحدیث ۸۳۳۱، ج ۶، ص ۳۲، مفہوماً)

### غصے کی حقیقت:

جان لو! آدمی کی تخلیق اس انداز میں کی گئی کہ اس کی فنا اور بقا مقصود تھی لہذا اس میں غصہ رکھ دیا گیا۔ یہ حیثیت و غیرت کی قوت ہے جو انسان کے باطن سے پھوٹی ہے، اللہ عزوجل نے غصہ کو آگ سے پیدا فرمایا اور اسے انسان کے باطن میں رکھ دیا پس جب وہ ارادہ کرتا ہے تو غصے کی آگ بھڑک اٹھتی ہے اور جب جوش پیدا ہوتا ہے تو دل کا خون کھول کر رگوں میں پھیل جاتا ہے پھر وہ آگ کی طرح بدن کے بالائی حصے کی طرف اٹھتا ہے یا اس پانی کی طرح جو (برش کے اندر) کھولتا ہے اور اس طرح وہ چہرے کی طرف اٹھتا ہے پس چہرہ سرخ ہو جاتا ہے۔

چنانچہ جب اپنے سے کم مرتبے والے پر غصہ آئے اور اسے معلوم ہو کہ وہ اس پر قدرت رکھتا ہے تو جلد سرخ ہو جاتی ہے

پیش کش: مجلس المدینۃ العلمیہ (دعوتِ اسلامی)

لیکن اگر اپنے سے بڑے پر غصہ آئے اور اسے خوف محسوس ہو تو خون ظاہری جلد سے اکٹھا ہو کر واپس چلا جاتا ہے، اس کا رنگ زرد ہو جاتا ہے اور وہ غمگین ہو جاتا ہے لیکن اگر غصہ کسی برابر والے پر آئے تو خون سکڑنے اور پھیلنے کی وجہ سے چہرے پر زردی اور سرخی والی کیفیات طاری ہو جاتی ہیں اور وہ مضطرب ہو جاتا ہے۔

مختصر یہ کہ دل غصے کا مقام ہے اور اس کا معنی یہ ہے کہ انتقام لینے کے لئے دل کے خون کا جوش مارنا۔

### انتقام لینے کے اعتبار سے لوگوں کے درجات:

اس اعتبار سے لوگوں کے تین درجے ہیں۔

پہلا درجہ: تفریط ہے، مطلب یہ کہ غصے کا بالکل نہ پایا جانا یا اس کا کمزور ہونا ہے اور اس سے مراد حمیت و غیرت کا نہ ہونا ہے جو کہ مذموم ہے۔ حضرت سیدنا امام شافعی علیہ رحمۃ اللہ الکافی کے اس قول سے یہی مراد ہے کہ جس شخص کو غیرت دلائی جائے اسے پھر بھی غصہ نہ آئے، وہ گدھا ہے۔

دوسرا درجہ: اس سے مراد حالت اعتدال ہے، یہی وہ وصف ہے جس کے ساتھ اللہ عزوجل نے صحابہ کرام علیہم الرضوان کی تعریف فرمائی۔ چنانچہ اللہ عزوجل نے قرآن مجید میں ارشاد فرمایا:

أَشِدَّاءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَاءُ بَيْنَهُمْ (ب، ۲۶، الفتح: ۲۹) ترجمہ کنز الایمان: کافروں پر سخت ہیں اور آپس میں نرم دل۔

تیسرا درجہ: افراط ہے، وہ یہ کہ بندہ حد سے نکل جائے اور اس پر غصہ اس قدر غالب آجائے کہ اس کی عقل دین کی سیاست و طاعت میں نہ رہے۔ چنانچہ آدمی اس طرح ہو جائے جیسے مجبور ہوتا ہے اور یہ قابل مذمت ہے۔ اس کا ظاہر تبدیل ہونا دکھائی دیتا ہے جو بد صورت ہوتا ہے اور اس کے باطن کی شکل اس سے بھی زیادہ بد صورت ہوتی ہے۔

مروی ہے کہ ایک مرتبہ ام المؤمنین حضرت سیدتنا عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا غصہ میں آگئیں تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے استفسار فرمایا: ”کیا تمہارے پاس شیطان آگیا؟“ انہوں نے عرض کی: ”کیا آپ کے ساتھ شیطان نہیں؟“ فرمایا: ”میرے ساتھ بھی ہے، لیکن میں نے اللہ عزوجل کی بارگاہ میں دعا کی تو اللہ عزوجل نے اس کے مقابل میری مدد فرمائی اور وہ مسلمان ہو گیا۔ اب وہ مجھے بھلائی کے علاوہ کوئی بات نہیں کہتا۔“

(المعجم الاوسط، الحدیث ۱۹۷، ج ۱، ص ۷۱)

(صحیح مسلم، کتاب صفات المنافقین، باب تحریش الشیطان..... الخ، الحدیث ۷۱۰۸، ص ۱۱۶۸)

امیر المؤمنین، مولیٰ مشکل کشا حضرت سیدنا علی المرتضیٰ کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم ارشاد فرماتے ہیں: ”رسول اللہ

عزوجل صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم دنیا کے لئے غصہ نہیں فرماتے تھے، جب حق آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو غصہ دلاتا تو کسی کو معلوم نہ ہوتا

(کہ غصہ آیا بھی ہے یا نہیں) اور نہ کوئی اس غصہ کی تاب لاسکتا یہاں تک کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم حق میں کامیاب ہو جاتے۔“  
 (الشمائل المحمدية ﷺ للترمذی، باب کیف كان كلام رسول الله ﷺ، الحديث ۲۱۵، ص ۱۳۵)  
 جان لیجئے! اگرچہ غصے کا مکمل طور پر ازالہ ممکن نہیں لیکن اسے کم کرنے کی کوشش کرنا تو ممکن ہے، خصوصاً جبکہ یہ ضروریات زندگی میں سے بھی نہیں اور اس طرح کہ وہ اپنے نفس کو ذلت پہنچائے اور یہ جانے کہ اس ذلت اور کمینگی کے باوجود اسے برتری کا اظہار نہیں کرنا چاہئے۔ اب ہم غصے کا علاج بیان کریں گے۔

## غصے کا علاج

### غصے کے علاج کی چند صورتیں:

ان میں سے ایک یہ ہے کہ وہ غصہ پی جانے کے ثواب سے آگاہ ہو جیسا کہ گزر چکا ہے پھر اپنے آپ کو اللہ عزوجل کے عذاب سے ڈرائے اور یہ یقین رکھے کہ اللہ عزوجل مجھ پر اس سے زیادہ قدرت رکھتا ہے اور اپنے آپ کو انتقام کے انجام سے ڈرائے کیونکہ دشمن بھی اسی طرح اسے تکلیف دینے پر کمر بستہ ہے۔ اس طرح یہ طویل دشمنی بن جائے گی اور غصے کے وقت دوسروں کی شکل بگڑنے میں غور و فکر کرے اور اپنے آپ کو اس پر قیاس کرے اور سوچے کہ غصے میں آنے والا حملہ کرنے والے درندے کی طرح ہوتا ہے اور بردبار شخص انبیاء کرام علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام اور اولیاء عظام رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین (کے اخلاق) کی نظیر ہوتا ہے۔ جب انسان غور کرے گا تو اسے معلوم ہوگا کہ اس کا غصہ اس وجہ سے ہے کہ اس کا کام اللہ عزوجل کی مشیت کے مطابق ہوا ہے، اس کے ارادے کے مطابق نہیں ہوا اور اسی وجہ سے احادیث مبارکہ میں وارد ہے کہ غصے کا آنا اللہ عزوجل کی ناراضگی کا سبب ہے۔ جب تو نے ان امور کو جان لیا تو تجھ پر لازم ہے کہ غصے کے وقت ”أَعُوذُ بِاللَّهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ“ پڑھ۔ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے اسی طرح حکم فرمایا کہ غصے کے وقت ”أَعُوذُ بِاللَّهِ“ پڑھو۔“

(صحیح البخاری، کتاب الادب، باب الحذر من الغضب، الحديث ۶۱۱۵، ص ۵۱۶)

اُمّ المؤمنین حضرت سیدتنا عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو جب غصہ آتا تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ان کا ناک پکڑ کر ارشاد فرماتے: ”اے عولیش (اسم عائشہ کی تصغیر) ایوں کہو: اے اللہ عزوجل! اے محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے رب! میرے گناہ بخش دے اور میرے دل کے غصے کو ختم فرما اور مجھے گمراہ کرنے والے ظاہری و باطنی فتنوں سے محفوظ فرما۔“

(عمل اليوم والليلة لابن السنی، باب ما يقول اذا غضب، الحديث ۴۵۵، ص ۱۴۲)

(صحیح مسلم، کتاب الجنة، باب عرض مقعد الميت من الجنة والنار علیہ..... الخ، الحديث ۱۳۰۲، ص ۱۱۷۵)



انسان کو چاہئے کہ غصے کے وقت یہ (مندرجہ بالا) الفاظ کہے، کھڑا ہو تو بیٹھ جائے اور بیٹھا ہو تو لیٹ جائے۔ چنانچہ اللہ کے محبوب، دانائے غیوب، مژغہ عن العیوب عزوجل و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا فرمانِ عالیشان ہے: ”بے شک غصہ ایک چنگاری ہے جو دل میں بھڑکتی ہے، کیا تم اس کی وجہ سے رگوں کے پھولنے اور آنکھوں کی سرخی کو نہیں دیکھتے پس جب تم میں سے کوئی ایسی بات (یعنی غصہ) پائے تو اگر کھڑا ہو تو بیٹھ جائے اور بیٹھا ہو تو لیٹ جائے اگر اس طرح بھی غصہ ختم نہ ہو تو ٹھنڈے پانی سے وضو یا غسل کرے کیونکہ پانی ہی آگ کو بجھاتا ہے۔“ (جامع الترمذی، ابواب الفتن، باب ما أخبر النبی ﷺ أصحابہ بما ہو کائن الی یوم القیامة، الحدیث ۲۱۹۱، ص ۱۸۷۲۔ سنن ابی داؤد، کتاب الادب، باب ما یقال عند الغضب، الحدیث ۴۷۸۲/۴۷۸۴، ص ۱۵۷۵)

### فضیلتِ حلم کا بیان

جان لیجئے! حلم (یعنی طبعی بردباری) غصہ پی جانے سے افضل ہے کیونکہ غصہ پینے سے مراد تکلفاً برداشت کرنا اور تکلفاً بردبار بننا ہے جبکہ طبعی بردباری عقل کے کامل ہونے کی دلیل ہے اور قوتِ غضب کا ٹوٹنا عقل کے ماتحت ہے اور اس کی ابتداء تکلفاً بردبار بننے سے ہوتی ہے پھر یہ عادت بن جاتی ہے۔ جیسا کہ حسنِ اخلاق کے پیکر، نبیوں کے تاجور، محبوبِ ربِّ اکبر عزوجل و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا فرمانِ ذیشان ہے: ”علم سیکھنے سے حاصل ہوتا ہے اور بردباری تکلفاً برداشت کرنے سے پیدا ہوتی ہے۔ جو شخص بھلائی حاصل کرنے کی کوشش کرتا ہے اسے بھلائی دی جاتی ہے اور جو شر سے بچنا چاہتا ہے اسے بچالیا جاتا ہے۔“

(المعجم الاوسط، الحدیث ۲۶۶۳، ج ۲، ص ۱۰۳)

شہنشاہِ مدینہ، قرارِ قلب و سینہ، صاحبِ معطرِ پینہ، باعثِ نزولِ سکینہ، فیضِ گنجینہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا فرمانِ عالیشان ہے: ”علم حاصل کر دو اور علم کے ساتھ سکون اور بردباری بھی طلب کرو۔ ان کے لئے نرمی اختیار کرو جن سے سیکھتے ہو اور جن کو سکھاتے ہو اور متکبر علماء میں سے نہ ہونا ورنہ تمہاری جہالت تمہاری بردباری پر غالب آ جائے گی۔“

(الکامل فی ضعفاء الرجال لابن عدی، الرقم ۱۱۶۵، عباد بن کثیر، ج ۵، ص ۵۴۲)

اللہ کے رسول، رسولِ مقبول، بی بی آمنہ کے مہکتے پھول عزوجل و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے بارگاہِ الہی عزوجل میں دعا کرتے ہوئے عرض کی: ”اللّٰهُمَّ اغْنِنِي بِالْعِلْمِ وَزَيِّنِي بِالْحِلْمِ وَاکْرِمْنِي بِالتَّقْوَى وَجَمِّلْنِي بِالْعَافِيَةِ ترجمہ: اے اللہ عزوجل! مجھے علم کے ساتھ غنا، بردباری کے ساتھ زینت، تقویٰ کے ساتھ عزت اور عافیت کے ساتھ خوبصورتی عطا فرما۔“

(کنز العمال، کتاب الاذکار، الباب الثامن فی الدعاء، الفصل السادس فی جوامع الادعية، الحدیث ۳۶۶۰، ج ۲، ص ۸۱)

”غصہ غضب کے وقت اطمینان سے رہنے اور غصہ کی شدت پر قابو پانے کا نام ”حلم“ ہے۔ اگر کوئی ایسا سبب پایا جائے جس کی وجہ سے غصہ کرنا لازم ہو تو ایسا غصہ علم کے منافی نہیں اور اگر کوئی اس سبب پر بھی قابو پالے تو یہ بھی علم ہی میں شامل ہے۔“ (الحدیفة النبویة، الخلق العشرون من الاخلاق المستین المذمومة..... الخ، ج ۱، ص ۶۳۸)

حضور نبی کریم، رءوف رحیم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان والا نشان ہے: ”اللہ عَزَّوَجَلَّ کے ہاں بلندی تلاش کرو۔“ صحابہ کرام علیہم الرضوان نے عرض کیا: ”یا رسول اللہ عَزَّوَجَلَّ و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم! وہ کیا ہے؟“ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ”جو تم سے تعلق توڑے اس سے تعلق جوڑو، جو تمہیں محروم کرے اُسے عطا کرو اور جو تم سے جہالت کا سلوک کرے اس کے ساتھ بردباری سے پیش آؤ۔“ (مکارم الأخلاق لابن ابی الدنیا، الحدیث ۲۳، ص ۳۱)

اللہ عَزَّوَجَلَّ کا فرمانِ عالیشان ہے:

وَإِذَا خَاطَبَهُمُ الْجَاهِلُونَ قَالُوا سَلَامًا  
ترجمہ کنز الایمان: اور جب جاہل ان سے بات کرتے ہیں تو کہتے ہیں بس سلام۔ (ب ۱۹، الفرقان: ۶۳)

حضرت سیدنا حسن بصری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اس کی تفسیر میں فرماتے ہیں: ”اس سے مراد بردبار لوگ ہیں کہ جب ان سے جہالت کا سلوک کیا جائے تو وہ جہالت سے پیش نہیں آتے۔“ جب کوئی شخص تیری غیبت کرے، تجھے گالی دے یا عار دلائے تو تجھے بردباری کا رویہ اپنانا چاہئے کیونکہ اسی میں دارین کی نجات ہے، دنیا میں احترام کے اضافہ کا سبب ہے اور آخرت کے ثواب میں بہت زیادہ اضافہ ہوتا ہے۔

سرکارِ مدینہ، راحتِ قلب و سینہ، سلطانِ باقرینہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا فرمانِ عالیشان ہے:

إِنْ أَمْرٌ غَيْرُكَ بِمَا فِيكَ فَلَا تُعَيِّرْهُ بِمَا فِيهِ..  
ترجمہ: اگر کوئی تجھے تیرے کسی عیب کے سبب عار دلائے تو تو اسے اس کے عیب کے سبب عار نہ دلا۔

(سنن ابی داؤد، کتاب اللباس، باب ماجاء فی اسباب الأزار، الحدیث ۴۰۸۴، ص ۱۵۲۱)

### عفو و درگزر کی فضیلت کا بیان:

عفو کا معنی یہ ہے کہ کسی کے ذمہ انسان کا حق ہو اور اسے چھوڑ دے جیسے قصاص، مال یا تانواں چھوڑ دینا۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ کا فرمانِ نصیحت نشان ہے:

خُذِ الْعَفْوَ (ب ۹، الاعراف: ۱۹۹)  
ترجمہ کنز الایمان: اے محبوب! معاف کرنا اختیار کرو۔

اللہ رب العزت کا فرمانِ حقیقت نشان ہے:

وَأَنْ تَعْفُوا أَقْرَبُ لِلتَّقْوَى ط (ب ۲، البقرة: ۲۳۷)  
ترجمہ کنز الایمان: اور اے مردو! تمہارا زیادہ دینا پرہیزگاری سے نزدیک تر ہے۔

حضور نبی پاک، صاحب لولاک، سیاح افلاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان والا شان ہے: ”اس ذات کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے! تین چیزیں ایسی ہیں کہ اگر میں قسم کھاتا تو ان پر کھاتا: (۱) صدقہ سے مال کم نہیں ہوتا پس صدقہ کیا کرو (۲) کوئی شخص کسی دوسرے کی زیادتی کو اللہ عزوجل کی رضا جوئی کے لئے معاف کر دے تو بروز قیامت اللہ عزوجل اس کی عزت میں اضافہ فرمائے گا اور (۳) جو شخص اپنے اوپر سوال کا دروازہ کھول لیتا ہے اللہ عزوجل اس پر محتاجی کا دروازہ کھول دیتا ہے۔“ (جامع الترمذی، ابواب الزهد، باب ماجاء مثل الدنيا مثل أربعة نفر، الحدیث ۲۳۲۵، ص ۱۸۸۶)

نبی مکرّم، نور مجسم، رسول اکرم، شہنشاہ بنی آدم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان ذیشان ہے: ”عاجزی وانکساری بندے کے مرتبے میں اضافہ کرتی ہے پس تواضع اختیار کرو اللہ عزوجل تمہیں رفعت عطا فرمائے گا، درگزر کرنا بندے کی عزت کو بڑھاتا ہے پس معاف کیا کرو اللہ عزوجل تمہیں عزت عطا فرمائے گا اور صدقہ مال کو بڑھاتا ہے پس صدقہ کرو اللہ عزوجل تم پر رحم فرمائے گا۔“ (کنز العمال، کتاب الاخلاق/قسم الاقوال، الباب الاول، الفصل الثانی، التواضع، الحدیث ۵۷۱۶، ج ۳، ص ۴۸-۴۹)

نور کے پیکر، تمام نبیوں کے سرور، دو جہاں کے تاجور، سلطان بحر و بر صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان عالیشان ہے:

مَنْ دَعَا عَلِيَّ مِنْ ظُلْمَةٍ فَقَدْ انْتَصَرَ. ترجمہ: جس نے اپنے اوپر ظلم کرنے والے کے خلاف بددعا کی اس نے اپنا بدلہ لے لیا۔

(جامع الترمذی، کتاب الدعوات، باب من دعا علی من ظلمه فقد انتصر، الحدیث ۳۵۵۲، ص ۲۰۱۷)

## زری کی فضیلت کا بیان:

جان لو! زری قابلِ تعریف ہے اور یہ اچھے اخلاق کا نتیجہ ہے، اس کی ضد سخت مزاجی اور گرمی ہے۔

سید المبلغین، رحمۃ اللعالمین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ام المؤمنین حضرت سیدتنا عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے ارشاد فرمایا: ”جس شخص کو زری سے حصہ ملا اسے دنیا و آخرت کی بھلائی سے محروم رہا اور جو شخص زری سے محروم رہا وہ دنیا و آخرت کی بھلائی سے محروم رہا۔“ (مسند ابی یعلیٰ الموصلی، مسند عائشہ، الحدیث ۴۵۱۳، ج ۴، ص ۱۱۸-۱۱۹)

نبی رحمت، شفیع امت، قاسم نعمت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان ذیشان ہے:

اِذَا أَحَبَّ اللَّهُ أَهْلَ بَيْتٍ أَدْخَلَ عَلَيْهِمُ الرَّفْقَ. ترجمہ: اللہ عزوجل جب کسی گھرانے کو پسند فرماتا ہے تو ان میں زری پیدا کر دیتا ہے۔

(المسند للامام احمد بن حنبل، مسند السيدة عائشة، الحدیث ۲۴۴۸۱، ج ۹، ص ۳۴۰۵، إذا أحب: بدله: إذا أراد)

پیش کش: مجلس المدینۃ العلمیہ (دعوت اسلامی)

## حسد کی مذمت کا بیان:

حسد کینہ کے نتائج میں سے اور کینہ غصہ کے نتائج میں سے ہے۔ چنانچہ شہنشاہِ خوشِ نصال، پیکرِ حسن و جمال، دفعِ رنج و ملال، صاحبِ خود و نوال، رسولِ بے مثال، بی بی آمنہ کے لال مٹی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا فرمانِ عالیشان ہے:

الْحَسَدُ يَأْكُلُ الْحَسَنَاتِ كَمَا تَأْكُلُ النَّارُ الْحَطَبَ.

ترجمہ: حسد نیکیوں کو اس طرح کھا جاتا ہے جس طرح آگ لکڑی کو کھا جاتی ہے۔

(سنن ابی داؤد، کتاب الادب، باب فی الحسد، الحدیث ۴۹۰۳، ص ۱۵۸۳)

حسد کی حقیقت یہ ہے کہ جب کسی (مسلمان) بھائی کو اللہ عزوجل کی نعمت ملتی ہے تو حاسد انسان اسے ناپسند کرتا ہے اور اس بھائی سے نعمت کا زوال چاہتا ہے۔ اگر وہ اپنے بھائی کو ملنے والی نعمت کو ناپسند نہیں کرتا اور نہ اس کا زوال چاہتا ہے بلکہ وہ چاہتا ہے کہ اسے بھی ایسی ہی نعمت مل جائے تو اسے رشک کہتے ہیں۔

سرکارِ والاخبار، ہم بے کسوں کے مددگار، شفیعِ روزِ شمار، دو عالم کے مالک و مختار، حبیبِ پروردگار عزوجل و مٹی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا فرمانِ والاخبار ہے:

الْمُؤْمِنُ يَغِيظُ وَالْمُنَافِقُ يَحْسَدُ.

ترجمہ: مؤمن رشک کرتا اور منافق حسد کرتا ہے۔

(سیر اعلام النبلاء، الرقم ۱۲۸۶، الفضیل بن عیاض بن مسعود بن بشر، ج ۷، ص ۶۴۱، بتغییر قلیل)

اللہ عزوجل کا فرمانِ عالیشان ہے:

وَدَّ كَثِيرٌ مِّنْ أَهْلِ الْكِتَابِ لَوْ يَرُدُّونَكُمْ مِنْ بَعْدِ إِيمَانِكُمْ كُفَّارًا حَسَدًا (پ البقرة: ۱۰۹)

ترجمہ: کثیر الائمان: بہت کتابیوں نے چاہا کاش! تمہیں ایمان کے بعد کفر کی طرف پھیر دیں (اپنے دلوں کی) جلن سے۔

اس آیت مبارکہ میں اللہ عزوجل نے خبر دی کہ کفار نے حسد کرتے ہوئے مسلمانوں سے ایمان کی نعمت کا زائل ہونا چاہا۔ اللہ عزوجل نے ارشاد فرمایا:

وَلَا تَسْمَنُوا مَا فَضَّلَ اللَّهُ بِهِ بَعْضَكُمْ عَلَى بَعْضٍ

ترجمہ: کتز الائمان: اور اس کی آرزو نہ کرو جس سے اللہ نے تم میں ایک کو دوسرے پر بڑائی دی۔

(پ النساء: ۳۲)

”کسی کی دینی یا دنیوی نعمت کے زوال کی تمنا کرنا یا یہ ارادہ کرنا کہ کسی کو یہ نعمت نہ ملے“ حسد کہلاتا ہے۔

(الحديقة الندية، الخلق الخامس عشر من الاخلاق المستين المذمومة... الخ، ج ۱، ص ۶۰۰)

پیش کش: مجلس المدینۃ العلمیہ (دعوتِ اسلامی)

یہاں پر نبی سے مراد خاص اسی نعمت کے اپنی طرف منتقل ہونے کی تمنا کرنے سے روکنا ہے جبکہ کسی مسلمان کا یہ آرزو کرنا کہ اللہ عزوجل سے بھی اسی جیسی نعمت عطا فرمائے تو یہ آرزو مذموم نہیں اور اگر یہ چیز دین میں ہو تو قابل تعریف ہے۔ (اسی کو رشک کہتے ہیں)

جان لو! حسد کے بہت سے اسباب ہیں اور وہ دشمنی، فخر، بغض، تکبر، خود پسندی، پسندیدہ مقاصد کے فوت ہونے کا خوف، حکومت کی خواہش، نفس کی خباثت اور اس کا بخل ہے اور یہ سب کے سب مذموم ہیں۔

حسد کا علاج یہ ہے کہ تم اس بات میں غور کرو کہ یہ دنیا و آخرت میں نقصان دیتا ہے۔ جہاں تک دنیوی نقصان کا تعلق ہے تو وہ یہ ہے کہ تجھے اس سے اذیت ہوتی ہے اور تو دین رات غم و الم کا شکار رہتا ہے۔ اور دینی نقصان یہ ہے کہ تو (بندے پر) اللہ عزوجل کی نعمت سے ناخوش رہتا ہے اور تیرا یہ رویہ اس نعمت والے کے لئے باعثِ ثواب اور تیرے لئے باعثِ گناہ ہے۔ جب تو یہ بات جانتا ہے کہ تو اپنے دشمن کا دوست نہیں بن سکتا (کہ اُسے فائدہ پہنچائے) تو تجھ پر ضروری ہے کہ تو تکلفاً حسد کو چھوڑ دے۔

حضرت سیدنا حسن بصری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے مروی ہے، نبی اکرم، نور مجسم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

ثَلَاثَةٌ فِي الْمُؤْمِنِ، لَهُ مِنْهُنَّ مَخْرَجٌ، تَرْجَمَةُ مُؤْمِنٍ فِي تَلْبَسَاتٍ خَامِيَاں پائی جاتی ہیں اور اس کے لئے ان سے نکلنے کا راستہ بھی ہے اور حسد سے نکلنے کا راستہ یہ ہے کہ وہ حد سے نہ بڑھے۔

(فردوس الاخبار للديلمي، باب الفاء، الحديث ٤٣٩٢، ج ٢، ص ١٢٥)

وَالْحَمْدُ لِلَّهِ تَعَالَى وَحْدَهُ

(اور سب خوبیاں اللہ عزوجل کے لئے ہیں جو یکتا ہے)

اللَّهُ اللَّهُ اللَّهُ اللَّهُ اللَّهُ اللَّهُ اللَّهُ اللَّهُ اللَّهُ اللَّهُ

## دُنیا کی مذمت کا بیان

باب 26:

جان لو! دنیا اللہ عزوجل، اُس کے دوستوں اور اس کے دشمنوں کی بھی دشمن ہے۔ اللہ عزوجل کی دشمنی اس طرح ہے کہ وہ اللہ عزوجل کے بندوں کو اس کے راستے پر چلنے نہیں دیتی یہی وجہ ہے کہ اللہ عزوجل نے جب سے اسے پیدا فرمایا اس کے طرف نظر رحمت نہیں فرمائی اور اللہ عزوجل کے دوستوں کی اس طرح دشمنی ہے کہ وہ ان کے سامنے مزین ہو کر آتی ہے اور اپنی آرائش و تروتازگی سے انہیں دھوکا دیتی ہے حتیٰ کہ انہیں اس کے چھوڑنے میں صبر آزما مراحل سے گزرنا پڑتا ہے اور اللہ عزوجل کے دشمنوں کی اس طرح دشمنی ہے کہ اپنے مکرو فریب کے ذریعے آہستہ آہستہ انہیں اپنے جال میں پھنسا لیتی ہے یہاں تک کہ وہ اس میں قید ہو جاتے ہیں اور اس پر اعتماد کرتے ہیں۔ اس طرح انہیں ذلیل و رسوا کر کے پہلے سے زیادہ محتاج کر دیتی ہے۔

### دُنیا کی مذمت:

جان لو! انبیاء کرام علیہم السلام کی بعثت کا مقصد لوگوں کو آخرت کی طرف دعوت دینا تھا اور اسی مقصد کے لئے آسمانی کتابیں نازل کی گئیں اور اکثر آیات بھی اس پر دلالت کرتی ہیں۔

مروی ہے، ایک مرتبہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا گزر ایک مردہ بکری کے پاس سے ہوا تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے استفسار فرمایا: ”کیا تمہیں معلوم ہے کہ یہ بکری اپنے مالک کے نزدیک کس قدر حقیر ہے؟“ صحابہ کرام علیہم الرضوان نے عرض کی: ”جی ہاں۔“ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ”اُس ذات کی قسم جس کے دستِ قدرت میں میری جان ہے! جس قدر یہ بکری اپنے مالک کے نزدیک حقیر ہے اللہ عزوجل کے نزدیک دنیا اس سے بھی زیادہ حقیر و ذلیل ہے، اگر دنیا کی قدر و قیمت اللہ عزوجل کے نزدیک چھمکے پر کے برابر بھی ہوتی تو کافر کو اس کا ایک گھونٹ بھی نہ پلاتا۔“ (سنن ابن ماجہ ابواب الزہد، باب مثل الدنيا، الحدیث ۴۱۱۰، ص ۲۷۲۷)

حضور نبی پاک، صاحب لولاک، سیاحِ افلاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا فرمانِ عالیشان ہے: ”الدُّنْيَا سِجْنُ الْمُؤْمِنِ وَجَنَّةُ الْكَافِرِ“ ترجمہ: دنیا مومن کا قیدخانہ اور کافر کی جنت ہے۔“

(صحیح مسلم، کتاب الزہد والرفاق، باب الدنيا سجن للمؤمن وجنة للكافر، الحدیث ۷۴۱۷، ص ۱۱۹۱)

نبی مکرّم، نور مجسم، رسول اکرم، شہنشاہِ بنی آدم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا فرمانِ والا شان ہے:

الدُّنْيَا مَلْعُونَةٌ، مَلْعُونٌ مَا فِيهَا إِلَّا مَا كَانَ لِلَّهِ مِنْهَا. ترجمہ: دُنیا اور جو کچھ اس میں ہے ملعون ہے مگر اس میں سے جو اللہ عزوجل کے لئے ہو۔

(مراسیل ابی داؤد، باب فی سب الدنيا، ص ۲۰)

حضرت سیدنا ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ ارشاد فرماتے ہیں، نور کے پیکر، تمام نبیوں کے سرور، دو جہاں کے تاجور، سلطان بحر و بر صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ”جو شخص اپنی دنیا سے محبت کرتا ہے وہ اپنی آخرت کو نقصان پہنچاتا ہے اور جو شخص اپنی آخرت سے محبت کرتا ہے وہ اپنی دنیا کو نقصان پہنچاتا ہے پس فنا ہونے والی پر باقی رہنے والی کو ترجیح دو۔“

(المسند للامام احمد بن حنبل، حدیث ابی موسیٰ الاشعری، الحدیث ۱۹۷۱۷، ج ۷، ص ۱۶۵)

سید اہلبغین، رحمۃ اللہ علیہم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا فرمانِ ذیشان ہے: ”حُبُّ الدُّنْيَا رَأْسُ كُلِّ خَطِيئَةٍ تَرْجَمُهُ دُنْيَا“

کی محبت ہر گناہ کی اصل ہے۔“ (موسوعة لابن ابی الدنيا، كتاب ذم الدنيا، الجزء الاول، الحدیث ۹، ج ۵، ص ۲۲)

حضرت سیدنا زید بن ارقم رضی اللہ تعالیٰ عنہ ارشاد فرماتے ہیں: ہم امیر المؤمنین حضرت سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں حاضر تھے، آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پانی منگوا یا، آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں پانی اور شہد پیش کر دیا گیا۔ جب آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اسے اپنے منہ کے قریب کیا تو رو پڑے یہاں تک کہ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے باقی صحابہ کرام علیہم الرضوان کو بھی رُلا دیا، پھر دیگر صحابہ کرام علیہم الرضوان تو خاموش ہو گئے مگر آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ خاموش نہ ہوئے بلکہ مسلسل روتے رہے حتیٰ کہ صحابہ کرام علیہم الرضوان خیال کرنے لگے کہ ہم آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کچھ پوچھ نہیں سکیں گے۔ راوی فرماتے ہیں کہ پھر آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنی آنکھوں سے آنسو پونچھے تو صحابہ کرام علیہم الرضوان نے عرض کی: ”اے خلیفہ رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم! آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کس وجہ سے رو پڑے؟“ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ارشاد فرمایا: ”میں رسول اللہ عزوجل و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ تھا اور میں نے دیکھا کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کسی چیز کو اپنے سے دور فرما رہے ہیں حالانکہ مجھے کوئی چیز نظر نہیں آ رہی تھی، میں نے عرض کی: ”یا رسول اللہ عزوجل و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم! آپ کس چیز کو اپنے سے دور فرما رہے ہیں؟“ ارشاد فرمایا: ”یہ دنیا ہے جو مثالی صورت میں میرے سامنے آئی، میں نے اس سے کہا: مجھ سے دور ہو جا تو وہ دوبارہ آ کر کہنے لگی: ”اگر چہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم مجھ سے دور ہو جائیں گے لیکن آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے بعد والے مجھ سے دور نہیں ہو سکیں گے۔“

شہنشاہِ خوشِ حصال، پیکرِ حسن و جمال، دافعِ رنج و ملال، صاحبِ جو دو نوال، رسولِ بے مثال، بی بی آمنہ کے لال صلی

اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم و رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا فرمانِ نصیحت نشان ہے:

يَا عَجَبًا كُلُّ الْعَجَبِ لِلْمُصَدِّقِ بَدَارِ الْخُلُودِ  
وَهُوَ يَسْعَى لِدَارِ الْغُرُورِ.  
ترجمہ: اس شخص پر بہت تعجب ہے جو ہمیشہ کے گھر کی تصدیق کرتا ہے  
حالانکہ وہ دھوکے والے گھر (یعنی دنیا) کے لئے کوشش کر رہا ہوتا ہے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ، کتاب الزهد، باب ما ذکر عن نبینا ﷺ فی الزهد، الحدیث ۶۱، ج ۸، ص ۱۳۳)

سرکارِ والاخبار، ہم بے کسوں کے مددگار، شفیعِ روزِ شمار، دو عالم کے مالک و مختار، حبیبِ پروردگار عزوجل و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ

پیش کش: مجلس المدینۃ العلمیہ (دعوتِ اسلامی)

وَسَلَّمَ كَأَفْرَانٍ عَمْرٍ نَشَانِ هِيَ: ”بے شک دنیا میٹھی اور سرسبز ہے اور اللہ عَزَّوَجَلَّ نے تمہیں اس میں باقی رکھا ہے تاکہ وہ دیکھے کہ تم کیسے عمل کرتے ہو۔ جب بنی اسرائیل کے لئے دنیا خوب آراستہ و پیراستہ کی گئی اور پھیلا دی گئی تو وہ زیورات، عورتوں، خوشبو اور کپڑوں میں مست ہو گئے۔“

(جامع الترمذی، ابواب الفتن، باب ما أخبر النبی ﷺ..... الخ، الحدیث ۲۱۹۱، ص ۱۸۷۲)

(الزهد لابن ابی الدنیا، الحدیث ۲۰، ج ۱، ص ۲۱)

حضرت سیدنا عیسیٰ علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا: ”دنیا کو رب نہ بناؤ ورنہ وہ تمہیں اپنا غلام بنا لے گی، اپنا مال اس کے پاس جمع کرو جو اسے ضائع نہیں کرتا کیونکہ جس کے پاس دنیا کا خزانہ ہو اسے آفت کا ڈر ہوتا ہے اور اللہ عَزَّوَجَلَّ کے پاس مال جمع کروانے والے کو آفت کا خوف نہیں ہوتا۔“

تاجدار رسالت، شہنشاہ نبوت، مخزنِ جود و سخاوت، بیکرِ عظمت و شرافت، محبوبِ ربِّ العزت، محسنِ انسانیت عَزَّوَجَلَّ و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے ایک خطبے میں ارشاد فرمایا: ”مؤمن دو خوفوں کے درمیان ہوتا ہے: ایک اس مدت پر جو گزر گئی اور وہ نہیں جانتا کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ اس کے بارے میں کیا معاملہ فرمائے گا، دوسری وہ مدت جو باقی ہے اور وہ نہیں جانتا کہ اس کے بارے میں اللہ عَزَّوَجَلَّ کیا فیصلہ فرمائے گا۔ پس انسان کو اپنی ذات سے اپنی ذات کے لئے، اپنی دنیا سے اپنی آخرت کے لئے، اپنی زندگی سے موت کے لئے اور اپنی جوانی سے بڑھاپے کے لئے زاوراہ تیار کرنا چاہئے کیونکہ دنیا تمہارے لئے اور تمہیں آخرت کے لئے پیدا کیا گیا ہے۔ اور اس ذات کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے! موت کے بعد معافی مانگنے کی کوئی جگہ نہیں اور دنیا کے بعد جنت یا دوزخ کے علاوہ کوئی گھر نہیں۔“

(شعب الایمان للبیہقی، باب فی الزهد وقصر الامل، الحدیث ۱۰۵۸۱، ج ۷، ص ۳۶۰)

اللہ کے محبوب، دانائے غیوب، مُنَزَّہٌ مِّنَ الْعُیُوبِ عَزَّوَجَلَّ و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا فرمانِ عالیشان ہے:

إِنَّ حَقًّا عَلَى اللَّهِ أَنْ لَا يَرْفَعَ شَيْئًا مِنَ الدُّنْيَا إِلَّا  
ترجمہ: اللہ عَزَّوَجَلَّ دنیا میں جس چیز کو بلندی عطا فرماتا ہے  
وَضَعْفَهُ. اُسے پست بھی کر دیتا ہے۔

(صحیح البخاری، کتاب الرقاق، باب التواضع، الحدیث ۶۵۰۱، ص ۵۴۵)

حضرت سیدنا عیسیٰ علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا: ”کون ہے جو سمندر کی موج پر گھر بنائے تو تمہاری دنیا کی یہی مثال ہے لہذا اسے مستقل ٹھکانہ نہ بناؤ۔“

اسی طرح حضرت سیدنا عیسیٰ علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا: ”اے حواریو! دین کو سلامت رکھتے ہوئے تھوڑی دنیا پر راضی رہو جس طرح دنیا دار لوگ دنیا کو سلامت رکھتے ہوئے تھوڑے دین پر راضی ہو جاتے ہیں۔“



حضرت سیدنا ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما ارشاد فرماتے ہیں: ”اللہ عزوجل نے دنیا کو تین حصوں میں تقسیم فرمایا، ایک حصہ مؤمن کے لئے، ایک منافق کے لئے اور ایک کافر کے لئے۔ مؤمن اسے توشہ آخرت بناتا ہے، منافق ظاہری زینت اختیار کرتا ہے اور کافر نفع اٹھاتا ہے۔“ اور ابوالحسن باہلی نے کہا:

يَا حَاطِبَ الدُّنْيَا اِلَى نَفْسِهِ      تَنَحَّ عَنْ حِطَّتَيْهَا تَسْلَمُ  
اِنَّ اِلَيْكَ تَخْطُبُ غَدَارَةً      فَرِيئَةُ الْعُرْسِ مِنَ الْمَائِمِ

ترجمہ: اے دنیا کو نکاح کا پیغام دینے والے! اس بات سے باز آ جا، سلامت رہے گا کیونکہ جس سے تو نکاح کرنا چاہتا ہے وہ دھوکے باز ہے، اس سے شادی گناہ کے قریب کرتی ہے۔

اِذَا امْتَحَنَ الدُّنْيَا لَيْبٌ تَكْشِفَتْ      لَهُ عَنْ عَدُوِّ فِي يَتَابِ صَدِيقِ

ترجمہ: جب کوئی عقلمند دنیا کو غور سے دیکھتا ہے تو اسے دوست کے لباس میں دشمن نظر آتا ہے۔

يَا رَاقِدَ اللَّيْلِ مَسْرُورًا بِاَوْلِيهِ      اِنَّ الْحَوَادِثَ قَدْ يَطْرُقُنْ اَسْحَارًا  
اَفْسَى الْقُرُونِ اَلَّتِي كَانَتْ مُنْعَمَةً      كَرَّ اللَّيَالِي اِقْبَالَ وَاذْبَارًا

ترجمہ: اے رات کو سونے والے! تو اس کے پہلے حصے پر خوش ہوتا ہے بے شک حادثات کبھی سحری کے وقت بھی پہنچتے ہیں وہ بستیاں جو

نعمتوں سے بھرپور تھیں انقلاب زمانہ نے انہیں فنا کر دیا۔

بعض حکماء کا قول ہے کہ دن تیر ہیں، لوگ نشانہ ہیں اور زمانہ ہر روز تمہاری طرف اپنے تیر پھینکتا ہے اور اپنے دنوں اور راتوں کے ذریعے تمہیں ہلاک کرتا ہے یہاں تک کہ تمہارے تمام اجزاء نہ لے لے پس تو حوادثِ زمانہ کی موجودگی میں کیسے سلامت رہ سکتا ہے، اگر تجھ پر وہ نقصان ظاہر کر دیا جائے جو ان دنوں نے تمہارے اندر کیا ہے تو ہر آنے والے دن سے تو گھبرا جائے اور ان لمحات کا گزرنا تجھ پر بھاری ہو جائے لیکن اللہ عزوجل کی تدبیر اس سوچ پر غالب ہے، ان آفات کے باوجود انسان دنیاوی لذات سے لطف اندوز ہوتا ہے اور جب کوئی حکیم اسے خمیر بناتا ہے تو یہ اندرائن (ایک قسم کا کڑوا درخت جس کا پھل بھی کڑوا ہوتا ہے) سے بھی زیادہ کڑوا ہوتا ہے اور اس کے ظاہری افعال کو دیکھ کر کوئی بھی اس کے عیوب کو بیان نہیں کر سکتا۔

ایک حکیم کا قول ہے کہ دنیا کا مال اپنے خیالات کے اعتبار سے دھوکا ہے پھر اس کے چلے جانے کے بعد افلاس ہے جو

جھوٹے خواب و خیالات کے مشابہ ہے۔

حسن اخلاق کے پیکر، نبیوں کے تاجور، محبوبِ ربِّ اکبر عزوجل و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا فرمانِ عبرت نشان ہے:

الدُّنْيَا حُلْمٌ وَاَهْلُهَا عَلَيْهَا مَجَازُونَ وَمَعَاقِبُونَ وَمَا لَكُنَّ      ترجمہ: دنیا خواب کی طرح ہے لیکن دنیا والوں کو اسی پر جزاء دوسرا اور

ہلاکت ہوگی۔

امیر المؤمنین، مولیٰ مشکل کشا حضرت سیدنا علی المرتضیٰ کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم نے حضرت سیدنا سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دنیا کی مثال یوں لکھ بھیجی کہ یہ سانپ کی طرح ہے، اس کا جسم نرم و ملائم ہے لیکن اس کا زہر ہلاک کر دیتا ہے لہذا اس میں جو چیز تمہیں اچھی لگے اس سے دور رہو کیونکہ وہ تیرے پاس بہت کم وقت رہے گی، اس کی جدائی پر یقین رکھتے ہوئے اس کے خیالات کو دور کرو، دنیا کی سب سے زیادہ خوشی کی حالت سے زیادہ پرہیز کرو کیونکہ جب دنیا دار اس سے خوش ہو کر مطمئن ہو جاتا ہے تو اس سے اسے ناپسندیدہ بات پہنچتی ہے، وَالسَّلَام.

شہنشاہ مدینہ، قرار قلب و سینہ، باعث نزول سکینہ، فیض گنجینہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان نصیحت نشان ہے:

إِنَّمَا مَثَلُ صَاحِبِ الدُّنْيَا كَمَثَلِ الْمَاشِي فِي الْمَاءِ، هَلْ يَسْتَطِيعُ الَّذِي يَمْشِي فِي الْمَاءِ أَنْ لَا تَبْتَلُ قَدَمَاهُ.  
ترجمہ: دنیا دار کی مثال پانی پر چلنے والے شخص کی ہے، تو کیا پانی پر چلنے والا اپنے پاؤں کو گیلیا ہونے سے بچا سکتا ہے؟

(شعب الایمان للبیہقی، باب فی الزهد وقصر الامل، الحدیث ۱۰۵۸۳، ج ۷، ص ۳۶۱)

حضور نبی پاک، صاحب کولاک، سیاح افلاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

مَا الدُّنْيَا فِي الْآخِرَةِ إِلَّا كَمَثَلِ مَا يَجْعَلُ أَحَدُكُمْ أَضْبَعَهُ فِي الْيَمِّ فَلْيَنْظُرْ مَا يَرْجِعُ إِلَيْهِ.  
ترجمہ: آخرت کے مقابلے میں دنیا اسی طرح ہے جیسے تم میں سے کوئی اپنی انگلی کو سمندر میں ڈالتا ہے تو اسے دیکھنا چاہئے کہ وہ کیا لے کر آتی ہے۔

(صحیح مسلم، کتاب الحنة، باب فناء الدنيا..... الخ، الحدیث ۷۱۹۷، ص ۱۱۷۳)

## دنیا کی حقیقت و ماہیت کا بیان:

جان لو! بے شک دنیا و آخرت کو تیری دو حالتوں سے تعبیر کیا گیا ہے، جو قریب ہے اس کا نام دنیا ہے اور یہ سب کچھ موت سے پہلے ہے اور جو دور ہے اسے آخرت کہتے ہیں اور یہ سب موت کے بعد ہے اور دنیا میں علم و عمل ہی ایسی چیز ہے جو موت کے بعد تمہارا ساتھ دے گی، یہ (علم و عمل) آخرت کے معاملات میں شمار کئے جاتے ہیں، اگرچہ صوری اعتبار سے یہ اس عالم میں ہیں۔ جیسا کہ نبی کریم، رؤوف رحیم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

حُبِّبَ إِلَيَّ مِنْ دُنْيَاكُمْ ثَلَاثٌ: الطَّيِّبُ وَالنِّسَاءُ وَجُعِلَتْ قُرَّةُ عَيْنِي فِي الصَّلَاةِ.  
ترجمہ: مجھے تمہاری دنیا میں سے تین چیزیں محبوب ہیں: خوشبو، عورتیں اور میری آنکھوں کی ٹھنڈک نماز بنائی گئی۔

(سنن النسائی، کتاب عشرة النساء، باب حب النساء، الحدیث ۳۳۹۱/۳۳۹۲، ص ۲۳۰۷)

پس آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے نماز کو دنیا اور اس کی لذات میں شمار فرمایا کیونکہ نماز کی حرکات "محسوسات و

مشاہدات" میں داخل ہیں۔

دوسری قسم جو اس کے مقابل ہے اس سے مراد وہ تمام چیزیں ہیں جن سے فوری لذت حاصل ہوتی ہے، موت کے بعد ان سے کوئی فائدہ حاصل نہیں ہوتا جیسے گناہ اور مباح چیزوں سے ضرورت سے زائد فائدہ اٹھانا۔

تیسری قسم ان دونوں کے درمیان ہے اس سے مراد ہر وہ چیز ہے جو اخروی اعمال پر مددگار ہو جیسے کھانے، پینے، لباس اور نکاح وغیرہ کے معاملات میں سے بقدر ضرورت حاصل کرنا اور یہ پہلی قسم کی طرح دنیا میں سے نہیں اور بعض حکماء نے ان تمام اقسام کو جمع کر دیا اور ارشاد فرمایا: ”تیری دنیا وہ ہے جو تجھے اللہ عزوجل سے غافل کر دے۔“

اللہ عزوجل نے اپنے اس فرمان میں دنیوی خواہشات کو پانچ امور میں جمع فرمادیا:

اعْلَمُوا أَنَّمَا الْحَيَاةُ الدُّنْيَا لَعِبٌ وَلَهُمْ وَزِينَةٌ  
وَتَفَاخُرٌ بَيْنَكُمْ وَتَكَاثُرٌ فِي الْأَمْوَالِ وَالْأَوْلَادِ ط  
ترجمہ کنز الایمان: جان لو! دنیا کی زندگی تو نہیں مگر کھیل کود اور  
آرائش اور تمہارا آپس میں بڑائی مارنا اور مال اور اولاد میں ایک  
دوسرے پر زیادتی چاہنا۔ (ب ۲۷، الحدید: ۲۰)

پس ان پانچ امور سے سات چیزیں حاصل ہوتی ہیں جنہیں اللہ عزوجل نے اپنے اس فرمان میں جمع فرمایا:

زَيْنَ لِلنَّاسِ حُبُّ الشَّهَوَاتِ مِنَ النِّسَاءِ وَالْبَنِينَ  
وَالْفَنَاطِيرِ الْمُقَنْطَرَةِ مِنَ الذَّهَبِ وَالْفِضَّةِ  
وَالْخَيْلِ الْمُسَوَّمَةِ وَالْأَنْعَامِ وَالْخَرِيبِ ط ذَلِكَ  
مَتَاعُ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا (ب ۳، آل عمران: ۱۴)

ترجمہ کنز الایمان: لوگوں کے لئے آراستہ کی گئی ان خواہشوں کی  
محبت، عورتیں اور بیٹے اور تلے اوپر سونے چاندی کے ڈھیر اور  
نشان کئے ہوئے گھوڑے اور چوپائے اور کھیتی یہ جیتی دنیا کی  
پونجی ہے۔

جان لو! بندے نے دنیا میں اپنے نفس اور مقصد کو بھلا دیا۔ اس کی مثال اس حاجی کی سی ہے جو راستے کی منازل پر ٹھہرتا ہے، جانور کو چارہ کھلاتا، اس کی خبر گیری کرتا ہے، اس کی صفائی کرتا اور اسے طرح طرح کے کپڑوں سے آراستہ کرتا ہے، اس کے لئے طرح طرح کی گھاس لاتا ہے اور برف کے ذریعے اس کے پانی کو ٹھنڈا کرتا ہے یہاں تک کہ قافلہ چلا جاتا ہے اور یہ حج اور قافلے کے جانے سے غافل ہوتا ہے اور اس بات سے بھی غافل ہوتا ہے کہ اس جنگل میں رہنے کی وجہ سے وہ درندوں کا لقمہ بن جائے گا جبکہ عقلمند آدمی اونٹنی کے معاملہ میں صرف بقدر حاجت بات پر اکتفاء کرتا ہے۔ اسی طرح آخرت میں سوچ بچار کرنے والا شخص اپنے لئے دنیا میں سے صرف اس چیز پر اکتفاء کرتا ہے جس سے وہ آخرت کے راستے پر چلنے کے لئے قوت حاصل کر سکے اور جن لوگوں پر شہوت و غفلت غالب ہوتی ہے وہ کھانے اور پہننے کے لئے کماتے ہیں اور کمانے کے لئے کھاتے اور پہنتے ہیں اور ایک گروہ وہ ہے جنہوں نے اپنی تخلیق کے مقصد کو پہچان لیا اور اس کے لئے انہوں نے تیاری کی اور دیگر حاجات و ضروریات سے بچتے رہے اور حاجت اور ضرورت کے مطابق ہی ان کی طرف متوجہ ہوئے۔

## بُخْلِ اور حُبِّ مال کی مذمت

باب 27:

## حُبِّ مال کی مذمت:

مال کی محبت کی مذمت تو اللہ عَزَّوَجَلَّ کے ان فرامین سے واضح ہے:

﴿۱﴾ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تُلْهِكُمْ أَمْوَالُكُمْ وَلَا  
أَوْلَادُكُمْ عَنْ ذِكْرِ اللَّهِ وَمَنْ يَفْعَلْ ذَلِكَ  
فَأُولَئِكَ هُمُ الْخٰسِرُونَ ﴿ب۲۸، المنافقون: ۹﴾

ترجمہ کنز الایمان: اے ایمان والو! تمہارے مال نہ تمہاری اولاد  
کوئی چیز تمہیں اللہ کے ذکر سے غافل نہ کرے اور جو ایسا کرے  
تو وہی لوگ نقصان میں ہیں۔

﴿۲﴾ إِنَّمَا أَمْوَالُكُمْ وَأَوْلَادُكُمْ فِتْنَةٌ (ب۲۸، النفاہین: ۱۵)

ترجمہ کنز الایمان: تمہارے مال اور تمہارے بچے جانچ ہی ہیں۔

سرکارِ مدینہ، راحتِ قلب و سینہ، سلطانِ باقرینہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا فرمانِ عالیشان ہے:

حُبُّ الْمَالِ وَالشَّرْفِ يُنْبِتَانِ النِّفَاقَ كَمَا  
يُنْبِتُ الْمَاءُ الْبَقْلَ.

ترجمہ: مال اور شرف (یعنی بڑائی) کی محبت دل میں اس طرح  
منافقت پیدا کرتی ہیں جیسے پانی سبزی اگاتا ہے۔

(السنن الکبریٰ للبیہقی، کتاب الشهادات، باب الرجل یغنی..... الخ، الحدیث ۲۱۰۰۸، ج ۱۰، ص ۳۷۷-۳۷۸، بتغییر قلیل)

حضور نبی پاک، صاحبِ لولاک، سیاحِ افلاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا فرمانِ عبرت نشان ہے: ”دو خونخوار بھیڑیے

بکریوں کے ریوڑ میں چھوڑ دیئے جائیں تو وہ اس قدر نقصان نہیں کرتے جتنا نقصان مسلمان آدمی کے دین میں مال اور منصب کی محبت  
سے ہوتا ہے۔“ (جامع الترمذی، ابواب الزهد، باب ما ذنبان جاععان..... الخ، الحدیث ۲۳۷۶، ص ۱۸۹۰، ضاربان بئله جاععان)

نبی مکرّم، نور مجسم، رسول اکرم، شاہِ بنی آدم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا فرمانِ نصیحت نشان ہے:

هٰذَا الْمُكْتَبَرُونَ اِلَّا مَنْ قَالَ بِهِ فِي عِبَادِ اللَّهِ  
هٰكذَا وَهٰكذَا وَقَلِيلٌ مِّمَّا هُمْ

ترجمہ: زیادہ مال والے ہلاک ہو گئے سوائے اس کے جو اللہ عَزَّوَجَلَّ  
کے بندوں میں کثرت سے اپنا مال خرچ کرے اور وہ تھوڑے ہیں۔

(المسند للإمام احمد بن حنبل، مسند ابی ہریرہ، الحدیث ۸۰۹۱، ج ۳، ص ۱۸۰، بدون: عباد اللہ)

نور کے پیکر، تمام نبیوں کے سرور، دو جہاں کے تاجور، سلطانِ بحر و بر صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا فرمانِ خوشبودار ہے:

”میرے بعد ایسے لوگ آئیں گے جو دنیا کے لذیذ اور رنگ برنگے کھانے کھائیں گے، خوبصورت عورتوں سے نکاح کریں گے،  
نرم و ملائم اور رنگ برنگے لباس میں ملبوس ہوں گے اور عمدہ اور تیز رفتار گھوڑوں پر سوار ہوں گے، ان کے پیٹ تھوڑی چیز سے سیر  
نہیں ہوں گے اور ان کے نفس زیادہ پر بھی قناعت نہیں کریں گے، وہ دنیا کی طرف اس طرح جائیں گے کہ صبح و شام اسی کو مد نظر

رکھیں گے اور حقیقی معبود کو چھوڑ کر اسے ہی اپنا معبود اور رب سمجھیں گے، ان کا معاملہ اسی طرح رہے گا اور وہ دنیا کی خواہشات کی پیروی کریں گے۔ جو آدمی ایسے زمانے کو پائے خواہ وہ تمہاری اولاد سے ہو یا تمہاری اولاد کی اولاد سے، اُسے محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی طرف سے قسم ہے کہ وہ ایسے لوگوں کو نہ سلام کرے، نہ ان کے مریضوں کی عیادت کرے، نہ ان کے جنازوں میں جائے اور نہ ہی ان کے بڑوں کی عزت کرے اور جس نے ایسا کیا اس نے اسلام کو گرانے میں مدد کی۔“

(المعجم الكبير، الحديث ۷۵۱۲، ج ۸، ص ۱۰۷، مختصراً)

سید المبتغین، جناب رحمۃ اللعالمین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا فرمانِ عالیشان ہے: ”انسان کہتا ہے: میرا مال، میرا مال اور تمہارے لئے تو تمہارا مال وہی ہے جو تم نے صدقہ کر کے باقی رکھایا کھا کر فنا کر دیا یا پہن کر پرانا کر دیا۔“

(صحیح مسلم، کتاب الزهد والرقائق، باب الدنيا سجن للمؤمن وجنة للكافر، الحديث ۷۴۲۰، ص ۱۱۹۱)

ایک شخص نے عرض کی: ”یا رسول اللہ عزوجل صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم! مجھے کیا ہو گیا ہے کہ مجھے موت پسند نہیں ہے؟“ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے استفسار فرمایا: ”کیا تمہارے پاس مال ہے؟“ اس نے عرض کی: ”جی ہاں! یا رسول اللہ عزوجل صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم!“ تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ”اپنا مال آگے بھیج دے کیونکہ مؤمن کا دل اپنے مال کے ساتھ ہوتا ہے اگر اُسے آگے بھیج دے تو اس سے ملنا چاہتا ہے اور اگر پیچھے چھوڑ دے تو اس کے ساتھ پیچھے رہنا چاہتا ہے۔“

(الزهد لابن المبارك، باب فی طلب الحلال، الحديث ۶۳۴، ص ۲۲۴)

شہنشاہِ خوشِ نصال، پیکرِ حسن و جمال، دفعِ رنج و ملال، صاحبِ بھو دونوال، رسولِ بے مثال، بی بی آمنہ کے لال صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا فرمانِ والا شان ہے: ”انسان کے دوست تین قسم کے ہیں، ایک موت تک اس کا ساتھ دیتا ہے، دوسرا قبر تک اور تیسرا محشر تک ساتھ دیتا ہے۔ انسان کی موت تک ساتھ دینے والا اس کا مال ہے، قبر تک ساتھ دینے والے اُس کے گھر والے ہیں اور محشر تک

ساتھ دینے والا اس کا عمل ہے۔“ (صحیح البخاری، کتاب الرقاق، باب سكرات الموت، الحديث ۶۵۱۴، ص ۵۴۶، بتغییر)

## مال کی تعریف و مذمت کا بیان:

اللہ عزوجل نے بعض مقامات پر مال کو لفظِ خیر کے ساتھ ذکر فرمایا۔ چنانچہ ارشادِ بانی ہے:

ان تَرَكَ خَيْرًا الْوَصِيَّةُ (ب، البقرہ: ۱۸۰) ترجمہ کنز الایمان: اگر کچھ مال چھوڑے تو وصیت کر جائے۔

سرکارِ والا تبار، ہم بے کسوں کے مددگار، شفیقِ روزِ شمار، دو عالم کے مالک و مختار، حبیبِ پروردگار عزوجل صلی اللہ تعالیٰ علیہ

وآلہ وسلم کا فرمانِ عزت نشان ہے: ”نِعْمَ الْمَالُ الصَّالِحُ لِلرَّجُلِ الصَّالِحِ“ ترجمہ: کیا ہی اچھا مال نیک بندے کے لئے ہے۔“

(شعب الایمان للبيهقي، باب التوكل والتسليم، الحديث ۱۲۴۸، ج ۲، ص ۹۱)

مال کے بھی وہی فضائل ہیں جو صدقہ اور حج کے متعلق بیان کئے گئے ہیں۔

جان لو! عقلمند اور صاحب بصیرت لوگوں کا مقصد اخروی سعادت پانا ہے اور مال اس کے لئے وسیلہ ہے، کبھی مال کے ذریعے تقویٰ اور عبادت پر قوت حاصل کی جاتی ہے اور کبھی اسے آخرت کی راہ میں خرچ کیا جاتا ہے اور جو شخص عیش و عشرت کے لئے مال حاصل کرتا ہے یا اس کے ذریعے گناہوں اور شہوت رانی میں منہمک ہوتا ہے تو یہ اس کے حق میں مذموم ہے۔

جان لو! مال کی مثال یہ ہے کہ یہ سانپ کی طرح ہے جس میں زہر بھی ہے اور تریاق (یعنی علاج) بھی۔ اس کے فائدے تریاق ہیں اور اس کی آفات اس کا زہر ہے۔ پس جس شخص کو اس کا علم ہو اور وہ اس کے زہر سے بچنے اور اس کے تریاق سے نفع اٹھانے پر قادر ہو تو اس کے لئے یہ قابل تعریف ہے۔

**قناعت اور لوگوں کے مال سے بے نیاز ہونے کی تعریف اور حرص کی مذمت:**

جان لیجئے! فقر قابل تعریف ہے لیکن فقیر کو چاہئے کہ جو کچھ لوگوں کے پاس ہے اس میں طمع نہ کرے اور یہ خوبی تب پیدا ہو سکتی ہے جب وہ کھانے، پینے اور لباس کے معاملے میں بقدر ضرورت پر قناعت کرے، اور ادنیٰ اور کم مقدار پر اکتفاء کرے اور اپنی امید کو ایک دن یا ایک مہینے تک بڑھا دے تاکہ اس کے اندر فاقہ پر صبر کرنے کی قوت پیدا ہو جائے ورنہ یہ چیز اسے مال داروں سے طمع رکھنے، مانگنے اور ذلت اختیار کرنے کی طرف لے جائے گی۔

تاجدار رسالت، شہنشاہ نبوت، مخزن جود و سخاوت، ہیکر عظمت و شرافت، محبوب رب العزت، محسن انسانیت غزوة جمل و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان عالیشان ہے: ”بے شک روح القدس (یعنی حضرت سیدنا جبرائیل علیہ السلام) نے میرے دل میں یہ بات ڈالی کہ کوئی جان اپنا پورا رزق حاصل کئے بغیر نہیں مرتی پس تم اللہ غزوة جمل سے ڈرو اور اچھے طریقے سے مانگو۔“

(التمہید لابن عبد البر، باب الف، اسحاق بن عبد اللہ بن ابی طلحة، تحت الحدیث ۱۰، ج ۱، ص ۲۳۹)

حضرت سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ارشاد فرماتے ہیں: ایک دن رسول اللہ غزوة جمل و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

یا ابا ہریرۃ! اذا اشتد بک الجوع فعلیک  
برغیف و کوز من ماء و علی الدنیا الدمار.  
ترجمہ: اے ابو ہریرہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ)! جب تمہیں سخت بھوک  
لگے تو تمہارے لئے ایک روٹی اور پانی کا ایک پیالہ کافی ہے

اور دنیا پر رکھ ڈالو (یعنی اسے چھوڑ دو)۔

(شعب الایمان للبیہقی، باب فی الزهد و قصر الأمل، الحدیث ۱۰۳۶۶، ج ۷، ص ۲۹۵)

پیش کش: مجلس المدینۃ العلمیہ (دعوت اسلامی)

## قناعت پسندی کا حصول:

جان لیجئے! یہ تین چیزوں کا مرکب ہے: (۱) صبر (۲) علم اور (۳) عمل۔

(۱)..... پہلی چیز عمل ہے یعنی معیشت میں اعتدال اور خرچ میں کفایت اختیار کرنا۔ جو شخص قناعت میں بزرگی چاہتا ہے اسے چاہئے کہ کم خرچ کرے۔ حدیث پاک میں ارشاد ہے: ”التَّذْبِيرُ نِصْفُ الْمَعِيشَةِ تَرْجُمَةً تَدْبِيرٌ سَعْيٌ لِيُنَاصِفَ مَعِيشَتَهُ“ (فردوس الاخبار للديلمي، باب التاء، الحديث ۲۲۴۰، ج ۱، ص ۳۰۷)

(۲)..... دوسری چیز خواہشات کم رکھنا ہے تاکہ وہ کسی دوسرے حال میں بھی حاجت کی وجہ سے پریشان نہ ہو۔

(۳)..... تیسری یہ کہ وہ اس بات کو جان لے کہ قناعت میں عزت ہے اور سوال کرنے سے بچت ہے جبکہ طمع میں ذلت ہی ذلت ہے، پس اس طرح فکر مدینہ کرتے ہوئے اس (حص) سے جان چھڑالے۔

## سخاوت کی فضیلت:

جان لو! جب مال نہ ہو تو بندے کو قناعت اختیار کرنی چاہئے۔ اگر مال موجود ہو تو ایثار اور سخاوت سے کام لے، بخل نہ کرے۔ چنانچہ اللہ کے محبوب، دانائے غیوب، مُنَزَّهٌ عَنِ الْغُيُوبِ عَزَّ وَجَلَّ وَصَلَّى اللهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ کا فرمان والا شان ہے: ”سخاوت جنت کے درختوں میں سے ایک درخت ہے جس کی ٹہنیاں زمین کی طرف جھکی ہوئی ہیں، جو شخص اس سے ایک ٹہنی لیتا ہے تو وہ اسے جنت کی طرف لے جاتی ہے اور بخل جہنم کا ایک درخت ہے، جو بخیل ہوتا ہے وہ اس کی ٹہنیوں سے ایک ٹہنی لے لیتا ہے اور وہ ٹہنی اسے نہیں چھوڑتی حتیٰ کہ اسے جہنم میں داخل کر دیتی ہے۔“

(الکامل فی ضعفاء الرجال لابن عدی، الرقم ۶۶۔ ابراہیم بن اسماعیل بن ابی حبیبة، ج ۱، ص ۳۸۳)

حسن اخلاق کے پیکر، نبیوں کے تاجور، محبوبِ ربِّ اکبر عَزَّ وَجَلَّ وَصَلَّى اللهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ کا فرمانِ خوشبودار ہے: ”حضرت جبرائیل علیہ السلام فرماتے ہیں کہ ”اللہ عَزَّ وَجَلَّ نے ارشاد فرمایا: ”یہ وہ دین ہے جسے میں نے اپنے لئے پسند کیا اور اس کی اصلاح سخاوت اور حسن اخلاق پر منحصر ہے، پس جس قدر ہو سکے ان دونوں چیزوں کے ذریعے اس کی عزت کرو۔“

(الکامل فی ضعفاء الرجال لابن عدی، الرقم ۱۰۰۳، عبد اللہ بن ابراہیم، ج ۵، ص ۳۱۴)

ایک دوسری روایت میں ارشاد فرمایا: ”فَأَثَرُ مَوَدَّةٍ بِهَمَّا مَا صَحِبْتُمُوهُ تَرْجُمَةً: جب تک اس دین پر رہو ان دونوں چیزوں کے ذریعے اس کا احترام کرو۔“ (المرجع السابق)

شہنشاہِ مدینہ، قمرِ اقلب و سینہ، صاحبِ معطرِ پینہ، باعثِ فُزُولِ سِکِنہ، فیضِ گنجینہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا فرمانِ عزت نشان ہے:

مَا حَبَلَ اللَّهُ وَلِيًّا إِلَّا عَلَى السَّخَاءِ وَحُسْنِ الْخُلُقِ. ترجمہ: اللہ عزوجل نے ہر ولی کو فطرتاً ہی احسن اخلاق اور سخاوت کی خوبی عطا فرمائی۔

(الکامل فی ضعفاء الرجال لابن عدی، الرقم ۲۴، احمد بن عبد الرحمن بن الحارث، ج ۱، ص ۳۰۸)

حضرت سیدنا جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں عرض کیا گیا: ”یا رسول

اللہ عزوجل صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم! کون سا ایمان افضل ہے؟“ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ”الصَّبْرُ وَالسَّمَاخَةُ

ترجمہ: صبر اور سخاوت۔“ (مسند ابی یعلیٰ الموصلی، مسند جابر بن عبد اللہ، الحدیث ۱۸۴۹، ج ۲، ص ۲۲۰)

اُمُّ الْمُؤْمِنِينَ حضرت سیدتنا عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ حضرت سیدنا عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے

آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی طرف دو تھیلوں میں ایک لاکھ اسی ہزار درہم بھیجے، آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے ایک تھال منگوا لیا اور ان درہم کو

لوگوں میں تقسیم کرنا شروع کر دیا۔ جب شام کا وقت ہوا تو فرمایا: ”اے لڑکی! ہماری افطاری لاؤ۔“ وہ روٹی اور زیتون لے کر

آئیں۔ حضرت سیدتنا ام درہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے عرض کی: ”آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے آج مال تقسیم فرمایا، اگر ایک درہم کا گوشت

خرید لیتیں تو ہم اس سے افطاری کر لیتے؟“ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے ارشاد فرمایا: ”اگر تم یاد دلاتی تو میں ایسا کر لیتی۔“

بُخْلِ كِي مَدْمَت:

اللہ عزوجل نے ارشاد فرمایا:

ترجمہ کنز الایمان: اور جو اپنے نفس کے لالچ سے بچایا گیا تو وہی کامیاب ہیں۔

﴿۱﴾ وَمَنْ يُتَوَّقِ شُحَّ نَفْسِهِ فَأُولَئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ ﴿۲۸﴾ (البقرہ: ۱۹۰)

ترجمہ کنز الایمان: اور جو بخل کرتے ہیں اس چیز میں جو اللہ نے انہیں اپنے فضل سے دی ہرگز اسے اپنے لئے اچھا نہ سمجھیں بلکہ وہ ان کے لئے برا ہے عنقریب وہ جس میں بخل کیا تھا قیامت کے دن ان کے گلے کا طوق ہوگا۔

﴿۲﴾ وَلَا يَحْسَبَنَّ الَّذِينَ يَبْخُلُونَ بِمَا أَنهَمُ اللَّهُ مِنْ فَضْلِهِ هُوَ خَيْرًا لَّهُمْ ط بَلْ هُوَ شَرٌّ لَّهُمْ ط سَيُطَوَّقُونَ مَا بَخُلُوا بِهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ ط (البقرہ: ۱۸۰)

حضور نبی کریم، رؤوف رحیم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان عبرت نشان ہے: ”بُخْلِ سے بچو کیونکہ اسی نے تم سے پہلے

لوگوں کو ہلاک کیا، اُن کو ایک دوسرے کا خون بہانے اور حرام چیزوں کو حلال ٹھہرانے پر برا بیخنتہ کیا۔“

(صحیح مسلم، کتاب البر والصلة، باب تحريم الظلم، الحدیث ۶۵۷۶، ص ۱۱۲۹)

حضرت سیدنا عیسیٰ علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا: ”بُخْلِ، مکار، خیانت کرنے والا اور بد اخلاق جنت

میں نہیں جائیں گے۔“



## ایثار کی فضیلت:

جان لیجئے! سخاوت میں سب سے بلند درجہ ایثار کا ہے، اس کا معنی یہ ہے کہ اپنی ضرورت کے باوجود مال کے ساتھ سخاوت کرنا اور اللہ عَزَّوَجَلَّ نے صحابہ کرام علیہم الرضوان کی تعریف کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

وَيُؤْتِرُونَ عَلَىٰ أَنفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ ۗ  
ترجمہ کنز الایمان: اور اپنی جانوں پر ان کو ترجیح دیتے ہیں اگرچہ  
انہیں شدید محتاجی ہو۔ (ب ۲۸، الحشر: ۹)

نبی رحمت، شفیع امت، قاسم نعمت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

أَيُّمَا رَجُلٍ إِشْتَهَىٰ شَهْوَةً فَرَدَّ شَهْوَتَهُ وَآثَرَ  
ترجمہ: جو شخص کسی چیز کی خواہش رکھتا ہو پھر اپنی خواہش ترک کر دے  
اور دوسرے کو اپنے اوپر ترجیح دے تو اس کی بخشش کر دی جائے گی۔  
عَلَىٰ نَفْسِهِ غُفْرَةٌ.

(الکامل فی ضعفاء الرجال لابن عدی، الرقم ۱۲۸۹۔ عمرو بن خالد، ج ۶، ص ۲۲۳)

رسول اکرم، نور مجسم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں ایک مہمان آیا اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے گھر میں کچھ نہ پایا تو ایک انصاری آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہوئے اور مہمان کو اپنے گھر لے گئے پھر اس کے سامنے کھانا رکھا اور بیوی کو چراغ بجھانے کا حکم دیا، خود کھانے کی طرف ہاتھ بڑھاتے رہے جیسے کھا رہے ہوں حالانکہ کھا نہیں رہے تھے یہاں تک کہ مہمان نے کھانا کھا لیا۔ جب صبح ہوئی تو رسول اللہ عَزَّوَجَلَّ و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

لَقَدْ عَجَبَ اللَّهُ مِنْ صَنِيعِكُمْ إِلَىٰ ضَيْفِكُمْ .  
ترجمہ: تمہارا اپنے مہمان سے (حسن) سلوک سے پیش آنا اللہ  
عَزَّوَجَلَّ کو بہت پسند آیا۔

(صحیح مسلم، کتاب الأشربة، باب اکرام الضیف ..... الخ، الحدیث ۵۳۵۹، ص ۱۰۴۵)

تو یہ آیت کریمہ نازل ہوئی:

وَيُؤْتِرُونَ عَلَىٰ أَنفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ ۗ  
ترجمہ کنز الایمان: اور اپنی جانوں پر ان کو ترجیح دیتے ہیں اگرچہ  
انہیں شدید محتاجی ہو۔ (ب ۲۸، الحشر: ۹)

## بخل کا علاج:

جان لیجئے! بخل کا سبب مال کی محبت ہے اور مال کی محبت کے دو اسباب ہیں۔

(۱)..... پہلا سبب خواہشات کی محبت ہے جن تک مال کے بغیر پہنچنا ممکن نہیں اور اس کے ساتھ لمبی زندگی کی امید بھی ہوتی ہے

کیونکہ اگر اسے یقینی طور پر معلوم ہو کہ وہ ایک دن یا ایک مہینے بعد مر جائے گا تو پھر مال خرچ کرنے میں سخاوت سے کام لے اور اگر امید کم ہو تو اس طویل امید کی جگہ اولاد آجاتی ہے تو وہ ان کے لئے مال روک کر رکھتا ہے۔

اسی لئے نبی اکرم، نور مجسم، شہنشاہ بنی آدم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

الْوَلَدُ مَبْنَحَلَةٌ مَجْبَنَةٌ مَجْهَلَةٌ۔  
ترجمہ: اولاد بخل، بزدلی اور جہالت میں مبتلا کرنے والی ہے۔

(سنن ابن ماجہ، ابواب الادب، باب بر الوالد والاحسان..... الخ، الحدیث ۳۶۶۶، ص ۲۶۹۶، بدون: محملہ)

اور جب اس کے ساتھ ساتھ فقر کا خوف ہو اور رزق کے آنے کا پختہ یقین نہ ہو تو لامحالہ بخل مضبوط ہو جاتا ہے۔

(۲)..... دوسرا سبب یہ ہے کہ وہ مال سے محبت کرتا ہے حالانکہ وہ جانتا ہے کہ اسے اس مال کی کبھی ضرورت نہ پڑے گی کیونکہ وہ بوڑھا ہوتا ہے اور اس کی اولاد بھی نہیں ہوتی لیکن وہ محض مال سے محبت کرتا ہے، یہ دل کا پرانا مرض ہے اور ہم اللہ عزوجل سے پناہ مانگتے ہیں۔ ایسے شخص کی مثال اس آدمی کی طرح ہے جو کسی پر عاشق ہو جاتا ہے پھر اس کے قاصد (یعنی پیغام دینے والے) سے محبت کرنے لگ جاتا ہے اور اسے بھول جاتا ہے کیونکہ درہم دینار کا مقصد حاجات تک پہنچانا ہے جب کہ یہ شخص مقصد کو بھول گیا اور وسیلہ و واسطہ پر عاشق ہو گیا اور جو شخص درہم اور پتھر میں سوائے حاجات کے پورا کرنے کے کوئی فرق کرے، وہ جاہل ہے۔

جان لیجئے! بخل کا علاج یہ ہے کہ خواہشات اور امید کم کرے اور کثرت سے موت کو یاد کرے نیز ہم عصر لوگوں کی موت میں غور و فکر کرے، قبروں کی زیارت اور ان میں جو کھڑے مکوڑے ہیں، ان میں غور و فکر کرے اور ان احوال میں سوچ و بچار کرے۔ اور اگر دل کی توجہ اولاد کی طرف ہو تو اس کا علاج یوں کرے کہ ان کو پیدا کرنے والے نے ان کا رزق بھی پیدا فرمایا ہے اور کتنے ہی بچے ایسے ہیں جو میراث پاتے ہیں لیکن وہ ان کا رزق نہیں ہوتا اور کتنے ہی بچے ایسے ہیں کہ وہ مال وراثت نہیں پاتے لیکن اللہ عزوجل مال کی صورت میں انہیں رزق عطا فرمادیتا ہے۔ اگر اس کی اولاد نیک ہوگی تو اللہ عزوجل نیک لوگوں کا والی ہے اور اگر فاسق ہوگی تو اللہ عزوجل ان جیسوں کو مسلمانوں میں زیادہ نہ کرے کیونکہ وہ اپنے مال سے گناہوں پر مدد حاصل کرتے ہیں اور بخل سے چھٹکارے کا نفع بخش طریقہ یہ بھی ہے کہ وہ اس بات پر غور کرنے کے لوگ بخیلوں کی مذمت کرتے ہیں اور ان سے نفرت کرتے ہیں اور سخاوت کرنے والوں کی تعریف کرتے اور ان میں رغبت رکھتے ہیں۔

اللہ عزوجل نے ارشاد فرمایا:

الشَّيْطَانُ يَعِدُكُمُ الْفَقْرَ وَيَأْمُرُكُم بِالْفَحْشَاءِ ج  
ترجمہ کنز الایمان: شیطان تمہیں اندیشہ دلاتا ہے محتاجی کا اور حکم دیتا

ہے بے حیائی کا۔

(پ ۲، البقرہ: ۲۶۸)

شاید یہ بات اسے فائدہ دے۔

پیش کش: مجلس المدینۃ العلمیہ (دعوت اسلامی)

## فقر کی فضیلت اور غناء کی مذمت

علمائے سوء کی مذمت:

منقول ہے، حضرت سیدنا عیسیٰ علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام نے نصیحت کرتے ہوئے ارشاد فرمایا: ”اے علمائے سوء (یعنی بد عقیدہ اور بُرے علماء)! لوگ تمہارے کہنے پر روزے رکھتے، نماز پڑھتے اور صدقہ دیتے ہیں مگر تم خود اس پر عمل نہیں کرتے جس کا تمہیں حکم دیا گیا ہے اور اس بات کا درس دیتے ہو جو خود نہیں جانتے، پس تم کتنا برا فیصلہ کرتے ہو کہ زبان سے توبہ کرتے ہو مگر خواہشات کی پیروی کرتے ہو، اس بات سے تمہیں کوئی فائدہ حاصل نہ ہوگا کہ اپنے ظاہر کو تو پاک و صاف کر لو لیکن تمہارے دل میلے کے میلے رہیں، میں سچ کہتا ہوں: ”چھلنی کی طرح نہ ہو جاؤ کہ اس سے صاف آٹا نکل جاتا ہے اور چھان رہ جاتا ہے ایسے ہی تم زبان سے حکمت کی باتیں کرتے ہو لیکن تمہارے دلوں میں کھوٹ باقی ہے۔“

اے دنیا کے متوالو! جو شخص دنیا میں خواہشات کو نہیں چھوڑتا اور دنیا سے اس کی رغبت ختم نہیں ہوتی وہ آخرت کو کیسے پا سکتا ہے، میں تم سے سچ کہتا ہوں: ”تمہارے دل تمہارے اعمال کی وجہ سے روتے ہیں تم نے دنیا کو اپنی زبان کے نیچے اور عمل کو اپنے پاؤں کے نیچے رکھا ہوا ہے، میں سچ کہتا ہوں: تم نے اپنی آخرت کو خراب کر دیا، تمہیں آخرت کو بہتر بنانے سے دنیا کو بہتر بنانا زیادہ پسند ہے، اگر تم جانتے ہو تو بتاؤ کہ لوگوں میں اور تم میں زیادہ نقصان والا کون ہے؟ تم پر افسوس ہے! کب تک اندھیرے میں چلنے والوں کو راستہ دکھاؤ گے اور خود حیران کھڑے رہو گے گویا تم دنیا والوں کو پکارتے ہو کہ وہ اسے تمہارے لئے چھوڑ دیں، ٹھہرو، رک جاؤ، تم پر افسوس ہے! اگر چراغ گھر کی چھت پر رکھ دیا جائے تو اندھیرے گھر کو کیا فائدہ ہوگا، اسی طرح اگر علم کا نور صرف تمہاری زبانوں پر ہو اور تمہارے دل خالی ہوں تو اس علم کا کیا فائدہ؟“

اے دنیا دارو! تم پر ہیزگار بندوں کی طرح نہیں ہو اور نہ ہی آزاد معزز لوگوں کی طرح ہو، قریب ہے کہ دنیا تمہیں جڑ سے اکھاڑ کر منہ کے بل پھینک دے پھر تم اپنے نتھنوں پر اوندھے گر جاؤ پھر تمہارے گناہوں نے تمہیں پیشانی سے پکڑ رکھا ہو اور علم تمہیں پیچھے سے دھکا دے حتیٰ کہ تمہیں تمہارے مالک کے سامنے یوں پیش کر دے کہ تم برہنہ جسم اور تنہا ہو اور وہ تمہیں تمہارے گناہوں پر کھڑا کرے پھر تمہیں تمہارے برے اعمال کی سزا دے۔

اس سے ثابت ہوا کہ فقر ہی اولیٰ و افضل ہے، جس نے غنا کو افضل کہا اس نے حضرت سیدنا محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم، تمام انبیاء کرام علیہم السلام اور سلف صالحین رحمہم اللہ العزیز کو معمولی جانا، ہم اس سے اللہ عزوجل کی پناہ مانگتے ہیں۔ جن لوگوں کو

نفس نے دھوکے میں مبتلا کیا اور ان کی بدبختی ان پر غالب ہے، وہ حضرت سیدنا عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مال کی دلیل پیش کرتے ہیں۔ ہم تمہارے سامنے ایک حکایت بیان کرتے ہیں جس سے ان کا فساد واضح ہو جائے گا۔

ہم کہتے ہیں کہ (جب حضرت سیدنا عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا وصال ہوا تو) بعض صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کہنے لگے: ہمیں حضرت سیدنا عبدالرحمن رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر مال چھوڑ کر فوت ہونے کی وجہ سے (آخرت کا) ڈر ہے تو حضرت سیدنا کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: ”سبحن اللہ! تمہیں حضرت سیدنا عبدالرحمن رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر کیا خوف کرتے ہو؟ انہوں نے تو پاک مال کمایا، پاک طریقے سے خرچ کیا اور پاک انداز میں چھوڑا۔“ یہ بات حضرت سیدنا ابوذر غفاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ تک پہنچی تو وہ غصہ کی حالت میں حضرت سیدنا کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تلاش میں باہر نکل پڑے، ان کا گزرا ایک اونٹ کے جڑے کی ہڈی پر سے ہوا تو اسے اٹھا لیا، پھر حضرت سیدنا کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو تلاش کرنے لگے۔

حضرت سیدنا کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بتایا گیا کہ حضرت سیدنا ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ آپ کی تلاش میں ہیں تو وہ بھاگ گئے حتیٰ کہ حضرت سیدنا عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے گھر داخل ہو گئے، جب حضرت سیدنا ابوذر غفاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت سیدنا عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے گھر میں داخل ہوئے تو حضرت سیدنا کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ اٹھ کر حضرت سیدنا عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پیچھے بیٹھ گئے۔ حضرت سیدنا ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا: ”اے یہودی عورت سے پیدا ہونے والے! ادھر آ، تیرا خیال ہے کہ حضرت سیدنا عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جو مال چھوڑا ہے اس میں کوئی حرج نہیں حالانکہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے فرمایا: ”اے ابوذر!“ میں نے عرض کی: ”حاضر ہوں، یا رسول اللہ عزوجل وصلى الله تعالى عليه وآله وسلم!“ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ”بروز قیامت مال داروں کا سرمایہ بہت کم ہوگا مگر جس نے اس طرح دیا اور (یہ فرما کر) دائیں بائیں اور آگے پیچھے کی طرف اشارہ کیا اور فرمایا: ”ایسے لوگ کم ہیں۔“ پھر فرمایا: ”اے ابوذر! میں نے عرض کی: ”یا رسول اللہ عزوجل وصلى الله تعالى عليه وآله وسلم! میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں، میں حاضر ہوں۔“

آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ”مجھے یہ بات پسند نہیں کہ میرے پاس احد (پہاڑ) کے برابر سونا ہو جسے میں راہ خدا عزوجل میں خرچ کروں اور دنیا سے جاتے وقت میرے پاس اس میں سے صرف دو قیراط باقی بچیں۔“ میں نے عرض کی: ”یا رسول اللہ عزوجل وصلى الله تعالى عليه وآله وسلم! دو خزانے بچ جاتے تو بھی؟“ فرمایا: ”بلکہ دو قیراط۔“ پھر فرمایا: ”اے ابوذر! تم زیادہ چاہتے ہو اور میں کم چاہتا ہوں، اللہ عزوجل بھی یہی چاہتا ہے۔“

(صحیح مسلم، کتاب الزکاة، باب الترغیب فی الصدقة، الحدیث ۴، ۲۳۰، ص ۸۲۴)

(پھر حضرت سیدنا ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا) حضور نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم تو یہ فرماتے ہیں اور اے یہودیہ کے لطن

سے پیدا ہونے والے! تم کہتے ہو کہ حضرت سیدنا عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جو کچھ چھوڑا ہے اس میں کوئی حرج نہیں۔ تو نے بھی جھوٹ بولا اور جو کوئی یہ کہے وہ بھی جھوٹا ہے۔ کسی نے بھی حضرت سیدنا ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بات کا جواب نہ دیا یہاں تک کہ آپ تشریف لے گئے۔“

منقول ہے، حضرت سیدنا عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس یمن سے ایک قافلہ آیا تو مدینہ طیبہ میں شور مچ گیا، حضرت سیدنا عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے پوچھا: ”یہ کیا ہے؟“ بتایا گیا: ”حضرت سیدنا عبدالرحمن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اونٹ آئے ہیں۔“ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے ارشاد فرمایا: ”رسول اللہ عزوجل وصلى الله تعالى عليه وآله وسلم نے سچ فرمایا۔“ حضرت سیدنا عبدالرحمن رضی اللہ تعالیٰ عنہ تک یہ بات پہنچی تو انہوں نے ام المؤمنین حضرت سیدنا عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے اس کے بارے میں دریافت کیا تو انہوں نے فرمایا: میں نے نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو یہ ارشاد فرماتے سنا: ”میں نے جنت میں دیکھا کہ مہاجرین اور عام مسلمانوں میں سے فقیر لوگ دوڑے دوڑے داخل ہو رہے ہیں اور میں نے ان کے ساتھ عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سوا کسی مال دار شخص کو داخل ہوتے ہوئے نہیں دیکھا اور وہ ان کے ساتھ گھٹنوں کے بل چل کر داخل ہو رہے ہیں۔“

(المسند للإمام احمد بن حنبل، حدیث ابی امامة الباهلی، الحدیث ۲۲۲۹۵، ج ۸، ص ۲۸۹، بتغیر)

(المسند للإمام احمد بن حنبل، مسند السيدة عائشة، الحدیث ۲۴۸۹۶، ج ۹، ص ۴۲۴)

حضرت سیدنا عبدالرحمن رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ سن کر فرمایا: ”میں یہ تمام اونٹ اپنے ساز و سامان کے ساتھ اللہ عزوجل کی راہ میں صدقہ کرتا ہوں اور ان کے ساتھ جو غلام ہیں وہ بھی آزاد ہیں شاید کہ میں بھی ان کے ساتھ دوڑتا ہوا داخل ہو جاؤں۔“ حضرت سیدنا عمران بن حصین رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، وہ فرماتے ہیں کہ مجھے بارگاہ نبوی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم میں ایک مقام حاصل تھا، آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ”اے عمران! ہمارے ہاں تمہاری قدر و منزلت ہے، اگر تم چاہو تو حضرت فاطمہ الزہراء رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی عیادت کے لئے میرے ساتھ چلو۔“

آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں، میں نے عرض کی: ”میں حاضر ہوں، یا رسول اللہ عزوجل وصلى الله تعالى عليه وآله وسلم! میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں۔“ رسول اللہ عزوجل وصلى الله تعالى عليه وآله وسلم کھڑے ہوئے تو میں بھی آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ اٹھ کھڑا ہوا یہاں تک کہ حضرت سیدنا فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے دروازے پر جا کھڑا ہوا، نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے دروازہ کھٹکھٹایا اور فرمایا: ”السلام علیکم، اے بیٹی! کیا میں آسکتا ہوں؟“ انہوں نے عرض کی: ”یا رسول اللہ عزوجل وصلى الله تعالى عليه وآله وسلم! تشریف لائیے۔“ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ”میں بھی اور جو کوئی میرے ساتھ ہے وہ بھی؟“ انہوں نے پوچھا: ”آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ کون ہے؟“ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ”عمران بن حصین۔“ انہوں نے

عرض کی: ”اس ذات کی قسم جس نے آپ کو حق کے ساتھ نبی بنا کر بھیجا! میرے اوپر صرف ایک عباہ (یعنی چغہ) ہے۔“ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ہاتھ کے اشارے سے بتایا کہ اسے اپنے اوپر اس طرح لپیٹ لیں۔ انہوں نے عرض کی: ”میں نے اپنا جسم تو چھپالیا، سر کیسے ڈھانپوں؟“ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے پاس ایک پرانی چادر تھی، آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ان کی طرف پھینک دی اور فرمایا: ”اس سے اپنا سر لپیٹ لو۔“ پھر انہوں نے اجازت دی تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم تشریف لائے اور فرمایا: ”اے میری بیٹی! تم پر سلام ہو، تمہارا کیا حال ہے؟“ انہوں نے عرض کی: ”اللہ عزوجل کی قسم! مجھے درد ہے، اور اس تکلیف میں اس وجہ سے بھی اضافہ ہو گیا ہے کہ میرے پاس کھانے کے لئے کچھ نہیں، مجھے بھوک نے نڈھال کر دیا ہے (یہ سن کر) رسول اللہ عزوجل صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم رو پڑے اور ارشاد فرمایا:

”اے میری لختِ جگر! نہ گھبرا، اللہ عزوجل کی قسم! میں نے بھی تین دن سے کچھ نہیں چکھا اور اللہ عزوجل کی بارگاہ میں میری تم سے زیادہ عزت ہے، اگر میں اللہ عزوجل سے مانگو تو وہ مجھے کھلائے گا لیکن میں نے دنیا پر آخرت کو ترجیح دی ہے۔“ پھر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے خاتونِ جنت کے کندھے پر اپنے دستِ اقدس سے تھکی دی اور فرمایا: ”تمہیں خوشخبری ہو، اللہ عزوجل کی قسم! تم جنتی عورتوں کی سردار ہو۔“ انہوں نے عرض کی: ”فرعون کی بیوی حضرت آسیہ اور حضرت مریم بنت عمران رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا کیا ہوگا؟“ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ”حضرت آسیہ اپنے زمانے کی عورتوں کی سردار ہے، حضرت مریم اپنے زمانے کی عورتوں کی سردار ہے، حضرت خدیجہ اپنے زمانے کی عورتوں کی سردار ہے اور تم اپنے زمانے کی عورتوں کی سردار ہو، تم ایسے مکان میں رہو گی جس میں کوئی تکلیف اور شور و غل نہ ہوگا۔“ پھر ارشاد فرمایا: ”اپنے چچا کے بیٹے (یعنی حضرت سیدنا علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم) کے ساتھ قناعت اختیار کرو، میں نے تمہارا نکاح ایسے شخص سے کیا ہے جو دنیا میں بھی سردار ہے اور آخرت میں بھی۔“ (حلیۃ الاولیاء، فاطمہ بنت رسول اللہ ﷺ، الحدیث ۱۴۵۰/۱۴۵۱، ج ۲، ص ۵۲، مفہوماً)

(المعجم الكبير، الحدیث ۱۲۱۷۹، ج ۱۱، ص ۳۲۸، مفہوماً)

اس بات کو سمجھ لو فائدہ ہوگا۔ واللہ اعلم بالصواب۔



## حُبِ جاہ اور ریاء کی مذمت

باب 28:

حُبِ جاہ:

جان لیجئے! بے شک جاہ و منصب دلوں کو پسند ہے، اسے صرف صدیقین ہی ترک کرتے ہیں، اسی لئے کہا گیا ہے کہ ”صدیقین کے ذہنوں سے نکلنے والی آخری چیز سرداری کی محبت ہے۔“ اب ہم چند فصلوں میں اس کی غرض بیان کرتے ہیں۔

جان لو! جاہ کا مطلب شہرت کا پھیل جانا ہے اور یہ مذموم ہے مگر اس شخص کے لئے نہیں جسے اللہ عزوجل اپنا دین پھیلانے کے لئے مشہور کر دے۔ حضرت سیدنا انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ نبی رحمت، شفیع امت، قاسم نعمت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان عبرت نشان ہے:

حَسْبُ امْرِي مِنَ الشَّرِّ، اِلَّا مَنْ عَصَمَهُ اللّٰهُ  
تَعَالٰی، اَنْ يُشِيرَ النَّاسُ اِلَيْهِ بِالْاَصَابِعِ فِيْ دِيْنِهِ  
وَدُنْيَاہِ.

ترجمہ: کسی انسان کے لئے برائی کے طور پر اتنا ہی کافی ہے کہ لوگ اس کے دین یا دنیا کے معاملے میں اس کی طرف انگلیوں سے اشارے کریں البتہ جسے اللہ عزوجل محفوظ فرمائے۔

(شعب الایمان للبیہقی، باب فی اخلاص العمل للہ..... الخ، الحدیث ۶۹۷۷، ج ۵، ص ۳۶۶-۳۶۷)

امیر المؤمنین، مولیٰ مشکل کشا حضرت سیدنا علی المرتضیٰ کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم ارشاد فرماتے ہیں: ”خرچ کرو لیکن شہرت نہ چاہو، اپنی شخصیت کو اس طرح بلند نہ کرو کہ تمہارا ذکر کیا جائے اور لوگ تمہیں جانیں بلکہ اپنے آپ کو چھپا کر رکھو اور خاموشی اختیار کرو محفوظ رہو گے، اس طرح نیک لوگ تم سے خوش ہوں گے اور بدکاروں کو غصہ آئے گا۔“

حضرت سیدنا ابراہیم بن ادہم علیہ رحمۃ اللہ الاکرم نے ارشاد فرمایا: ”جس نے شہرت کو اچھا سمجھا اس نے اللہ عزوجل کی تصدیق نہیں کی۔“

حضرت سیدنا طلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک گروہ کو اپنے ساتھ چلتے دیکھا تو فرمایا: ”یہ طمع کی مکھیاں اور جہنم کے بچھونے ہیں۔“

حضرت سیدنا سلیمان بن حظلہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ”ہم حضرت سیدنا ابی بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ ان کے پیچھے پیچھے چل رہے تھے کہ امیر المؤمنین حضرت سیدنا عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے انہیں دیکھا تو اپنا کوزا بلند کر دیا، انہوں نے عرض کی: ”اے امیر المؤمنین! دیکھئے، آپ کیا کر رہے ہیں؟“ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ارشاد فرمایا: ”یہ طریقہ پیچھے چلنے والے کے لئے ذلت اور آگے چلنے والے کے لئے فتنہ ہے۔“

حضرت سیدنا حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں، ایک دن حضرت سیدنا عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ گھر سے نکلے تو

پیش کش: مجلس المدینۃ العلمیہ (دعوت اسلامی)

لوگ آپ کے پیچھے ہوئے، آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا: ”تم میرے پیچھے کیوں چلتے ہو؟ اللہ عزوجل کی قسم! جس وجہ سے میں اپنا دروازہ بند رکھتا ہوں اگر تمہیں معلوم ہو جائے تو تم میں سے کوئی آدمی میرے پیچھے نہ چلے۔“  
حضرت سیدنا حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ ارشاد فرماتے ہیں: ”اگر مردوں کے پیچھے لوگوں کے جوتوں کی آوازیں آنے لگیں تو ایسے مواقع پر احمقوں کے دل کم ہی قابو میں رہتے ہیں۔“

### گنہگار کی فضیلت:

سرکارِ مدینہ، راحتِ قلب و سینہ، سلطانِ باقرینہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا فرمانِ والا نشان ہے:

رُبَّ اشْعَثٍ اَغْبَرَ، ذِي طَمْرَيْنِ، لَا يُؤْبَهُ، لَهُ لَوْ  
ترجمہ: بہت سے بکھرے بالوں، گرد آلود چہروں اور دو پرانے  
اَقْسَمَ عَلَى اللَّهِ لَا بَرَّةَ، مِنْهُمْ الْبَرَاءُ بْنُ مَالِكٍ  
کپڑوں والے لوگ، جن کو حقیر سمجھا جاتا ہے اگر وہ اللہ عزوجل  
پر قسم کھالیں تو وہ اسے ضرور پورا فرماتا ہے، انہی میں سے  
حضرت براء بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی ہیں۔

(جامع الترمذی، ابواب المناقب، باب مناقب البراء ابن مالک، الحدیث ۳۸۵۴، ص ۲۰۴۷)

حضرت سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی رحمت، شفیعِ امت، قاسمِ نعمت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا فرمانِ عالیشان ہے: ”دو بوسیدہ کپڑوں میں ملبوس کئی لوگ ایسے ہیں جن کی طرف توجہ نہیں دی جاتی، اگر وہ اللہ عزوجل پر قسم کھالیں تو وہ اسے پورا فرماتا ہے، اگر وہ یوں کہہ دے: ”اے اللہ عزوجل! میں تجھ سے جنت کا سوال کرتا ہوں تو اللہ عزوجل اسے جنت عطا فرماتا ہے لیکن اسے دنیا میں سے کچھ نہیں دیتا۔“ (فردوس الاخبار للذہبی، باب الرءاء، الحدیث ۳۰۶۶، ج ۱، ص ۴۱۲)

(البحر الزخار بمسند البزار، مسند عبد اللہ بن مسعود، الحدیث ۲۰۳۵، ج ۵، ص ۴۰۳-۴۰۴)

حضرت سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، حضور نبی پاک، صاحبِ لولاک، سیاحِ افلاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا فرمانِ عزت نشان ہے: ”بے شک پرانگندہ بالوں، گرد آلود چہروں اور دو بوسیدہ کپڑوں والے لوگ جنتی ہیں، جنہیں لوگ حقیر سمجھتے ہیں، جب وہ امراء کے پاس جانے کی اجازت طلب کرتے ہیں تو ان کو اجازت نہیں دی جاتی، جب عورتوں کو نکاح کا پیغام دیتے ہیں تو ان سے نکاح نہیں کیا جاتا، جب وہ بات کرتے ہیں تو ان (کی بات سننے) کے لئے خاموشی اختیار نہیں کی جاتی، ان کی ضروریات ان کے سینوں میں حرکت کرتی ہیں، اگر بروز قیامت ان کا نور لوگوں میں تقسیم کیا گیا تو تمام لوگوں کو کافی ہو جائے گا۔“

(شعب الایمان للبیہقی، باب فی الزهد وقصر الأمل، الحدیث ۱۰۴۸۶، ج ۷، ص ۳۳۳)

پیش کش: مجلس المدینۃ العلمیہ (دعوتِ اسلامی)



مروی ہے کہ امیر المؤمنین حضرت سیدنا عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ مسجد میں داخل ہوئے تو حضرت سیدنا معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو سرکارِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی قبر انور کے پاس روتے ہوئے دیکھا، پوچھا: کیوں رو رہے ہو؟ انہوں نے جواب دیا: میں نے رسول اللہ عزوجل صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا: ”تھوڑا سا دکھاوا بھی شرک ہے، بے شک اللہ عزوجل متقی پوشیدہ رہنے والے لوگوں کو پسند فرماتا ہے، جب وہ غائب ہوں تو لوگ انہیں تلاش نہیں کرتے اور جب کہیں آئیں تو ان کو کوئی پہچانتا نہیں، ان کے دل ہدایت کے چراغ ہیں، وہ ہر گرد آلود اندھیرے مقام سے نجات پاتے ہیں۔“

(سنن ابن ماجہ، ابواب الفتن، باب من ترجی له السلامة من الفتن، الحدیث ۳۹۸۹، ص ۲۷۱۶، ینجون: بدلہ: یخرجون)

حضرت سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: (اے لوگو!) علم کے چشمے اور ہدایت کے چراغ بنو، گھروں کو (چٹائی کی طرح) لازم پکڑو، رات کے چراغ بنو اور تازہ دل رہو، تمہارے کپڑے پرانے ہوں تو اہل آسمان تمہیں پہچانیں گے اگرچہ تم اہل زمین کے نزدیک کمتر سمجھے جاؤ۔“

### حُبِ جاہ کی مذمت:

اللہ عزوجل کا فرمان عالیشان ہے:

تِلْكَ الدَّارُ الْآخِرَةُ نَجْعَلُهَا لِلَّذِينَ لَا يُرِيدُونَ  
عُلُوقًا فِي الْأَرْضِ وَلَا فِسَادًا (ب ۲۰، القصص: ۸۳)

ترجمہ کنز الایمان: یہ آخرت کا گھر ہم ان کے لئے کرتے ہیں جو زمین میں تکبر نہیں چاہتے اور نہ فساد۔

جان لیجئے! جاہ و مرتبہ کی حقیقت یہ ہے کہ انسان لوگوں کے دلوں کا مالک ہو جائے جیسا کہ مال دار ہونے کا مطلب درہم و دینار کا مالک ہونا ہے اور جس طرح صاحب مال اپنے مال کے ذریعے اپنے مقاصد تک پہنچ جاتا ہے، اسی طرح دلوں کا مالک اس کے ذریعے اپنے مقاصد تک پہنچ جاتا ہے، جاہ و مرتبہ بھی ایک مقصد ہے اور جس طرح مال مختلف قسم کے پیشوں سے کمایا جاتا ہے اسی طرح مختلف معاملات کے ذریعے دلوں کو اپنی طرف مائل کیا جاتا ہے اور دل پختہ اعتقاد سے ہی مسخر ہوتے ہیں پس جس شخص کے دل میں کسی شخص کے کامل اوصاف کا پختہ یقین ہو جائے تو اس کا دل اس کی طرف مائل ہو جائے گا بلکہ لوگوں کے دلوں کا مالک ہونے کا مطلب یہ ہے کہ اسے اپنا بندہ و غلام بنانا ہے اور جب مال محبوب ہے تو جاہ و مرتبہ اسے بدرجہ اولیٰ پسند ہوگا۔

جان لیجئے! جاہ و مرتبہ بلندی اور ملکیت کو طلب کرنے والی روح کی غذا ہے جبکہ روح اللہ عزوجل کے عالم امر سے ہے جو ربوبیت، بلندی اور لوگوں کو اپنا بندہ بنانے کا مطالبہ کرتی ہے، کمال کو پسند کرتی اور اسے طلب کرتی ہے، اسی بناء پر تم دیکھتے ہو کہ جو بھی جاہ کا طالب ہوتا ہے وہ اس ارادہ سے جدا نہیں ہوتا (یعنی وہ بلندی وغیرہ کا ارادہ رکھتا ہے)۔

جان لیجئے! تعریف سے نفس کو خوشی اور فرحت ہوتی ہے کیونکہ تعریف میں اس کے کامل ہونے کا احساس ہوتا ہے اور نفس کامل سے محبت کرتا ہے اور اس کے برعکس مذمت کو ناپسند کرتا ہے کیونکہ اس میں ناقص ہونے کا شعور پایا جاتا ہے اور نفس ناقص چیز کو ناپسند کرتا ہے۔

### حُبِ جاہ کا علاج:

جان لیجئے! جو جاہ و مرتبہ کی محبت میں مبتلا ہو جائے تو اس کا سارا مقصد حُبِ جاہ اور اس میں مزید اضافہ کی طلب ہی رہ جاتی ہے اور وہ مخلوق کے دلوں کا شکاری بن جاتا ہے اور یہ چیز اسے ریاء اور نفاق کی طرف لے جاتی ہے، اسی لئے نبی کریم، رءوف رحیم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے اسے (یعنی مال و جاہ کی محبت کو) دو خونخوار بھیڑیوں سے تشبیہ دی جو بکریوں کے ریوڑ میں ہوتے ہیں۔“ (جامع الترمذی، ابواب الزہد، باب ما ذنبان جائعان..... الخ، الحدیث ۲۳۷۶، ص ۱۸۹۰، ضاریان بدلہ جائعان) سید المبلغین، جناب رحمۃ اللعلمین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان عبرت نشان ہے: ”إِنَّهُ يُنْبِتُ النِّفَاقَ كَمَا يُنْبِتُ الْمَاءُ الْبَقْلَ“ ترجمہ: یہ (یعنی مال و جاہ کی محبت دل میں) نفاق کو ایسے اُگاتی ہے جیسے پانی سبزی کو اُگاتا ہے۔“

(السنن الكبرى للبيهقي، كتاب الشهادات، باب الرجل يغنى..... الخ، الحدیث ۲۱۰۰۸، ج ۱۰، ص ۳۷۷-۳۷۸)

حُبِ جاہ کا علاج علم و عمل دو طریقوں سے ممکن ہے۔

### (۱)..... حُبِ جاہ کا علمی علاج:

اس کا علمی علاج یہ ہے کہ انسان یہ بات جان لے کہ اس کا مقصد دلوں پر مالک ہونا ہے اور ہم نے بیان کر دیا ہے کہ اگر یہ بات صحیح طور پر حاصل ہو بھی جائے تو موت تک باقی رہتی ہے لہذا یہ باقی رہنے والے اعمال صالحہ میں سے نہیں بلکہ اگر مشرق و مغرب تک تمام روئے زمین کے لوگ تجھے سجدہ بھی کریں تو پچاس سال تک نہ سجدہ کرنے والے رہیں گے اور نہ تو باقی رہے گا اور تمہارا حال جاہ و مرتبہ رکھنے والے ان لوگوں کی طرح ہو جائے گا جو مر چکے ہیں اور یہ وہی کمال ہے جس کی کوئی حقیقت نہیں کیونکہ یہ موت کے ساتھ ختم ہو جاتا ہے اور یہ ایسے ہی ہے جیسے حضرت سیدنا حسن بصری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے حضرت سیدنا عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو لکھا: ”أَمَّا بَعْدُ“ (یعنی حمد و صلوة کے بعد)! گویا آپ وہ آخری شخص ہیں جس پر موت لکھی گئی ہے اور وہ مر گیا ہے۔“ تو حضرت سیدنا عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے جواب میں لکھا: ”أَمَّا بَعْدُ! گویا آپ دنیا میں آئے ہی نہیں اور ہمیشہ آخرت میں رہے۔“

ان لوگوں کی نگاہ انجام کی طرف تھی اور انہیں معلوم تھا کہ جو چیز آنے والی ہے، وہ قریب ہے۔

## (۲)..... حُبّ جاہ کا عملی علاج:

ہمارے اسلاف رحمہم اللہ تعالیٰ نے کئی طریقوں سے اس کا علاج کیا مثلاً اُن میں سے کسی نے حلال مشروب پیا جو شراب کے مشابہ ہے، لوگوں نے اسے چھوڑ دیا اور سوچا کہ یہ شراب پینے والا ہے، ان میں سے کوئی شخص زاہد معروف تھا، پس وہ حمام میں گیا اور کسی دوسرے کا لباس پہن کر نکلا اور راستے میں ٹھہر گیا یہاں تک کہ لوگوں نے اسے پہچان لیا اور اسے پکڑ کر لباس اتروا کر خوب مارا اور کہا: ”یہ شخص چور ہے اور یوں لوگوں نے انہیں چھوڑ دیا۔“

جاہ و مرتبہ کو ترک کرنے کا بہترین طریقہ یہ ہے کہ لوگوں سے علیحدگی اختیار کر کے ایسی جگہ چلا جائے جہاں اسے کوئی نہ جانتا ہو کیونکہ جو شخص اپنے شہر میں گوشہ نشینی اختیار کرتا ہے تو یہ بھی ریا کی ایک قسم ہے کہ لوگوں کو اس کی گوشہ نشینی کا علم ہوگا اور اس سے وہ لوگوں میں زیادہ مشہور و معروف ہو جائے گا۔

## مدح کو پسند اور مذمت کو ناپسند کرنے سے خلاصی کیسے ممکن ہے؟

ہم نے بیان کیا ہے کہ جاہ و مرتبہ کی چاہت کا سبب کمال وہی ہے تب تو نے جان لیا کہ اس کی کوئی حقیقت نہیں سوائے فوری (یعنی دنیاوی) فائدہ کے کچھ فائدہ نہیں جبکہ آخرت میں تو اس کا کوئی فائدہ ہے ہی نہیں۔ اگر مدح کسی دینی امر کے سبب ہو تو یہ بھی اسی طرح حرص ہی ہے کیونکہ دینی معاملے کا کمال تو اچھے خاتمہ کے ساتھ اور اس خطرہ سے چھٹکارے کے بعد ہی ہے۔

## ریا کاری!

جان لیجئے! ریا کاری حرام ہے اور ریا کار پر اللہ عَزَّوَجَلَّ کا غضب ہوتا ہے، اس پر اللہ عَزَّوَجَلَّ کے یہ فرامین دلالت کرتے ہیں۔

چنانچہ، اللہ عَزَّوَجَلَّ ارشاد فرماتا ہے:

ترجمہ کنز الایمان: تو ان نمازیوں کی خرابی ہے جو اپنی نماز سے بھولے بیٹھے ہیں وہ جو دکھاوا کرتے ہیں۔

﴿۱﴾ فَوَيْلٌ لِلْمُصَلِّينَ ۝ الَّذِينَ هُمْ عَنْ صَلَاتِهِمْ سَاهُونَ ۝ الَّذِينَ هُمْ يُرَآءُونَ ۝ (پ ۳۰، الماعون: ۶ تا ۴)

ان ”آخری امور، اعمال صالحہ، علم دین پڑھنے اور پڑھانے میں دنیاوی فوائد کے حصول کی نیت کرنے کو ”ریا“ کہتے ہیں اور اس ارادہ دنیا کے لئے اس پر کسی قسم کا جبر بھی نہ کیا گیا ہو۔“ ابو عبد اللہ حارث بن اسد صحابی علیہ رحمۃ اللہ الولی ارشاد فرماتے ہیں: ”بندے کا اللہ عَزَّوَجَلَّ کی اطاعت میں لوگوں کی نیت کرنا ریا ہے۔“ (الحدیقة الندیة، الخلق التاسع من الاخلاق الستین الملعومة، ج ۱، ص ۴۶۱)

﴿۲﴾ فَمَنْ كَانَ يَرْجُوا لِقَاءَ رَبِّهِ فَلْيَعْمَلْ عَمَلًا صَالِحًا

ترجمہ کنز الایمان: تو جسے اپنے رب سے ملنے کی امید ہو اسے چاہئے

وَلَا يُشْرِكْ بِعِبَادَةِ رَبِّهِ أَحَدًا (پ ۱۶، الکہف: ۱۱۰)

کہ نیک کام کرے اور اپنے رب کی بندگی میں کسی کو شریک نہ کرے۔

حضور نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں عرض کیا گیا: ”یا رسول اللہ عزوجل وصلى الله تعالى عليه وآله وسلم! نجات کس

چیز میں ہے؟“ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

ترجمہ: بندہ اللہ عزوجل کی عبادت لوگوں کو دکھانے کے لئے نہ کرے۔

أَنْ لَا يَعْمَلَ الْعَبْدُ بِطَاعَةِ اللَّهِ تَعَالَى يُرِيدُ بِهَا النَّاسَ.

نبی مکرم، نور مجسم، رسول اکرم، شہنشاہ بنی آدم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان عبرت نشان ہے: ”مجھے تم پر سب سے زیادہ

خوف شرک اصغر کا ہے۔“ صحابہ کرام علیہم الرضوان نے عرض کی: ”یا رسول اللہ عزوجل وصلى الله تعالى عليه وآله وسلم! ترک اصغر کیا ہے؟“

آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ”ریاء کاری۔“ (پھر فرمایا) بروز قیامت جب بندہ اپنے اعمال لے کر حاضر ہوگا تو

اللہ عزوجل ارشاد فرمائے گا: ”ان لوگوں کے پاس جاؤ جن کے لئے دنیا میں دکھاوا کرتے تھے اور دیکھو! کیا ان کے پاس کوئی بدلہ

پاتے ہو۔“ (المسند للامام احمد بن حنبل، حدیث محمود بن لبید، الحدیث ۲۳۶۹۲، ج ۹، ص ۱۶۰)

نور کے پیکر، تمام نبیوں کے سرور، دو جہاں کے تاجور، سلطان بحر و بر صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان نصیحت نشان ہے:

”جُبُّ الْحُزْنِ (یعنی غم کے کنوئیں) سے اللہ عزوجل کی پناہ مانگو۔“ صحابہ کرام علیہم الرضوان نے عرض کی: ”یا رسول اللہ عزوجل وصلى الله تعالى عليه وآله وسلم! وہ کیا ہے؟“ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

وَادٍ فِي جَهَنَّمَ أُعِدَّ لِلْقُرَاءِ الْمُرَائِينَ.

ترجمہ: جہنم میں ایک وادی ہے جو ریا کار قاریوں کے لئے تیار کی گئی ہے۔

(سنن ابن ماجہ، کتاب السنۃ، باب الانتفاع بالعلم والعمل به، الحدیث ۲۵۶، ص ۲۴۹۳)

حضرت سیدنا عبداللہ بن مبارک رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اپنی سند کے ساتھ ایک شخص سے روایت کرتے ہیں، انہوں نے حضرت

سیدنا معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے عرض کی: ”مجھے کوئی حدیث سنائیے جو آپ نے نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے سنی ہو۔“

راوی فرماتے ہیں: ”حضرت سیدنا معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ روپڑے یہاں تک کہ میں نے گمان کیا کہ وہ خاموش نہ ہوں گے۔“ جب

آپ خاموش ہوئے تو ارشاد فرمایا: میں نے نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا: ”اے معاذ! میں نے

عرض کی: ”میرے ماں باپ آپ پر قربان! میں حاضر ہوں۔“ تو پیارے آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ”میں تم سے

ایک حدیث بیان کرتا ہوں، اگر تم نے اسے یاد رکھا تو وہ تمہیں نفع دے گی اور اگر ضائع کر دیا یا اس کی حفاظت نہ کی تو بروز قیامت

اللہ عزوجل کی بارگاہ میں تمہاری کوئی دلیل کام نہ آئے گی۔“

(پھر فرمایا) اے معاذ! بے شک اللہ عزوجل نے آسمان وزمین کو پیدا کرنے سے پہلے سات فرشتے پیدا فرمائے پھر آسمانوں کی تخلیق فرمائی پھر ہر دروازے پر ایک محافظ فرشتہ مقرر فرمایا۔ جب اعمال کے محافظ فرشتے بندے کے صبح سے شام تک کے اعمال لے کر اوپر جاتے ہیں اور اس عمل میں سورج کی چمک جیسا نور ہوتا ہے، جب وہ آسمان دنیا تک پہنچتے ہیں اور اس عمل کو بہت زیادہ سمجھتے ہیں تو پہلے آسمان کا محافظ فرشتہ ان کو روک لیتا ہے اور کہتا ہے: ”اس عمل کو صاحب نسل کے منہ پر دے مارو، میں غیبت کا فرشتہ ہوں اور مجھے میرے رب عزوجل نے حکم دیا ہے کہ غیبت کرنے والے کے عمل کو یہاں سے آگے بڑھنے نہ دوں۔“

اس کے بعد آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ”پھر فرشتے بندے کے دیگر اچھے اعمال لے جاتے ہیں اور ان اعمال کو کثیر اور پاک سمجھتے ہیں جب دوسرے آسمان تک پہنچتے ہیں تو وہاں کا مومل فرشتہ کہتا ہے: ”ٹھہرو اور یہ عمل صاحب عمل کے منہ پر دے مارو، میں فخر کا فرشتہ ہوں، اس شخص نے اپنا یہ عمل دنیا کے لئے کیا تھا، مجھے میرے رب عزوجل نے حکم دیا ہے کہ میں اس کے عمل کو یہاں سے آگے نہ بڑھنے دوں کیونکہ وہ لوگوں میں بیٹھ کر اپنے اس عمل پر فخر کرتا تھا۔“

آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے مزید فرمایا: ”پھر فرشتے بندے کے دیگر اعمال مثلاً صدقہ، روزہ اور نماز وغیرہ لے کر جائیں گے اور ان میں ایسا نور چمک رہا ہوگا کہ فرشتے بھی حیران رہ جائیں گے، جب تیسرے آسمان تک پہنچیں گے تو وہاں مومل فرشتہ کہے گا: ”ٹھہرو، اور اس عمل کو صاحب عمل کے منہ پر دے مارو، میں تکبر کا فرشتہ ہوں، مجھے میرے رب عزوجل نے حکم دیا ہے کہ میں اس کے عمل کو یہاں سے آگے نہ بڑھنے دوں، وہ مجالس میں لوگوں پر تکبر کیا کرتا تھا۔“

پھر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ”پھر فرشتے بندے کا وہ عمل لے کر جاتے ہیں جو ستارے کی طرح چمکتا ہے اس میں تسبیح، نماز اور حج کی آواز ہوتی ہے، جس طرح شہد کی مکھی کی آواز ہوتی ہے یہاں تک کہ جب وہ اسے لے کر چوتھے آسمان تک پہنچتے ہیں تو وہاں کا مومل فرشتہ کہتا ہے: ”ٹھہر جاؤ اور اس عمل کو صاحب عمل کے منہ پر دے مارو اور اسے اس کی پیٹھ اور پیٹ پر مارو، میں خود پسندی کا فرشتہ ہوں، میرے رب عزوجل نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں اس کے عمل کو آگے نہ بڑھنے دوں کیونکہ یہ شخص جب عمل کرتا تھا تو اس میں خود پسندی کو داخل کر لیتا تھا۔“

آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے مزید ارشاد فرمایا: ”پھر فرشتے کسی اور عمل کو لے کر اوپر جاتے ہیں اور وہ عمل دلہن کی طرح آراستہ ہوتا ہے یہاں تک کہ جب وہ پانچویں آسمان تک پہنچتے ہیں تو وہاں کا مومل فرشتہ کہتا ہے: ”ٹھہر جاؤ اور یہ عمل کرنے والے کے منہ پر دے مارو اور اس کے کندھوں پر رکھ دو، میں حسد کا فرشتہ ہوں، جب کوئی شخص اس کی طرح کچھ سیکھتا یا عمل کرتا تو یہ حسد کرتا تھا اسی طرح کسی بندے کو کوئی فضیلت حاصل ہوتی تو یہ اس سے حسد کرتا اور اس کی برائی بیان کرتا۔ مجھے میرے رب

عَزَّوَجَلَّ نے حکم فرمایا ہے کہ اس کے عمل کو آگے نہ بڑھنے دوں۔“

پھر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ”پھر فرشتے بندے کا نماز، زکوٰۃ، حج، عمرہ اور روزوں کا عمل لے کر اوپر جاتے ہیں، جب وہ چھٹے آسمان تک پہنچتے ہیں تو وہاں کا مَوَکَل فرشتہ کہتا ہے: ”ٹھہر جاؤ اور اس عمل کو صاحب عمل کے منہ پر دے مارو کیونکہ جب کسی بندے کو کوئی مصیبت یا تکلیف پہنچتی تو یہ اس پر رحم نہیں کرتا تھا بلکہ اس کی مصیبت پر خوش ہوتا تھا، میں رحمت کا فرشتہ ہوں، مجھے میرے رب عَزَّوَجَلَّ نے حکم فرمایا ہے کہ اس کے عمل کو آگے نہ بڑھنے دوں۔“

آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے مزید فرمایا: ”پھر فرشتے بندے کا وہ عمل جو روزہ، نماز، نفقہ، زکوٰۃ، اجتہاد اور تقویٰ کی صورت میں ہوتا ہے جس کی آواز بجلی کی کڑک اور چمک سورج کی روشنی کی طرح ہوتی ہے اور اس کے ہمراہ تین ہزار فرشتے ہوتے ہیں جب یہ ساتویں آسمان تک پہنچتے ہیں تو وہاں کا مَوَکَل فرشتہ کہتا ہے: ٹھہرو، اور یہ عمل صاحب عمل کے منہ پر دے مارو، اس کے اعضاء پر مارو اور اس کے ذریعے اس کے دل پر قفل لگا دو کیونکہ میرے رب عَزَّوَجَلَّ نے مجھے حکم دیا ہے کہ جو عمل اللہ عَزَّوَجَلَّ کے لئے نہ ہو میں اس کے راستے میں رکاوٹ بنوں اس شخص نے اپنے عمل سے غیر اللہ کا ارادہ کیا اس کا مقصد فقہاء کے نزدیک بلندی حاصل کرنا، علماء کے درمیان تذکرہ اور شہروں میں مشہور ہونے کا تھا اور ہر وہ عمل جو اللہ عَزَّوَجَلَّ کے لئے نہ ہو وہ ریاء ہے اور اللہ عَزَّوَجَلَّ ریاء کار کے عمل کو قبول نہیں فرماتا۔“

پھر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ”پھر فرشتے بندے کی نماز، زکوٰۃ، روزہ، حج، عمرہ، اچھے اخلاق، خاموشی اور اللہ عَزَّوَجَلَّ کے ذکر کو لے کر اوپر جاتے ہیں اور اس کے ساتھ آسمانوں کے فرشتے ہوتے ہیں یہاں تک کہ وہ تمام پردوں سے نکلتے ہوئے اللہ عَزَّوَجَلَّ کی بارگاہ میں حاضر ہوتے ہیں اور اس کی بارگاہ میں اس بندے کے خالص اللہ عَزَّوَجَلَّ کے لئے کئے ہوئے اچھے اعمال کی گواہی دیتے ہیں۔“ حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ ان سے فرماتا ہے: ”تم میرے بندے کے اعمال کے نگران ہو جبکہ میں اس کے نفس کی نگرانی کرتا ہوں، بے شک اس نے یہ اعمال میرے لئے نہیں کئے بلکہ میرے علاوہ کسی اور کے لئے کئے ہیں، اس پر میری لعنت ہے۔“ تو تمام فرشتے عرض کرتے ہیں: ”اس پر تیری، ہم سب فرشتوں کی، ساتوں آسمانوں اور جو کچھ اس میں ہے، سب کی لعنت ہو۔“

حضرت سیدنا معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ میں نے عرض کی: ”یا رسول اللہ عَزَّوَجَلَّ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم! آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم تو اللہ عَزَّوَجَلَّ کے رسول ہیں اور میں معاذ ہوں، (مجھے) کیسے نجات حاصل ہوگی؟“ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ”اے معاذ! میری اتباع کرو اگرچہ تمہارے عمل میں کمی ہو، اے معاذ! اپنے قرآن پڑھنے والے بھائیوں

کے بارے میں کچھ کہنے سے اپنی زبان روک کر رکھو، اپنے گناہوں کو اپنے اوپر ڈالو، دوسروں کے ذمہ نہ لگاؤ، ان کو برا بھلا کہہ کر اپنی پاکیزگی کا اظہار نہ کرو، اپنے آپ کو ان پر بلند نہ سمجھو، دنیوی عمل کو آخرت کے عمل میں داخل نہ کرو، اپنی مجلس میں تکبر نہ کرو تاکہ لوگ تیرے برے اخلاق سے بچے رہیں، تیسرے آدمی کی موجودگی میں کسی سے سرگوشی نہ کرو، لوگوں پر اپنی عظمت کا اظہار نہ کرو ورنہ تم دنیاوی بھلائی سے محروم ہو جاؤ گے اور لوگوں کی بے عزتی نہ کرو ورنہ بروز قیامت جہنم میں اس کے کتے تمہیں چیر پھاڑ دیں گے۔“ اللہ عزوجل کا فرمان حقیقت نشان ہے:

وَالنَّشِيطِ نَشْطًا (ب، ۳۰، النزعت: ۲) ترجمہ کنز الایمان: اور نرمی سے بند کھولیں۔

”اے معاذ! کیا تم جانتے ہو، وہ کون ہیں؟“ میں نے عرض کی: ”یا رسول اللہ عزوجل وصلى الله تعالى عليه وآله وسلم! میرے ماں باپ آپ پر قربان! وہ کون ہیں؟“ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ”وہ جہنم کے کتے ہیں جو گوشت اور ہڈیوں کو دانتوں سے نوچیں گے۔“ میں نے عرض کی: ”یا رسول اللہ عزوجل وصلى الله تعالى عليه وآله وسلم! میرے ماں باپ آپ پر قربان! کون ان خصائل کی طاقت رکھ سکتا اور ان کتوں سے بچ سکتا ہے؟“ تو آقائے نامہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ”اے معاذ! یہ چیز ہر اس شخص کے لئے آسان ہے جس کے لئے اللہ عزوجل آسان فرمادے، تیرے لئے یہی کافی ہے کہ تو لوگوں کے لئے بھی وہی پسند کرے جو اپنے لئے پسند کرتا ہے اور ان کے لئے بھی وہی ناپسند کرے جو اپنے لئے ناپسند کرتا ہے۔“ راوی کہتے ہیں: ”میں نے کسی کو حضرت سیدنا معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے زیادہ قرآن مجید کی تلاوت کرتے نہیں دیکھا، وہ اس حدیث کے ڈر سے ایسا کرتے تھے۔“

(الترغیب والترہیب، المقدمة، باب الترهیب من الریاء..... الخ، الحدیث ۵۹، ج ۱، ص ۴۸ تا ۵۱)

حضرت سیدنا عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: ”اللہ عزوجل بندے کو اس کے عمل پر اتنا ثواب نہیں دیتا جس قدر ثواب نیت پر عطا فرماتا ہے کیونکہ نیت زیادہ پہنچنے والی ہوتی ہے اور اس میں ریاء نہیں ہوتی۔“

## ریاء کی حقیقت کا بیان:

ریاء ”زُؤِيَّة“ سے ہے (یعنی دیکھنا) اور سُمْعُه ”سَمَاع“ سے ہے (یعنی سنا) ریاء کی اصل یہ ہے کہ اچھے اعمال دکھا کر لوگوں کے ہاں اپنا مقام بنانا اور لوگوں کے نزدیک مرتبے کا حصول کبھی عبادت کے ذریعے اور کبھی عبادت کے بغیر ہوتا ہے، عبادت کے علاوہ صورتوں میں ریاء یہ ہے مثلاً موٹے کپڑے پہننا، انہیں پنڈلی کے قریب تک لٹکانا، رنگ کا زرد ہونا، آنکھوں کو اندر کی طرف دھنسانا، بالوں کو بکھیرے رکھنا، آواز کو پست رکھنا، تکلف کے ساتھ وقار و سکون سے چلنا اور چادریں پہننا وغیرہ، یہ تمام چیزیں عبادت میں بھی ریاء کو شامل ہیں اور جب ان سے دکھاوے کا ارادہ ہو تو یہ حرام ہیں۔ اسی طرح علماء کے ریاء کاری

کرنے سے مراد جلالتِ علمی کے اظہار کے لئے وعظ و نصیحت میں مسجع و متقی (یعنی فصاحت و بلاغت سے بھرپور) الفاظ استعمال کرنا ہے لیکن اگر اس سے ارادہ یہ ہو کہ لوگ اس طرح دین کے قریب ہوں گے تو درست ہے اور اسی طرح کبھی اصل وعظ میں وعظ کرنے والے کی نیت درست ہوتی ہے تو اس صورت میں اس قسم کے الفاظ کا استعمال جائز ہے۔

اصل عبادت میں ریاء کاری یہ ہے کہ انسان لوگوں کے درمیان ہو تو طویل رکوع و سجود کرے تاکہ لوگ اسے عبادت گزار اور متقی سمجھیں اور کبھی وہ خلوت میں بھی اس چیز کا تکلف کرتا ہے تاکہ لوگوں کے سامنے بھی اس طرح کر سکے اور سمجھتا ہے کہ اس نے گھر میں طویل رکوع و سجود کر لیا اس لئے وہ ریاء سے بچ گیا اور اگر اس کا یہی غزم ہو تو بھی وہ دکھاوے میں مزید آگے نکل گیا اور وہ اس میں مخلص نہیں، پس ریاء کی صحیح تعریف یہی ہے کہ اس سے مراد جاہ و مرتبہ کا طلب کرنا ہے خواہ وہ عبادت کے ذریعے ہو یا بغیر عبادت کے، اگر بغیر عبادت کے ہو جیسا کہ مال میں سے حلال طلب کرنا تو وہ حرام نہیں مگر یہ کہ وہ مال دھوکا کے ذریعے حاصل کیا گیا ہو اور یہ چیز مال اور مرتبہ دونوں میں برابر حرام ہے۔ اس سے یہ نہ سمجھا جائے کہ حب جاہ مکمل طور پر حرام ہے کیونکہ زندگی گزارنے کے لئے کچھ نہ کچھ جاہ و مرتبہ کی ضرورت ہوتی ہے جس طرح حاجت کو پورا کرنے کے لئے تھوڑا مال کمانا جائز ہوتا ہے اور حضرت سیدنا یوسف علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کے فرمان سے یہی مراد ہے، جسے اللہ عزوجل نے اپنے فرمان میں ذکر فرمایا:

قَالَ اجْعَلْنِي عَلَى خَزَائِنِ الْأَرْضِ إِنِّي حَفِيظٌ عَلَيْكُمْ ۝ (ب ۱۳، یوسف: ۵۵)

ترجمہ کنز الایمان: یوسف نے کہا مجھے زمین کے خزانوں پر کر دے بے شک میں حفاظت والا علم والا ہوں۔

پس جاہ و مرتبہ میں زہر و تریاق (یعنی نفع و نقصان) دونوں ہیں جیسا کہ مال کے بارے میں گزر چکا ہے اور جس طرح مال کی کثرت انسان کو سرکش اور اللہ عزوجل کی یاد سے غافل کر دیتی ہے اسی طرح زیادہ جاہ و مرتبہ کا معاملہ ہے لیکن اگر تمہاری خواہش کے بغیر تمہیں بہت زیادہ عزت مل جائے، اور وہ تجھے اللہ عزوجل سے غافل نہ کرے۔ پس تیرا اسے استعمال کرنا اسی طرح ہے جس طرح سخاوت، ایثار اور مخلوق خدا کو نفع پہنچانے کے لئے مال کا استعمال کرنا ہے۔ اس کا وہی حکم ہے جو مال کثیر کا ہے جو پہلے گزر چکا ہے کیونکہ انبیاء کرام علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام اور ائمہ عظام و خلفاء راشدین رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کی عزت سے بڑھ کر عزت کا حصول ممکن نہیں لیکن انسان کو چاہئے کہ اسے یہ چیز اللہ عزوجل کی یاد سے غافل نہ کرے اور نہ اس کے زوال پر اسے کوئی دکھ ہو، اس کا لوگوں کے پاس جاتے وقت اچھے کپڑے پہننا ریاء تو ہے لیکن یہ حرام نہیں کیونکہ اس میں عبادت کے ذریعے ریاء نہیں اور اس پر ام المؤمنین حضرت سیدتنا عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی روایت دلیل ہے، آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ ایک دن رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے صحابہ کرام علیہم الرضوان کی طرف جانے کا ارادہ فرمایا اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے پانی



کے مکے میں دیکھ کر اپنا عمامہ شریف اور زلفوں کو درست فرمایا، آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے عرض کی: ”یا رسول اللہ غَزَوَ جَلَّ وَ صَلَّى اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم! کیا آپ بھی ایسا کرتے ہیں؟“ آپ صَلَّى اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ”نَعَمْ إِنَّ اللہ تَعَالَى يُحِبُّ الْعَبْدَ أَنْ يَتَزَيَّنَ لِإِخْوَانِهِ إِذَا خَرَجَ إِلَيْهِمْ تَرْجَمَةً: ہاں، بے شک اللہ غَزَوَ جَلَّ اپنے بندے کو پسند فرماتا ہے کہ وہ اپنے دوستوں کی طرف جاتے وقت ان کے لئے زینت اختیار کرے۔“

بے شک حضور نبی کریم، رءوف رحیم صَلَّى اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا یہ عمل عبادت کے طور پر تھا کیونکہ آپ صَلَّى اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم مخلوق کو دعوت دینے پر مامور تھے اور اگر ان لوگوں کی نگاہوں میں آپ صَلَّى اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کوئی مقام نہ ہوتا تو وہ آپ صَلَّى اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی دعوت قبول نہ کرتے۔

جان لیجئے! ریاء کی مختلف صورتیں ہیں، اگر عبادت کرنے کا مقصد دکھاوا ہو تو یہ قطعی طور پر عبادت کو باطل کر دیتا ہے اور اس کی عبادت کی نیت میں ریاء غالب ہو تو یہ بھی ریاء کے حکم میں داخل ہے لیکن اگر ثواب اور ریاء دونوں کا ارادہ برابر ہو کہ اس میں سے ہر ایک کا مستقل ارادہ ہو تو اس نے نجات پائی، نہ اس کے لئے ثواب ہوگا نہ عذاب اور اس نے نفع پایا۔ اگر اصل عبادت کا ارادہ ہو لیکن ریاء اس پر غالب ہو اگر چہ ریاء عبادت پر مقدم نہ ہو اور اسی طرح اگر ریاء تو ہو مگر عبادت کے ارادے کی وجہ سے نہ ہو تو ان دونوں صورتوں میں شاید اس کا اصل عمل تو ضائع نہ ہوگا لیکن اس کے ثواب میں کمی ہوگی یا اس کو ریاء کے مطابق سزا ہوگی اور نبی اکرم صَلَّى اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا مندرجہ ذیل فرمانِ عالیشان اس کے دونوں ارادوں کے برابر ہونے پر محمول کیا جائے گا اور آخری قسم اس سے نکل جائے گی۔

چنانچہ آپ صَلَّى اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے اللہ غَزَوَ جَلَّ کا فرمانِ عالیشان حکایت کرتے ہوئے ارشاد فرمایا: ”أَنَا أَعْنَى الْأَغْنِيَاءِ عَنِ الشَّرِكِ تَرْجَمَةً: میں سب سے بڑھ کر شرک سے بے نیاز ہوں۔“

(صحیح مسلم، کتاب الزهد، باب تحريم الرياء، الحديث ۷۴۷۵، ص ۱۱۹۵، الاغنياء: بدله: الشركاء)

جان لیجئے! اگر اصل ایمان میں ریاء ہو تو یہ نفاق ہے اور منافق جہنم کے سب سے نچلے طبقہ میں ہمیشہ رہے گا لیکن اگر اصل ایمان کے بجائے اصول و فرائض میں ریاء ہو تو یہ پہلے سے کم ہے اور اگر نوافل یا عبادت میں ریاء ہو تو اس کا حکم گزر چکا ہے۔

## ریاء خفی کا بیان:

ریاء خفی وہ ہے جو چیونٹی کی چال سے بھی پوشیدہ ہے اور یہ مستقل طور پر بندے کو عبادت پر نہیں ابھارتا اور نہ ہی لوگوں کے سامنے عبادت کو کم کرنے میں مؤثر ہوتا ہے لیکن وہ اس بات کو پسند کرتا ہے کہ لوگ اسے عبادت کی وجہ سے پہچانیں، اس کی

عبادت و ریاضت پر آگاہ ہوں اور وہ اس سے خوش ہوتا ہے، یہی مخفی ریاء ہے۔

### ریاء مخفی کا علاج:

ریاء کا علاج اور اسے دور کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ وہ یہ بات جان لے کہ ریاء کا سبب مال کی محبت، جاہ و مرتبہ اور حبت مدح ہے جس کا ذکر پہلے گزر چکا ہے اور اس کے بعد یہ چیز ریاء دور کر سکتی ہے کہ اسے غور کرنا چاہئے کہ اللہ عزوجل اس کے باطن پر مطلع ہے اور عنقریب اس سے فرمائے گا: ”میں تیرے خیال میں سب دیکھنے والوں سے ہلکا تھا۔“ جب وہ اس بات میں غور کرے گا کہ اسے اللہ عزوجل کی طرف ہی لوٹنا ہے اور ریاء کاری کا سلسلہ تو موت کے ساتھ ختم ہو جائے گا تو اسے معلوم ہو جائے گا کہ اسے ترک کرنا ہی بہتر ہے۔

### گناہ چھپانے کی رخصت:

جان لیجئے! اخلاص کی اصل یہ ہے کہ ظاہر و باطن یکساں ہوں۔ امیر المؤمنین حضرت سیدنا عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ارشاد فرمایا: ”علانیہ عمل کو اپنے اوپر لازم کر لو۔“ صحابہ کرام علیہم الرضوان نے عرض کی: ”اے امیر المؤمنین! علانیہ عمل کیا ہے؟“ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ارشاد فرمایا: ”جب کوئی شخص اس پر مطلع ہو تو تمہیں اس سے حیاء نہ آئے۔“

سیدنا لمبلغین، جناب رحمۃ اللعلمین رضی اللہ تعالیٰ عنہما، آداب و سلم کا فرمان عبرت نشان ہے:

مَنْ ارْتَكَبَ شَيْئًا مِنْ هَذِهِ الْقَادُورَاتِ  
فَلْيَسْتَرْ بِسِتْرِ اللَّهِ تَعَالَى.  
ترجمہ: جو شخص ان ناپاک کاموں میں سے کسی عمل کا ارتکاب کرے تو  
اسے چاہئے کہ اس پر پردہ ڈال دے جیسا کہ اللہ عزوجل نے پردہ ڈالا۔

(المستدرک، کتاب التوبة، باب من ألم فليستر بستر الله، الحديث ٧٦٨٩، ج ٥، ص ٣٤٦-٣٤٧، بدون: من ارتكب)

انسان کو چاہئے کہ وہ دوسرے لوگوں کے گناہ میں مبتلا ہونے کو اسی طرح ناپسند کرے جس طرح وہ اپنے آپ سے گناہ کے ارتکاب کو ناپسند کرتا ہے۔

### ریاء کے خوف سے عبادات کو چھوڑنا جائز نہیں:

(حضرت سیدنا امام محمد غزالی علیہ رحمۃ اللہ الوالی فرماتے ہیں کہ) ”جب اصل ریاء عبادت پر برا بیخنتہ تو نہ کرے مگر اسے دوران عبادت ریاء میں پڑنے کا خوف ہو تو اسے چاہئے کہ وہ عبادت کو ترک نہ کرے کیونکہ شیطان کا مقصد عبادت چھوڑنے سے حاصل ہوتا ہے بلکہ اسے عبادت کو بجالانا چاہئے اور ریاء کو اس کی دواء سے دور کرنا چاہئے۔“ اسی وجہ سے بعض علماء کا یہ قول ہے کہ مخلوق

کے دیکھنے کی وجہ سے عبادت کو ترک کرنا ریاء ہے اور لوگوں کے لئے عبادت کرنا نفاق محض ہے۔

جان لیجئے! بعض عبادات ایسی ہیں جو مخلوق کے متعلق ہیں جیسے خلافت امامت، سلطنت، تدریس اور وعظ وغیرہ۔

چنانچہ، شہنشاہِ خوشِ ہمال، پیکرِ حسن و جمال، دافعِ رنج و ملال، صاحبِ جو دو نوال، رسولِ بے مثال، بی بی آمنہ کے لالِ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا فرمانِ عالیشان ہے:

لِيَوْمٍ مِنْ إِمَامٍ عَادِلٍ خَيْرٌ مِنْ عِبَادَةِ الرَّجُلِ وَحَدَّةٍ مَيْتِينَ عَامًا.

ترجمہ: عادل حکمران کا ایک دن عام آدمی کی ساٹھ سال کی عبادت سے بہتر ہے۔

(المعجم الكبير، الحديث ۱۹۳۲، ج ۱۱، ص ۲۶۷، مفہوماً)

جان لیجئے! بے شک متقی لوگ ان عہدوں سے دور بھاگتے تھے کیونکہ ان میں بہت بڑے خطرے ہیں اس لئے کہ اس

میں باطنی صفات کو مال، جاہ و مرتبہ کی محبت اور دیگر آفات کے ساتھ حرکت ہوتی ہے، اسی لئے رسول اللہ عَزَّوَجَلَّ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا:

مَا مِنْ وَالِيٍّ عَشِيرَةٍ إِلَّا جَاءَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ مَغْلُوبَةً يَدُهُ إِلَى غُنْقِهِ أَطْلَقَهُ عَذْلُهُ أَوْ أَوْبَقَهُ جَوْرُهُ.

ترجمہ: جو شخص کسی خاندان کا والی ہو وہ بروز قیامت اس حال میں آئے گا کہ اس کا ہاتھ اس کی گردن کے ساتھ بندھا ہوگا اس کا انصاف اسے چھوڑائے گا یا اس کا ظلم اسے ہلاک کر دے گا۔

(حلیۃ الاولیاء، راشد بن سعد، حدیث ۸۰۵۳، ج ۶، ص ۱۲۷)

پس عاقل کے لئے یہی مناسب ہے کہ وہ خطرہ کی جگہ سے بھاگے لہذا انسان اپنے نفس میں غور کرے، اگر ثواب کی

طلب غالب ہے تو امارت قبول کرے اور اس کی علامت یہ ہے کہ جب کوئی اس کا قائم مقام ظاہر ہو جائے اور اسے کفایت کرے تو وہ اسے غنیمت سمجھے اور اس سے غصہ نہ کرے، اس بات کو سمجھ لو فائدہ ہوگا۔ وَاللَّهُ أَعْلَمُ بِالصَّوَابِ.



## تکبر اور عجب (یعنی خود پسندی) کی مذمت

باب 29:

### تکبر کا بیان:

اس میں چند فصول ہیں: جان لیجئے! تکبر مذموم ہے۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ کا فرمانِ عالیشان ہے:

﴿۱﴾ وَاسْتَفْتَحُوا وَخَابَ كُلُّ جَبَّارٍ عَنِيدٍ ﴿ب۱۳، البرہیم: ۱۰﴾

ترجمہ کنز الایمان: اور انہوں نے فیصلہ مانگا اور ہر سرکش ہٹ دھرم نامراد ہوا۔

﴿۲﴾ سَأَصْرِفُ عَنْ آيَتِيَ الَّذِينَ يَتَكَبَّرُونَ فِي

ترجمہ کنز الایمان: اور میں اپنی آیتوں سے انہیں پھیر دوں گا جو

الْأَرْضِ بِغَيْرِ الْحَقِّ ﴿ب۹، الاعراف: ۱۴۶﴾

زمین میں ناحق اپنی بڑائی چاہتے ہیں۔

﴿۳﴾ كَذَلِكَ يَطْبَعُ اللَّهُ عَلَى كُلِّ قَلْبٍ

ترجمہ کنز الایمان: اللہ یوں ہی مہر کر دیتا ہے متکبر سرکش کے

مُتَكَبِّرٍ جَبَّارٍ ﴿ب۲۴، المؤمن: ۳۵﴾

سارے دل پر۔

سرکارِ والا تبار، ہم بے کسوں کے مددگار، شفیعِ روزِ شمار، دو عالم کے مالک و مختار، حبیبِ پروردگار عَزَّوَجَلَّ و سَلَّى اللهُ تَعَالَى عَلَيْهِ

وآلہ وسلم کا فرمانِ عبرت نشان ہے:

لَا يَدْخُلُ الْجَنَّةَ مَنْ كَانَ فِي قَلْبِهِ مِثْقَالُ ذَرَّةٍ

ترجمہ: جس شخص کے دل میں رائی کے دانے برابر بھی تکبر ہو وہ

جنت میں داخل نہیں ہوگا۔

مِنَ الْكِبَرِ.

(صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب تحریم الکبر و بیانہ، الحدیث ۲۶۷، ص ۶۹۴)

تاجدارِ رسالت، شہنشاہِ نبوت، مخزنِ جود و سخاوت، پیکرِ عظمت و شرافت، محبوبِ رَبِّ العزت، محسنِ انسانیت عَزَّوَجَلَّ و

سَلَّى اللهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا، ”اللہ عَزَّوَجَلَّ ارشاد فرماتا ہے:

الْكِبْرِيَاءُ رِدَائِي، وَالْعِظْمَةُ اَزَارِي، فَمَنْ نَازَ

ترجمہ: بڑائی میری چادر اور عظمت میرا زار ہے، تو جس نے ان دونوں

میں سے کسی ایک میں مجھ سے جھگڑا کیا میں اسے جہنم میں پھینک دوں گا۔

عَنِّي وَاِحِدًا مِنْهُمَا الْقَيْتَهُ فِي جَهَنَّمَ.

(سنن ابن ماجہ، ابواب الزهد، باب البراءة من الکبر..... الخ، الحدیث ۴۱۷۴، ص ۲۷۳۱)

(الحدیقة الندیة، ج ۱، ص ۵۴۳)

ان ”خود کورسوں سے افضل و اعلیٰ اور بہتر سمجھ کر خوش ہونا ”تکبر“ کہنا ہے۔“

پیش کش: مجلس المدینۃ العلمیہ (دعوتِ اسلامی)

## تکبر کا معنی:

تکبر نفس کی ایک صفت ہے جو نفس کے دیکھنے سے پیدا ہوتی ہے اور ظاہراً تکبر سے جو کچھ ظاہر ہوتا ہے وہ اس صفت کے لئے اثر کی طرح ہے۔ اللہ کے محبوب، دانائے غیوب، منزّہ عن العیوب عزّوجلّ وعلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے اللہ عزّوجلّ کی بارگاہ میں دعا مانگی: "أَعُوذُ بِكَ مِنْ نَفْحَةِ الْكِبْرِيَاءِ" ترجمہ: میں تکبر کی پھونک سے تیری پناہ چاہتا ہوں۔"

(سنن ابن ماجہ، ابواب اقامة الصلوات والسنة فیہا، باب الاستعاذۃ فی الصلاة، الحدیث ۸۰۸، ص ۲۵۲)

## تکبر کی اقسام:

اگر تکبر اللہ عزّوجلّ پر ہو یعنی وہ اللہ عزّوجلّ کے احکام کی اطاعت نہ کرے تو یہ مکمل کفر ہے، اگر رسولوں پر تکبر ہو کہ وہ اپنے جیسے بشر کی اطاعت نہیں کرتا تو یہ بھی مکمل کفر ہے اور تیسری قسم مخلوق پر تکبر کرنا ہے کہ وہ لوگوں پر بڑائی چاہے اور انہیں اپنی خدمت کرنے اور اپنے لئے عاجزی اختیار کرنے کی دعوت دے اور یہ کبریائی میں اللہ عزّوجلّ کے ساتھ جھگڑا کرنے کی طرح ہی ہے کیونکہ اللہ عزّوجلّ کے سوا کسی کو یہ زیبا نہیں کہ وہ لوگوں سے اپنی اطاعت کرائے۔ اور اگر تکبر مال و جاہ کے ساتھ ہو تو اس کا علاج پیچھے گزر چکا ہے، اچھی چیز کو دیکھ کر تکبر آنا تو اچھی چیز ہی کے خلاف ہے (یعنی اچھی چیز کو دیکھ کر تکبر نہیں آتا) اور اگر تکبر نیکیوں اور علم و عمل کی وجہ سے ہو تو اس بارے میں حقیقت یہ ہے کہ یہ بات اللہ عزّوجلّ کے لئے ہو۔ جب انسان اعمال کے ساتھ لوگوں پر تکبر کرتا ہے تو گویا اس نے اپنا اجر وصول کر لیا جیسا کہ احادیث میں وارد ہے۔ پس قریب ہے کہ اس کا اجر ضائع ہو جائے اور یہی اس کے علاج کا طریقہ ہے۔ اور وہ جو اپنے اندر خیالات پاتا ہے اس کے مقابلہ میں اسے راحت حاصل ہوگی۔ پس جب اس کا نفس لوگوں پر برتری چاہنے پر ابھارے تو اسے عاجزی کا پیکر بننا چاہئے اور اس پر استقامت اختیار کرنی چاہئے تاکہ اللہ عزّوجلّ اسے اس سے نجات عطا فرمائے اور جب بھی اس کا نفس تکبر سے خلاصی چاہئے تو اسے چار امور کے ساتھ اپنے نفس کو آزمائے:

(۱)..... کیا وہ کسی دوسرے کی زبان پر حق کے ظاہر ہونے سے غصہ میں آتا ہے یا نہیں؟ اور کیا وہ بلندی چاہتا ہے یا نہیں؟

(۲)..... وہ محافل میں اپنے ہم عصروں کو اپنے سے مقدم جانے۔

(۳)..... وہ کھانا وغیرہ ضرورت کی اشیاء خود اپنے گھر اٹھا کر لائے کہ یہ سنت ہے اور اپنے گھر کے کام کاج میں اپنے غلام کا ہاتھ

بٹائے اور اس کے ساتھ مل کر کھانا کھائے، یہ سب سنت ہے۔ اور فقراء کی دعوت کو قبول کرنا، ان کے ساتھ بازار جانا اور ان کے ساتھ ان کی ضروریات پوری کرنا اسی سے ہے۔

(۴)..... مجلس میں عام کام کاج کے کپڑے پہنے کہ حسنِ اخلاق کے پیکر، نبیوں کے تاجور، محبوبِ ربِّ اکبر عَزَّوَجَلَّ و صَلَّى اللهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ کا فرمان والا شان ہے: "الْبِدَاذَةُ مِنَ الْإِيمَانِ تَرْجَمُهُ نِيرَانُ الْبِئْسَ يَهْنَأُ إِيْمَانُ سَهْ"۔

(سنن ابی داؤد، کتاب الترجل، باب النهی عن کثیر من الارفاه، الحدیث ۴۱۶۱، ص ۱۵۲۶)

شہنشاہِ مدینہ، قرارِ قلب و سینہ، صاحبِ معطرِ پینہ، باعثِ نزولِ سکینہ صَلَّى اللهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ کا فرمانِ خوشبودار ہے:

مَنْ اغْتَقَلَ الْبُعِيرَ وَلَبَسَ الصُّوفَ فَقَدْ بَرِيءٌ مِنَ الْكِبْرِ۔ ترجمہ: جس نے اونٹوں کو باندھا اور اونی لباس پہنا، وہ تکبر سے بچ گیا۔

(شعب الایمان للبیہقی، باب فی الملابس والوانی، فصل فی التواضع فی اللباس، الحدیث ۶۱۶۱، ج ۵، ص ۱۵۳، بتقدم و تاخیر)

حضور نبی کریم، رؤوف رحیم صَلَّى اللهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ کا فرمانِ عالیشان ہے:

مَنْ حَمَلَ حَاجَتَهُ إِلَى بَيْتِهِ فَقَدْ بَرِيءٌ مِنَ الْكِبْرِ۔ ترجمہ: جو شخص اپنی ضرورت کی چیز خود گھراٹھا کر لائے، وہ تکبر سے بچ گیا۔

(شعب الایمان للبیہقی، باب فی حسن الخلق، فصل فی التواضع، الحدیث ۸۲۰۱، ج ۶، ص ۲۹۲، بتغییر)

جب تو نے یہ جان لیا تو یہ بھی جان لے کہ تمام امور میں میانہ روی بہتر ہے۔

پس قابلِ تعریف تو اسے یہ ہے کہ انسان اپنے ہم مرتبہ لوگوں کے ساتھ بغیر ذلت کے عاجزی اختیار کرے۔

## عجب (یعنی خود پسندی) کا بیان:

جان لیجئے! خود پسندی قابلِ مذمت ہے۔ اللہ عَزَّوَجَلَّ نے ارشاد فرمایا:

﴿۱﴾ وَيَوْمَ حُنَيْنٍ إِذْ أَعْجَبْتَكُمْ كَثُرَتْكُمْ (ب، ۱۰، التوبہ: ۲۵)

﴿۲﴾ وَهُمْ يَحْسَبُونَ أَنَّهُمْ يُحْسِنُونَ صُنْعًا (ب، ۱۶، الکہف: ۱۰۴)

﴿۳﴾ وَبَدَا لَهُمْ مِنَ اللَّهِ مَا لَمْ يَكُونُوا

يَحْتَسِبُونَ (ب، ۲۴، الزمر: ۴۷)

ترجمہ کنز الایمان: اور حنین کے دن جب تم اپنی کثرت پر اتر آگئے تھے۔

ترجمہ کنز الایمان: اور وہ اس خیال میں ہیں کہ ہم اچھا کام کر رہے ہیں۔

ترجمہ کنز الایمان: اور انہیں اللہ کی طرف سے وہ بات ظاہر ہوئی جو ان کے خیال میں نہ تھی۔

عجب یعنی خود پسندی کی تعریف یہ ہے کہ "اپنے نیک عمل کو بڑا سمجھنا اور جس شرف کی وجہ سے اس نیک عمل کی سعادت ملی اس کو دل سے اچھا جانتا۔ عجب کا

اطلاق اس پر بھی ہوتا ہے کہ بندہ نعمتِ خداوندی کا شکر ادا نہ کرے اور اسے اللہ عَزَّوَجَلَّ کا احسان نہ مانے بلکہ اس نعمت کو اپنا ذاتی کارنامہ سمجھے۔"

تکبر اور عجب میں فرق یہ ہے کہ "اگر کسی دوسرے پر خود کو فوقیت دے تو تکبر ہوتا ہے اور کسی دوسرے کے مقابلے میں نہ ہو بلکہ کسی کے مقابلے کے بغیر خود کو افضل و اعلیٰ سمجھے تو اسے عجب کہتے ہیں۔" (الحلیقۃ الندیۃ، ج ۱، ص ۵۴۳-۵۹۰)

سرکارِ مدینہ، راحۃ قلب و سینہ، سلطانِ باقرینہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا فرمانِ نصیحت نشان ہے:

ثَلَاثٌ مُّهْلِكَاتٌ شُحٌّ مُطَاعٌ وَهُوَى مُتَّبَعٌ، ترجمہ: تین باتیں ہلاکت میں ڈالنے والی ہیں: (۱) بخل، جس کی پیروی کی جائے  
وَإِعْجَابُ الْمَرْءِ بِنَفْسِهِ. (۲) خواہش، جس کی اتباع کی جائے اور (۳) آدمی کا اپنے نفس پر اترانا۔

(المعجم الاوسط، الحدیث ۵۴۵۲، ج ۴، ص ۱۲۹)

## عجب کی حقیقت:

خود پسندی کی حقیقت یہ ہے کہ اپنے آپ کو علم و عمل میں کامل سمجھنے کی وجہ سے انسان کے دل میں تکبر پیدا ہو جائے۔ اگر اُسے اُس کمال کے زائل ہونے کا خوف ہو تو وہ خود پسند نہیں کہلائے گا اور اسی طرح اگر وہ اس کمال کو اللہ عزوجل کی نعمت سمجھ کر اس پر خوش ہو تو بھی خود پسندی نہیں بلکہ وہ تو اللہ عزوجل کے فضل پر خوش ہے۔ اور اگر وہ اس وجہ سے خوش ہو کہ یہ اس کی اپنی صفت ہے اور نہ اس کے زوال کی طرف متوجہ ہو اور نہ یہ سوچے کہ یہ اللہ عزوجل کی نعمت ہے تو یہی چیز خود پسندی کہلاتی ہے اور یہی ہلاکت میں ڈالنے والی ہے۔

## عجب کا علاج:

خود پسندی کا علاج یہ ہے کہ انسان اپنے انجام میں غور کرے اور بلعم بن باعوراء کے بارے میں غور کرے کہ اس کا خاتمہ کیسے کفر پر ہوا اور اسی طرح ابلیس کی حالت ہے۔ پس جس شخص نے برے خاتمہ کے بارے میں غور کیا تو اس کے لئے اپنی کسی صفت کی وجہ سے خود پسندی میں مبتلا ہونا ناممکن ہے۔ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ.



## غرور (یعنی خوش فہمی) کی مذمت کا بیان

باب 30:

جان لیجئے! یہ ہلاکت کے اسباب میں سب سے واضح سبب ہے۔

### غرور (یعنی خوش فہمی) کے شکار لوگوں کی اقسام:

اس میں بتلا لوگوں کی بہت سی اقسام ہیں۔ ہم ان میں سے چار اقسام ذکر کرتے ہیں۔  
(۱)..... علماء (۲)..... عابدین (۳)..... صوفیاء اور (۴)..... دنیا دار و مالدار۔

### غرور کی مذمت پر آیات کریمہ:

اللہ رب العزت جل جلالہ کا فرمان عالیشان ہے:

﴿۱﴾ فَلَا تَغُرَّنَّكُمُ الْحَيَاةُ الدُّنْيَا وَلَا يَغُرَّنَّكُم بِاللَّهِ الْغُرُورُ ﴿۲۱﴾ (لقمن: ۳۳)  
ترجمہ کنز الایمان: تو ہرگز تمہیں دھوکا نہ دے دنیا کی زندگی اور ہرگز تمہیں اللہ کے علم (نام) پر دھوکا نہ دے وہ بڑا فریبی۔

﴿۲﴾ وَغُرَّتْكُمْ الْأَمَانِيُّ حَتَّىٰ جَاءَ أَمْرُ اللَّهِ وَغُرَّتْكُمْ بِاللَّهِ الْغُرُورُ ﴿۲۷﴾ (الحديد: ۱۴)  
ترجمہ کنز الایمان: اور جھوٹی طمع نے تمہیں فریب دیا یہاں تک کہ اللہ کا حکم آ گیا اور تمہیں اللہ کے حکم پر اس بڑے فریبی نے مغرور رکھا۔

### غرور کی مذمت پر احادیث مبارکہ:

حضور نبی رحمت، شفیع امت، قاسم نعمت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا فرمانِ ذیشان ہے: ”عظمند لوگوں کی نیند اور روزہ نہ رکھنا کیا ہی خوب ہے، یہ لوگ بیوقوفوں کی شب بیداری اور کوشش کو کس طرح ناقص کرتے ہیں اور صاحب یقین و تقویٰ کا ذرہ برابر عمل دھوکے کے شکار لوگوں کے زمین بھر عمل سے افضل ہے۔“ (موسوعۃ لابن ابی الدنیا، کتاب البقین، الحدیث ۸، ج ۱، ص ۲۳، بتغییر)

خوش فہمی یہ ہے کہ بندہ حقیقت کے خلاف چیز کا اعتقاد رکھے، یہ جہالت کی ایک قسم ہے اور نفس کا اس چیز سے سکون حاصل کرنا ہے جو اس کے خیال میں خواہش کے موافق ہو لہذا وہ شخص بھی دھوکے کا شکار ہے جسے اُس کا فاسد گمان اس دھوکے میں مبتلا کرتا ہے کہ یہ دنیا نقد اور یقینی ہے جبکہ آخرت کا معاملہ ادھار اور شک کا ہے لہذا ہم ادھار اور شک کے لئے نقد اور یقین کو نہیں چھوڑ سکتے۔

اللہ عزوجل نے اپنے اس فرمان میں اسی طرف اشارہ فرمایا:

أُولَٰئِكَ الَّذِينَ اشْتَرُوا الْحَيَاةَ الدُّنْيَا بِالْآخِرَةِ  
فَلَا يُخَفَّفُ عَنْهُمْ الْعَذَابُ ﴿۱﴾ (البقرة: ۸۶)  
ترجمہ کنز الایمان: یہ ہیں وہ لوگ جنہوں نے آخرت کے بدلے دنیا کی زندگی مول لی تو نہ ان پر سے عذاب ہلکا ہو۔



(امام غزالی علیہ رحمۃ اللہ الوالی فرماتے ہیں کہ) یہ لوگ کفار ہیں، کبھی ان کو ایمان اچانک حاصل ہوتا ہے، کبھی دلیل و برہان کے ذریعے اور کبھی تقلید سے حاصل ہوتا ہے اور اس میں شک نہیں کہ مریض صحت کی امید رکھتے ہوئے حکیم کے کہنے پر دوا پیتا ہے لیکن اگر وہ کہے کہ میں اس وقت تک دوا نہیں پیوں گا جب تک اس کے نفع بخش ہونے کا یقین نہ آجائے تو یہ اس کی ہلاکت کی دلیل ہے۔ حالانکہ عقل تو برے گمان اور محض احتمال سے بچنے کا تقاضا کرتی ہے اور اگر انبیاء کرام علیہم السلام کے فرامین اور معجزات اس غور و فکر کرنے والے کو یقین کا فائدہ نہ دیں تو کم از کم اسے غالب گمان یا احتمال کا فائدہ بھی نہیں دیتے، جبکہ عقلمند تو احتمال محض سے بھی بچتا ہے۔ اسی لئے امیر المؤمنین، مولیٰ مشکل کشا حضرت سیدنا علی المرتضیٰ عَزَّوَجَلَّ تَعَالَى وَجْهَهُ الْكَرِيمُ نے کسی ملحد کو دلائل دینے کے بعد ارشاد فرمایا: ”اگر تمہارا قول صحیح ہے تو میں نے بھی نجات پائی اور تم نے بھی اور تم نے بھی اور اگر میرا قول صحیح ہے تو میں نے نجات پائی اور تم ہلاک ہوئے۔“ (امام غزالی علیہ رحمۃ اللہ الوالی احیاء علوم الدین میں یہ قول نقل کرنے کے بعد تحریر فرماتے ہیں کہ ”آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ بات اس لئے نہیں فرمائی کہ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو آخرت پر یقین نہیں تھا بلکہ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس سے اس کی عقل کے مطابق کلام کر کے اس پر واضح کر دیا کہ اگر تمہیں آخرت پر یقین نہیں تو تم دھوکے میں مبتلا ہو۔“)

کچھ لوگوں کو ان کے اس قول نے دھوکے میں ڈالا کہ بے شک اللہ عَزَّوَجَلَّ رحیم و کریم ہے اور بعض لوگ اپنے آباؤ اجداد کے تقویٰ و پرہیزگاری سے وسیلہ پکڑتے ہیں اور یہ سب ناممکن ہے۔ جبکہ ان کا یہ قول صحیح ہے کہ بے شک اللہ عَزَّوَجَلَّ رحیم و کریم ہے لیکن تمام آیات قرآنیہ اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ اس کا رحم و کرم یہ ہے کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ اُسے دنیا میں نیکیوں کی توفیق عطا فرماتا ہے، کیونکہ اللہ عَزَّوَجَلَّ خود ارشاد فرماتا ہے:

﴿۱﴾ وَأَنْ لَّيْسَ لِلْإِنْسَانِ إِلَّا مَا سَعَىٰ ۝  
ترجمہ کنز الایمان: اور یہ کہ آدمی نہ پائے گا مگر اپنی کوشش۔  
(پ: ۲۷، النجم: ۳۹)

﴿۲﴾ فَمَنْ يُرِدِ اللَّهُ أَنْ يَهْدِيَهُ يَشْرَحْ صَدْرَهُ  
لِلْإِسْلَامِ ۚ (پ: ۸، الانعام: ۱۲۵)  
ترجمہ کنز الایمان: اور جسے اللہ راہ دکھانا چاہے اس کا سینہ  
اسلام کے لئے کھول دیتا ہے۔

پھر بندہ رزق کے معاملے میں اس کے کرم پر اعتماد کیوں نہیں کرتا حالانکہ اللہ عَزَّوَجَلَّ ارشاد فرماتا ہے:

وَمَنْ يَتَوَكَّلْ عَلَى اللَّهِ فَهُوَ حَسْبُهُ ۗ  
ترجمہ کنز الایمان: اور جو اللہ پر بھروسہ کرے تو وہ اسے کافی  
ہے۔  
(پ: ۲۸، الطلاق: ۳)

اور اللہ عَزَّوَجَلَّ ارشاد فرماتا ہے:

وَيَرْزُقْهُ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ ۗ (پ: ۲۸، الطلاق: ۳)  
ترجمہ کنز الایمان: اور اسے وہاں سے روزی دے گا جہاں اس کا گمان نہ ہو۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ نے رزق کے معاملہ میں اپنی ذات پر توکل اور بھروسہ کرنے کا حکم فرمایا اور بندہ اس معاملے میں تو توکل نہ کرے اور اس نے آخرت کے لئے عمل کرنے کا حکم دیا ہے لیکن اس معاملے میں توکل کرے تو یہ انتہائی درجے کا تضاد ہے اور جو شخص اپنے آباؤ اجداد کی پرہیزگاری اور نسبی تقویٰ پر بھروسہ کرتا ہے اسے چاہئے کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کے اس فرمان میں غور کرے جو حضرت سیدنا نوح علیہ السلام کو فرمایا گیا:

إِنَّهُ لَيْسَ مِنْ أَهْلِكَ جِ إِنَّهُ عَمَلٌ غَيْرُ صَالِحٍ وَ  
ترجمہ کنز الایمان: وہ تیرے گھر والوں میں نہیں، بے شک اس  
کے کام بڑے نالائق ہیں۔ (پ: ۱۲، ہود: ۴۶)

نبی اکرم، نور مجسم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے اس فرمان میں غور کرے جب آپ نے اللہ عَزَّوَجَلَّ سے اپنی والدہ ماجدہ کی قبر کی زیارت اور ان کے لئے بخشش طلب کی تو آپ کو زیارت کی اجازت دی گئی لیکن استغفار کی اجازت نہ ملی تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم رو پڑے۔

حضور نبی پاک، صاحب لولاک، سیاح افلاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان عالی شان ہے: ”عظمت وہ ہے جو اپنے نفس کی خواہشات کو کمزور کر دے اور موت کے بعد آنے والی زندگی کے لئے عمل کرے اور بے وقوف وہ ہے جو نفسانی خواہشات کی پیروی کرے اور اللہ عَزَّوَجَلَّ سے لمبی امیدیں رکھے۔“

(فردوس الاخبار للذہبی، باب الکاف، الحدیث ۴۹۶۶، ج ۲، ص ۱۸۵ الاحقق بدله العاجز)

ان امام جلال الدین سیوطی علیہ رحمۃ اللہ الوالی ”التعظیم والمنۃ فی ابوی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فی الجنۃ“ میں تحریر فرماتے ہیں: ”استغفار کی اجازت نہ ملنے والی حدیث سے اُن (یعنی والدین مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم) کا کفر لازم نہیں آتا کیونکہ ابتدائے اسلام میں نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو مقروض کا جنازہ پڑھنے اور اس کے لئے استغفار کرنے سے منع فرمایا گیا تھا حالانکہ وہ مسلمان ہی ہوتا ہے۔“

استغفار کی اجازت نہ ملنے کی وجہ یا تو یہ ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی والدہ ماجدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا باوجود یکہ توحید پرست تھیں، جنت سے برزخ میں ایسے امور کی وجہ سے رکی ہوں جو کفر نہ ہوں، اس بات کا تقاضا تھا کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو استغفار کی اجازت نہ دی جائے یہاں تک کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو اس بارے میں اجازت دے۔“

یاد دوسری وجہ یہ ہے کہ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بلاشبہ موحدہ تھیں مگر ان تک معاد و بعثت کا معاملہ نہ پہنچا تھا اور یہ بہت بڑی اصل ہے تو اللہ تعالیٰ نے انہیں زندہ فرمایا تاکہ بعثت اور تمام شریعت پر ایمان لائیں یہی وجہ ہے کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ نے ان کے زندہ کرنے کو حجة الوداع تک مؤخر کر دیا یہاں تک کہ شریعت کی تکمیل ہوگئی۔ جب یہ آیت نازل ہوئی: ”الْیَوْمَ أَكْمَلْتُ لَكُمْ دِينَكُمْ“ (پ: ۶، المائدہ: ۳) ترجمہ کنز الایمان: آج میں نے تمہارے لئے تمہارا دین کامل کر دیا۔ تو ان کو زندہ کیا گیا اور وہ تمام نازل تعلیمات پر ایمان لائیں، یہ معنی نہایت ہی نفیس اور عمدہ ہے۔“

(التعظیم والمنۃ فی ابوی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فی الجنۃ، ص ۱۱۰، ۱۱۱)

جان لیجئے! ہمیشہ گناہوں سے بچنے کے ساتھ ساتھ دن رات اطاعت میں مشغول رہنے والا عقلمند، صاحب بصیرت برے خاتمہ سے خوفزدہ رہتا ہے اور اللہ عزوجل سے التجا کرتا ہے کہ وہ اسے دنیا و آخرت میں پختہ قول کے ساتھ ثابت قدم رکھے اور وہ تقدیر کی ہلاکتوں سے ڈرتا ہے۔

اگر تم سوال کرو کہ امید کی جگہ کہاں ہے؟ تو ہم جواب دیں گے کہ بے شک امید و خوف دو علامتیں ہیں، ہر ایک کا اپنا مقام ہے اور امید کے دو مقامات ہیں، اُن میں سے ایک یہ ہے کہ جب انسان گناہوں کی اثرات کے سبب بخشش کو بعید سمجھے اور شیطان اسے دھوکے سے گمراہ کر کے رحمت سے مایوس کرے تو وہ توبہ کے ذریعے اپنی بخشش کی امید رکھے اور دوسرا مقام یہ ہے کہ وہ اپنے لئے جنت کی نعمتوں اور بلند درجات کی امید رکھے جس طرح احادیث میں وارد ہے تاکہ وہ صرف فرائض پر اختصار نہ کرے۔

### شیطانی دھوکے کے شکار لوگوں کی اقسام:

اب ہم شیطان کے دھوکے میں مبتلا ہونے والے لوگوں کی اقسام بیان کرتے ہیں۔

علماء: ان کے شیطانی دھوکے میں مبتلا ہونے کا ذکر کتاب العلم میں گزر چکا ہے، ”علماء باللہ“ وہ ہیں جن کے علم میں اضافے کا سبب اللہ عزوجل کا خوف ہو، نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ”أَنَا أَعْلَمُكُمْ بِاللَّهِ وَأَخْشَاكُمْ لِلَّهِ تَرْجَمَهُ: مجھے تمہاری نسبت اللہ عزوجل کا زیادہ علم ہے اور تم سے زیادہ اللہ عزوجل سے ڈرتا ہوں۔“

(صحیح البخاری، کتاب الادب، باب ما لم یواجه..... الخ، الحدیث ۶۱۰۱، ص ۵۱۵، بتغیر قلیل)

اور جس عالم کو اپنے باطنی عیوب کا علم نہ ہو یا وہ جانتا ہو لیکن ان عیوب کو زائل کرنے کی کوشش نہیں کرتا وہ دھوکے میں مبتلا ہے اور اسے اس کا علم یقیناً فائدہ نہیں دے گا۔

عابدین: اور وہ لوگ جو مختلف قسم کی عبادات میں مشغول ہیں، یہ دھوکے سے محفوظ نہیں سوائے کچھ عقل مند لوگوں کے، جنہیں اللہ عزوجل نے ہدایت کی توفیق بخشی۔ ان (یعنی دھوکے میں پڑنے والوں) میں سے بعض وہ ہیں جنہوں نے فرائض میں کوتاہی برتی اور سنتوں کو ان کے احکام و شرائط کے ساتھ ضائع کیا۔ ان کی مثال اس شخص کی طرح ہے جو دوسو سے کی وجہ سے وضو کرتا اور لباس کو پاک کرنے میں مصروف رہتا ہے یہاں تک کہ فرض کا وقت ختم یا تنگ ہو جاتا ہے۔

ان میں سے بعض وہ ہیں جن کی نیت صحیح نہیں ہوتی، اس میں وسوسہ غالب رہتا ہے یہاں تک کہ ان کی جماعت فوت ہو جاتی ہے۔ اور ان میں سے بعض وہ ہیں جنہیں دوسو سے سورہ فاتحہ دوبارہ پڑھنے پر ابھارتے ہیں تو وہ کہتے ہیں: ”بے شک ہم تو حروف کو بخارج کے ساتھ پڑھتے ہیں اور دوسری طرف توجہ نہیں دیتے، ان جیسوں کی مثال اس قاصد کی سی ہے جسے خط دے کر

بادشاہ کی طرف بھیجا جاتا ہے اور وہ مخارج حروف کا خیال رکھتے ہوئے الفاظ کو بار بار دہراتا ہے لیکن محفل کے آداب سے غافل ہو جاتا ہے، ایسا شخص اس لائق ہے کہ اسے پاگل خانے بھیج دیا جائے یا اسے سزا دی جائے۔

اور یہی حال اس شخص کا ہے جو حج و روزہ میں مشغول رہتا ہے اور دیگر عبادات بجالاتا ہے لیکن ان کی شرائط کو پورا نہیں کرتا مثلاً توبہ و استغفار کرنا اور ظلماً چھینی ہوئی اشیاء واپس کرنا اور اعمال کی آفت کا علم نہیں سیکھتا نیز وہ علم نہیں سیکھتا ظاہر و باطن پاک رکھنے کے لئے جس کی اسے ضرورت ہے پس ایسا شخص اپنے علم سے دھوکے میں مبتلا ہے۔

صوفیاء: یہ قسم اصلی اور بناوٹی صوفیاء پر مشتمل ہے، ان کے مختلف گروہ ہیں۔

(۱)..... ان میں سے کچھ وہ ہیں جو محض زیب و زینت اور ظاہری آداب کو پسند کرتے ہیں اور خیال کرتے ہیں کہ صوفی کے لئے یہی کافی ہے۔

(۲)..... ان میں سے کئی ایسے ہیں جنہوں نے اس پر اضافہ کیا اور عمدہ قسم کی گدڑیاں پہنیں جو اعلیٰ قسم کے ریشم سے بھی زیادہ قیمتی ہوتی ہیں۔ ان کی مثال اس بڑھیا کی سی ہے جس نے سنا کہ بہادر جوانوں کے نام بادشاہ کے دیوان میں لکھے جاتے ہیں وہ زرہ پہنے ہوئے اسلحہ لے کر بادشاہ کے دربار میں حاضر ہوئی، بادشاہ نے اسلحہ اور قتال و مبارزت کے متعلق اس کو جانچنے کا حکم دیا۔ جب اس کے سر سے خود (یعنی لوہے کی ٹوپی) اور بدن سے زرہ اتاری گئی تو معلوم ہوا کہ یہ بڑھیا ہے۔ اس سے کہا گیا: یہ تو بادشاہ کی اہانت ہے۔ پس اسے پکڑ کر ہاتھی کے آگے ڈال دیا گیا اور اس پر سزا جاری کر دی گئی۔

(۳)..... ایک گروہ وہ ہے جو صوفیاء کے علوم و معارف کے چند الفاظ سیکھ کر معرفت کا دعویٰ کرتا ہے۔ یہ چیز ہلاکت کا باعث ہے، اللہ عَزَّوَجَلَّ ہمیں اس سے محفوظ رکھے۔

(۴)..... ان میں سے بعض لوگ ایسے ہیں جو نیک اعمال کو چھوڑ دیتے ہیں اور یہ خیال کرتے ہیں کہ انہیں اعمال کی ضرورت نہیں حالانکہ وہ یہ نہیں جانتے کہ انہیں اپنے لئے اعمال کی ضرورت ہے نہ کہ غیر کے لئے۔

(۵)..... ان میں ایسے لوگ بھی ہیں جو ہر قسم کی نعمتوں سے لطف اندوز ہوتے ہیں، نہ فرق کرتے ہیں نہ تمیز اور یہ بھی نہیں جانتے کہ حلال کی کثرت بھی ان کی شان کے خلاف ہے۔

(۶)..... ان میں سے بعض وہ ہیں جن کے لئے معرفت کا راستہ کھول دیا گیا لیکن جب انہوں نے اس کی خوشبو سونگھی تو وہیں کھڑے ہو گئے اور یہ خیال کیا کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کا وصال حاصل ہو گیا حالانکہ اس راستے کے عجائب ختم نہیں ہوتے اور جو شخص ان میں سے کسی ایک کے پاس ٹھہر جاتا ہے تو اس کا قیام لمبا ہو جاتا ہے۔

(۵)..... کچھ صوفیاء ایسے بھی ہیں جو ان سب سے آگے بڑھ گئے اور معرفت کی راہ میں انہیں جو انوار عطا ہوئے ان کی طرف توجہ نہ دی، نہ ان عطیات کی طرف متوجہ ہوئے جو انہیں میسر آئے اور نہ ان پر ہی خوشی کا اظہار کر کے اس راہ سے ہٹے بلکہ وہ مسلسل سفر کرتے رہے یہاں تک کہ انہیں اللہ عزوجل کا قرب عطا ہو گیا اور قرب کی حد تک پہنچ گئے اور انہوں نے اس وقت یہ گمان کیا کہ وہ اللہ عزوجل تک پہنچ چکے ہیں حالانکہ وہ دھوکے میں مبتلا ہوئے کیونکہ اللہ عزوجل کے ستر نورانی پردے ہیں اور جب کوئی سالک (یعنی معرفت کی منازل طے کرنے والا) ان میں سے کسی ایک کے پاس بھی پہنچتا ہے تو وہ گمان کرتا ہے کہ وہ حق تعالیٰ تک پہنچ گیا۔ شاید جو قول اللہ عزوجل نے حضرت سیدنا ابراہیم علیہ السلام کے بارے میں ذکر فرمایا اس میں اسی طرف اشارہ ہے:

فَلَمَّا جَنَّ عَلَيْهِ اللَّيْلُ رَأَى كَوْكَبًا قَالَ هَذَا رَبِّي ج ترجمہ کنز الایمان: پھر جب ان پر رات کا اندھیرا آیا ایک تارا دیکھا بولے اسے میرا رب ٹھہراتے ہو۔ (پ۷، الانعام: ۷۶)

اس سے آسمانی ستارہ مراد نہیں کیونکہ ان ستاروں کو تو آپ علیہ السلام بچپن میں بھی دیکھتے تھے اور ان کو پہچانتے تھے اور یہ بھی معلوم تھا کہ یہ معبود نہیں کیونکہ یہ ایک نہیں، بہت سے ہیں پھر حضرت سیدنا ابراہیم علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام ستارے سے کیسے مخالطہ کھا سکتے تھے جبکہ اس سے ایک عام اور جاہل شخص بھی دھوکا نہیں کھاتا۔ بلکہ اس سے آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی مراد انوار خداوندی میں سے ایک نور تھا اور یہ پہلا حجاب ہے جو سالک کے راستے میں آتا ہے۔ جب تک ان پردوں کو عبور نہ کر لیا جائے اللہ عزوجل تک پہنچنے کا تصور ہی نہیں کیا جاسکتا اور یہ نور کے پردے ہیں، جو قرب و بعد کے اعتبار سے بعض چھوٹے بعض بڑے ہوتے ہیں، انوار سماویہ میں سب سے چھوٹے ستارے ہی ہیں، اس لئے (انوار الہیہ میں سے) پہلے نور کے لئے بطور استعارہ اس کا نام استعمال کیا گیا کیونکہ یہ ان انوار میں سے سب سے چھوٹا ہے، سب سے بڑا سورج اور ان دونوں کے درمیان چاند ہے۔ جب حضرت سیدنا ابراہیم علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام نے آسمان دُنیا کو دیکھا جیسا کہ ارشاد خداوندی ہے:

وَكَذَلِكَ نُرَىٰ إِبْرَاهِيمَ مَلَكُوتَ السَّمٰوٰتِ ترجمہ کنز الایمان: اور اسی طرح ہم ابراہیم کو دکھاتے ہیں ساری بادشاہی آسمانوں کی۔ (پ۷، الانعام: ۷۵)

تو ایک نور کے بعد دوسرا نور اور ایک حجاب کے بعد دوسرا حجاب آتا گیا، جب بھی آپ علیہ السلام کے لئے انوار الہیہ عزوجل میں سے کچھ ظاہر ہوا تو آپ علیہ السلام نے اس کی عظمت اور نور کا مشاہدہ کیا اور یہ خیال کیا کہ وہ حقیقت تک پہنچ گئے ہیں تو فرمایا:

”هَذَا رَبِّي (پ۷، الانعام: ۷۶) ترجمہ کنز الایمان: اسے میرا رب ٹھہراتے ہو۔“

چنانچہ نور نبوت اور توفیق الہی عزوجل سے آپ علیہ السلام پر ظاہر ہوا کہ آپ علیہ السلام کے آگے نور ہے۔ اس کے بعد جب بھی آپ علیہ السلام پر کوئی اعلیٰ درجہ ظاہر ہوا تو آپ پر یہ بھید کھلا کہ پچھلا درجہ کمال کی چوٹی سے نچلے درجے پر ہے اور آپ

علیہ السلام اس بات پر مطلع ہوئے کہ اس کی ایک انتہاء ہے تو بولے:

لَا أَحَبُّ إِلَيَّ مِنْ 0 (ب ۱۷ الانعام: ۷۶) ترجمہ کنز الایمان: مجھے خوش نہیں آتے ڈوبنے والے۔

اسی طرح آپ علیہ السلام ہر رکاوٹ سے آگے بڑھتے گئے اور جب اس لامحدود لامنتہی بارگاہ میں پہنچے تو آپ علیہ السلام کا دوسروں سے طمع ختم ہو گیا اور ارشاد فرمایا: (آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کا مبارک قول اللہ عزوجل نے اپنے مقدس کلام میں ذکر فرمایا) اِنِّي وَجْهْتُ وَجْهِي لِلَّذِي فَطَرَ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ (ب ۱۷ الانعام: ۷۹) ترجمہ کنز الایمان: میں نے اپنا منہ اس کی طرف کیا جس نے آسمان اور زمین بنائے۔

اور سالک اس وقت تک ان انوار و حجابات تک نہیں پہنچتا جب تک وہ اپنے نفس کے حجابات سے نہ نکل جائے اور یہ بھی امر ربانی ہے بلکہ یہ اللہ عزوجل کے انوار میں سے ایک نور ہے، اس سے مراد دل و روح کا وہ راز ہے جس پر حقیقت حق پوری طرح ظاہر ہوتی ہے حتیٰ کہ اس میں تمام عالم کی گنجائش پیدا ہو جاتی ہے اور وہ اسے گھیر لیتا ہے اور اس میں سب کی صورت جھلکنے لگ جاتی ہے یہاں تک کہ اسے لوح محفوظ کہا جاتا ہے۔ جب سالک اس تک پہنچ جاتا ہے تو اس کا نور پوری طرح چمکتا ہے، اس وقت اس میں ہر چیز کا وجود اپنی اصل حقیقت و ماہیت کے ساتھ ظاہر ہو جاتا ہے اور یہ پہلے مرحلے میں ایک فانوس کے پیچھے ہوتا ہے جو اس کے لئے ڈھانپنے والے کی طرح ہوتا ہے، جیسا کہ اس پر قرآن مجید دلالت کرتا ہے، جب اس کا نور روشن ہوتا ہے اور اللہ عزوجل کے نور کی تجلی کے بعد جب اس کا جمال دل میں منکشف ہوتا ہے تو بسا اوقات صاحب قلب اپنے دل کی طرف متوجہ ہو جاتا ہے اور اس میں ایسا واضح جمال دیکھتا ہے جو اسے دہشت زدہ کر دیتا ہے اور بعض اوقات اسی شک و شبہ اور دہشت کے عالم میں اس کی زبان سبقت لے جاتی ہے اور وہ کہہ دیتا ہے: ”میں حق ہوں۔“

پس اگر اللہ عزوجل کی توفیق اس کی رفیق ہو اور الطاف الہی عزوجل اس کی پشت پر ہوں تو وہ چلتا رہتا ہے، وہاں کھڑا نہیں

ان علیحضرت، امام اہلسنت، مجددین و ملت الشاہ امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن فتاویٰ رضویہ شریف میں تحریر فرماتے ہیں: ”حضرت سیدی حسین بن منصور صلاح قدس سرہ جن کو عوام ”منصور“ کہتے ہیں، منصور ان کے والد کا نام تھا، اور ان کا اسم گرامی حسین۔ (آپ) اکابر اہل حال سے تھے، ان کی ایک بہن ان سے بذریعہ مرتبہ ولایت و معرفت میں زائد تھیں۔ وہ آخر شب کو جنگل تشریف لے جاتیں اور یاد الہی (عزوجل) میں مصروف ہوتیں۔ ایک دن ان کی آنکھ کھلی، بہن کو نہ پایا، گھر میں ہر جگہ تلاش کیا، پتا نہ چلا، ان کو دوسرے گزرا، دوسری شب میں قصد اسوتے میں جان ڈال کر جاتے رہے۔ وہ اپنے وقت پر اٹھ کر چلیں، یہ آہستہ آہستہ پیچھے ہوئے، دیکھتے رہے۔ آسمان سے سونے کی زنجیر میں یا قوت کا جام اتر اور ان کے دہن مبارک (یعنی منہ شریف) کے برابر آگیا، انہوں نے پونا شروع کیا، ان سے صبر نہ ہوسکا کہ یہ جنت کی نعمت نہ ملے۔ بے اختیار کہہ اٹھے کہ بہن! تمہیں اللہ (عزوجل) کی قسم کہ تمہوڑا میرے لئے چھوڑ دو، انہوں نے ایک جڑ (یعنی ایک گھونٹ) چھوڑ دیا، انہوں نے پیا، اس کے پیتے ہی ہر جڑی بوٹی ہر دروہ یوار سے ان کو یہ آواز آنے لگی کہ کون اس کا زیادہ مستحق ہے کہ..... بقیہ اگلے صفحہ پر

ہوتا پھر وہ انوار الہی عزوجل کی منازل کی دوری کو پہچان لیتا ہے، اگر نہ پہچان سکے تو ہلاک ہو جاتا ہے اور یہی دھوکے میں مبتلا ہونے کا مقام ہے کیونکہ تجلی کرنے والی شے اور جس میں وہ تجلی کرتی ہے، دونوں ایک ہو جاتی ہیں جیسا کہ کوئی رنگین چیز شیشے میں دیکھی جائے تو شیشہ بھی رنگین نظر آتا ہے اور بندہ خیال کرتا ہے کہ یہ شیشے کا رنگ ہے اور جس طرح شیشے کے برتن میں ڈالی ہوئی چیز کا رنگ شیشے کے رنگ سے مل جاتا ہے (یعنی شیشہ کے برتن میں رنگین چیز ڈال دی جائے تو برتن بھی رنگین نظر آتا ہے) جیسا کہ اس شعر میں کہا گیا ہے:

رَقُّ الزُّجَّاجِ وَرَاقَتِ الْخَمْرِ فَتَشَابَهَا فَتَشَاكَلِ الْأَمْرُ  
فَكَأَنَّمَا خَمْرٌ وَلَا قَدْحٌ وَكَأَنَّمَا قَدْحٌ وَلَا خَمْرٌ

ترجمہ: شیشے کا برتن بھی صاف شفاف ہے اور شراب بھی پتلی ہے تو وہ دونوں ایک جیسے ہو گئے اور معاملہ مشتبہ ہو گیا گویا شراب ہے اور پیالہ نہیں اور پیالہ ہے شراب نہیں۔

عیسائیوں نے حضرت سیدنا عیسیٰ علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کو اسی نظر سے دیکھا تو انہیں آپ علیہ السلام میں انوار الہیہ چمکتے ہوئے نظر آئے جس سے ان کو مغالطہ لگا جیسے کوئی شخص شیشے یا پانی میں ستارے کو دیکھے اور یہ خیال کرے کہ ستارہ شیشے یا پانی میں ہے، اور اپنا ہاتھ بڑھا کر اسے پکڑنا چاہے، تو ایسا شخص دھوکے کا شکار ہے۔

(مصنف رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں) راہ سلوک پر چلنے میں اس قدر دھوکے اور مغالطے ہیں جو کئی جلدوں میں بھی نہیں آسکتے شاید جو کچھ ہم نے ذکر کیا اس کو بھی چھوڑنا زیادہ بہتر تھا کیونکہ اس راستے پر چلنے والے کو دوسروں سے سننے کی ضرورت نہیں ہوتی اور جو اس راستے پر چلنے والا نہیں اسے سننے کا کوئی فائدہ نہیں بلکہ بعض اوقات اسے نقصان ہوتا ہے کیونکہ جب وہ ایسی بات سنتا ہے جس کو سمجھ نہیں پاتا اور گھبرا جاتا ہے لیکن اس کے سننے والے کو ایک فائدہ ہے کہ وہ سنے اور توفیق خداوندی اس کے شامل حال رہے، اور وہ یہ بات جان لے کہ جو کچھ اس کے مختصر ذہن، ناقص خیال، مزین سوچ میں ہے معاملہ اس سے بلند تر ہے اور اولیاء کرام کی بتائی ہوئی حکایات و مکاشفات کی تصدیق کرے لیکن جس پر بدبختی غالب ہو اور اس کے گناہوں نے اس کو گھیر لیا

بقیہ حاشیہ..... ہماری راہ میں قتل کیا جائے۔ انہوں نے کہنا شروع کیا، "أَنَا لَأَحَقُّ" بیشک میں سب سے زیادہ اس کا سزاوار (یعنی حق دار) ہوں۔ "لوگوں کے سننے میں آیا، "أَنَا الْحَقُّ" (یعنی میں حق ہوں) وہ (لوگ) دعویٰ خدائی سمجھے، اور یہ (یعنی خدائی کا دعویٰ) کفر ہے۔ اور مسلمان ہو کر جو کفر کرے مرتد ہے اور مرتد کی سزا قتل ہے۔ (صحیح البخاری، کتاب استیثابہ المرتدین والمعاندین وقتالہم، ص ۵۷۷، حدیث نمبر ۶۹۲۲ پر ہے کہ) رسول اللہ (عزوجل وصلى الله تعالى عليه وآله وسلم) فرماتے ہیں: "مَنْ بَدَّلَ دِينَهُ فَاقْتُلُوهُ" ترجمہ: جو اپنا دین بدل دے اسے قتل کرو۔ (فتاویٰ رضویہ، ج ۲۶، ص ۴۰۰)

ہو وہ اسے اسی طرح جھٹلاتا ہے جس طرح اس سے پہلے سن کر جھٹلاتا تھا۔ فرمان خداوندی ہے:

وَسَيَعْلَمُ الَّذِينَ ظَلَمُوا أَيَّ مُنْقَلَبٍ يَنْقَلِبُونَ ۝  
(ب ۱۹، الشعراء: ۲۲۷)  
ترجمہ کنز الایمان: اور اب جاننا چاہتے ہیں ظالم کہ کس کروٹ پر  
پلٹا کھائیں گے۔

دنیا دار و مال دار: چوتھی قسم ان مال داروں کی ہے جو مساجد، سرائے اور پل بناتے ہیں اور ان پر اپنا نام لکھواتے ہیں اور اس سے اپنی شہرت اور لوگوں میں اپنا نام ہمیشہ باقی رکھنا چاہتے ہیں اور یہ سب کچھ کرنے کے بعد وہ مغفرت کا طمع رکھتے ہیں حالانکہ یہ دو وجہ سے خطا اور دھوکا ہے۔

(۱)..... ایک وجہ تو یہ ہے کہ ان کی تعمیر ایسے اموال سے کرتے ہیں جو ظلم، غصب اور لوٹ مار سے حاصل ہیں، ان کے لئے بہتر تو یہ تھا کہ ایسے فلاحی کام کرنے کے بجائے ان اموال کو ان کے مالکوں کو لوٹاتے۔

(۲)..... دوسری وجہ یہ ہے کہ وہ ان تعمیرات سے ریا کاری اور شہرت چاہتے ہیں حتیٰ کہ اگر انہیں کہا جائے کہ وہ ایسی جگہ دینا خرچ کریں جہاں ان کا نام نہ لکھا جائے تو ان کا نفس سخاوت پر آمادہ نہیں ہوگا حالانکہ اللہ عزوجل اس پر آگاہ ہے خواہ وہ اپنا نام لکھیں یا نہ لکھیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ ان کا مقصد صرف ریا اور شہرت ہے۔

کچھ لوگ ایسے بھی ہیں جو مال حلال سے مساجد تعمیر کرتے اور ان کی خوب زیب و آرائش کرتے ہیں، یہ بھی دو وجہ سے دھوکے میں ہیں: (۱) ایک تو یہ کہ شاید ان کے پڑوس میں کوئی فقیر بھوکا ہو جو مدد کا زیادہ مستحق ہو اور (۲) دوسری یہ ہے کہ وہ نمازیوں کو ان نقش و نگار اور زیب و زینت کی وجہ سے نماز سے غافل کر دیتا ہے۔ وہ اس اعتبار سے دھوکے میں ہیں کہ انہوں نے برائی کو نیکی سمجھا اور اس پر حضرت سیدنا حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی یہ روایت دلالت کرتی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے جب مسجد نبوی بنانے کا ارادہ کیا تو حضرت جبریل علیہ السلام آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کی: ”اسے اونچائی میں سات ہاتھ بلند رکھیں اور نقش و نگار اور زیب و زینت نہ فرمائیں۔“

مختصر یہ کہ جو شخص کسی فقیر، مسکین یا نیکی کے دیگر کاموں پر مال خرچ کرتا ہے تو وہ اپنے نفس سے پوچھے کہ کیا وہ پوشیدہ طور پر سخاوت کرنا پسند کرتا ہے؟ اگر اسے یہ پسند نہیں تو غالباً اس میں ریا کاری یا شہرت مقصود ہے۔

ان صدر الشریعہ، بدر الطریقہ مفتی محمد امجد علی اعظمی علیہ رحمۃ اللہ القوی بہار شریعت، حصہ ۱۶، ص ۱۴۰ پر نقل فرماتے ہیں: ”مسجد کو چونے اور گچ سے منقش کرنا جائز ہے، سونے چاندی کے پانی سے نقش و نگار کرنا بھی جائز ہے جبکہ کوئی شخص اپنے مال سے ایسا کرے، مال وقف سے ایسا نہیں کر سکتا۔ بلکہ متولی مسجد نے اگر مال وقف سے سونے چاندی کا نقش کرایا تو اسے تاوان دینا ہوگا۔ ہاں اگر بانی مسجد نے نقش کرایا تھا جو خراب ہو گیا تو متولی مسجد مال مسجد سے بھی نقش و نگار کر سکتا ہے۔ بعض مشائخ دیوار قبلہ میں نقش و نگار کرنے کو مکروہ بتاتے ہیں، کہ نمازی کا دل ادھر متوجہ ہوگا۔“ (بحوالہ الدر المختار ورد المختار، کتاب الحظر والاباحہ مفصل فی البیع ج ۹، ص ۶۳۶)

پیش کش: مجلس المدینۃ العلمیہ (دعوت اسلامی)



سوال: اگر آپ یہ کہیں کہ اس تقسیم کے بعد کیا تدابیر و اسباب ہوں گے؟ کیونکہ آپ نے بیان کیا ہے کہ کوئی گروہ دھوکے سے محفوظ نہیں۔

جواب: اگر تمہاری خواہش سچی ہو تو تدبیر و اسباب کی طرف تمہاری رہنمائی کی جائے گی اور یہ اس کے لئے آسان ہے جس پر اللہ عزوجل آسان فرمادے لہذا جو شخص غار سے سونا چاندی نکالنے، سمندر کی گہرائی سے مچھلی پکڑنے اور فضا میں اڑتے ہوئے پرندے کو اتارنے کی قدرت رکھتا ہے وہ اس آسان کام سے عاجز نہیں ہوگا، جب انسان اعمال کی مصیبتیں پہچان لے اور یہ بات جان لے کہ ریاء، جاہ و مرتبہ اور شہرت جن کا ذکر پہلے گزر چکا ہے، باقی نہیں رہتیں بلکہ موت کے ساتھ ختم ہو جاتی ہیں اور اپنے نفس کی ذلت اور اپنے رب عزوجل کی عزت و عظمت کو جان لے اور یہ بھی جان لے کہ دنیا دھوکا کا مقام اور آخرت ہمیشہ کا ٹھکانہ ہے تو کوئی وجہ نہیں کہ وہ اللہ عزوجل کے لئے عمل نہ کرے اور ان آفات سے نہ بچے۔

سوال: اگر تم سوال کرو کہ یہ سب کچھ کرنے کے بعد کس چیز کا خوف ہوگا؟

جواب: اس کا جواب یہ ہے کہ اب اس بات کا خوف ہوگا کہ شیطان اس پر مسلط نہ ہو جائے اور کہے تو وہ آدمی ہے جو ان آفات سے بچ گیا اب تجھ پر ضروری ہے کہ تو مخلوق کو بلا کر وعظ و نصیحت کرے، یہ شیطان کی چال ہے کیونکہ جو شخص دنیا کے معاملہ میں اس کی نافرمانی کرتا ہے تو وہ اس کے پاس دین کے ذریعے آتا ہے، ہم نے وعظ و نصیحت کی شرائط بیان کی ہیں، اگر وہ ان شرائط پر پورا اترتا ہے تو وہ اللہ عزوجل پر بھروسہ کرتے ہوئے وعظ و نصیحت کرے، ان شاء اللہ عزوجل اسے توفیق حاصل ہوگی۔



## حصہ چہارم

### مُنَجِّیَات (نجات دلانے والے اعمال)

#### توبہ کا بیان

باب 31:

جان لیجئے! توبہ اس معنی کا نام ہے جو تین امور سے ترتیب پاتا ہے: (۱) علم (۲) حال (۳) فعل۔  
علم گناہوں کے نقصانات کو جاننے کا نام ہے اور یہ بندے اور اس کے ہر محبوب کے درمیان حجاب ہے۔ جب انسان کو اس بات کی پہچان ہو جائے تو اس سے دل میں ایک حال اٹھتا ہے اور یہ محبوب کے نہ ملنے کے خوف کی وجہ پر پیدا ہونے والا غم ہے اور یہی ندامت ہے اور (دل پر) اس ندامت کے چھا جانے سے توبہ اور گذشتہ گناہوں کی معافی کا ارادہ پختہ ہوتا ہے۔

نبی مکرّم، نور مجسم، رسول اکرم، شہنشاہ بنی آدم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا فرمانِ راحت نشان ہے: "النَّدْمُ تَوْبَةٌ" ترجمہ:

ندامت توبہ ہے۔ (سنن ابن ماجہ، ابواب الزہد، باب ذکر التوبہ، الحدیث ۴۲۵۲، ص ۲۷۳۵)

کیونکہ ندامت علم کے بعد ہی ہوتی ہے جس طرح ہم نے ذکر کیا۔

#### توبہ کا وجوب:

توبہ کے وجوب پر عقل بھی دلالت کرتی ہے جیسا کہ ہم نے بیان کیا۔

#### توبہ کی فضیلت:

جان لیجئے! آیات و احادیث توبہ کے وجوب پر دلالت کرتی ہیں جس طرح عقل توبہ کے وجوب پر دلالت کرتی ہے جیسا

کہ ہم بیان کر چکے ہیں۔ اللہ عزّوجلّ کا فرمانِ عالیشان ہے:

﴿۱﴾ وَتُوبُوا إِلَى اللَّهِ جَمِيعًا أَيُّهُ الْمُؤْمِنُونَ

ترجمہ کنز الایمان: اور اللہ کی طرف توبہ کرو، اے مسلمانو! سب

کے سب اس امید پر کہ تم فلاح پاؤ۔

لَعَلَّكُمْ تَفْلِحُونَ ﴿ب۱۸، النورۃ: ۳۱﴾

﴿۲﴾ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا تَوْبُوا إِلَى اللَّهِ تَوْبَةً

ترجمہ کنز الایمان: اے ایمان والو! اللہ کی طرف ایسی توبہ کرو جو

آگے کو نصیحت ہو جائے۔

نصوحًا ﴿ب۲۸، التحریم: ۸﴾

﴿۳﴾ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ التَّوَّابِيْنَ (ب، البقرة: ۲۲۲) ترجمہ کنز الایمان: بے شک اللہ پسند کرتا ہے بہت توبہ کرنے والوں کو۔

نور کے پیکر، تمام نبیوں کے سرور، دو جہاں کے تاجور، سلطانِ بحر و بر صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا فرمانِ مغفرت نشان ہے: ”توبہ کرنے والا اللہ عزوجل کا محبوب ہے اور گناہ سے توبہ کرنے والا ایسا ہی ہے گویا اس نے گناہ کیا ہی نہیں۔“

(سنن ابن ماجہ، ابواب الزہد، باب ذکر التوبہ، الحدیث ۴۲۵۰، ص ۲۷۳۵، بدون: الثائب حبيب اللہ)

سیدنا ابراہیمؑ، رحمۃ اللہ علیہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا فرمانِ مسرت نشان ہے: ”اللہ عزوجل مؤمن بندے کی توبہ پر اس آدمی سے بھی زیادہ خوش ہوتا ہے جو شخص کسی ناموافق ہلاکت خیز جگہ پر اترے، اس کے پاس اپنی سواری بھی ہو جس پر اس کا کھانا پینا ہو، وہ سر رکھ کر گہری نیند سو جائے پس جب وہ بیدار ہو تو اس کی سواری جا چکی ہو، وہ اسے تلاش کرتا پھرے یہاں تک کہ اسے سخت گرمی اور پیاس لگے، جتنی اللہ عزوجل چاہے اور وہ کہے: میں اپنی اس جگہ کی طرف لوٹ جاتا ہوں جہاں میں تھا تا کہ وہاں جا کر سو جاؤں یہاں تک کہ میں مر جاؤں۔ پس وہ مرنے کے لئے اپنی کلائی پر سر رکھ دے پھر جب وہ بیدار ہو تو دیکھے کہ اس کی سواری اس کے پاس موجود ہے جس پر اس کا کھانا اور پانی موجود ہے تو جس قدر وہ بندہ اس سواری کے ملنے پر خوش ہوتا ہے اللہ عزوجل بندے کی توبہ سے اس سے کہیں زیادہ خوش ہوتا ہے۔“

(صحیح البخاری، کتاب الدعوات، باب التوبہ، الحدیث ۶۳۰۸، ص ۵۳۱، بتغییر)

توبہ کے وجوب پر ائمہ کرام کا اجماع ہے اگر تو کہے: توبہ کیسے واجب ہے؟ جبکہ یہ تو دل میں پیدا ہونے والی ندامت کا نتیجہ ہے اور یہ بندے کے اختیار میں نہیں؟ تو ہم اس کا جواب یہ دیں گے کہ اس کا سبب اختیار میں ہے اور وہ عمل کی کوشش کرنا ہے، اسی لئے ہم کہتے ہیں کہ علم حاصل کرنا ضروری ہے کیونکہ یہ اس واجب توبہ میں داخل ہے نہ اس وجہ سے کہ آدمی علم کو خود پیدا کرتا ہے بلکہ علم، ندامت، فعل، ارادہ اور قدرت سب اس قادر مطلق ذات کی طرف سے ہے پس اللہ عزوجل نے تمہیں اور تمہارے اعمال کو پیدا فرمایا۔ ارباب بصیرت کے نزدیک یہی بات حق ہے اور اس کے علاوہ گمراہی ہے۔

اگر تم کہو: کیا بندے کو کام کرنے یا چھوڑنے کا اختیار نہیں؟ تو ہم جواب دیں گے: ہاں، ہے اور یہ ہمارے قول کے خلاف نہیں کہ ”ہر چیز اللہ عزوجل کی طرف سے ہے۔“ کیونکہ اختیار بھی تو اللہ عزوجل کا پیدا کردہ ہے اور بندہ اس اختیار میں بھی مجبور ہے۔ اللہ عزوجل نے جب صحیح ہاتھ اور لذیذ کھانا بھی پیدا کیا، معدے میں کھانے کا شوق اور دل میں یہ علم بھی پیدا کیا کہ یہ کھانا خواہش کی تسکین کا ذریعہ ہے اور یہ تردد بھی پیدا کیا کہ خواہش کے پورا کرنے کے ساتھ کیا یہ نقصان دہ تو نہیں؟ اور کیا اس کے کھانا کھانے میں کوئی رکاوٹ ہے یا نہیں؟ پھر علم بھی پیدا کیا کہ کوئی رکاوٹ نہیں۔ لہذا ان اسباب کے جمع ہونے پر کھانے کا ارادہ پختہ ہو جاتا ہے اور یہ سب امور اللہ عزوجل کے بنائے گئے طریقے سے ترتیب پاتے ہیں مثلاً اللہ عزوجل ہاتھ میں لکھنے

کے لئے حرکت اس وقت تک پیدا نہیں کرتا جب تک وہ اس میں صفتِ قدرت پیدا نہیں کرتا اور جب تک اس میں حیات پیدا نہیں کرتا نیز جب تک پختہ ارادہ نہیں کرتا۔ اور مضبوط ارادے کو اس وقت پیدا کرتا ہے جب خواہش اور میلانِ نفس پیدا فرماتا ہے اور یہ میلان اس وقت تک نہیں ابھرتا جب تک اس بات کا علم پیدا نہ کرے کہ یہ میلان ابتداء یا انتہاء میں نفس کے موافق ہے اور علم کو بھی قدرت، ارادہ اور علم کی طرف لوٹنے والے دیگر اسباب کے بغیر پیدا نہیں فرماتا، پس علم اور طبعی میلان ہمیشہ پختہ ارادے کے پیچھے چلتے ہیں، اور قدرت اور ارادہ ہمیشہ حرکت کے تابع ہوتے ہیں اور ہر فعل میں اسی طرح ترتیب ہے اور یہ سب اللہ عزوجل کی مخلوق ہے لیکن بعض مخلوق دوسری بعض کے لئے شرط قرار دی گئی ہے اور یہ اللہ عزوجل کا طریقہ ہے جو اس کے بندوں اور اس کی اُس قضاء میں جاری ہو چکا ہے، جو پلک جھپکنے کی دیر میں واقع ہو جاتی ہے اور یہ مکمل ترتیب ہے، جو تبدیل نہیں ہوتی۔ اللہ عزوجل کا فرمانِ حقیقت نشان ہے:

إِنَّا كُلَّ شَيْءٍ خَلَقْنَاهُ بِقَدَرٍ (پ ۲۷، القمر: ۴۹) ترجمہ کنز الایمان: بے شک ہم نے ہر چیز ایک اندازہ سے پیدا فرمائی۔

اور ان اندازوں میں سے ایک اندازہ قدرت، ارادہ، قصد اور علم پیدا کرنے کے بعد کاتب کے ہاتھ میں حرکت کو پیدا کرنا بھی ہے لہذا جب یہ چاروں امور تقدیر کے تحت مسخر انسان کے جسم پر غالب آجاتے ہے تو ظاہری علوم والے اور عالمِ غیب اور ملکوت سے ناواقف لوگ کہتے ہیں: اے فلاں شخص! تحقیق تم نے حرکت کی، تم نے لکھا اور تم نے کنکری پھینکی وغیرہ جبکہ پردہ غیب اور ملکوت سے ندا دی جاتی ہے اور ارشاد ہوتا ہے:

﴿۱﴾ وَمَا رَمَيْتَ إِذْ رَمَيْتَ وَلَكِنَّ اللَّهَ رَمَىٰ (پ ۹، الانفال: ۱۷) ترجمہ کنز الایمان: اور اے محبوب! وہ خاک جو تم نے پھینکی تم نے نہ پھینکی تھی بلکہ اللہ نے پھینکی۔

﴿۲﴾ قَاتِلُوهُمْ يُعَذِّبُهُمُ اللَّهُ بِأَيْدِيكُمْ (پ ۱۰، التوبہ: ۱۴) ترجمہ کنز الایمان: تو ان سے لڑو، اللہ انہیں عذاب دے گا تمہارے ہاتھوں۔

یہاں آکر ظاہری علوم سے وابستہ لوگوں کی عقلیں حیران ہو جاتی ہیں۔ پھر بعض کہتے ہیں: بندہ مجبور محض ہے۔ کوئی کہتا ہے: وہ اپنے افعال کا خالق ہے۔ کچھ اعتدال پر ہیں، پس وہ کہتے ہیں: بندہ اپنے افعال کو حاصل کرنے والا ہے۔ اگر ان کے لئے آسمانوں کے دروازے کھول دیئے جائیں اور وہ عالمِ غیب اور ملکوت کو دیکھ لیں تو ان پر ظاہر ہو جائے کہ ان میں سے ہر ایک کسی اعتبار سے حقیقت کے مطابق کہتا ہے لیکن سب کے سب قصور وار بھی ہیں کیونکہ ان میں سے کوئی بھی اس بات کی حقیقت کو نہیں سمجھ سکتا اور اس کی آگاہی عالمِ غیب کی طرف سے کھلنے والی کھڑکی سے نور کے چمکنے سے ہی ہو سکتی ہے اور اللہ عزوجل غیب و ظاہر سے باخبر ہے، اور اپنے غیب پر سوائے اپنے پسندیدہ رسولوں کے کسی کو آگاہ نہیں فرماتا اور جو شخص سلسلہ

اسباب و مسببات کو حرکت دے اور ان کے تسلسل کی کیفیت اور ان کے مسبب الاسباب کے ساتھ تعلق کی وجہ جان لے تو اس پر تقدیر کا راز واضح ہو جائے گا اور اسے اس بات کا یقینی علم حاصل ہو جائے گا کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کے سوا کوئی خالق اور موجد نہیں۔

اعتراض: اگر تو کہے کہ آپ نے کہا ہے کہ انسان کو مجبور محض سمجھنے والے، اپنے افعال کا خالق ماننے والے اور اپنے افعال حاصل کرنے والا سمجھنے والے ایک اعتبار سے سچے ہیں اور ایک اعتبار سے ان میں کوتاہی پائی جاتی ہے؟

جواب: تو میں جواب دوں گا: ہاں اور میں تمہیں یہ چیز ایک مثال سے سمجھاؤں گا، میں کہتا ہوں: ”ناہینا لوگوں کی ایک جماعت نے سنا کہ ان کے شہر میں ہاتھی نامی ایک عجیب حیوان آ گیا ہے اور انہوں نے نہ کبھی اس کے بارے میں سنا تھا، نہ اس کی صورت دیکھی تھی۔ کہنے لگے: ہمیں اس کا مشاہدہ کرنا چاہئے اور جہاں تک ہو سکے اسے ہاتھ لگا کر پہچانا چاہئے۔ پس وہ ہاتھی کے پاس چلے گئے اور اُسے ہاتھوں سے ٹٹولا، کسی کا ہاتھ اس کے پاؤں پر پڑا، کسی کا سونڈ پر اور کسی کا اس کے کان پر۔ پھر کہنے لگے: ہم نے ہاتھی کو پہچان لیا۔ جب واپس آئے تو دوسرے ناہینوں نے ان سے پوچھا تو ان کے جواب مختلف تھے، جس نے پاؤں کو چھوا تھا اس نے کہا: وہ ایک کھر درے ستون کی طرح ہے البتہ اس سے کچھ نرم ہے، جس نے اس کی سونڈ کو ہاتھ لگایا تھا اس نے کہا: جیسا تم کہتے ہو ویسا نہیں بلکہ سخت ہے، نرم نہیں چکنا ہے، کھر در نہیں، ستون کی طرح بالکل موٹا نہیں بلکہ ستون ہی کی طرح ہے، جس نے اس کے کان کو چھوا تھا اس نے کہا: وہ ایک موٹا چمڑا ہے۔ تو ان میں سے ہر ایک نے سچ کہا کیونکہ ہر ایک نے ہاتھی کی جتنی پہچان حاصل کی اتنی ہی خبر دی اور کوئی اس سے باہر نہیں نکلا لیکن ان سے یہ غلطی ہوئی کہ انہوں نے سوچا کہ ہم نے پورے ہاتھی کی پہچان حاصل کر لی ہے۔“ اس مثال سے عبرت حاصل کرو کیونکہ یہ اکثر ان چیزوں کی مثال ہے جن میں لوگ اختلاف کرتے ہیں۔

اب ہم مقصد کی طرف لوٹتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہم نے وجوب توبہ کے تین اجزاء بیان کئے، اب ہم کہتے ہیں کہ گناہ سرزد ہونے پر فوراً توبہ کرنا واجب ہے کیونکہ گناہوں کو ترک کرنا ہمیشہ واجب ہے۔ اسی طرح اللہ عَزَّوَجَلَّ کی اطاعت کرنا بھی ہمیشہ واجب ہے۔ جیسا کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ نے ارشاد فرمایا:

وَتُوبُوا إِلَى اللَّهِ جَمِيعًا (ب ۱۸، النور: ۳۱) ترجمہ کنز الایمان: اور اللہ کی طرف توبہ کرو سب کے سب۔

اس آیت سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ توبہ کرنا تمام لوگوں پر واجب ہے یہ اس لئے کہ کوئی بھی انسان اعضاء یا خیالات کے گناہوں سے خالی نہیں ہوتا اور اس کی کم از کم صورت اللہ عَزَّوَجَلَّ کی ذات سے غافل ہونا یا اس سے توجہ کا ہٹ جانا ہے اور انبیاء کرام علیہم السلام اور صدیقین رحمہم اللہ امین کی یہ شان ہے کہ وہ اس سے بھی توبہ کرتے ہیں۔

اور وہ اولیاء کرام جن کے سینوں کو اللہ عَزَّوَجَلَّ نے اسلام کے لئے کھول دیا اور ان کے دلوں پر ایمان لکھ دیا وہ جانتے

ہیں کہ ان کا ہر سانس ایسا نفیس جو ہر ہے جو کہ انمول ہے حتیٰ کہ دنیا اور جو کچھ اس میں ہے، اس کا مقابلہ ایک سانس سے کیا جائے تو یہ (دنیا دانیہا) اس کی قیمت کے برابر نہیں ہو سکتا پس وہ اپنے اوقات کی حفاظت کرتے ہیں جبکہ دیگر لوگ اپنی غفلتوں میں پڑے رہتے ہیں یہاں تک کہ ان میں سے جب کسی کی موت کا وقت آجائے:

فَيَقُولُ رَبِّ لَوْلَا أَخَّرْتَنِي إِلَىٰ أَجَلٍ قَرِيبٍ لَّا فَاصِدُوقٌ  
وَ أَكُنُّ مِنَ الصَّالِحِينَ ۝ (ب ۲۸، المشفقون: ۱۰)

ترجمہ کنز الایمان: پھر کہنے لگے اے میرے رب! تو نے مجھے تھوڑی مدت تک کیوں مہلت نہ دی کہ میں صدقہ دیتا اور نیکوں میں ہوتا۔

اس کا معنی یہ ہے کہ جب بندے کی نگاہوں سے پردہ اٹھتا ہے تو وہ کہتا ہے: اے موت کے فرشتے! مجھے ایک دن مہلت دے دے، تاکہ میں اپنے رب عَزَّوَجَلَّ کی بارگاہ میں عذر پیش کر سکوں اور توبہ کروں اور اپنے لئے اچھا توشہ تیار کر لوں۔ فرشتہ جواب دیتا ہے: تو نے ساری زندگی ضائع کر دی اب کوئی دن نہیں مل سکتا۔ تو وہ کہتا ہے: مجھے ایک گھڑی مہلت دے دے۔ فرشتہ جواب دیتا ہے: تم نے تمام ساعتیں ضائع کر دیں اب کوئی ساعت نہیں پس اس پر توبہ کا دروازہ بند ہو جاتا ہے اور جان حلق میں آجاتی ہے اور اس افسوس کی حالت میں اس کی سانس سینے میں اکھڑ جاتی ہے وہ گذشتہ نقصان کی تلافی نہ کرنے پر ناامیدی اور اپنی ساری زندگی ضائع کرنے پر حسرت و ندامت کے گھونٹ پیتا ہے۔ ان حالات کے صدمات میں اس کا اصل ایمان مضطرب ہو جاتا ہے۔ والعیاذ باللہ

جب اس کا دم نکلنے لگتا ہے تو اگر اللہ عَزَّوَجَلَّ کی بارگاہ میں اس کی کوئی نیکی قبول ہو چکی ہو تو اس کی روح توحید پر نکلتی ہے اور یہی حسن خاتمہ ہے لیکن اگر اس کے لئے بدبختی کا فیصلہ ہو چکا ہو تو اس کی روح شک اور اضطراب پر نکلتی ہے۔ ہم اللہ عَزَّوَجَلَّ کی پناہ مانگتے ہیں اور یہی برا خاتمہ ہے، اسی کی مثل اللہ عَزَّوَجَلَّ نے ارشاد فرمایا:

﴿۱﴾ وَلَيْسَتِ التَّوْبَةُ لِلَّذِينَ يَعْمَلُونَ السَّيِّئَاتِ حَتَّىٰ إِذَا حَضَرَ أَحَدَهُمُ الْمَوْتُ قَالَ إِنِّي تُبْتُ  
النَّ (ب ۴، النساء: ۱۸)

ترجمہ کنز الایمان: اور وہ توبہ ان کی نہیں جو گناہوں میں لگے رہتے ہیں یہاں تک کہ جب ان میں سے کسی کو موت آئے تو کہے اب میں نے توبہ کی۔

﴿۲﴾ إِنَّمَا التَّوْبَةُ عَلَى اللَّهِ لِلَّذِينَ يَعْمَلُونَ السُّوءَ بِجَهَالَةٍ ثُمَّ يَتُوبُونَ مِنْ قَرِيبٍ  
(ب ۴، النساء: ۱۷)

ترجمہ کنز الایمان: وہ توبہ جس کا قبول کرنا اللہ نے اپنے فضل سے لازم کر لیا ہے وہ انہیں کی ہے جو نادانی سے برائی کر بیٹھیں پھر تھوڑی دیر میں توبہ کر لیں۔

اس کا معنی یہ ہے کہ وہ گناہ سرزد ہونے کے بعد نیکی کرے تو وہ اس برائی کو مٹا دیتی ہے جیسا کہ حدیث پاک میں وارد ہے۔

## مقبول توبہ کا بیان:

جان لیجئے! جب تمہیں قبولیت کا معنی معلوم ہو گیا تو تمہیں کسی بھی صحیح طور پر کی گئی توبہ کے قبول ہونے میں شک نہیں ہونا چاہئے۔ نور بصیرت سے دیکھنے والے اور انوارِ قرآن سے فیض یاب ہونے والے لوگ جانتے ہیں کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کی بارگاہ میں مقبول ہر قلبِ سلیم کو بروزِ قیامت قربِ خداوندی کا اعزاز حاصل ہوگا اور وہ اپنی باقی رہنے والی آنکھوں سے اللہ عَزَّوَجَلَّ کا دیدار کر سکتے گا۔ اور انہیں معلوم ہے کہ دل اپنی اصل کے اعتبار سے سلامتی والا پیدا کیا گیا اور اس کی سلامتی گناہوں کا گرد و غبار چھا جانے سے زائل ہوتی ہے۔ انہیں یہ بھی معلوم ہے کہ ندامت کی آگ اس غبار کو جلا کر رکھ کر دیتی ہے اور نیکی کا نور دل کے چہرے سے گناہ کی تاریکی کو مٹا دیتا ہے اور نیکیوں کے انوار کے سامنے گناہوں کے اندھیرے نہیں ٹھہرتے جیسے دن کی روشنی کے سامنے رات کے اندھیروں کا بس نہیں چلتا اور جس طرح صابن کی سفیدی سے میل کی کدورت باقی نہیں رہتی، اسی طرح توبہ و استغفار اور ندامت کے نور سے گناہ باقی نہیں رہتے سوائے اس کے کہ گناہوں کی کثرت اور ہمیشگی کی وجہ سے دل خراب ہو گیا ہو۔ ہم اللہ عَزَّوَجَلَّ کی پناہ چاہتے ہیں جس طرح اللہ عَزَّوَجَلَّ نے کفار کے بارے میں فرمایا:

﴿۱﴾ كَلَّا بَلْ سَكَرَ رَانَ عَلَى قُلُوبِهِمْ مَا كَانُوا يَكْسِبُونَ ۝ (پ ۳۰، المطففين: ۱۴)

ترجمہ کنز الایمان: کوئی نہیں بلکہ ان کے دلوں پر زنگ چڑھا دیا ہے ان کی کمائیوں نے۔

﴿۲﴾ وَطَبَعَ اللَّهُ عَلَى قُلُوبِهِمْ (پ ۱۰، التوبة: ۹۳)

ترجمہ کنز الایمان: اور اللہ نے ان کے دلوں پر مہر کر دی۔

یہ بات کفار اور منافقین کے بارے میں ہے جہاں تک مسلمانوں کا تعلق ہے تو یہ بات ان کے حق میں نہیں کیونکہ نبی

اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

لَوْ عَلِمْتُمْ الْخَطَايَا حَتَّى تَبْلُغَ السَّمَاءَ ثُمَّ نَدِمْتُمْ لَتَابَ اللَّهُ عَلَيْكُمْ.

ترجمہ: اگر تم گناہوں کا ارتکاب کرو یہاں تک کہ وہ آسمان تک پہنچ جائیں پھر تمہیں ندامت ہو تو اللہ عَزَّوَجَلَّ تمہاری توبہ قبول فرمائے گا۔

(سنن ابن ماجہ، ابواب الزہد، باب ذکر التوبة، الحدیث ۴۲۴۸، ص ۲۷۳۵، مفہوماً)

## کن چیزوں سے توبہ کرنا ضروری ہے:

تمام گناہوں سے توبہ کرنا ضروری ہے جن کے بارے میں آپ گذشتہ مذمومہ صفات اور ان سے پیدا ہونے والی برائیوں کے بیان میں جان چکے ہیں، پس صغیرہ و کبیرہ تمام گناہوں سے توبہ کرنا ضروری ہے اور کہا گیا ہے کہ ”صغیرہ گناہ پر اصرار سے وہ صغیرہ نہیں رہتا اور استغفار سے کبیرہ گناہ باقی نہیں رہتا۔“ جب آپ کو یہ معلوم ہو گیا تو جان لو کہ وہ گناہ جن کا غیر سے تعلق

پیش کش: مجلس المدینۃ العلمیہ (دعوتِ اسلامی)

ہوتا ہے ان سے توبہ دوسرے کے فیصلہ کرنے اور معاملہ اس کے سپرد کرنے کے بعد ہی صحیح ہوتی ہے جس طرح قصاص، دوسروں کے حقوق غصب کرنا، تاوان کی مختلف اقسام اور حدِ قذف وغیرہ۔ یہ اس شخص کے لئے ہے جو توبہ کا ارادہ کرے لیکن جو توبہ نہ کرے تو ہمیں چاہئے کہ اس کے دل سے گناہوں پر اصرار کی گریں کھولنے کے لئے اسے گناہگاروں کے حالات سے ڈرائیں جو آیات و احادیث میں وارد ہیں اور اس شخص کا حال اور اس کی سزا کو بیان کریں جو توبہ کئے بغیر فسق و فجور کی حالت میں مر گیا اور اس پر یہ واضح کریں کہ کبھی دنیا ہی میں سزا مل جاتی ہے یہاں تک کہ اگر وہ آخرت کی سزا سے اندھا ہو جائے تو شاید دنیا کی سزا سے خوف کھا جائے۔ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِالصَّوَابِ۔



دعوتِ اسلامی کے سنتوں کی تربیت کے مدنی قافلوں میں سفر اور روزانہ فکرِ مدینہ کے ذریعے مدنی انعامات کا رسالہ پر کر کے ہر مدنی (اسلامی) ماہ کے ابتدائی دس دن کے اندر اندر اپنے یہاں کے (دعوتِ اسلامی کے) ذمہ دار کو جمع کروانے کا معمول بنا لیجئے  
 اِنْ شَاءَ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ اس کی برکت سے پابند سنت بننے، گناہوں سے نفرت کرنے اور ایمان کی حفاظت کے لئے کڑھنے کا ذہن بنے گا۔



## صبر و شکر

باب 32:

جان لیجئے! ایمان کے دو حصے ہیں: ایک حصہ صبر اور دوسرا حصہ شکر ہے جیسا کہ احادیث اور آثار اس بات پر شاہد ہیں۔

## قرآن و حدیث میں صبر کے فضائل:

اللہ عزوجل نے صبر کی تعریف کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

﴿۱﴾ وَجَعَلْنَا مِنْهُمْ أُمَّةً يَهْتَدُونَ بِأَمْرِنَا لَمَّا صَبَرُوا (ب ۲۱، السجدة: ۲۴)

ترجمہ کنز الایمان: اور ہم نے ان میں سے کچھ امام بنائے کہ ہمارے حکم سے بتاتے جبکہ انہوں نے صبر کیا۔

﴿۲﴾ وَتَمَّتْ كَلِمَتُ رَبِّكَ الْحُسْنَىٰ عَلَىٰ بَنِي إِسْرَائِيلَ بِمَا صَبَرُوا (ب ۹، الاعراف: ۱۳۷)

ترجمہ کنز الایمان: اور تیرے رب کا اچھا وعدہ بنی اسرائیل پر پورا ہوا بدلہ ان کے صبر کا۔

﴿۳﴾ وَلَنَجْزِيَنَ الَّذِينَ صَبَرُوا (ب ۱۰۴، النحل: ۹۶)

ترجمہ کنز الایمان: اور ضرور ہم صبر کرنے والوں کو ان کا صلہ دیں گے۔

حضور نبی پاک، صاحب لولاک، ستیاح افلاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے ایمان کے بارے میں پوچھا گیا تو ارشاد فرمایا:

”الصَّبْرُ وَالسَّمَاخَةُ ترجمہ: صبر اور سخاوت کرنا۔“

(شعب الایمان للبیہقی، باب فی حسن الخلق، الحدیث ۸۰۱۴، ج ۶، ص ۲۴۲)

نبی مکرم، نور مجسم، رسول اکرم، شہنشاہ بنی آدم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا فرمانِ جنت نشان ہے: ”الصَّبْرُ كَنْزٌ مِنْ

كُنُوزِ الْجَنَّةِ ترجمہ: صبر جنت کے خزانوں میں سے ایک خزانہ ہے۔“

(موسوعة لابن ابی الدنیا، کتاب الصبر، الحدیث ۱۶، ج ۴، ص ۲۴، الجنة: بدله: الخیر)

## حقیقت صبر کا بیان:

جان لیجئے! صبر علم، حال اور عمل سے مرکب ہے، اس میں علم درخت کی طرح، حال ٹہنیوں کی طرح اور عمل پھل کی طرح ہے اور تو نے جان لیا کہ صبر میں دینی مصلحت ہے اور یہ ایسی قوت ہے جو صبر کا تقاضا کرتی ہے اور یہ صبر یا تو عبادت پر ہمیشگی اختیار کرنے سے یا شہوت کو ترک کرنے سے ہوتا ہے اور یوں وہ تمام احوال میں صبر ہی کی کسی قسم کو اختیار کرتا ہے یہاں تک کہ وہ مباح کاموں میں بھی میانہ روی اختیار کرتا ہے اور حد سے نہیں بڑھتا اور جہاں تک عبادت پر صبر کرنے کا تعلق ہے تو یہ جاننا چاہیے کہ وہ اس پر کچھ روز صبر کرے گا تو اس کے مقابلہ میں ہمیشہ سعادت پائے گا اور عبادت پر صبر میں اسے ضرورت ہے کہ اسے نہ ظاہر

کرے اور نہ ہی دکھاوے کے ذریعے ضائع کرے اور سب سے بڑا صبر خواہشات نفسانیہ اور اس کے موجبات سے بچنا ہے جیسا کہ اس کا ذکر گزر چکا ہے اور وہ باتیں جن پر صبر کرنا لازمی ہے یہ ہیں کہ کوئی انسان اسے قول یا فعل کے ذریعے اذیت دے۔ بعض صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم فرماتے ہیں: ”ہم کسی مسلمان کو اس وقت تک مؤمن شمار نہ کرتے تھے جب تک وہ اذیت پر صبر نہ کرے۔“ اللہ عزوجل نے ارشاد فرمایا:

وَلَنْصَبِرَنَّ عَلَىٰ مَا آذَيْتُمُونَا وَعَلَىٰ اللَّهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُتَوَكِّلُونَ ﴿۱۲۰﴾ (ب ۱۳، ابراہیم: ۱۲)

ترجمہ کنز الایمان: اور تم جو ہمیں ستارہ ہو ہم ہنزدہ اس پر صبر کریں گے اور بھروسہ کرنے والوں کو اللہ ہی پر بھروسہ چاہئے۔

اور یہ صبر کبھی نفس فعل اور اس کے احتمال پر اور کبھی بدلے پر ہوتا ہے اور اس میں ایمان کا کمال ہے۔

صبر کی ایک دوسری قسم بھی ہے اور وہ یہ ہے کہ ان چیزوں پر صبر کرنا جو انسان کے اختیار میں نہیں، جس طرح بیماری کی مصیبت، بینائی کا چلا جانا، اعضاء کا خراب ہونا اور رشتے داروں کا فوت ہونا وغیرہ۔

حضرت سیدنا ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما ارشاد فرماتے ہیں: ”قرآن مجید میں صبر کی تین صورتیں مذکور ہیں: (۱) اللہ عزوجل کی طرف سے عائد فرائض کی ادائیگی پر صبر کرنا اور اس کے تین سو درجات ہیں (۲) جو کچھ اللہ عزوجل نے حرام کیا اس پر صبر کرنا اور اس کے چھ سو درجات ہیں (۳) مصیبت پر پہلے صدمے کے وقت صبر کرنا اور اس کے نو سو درجات ہیں۔“

### صبر جمیل کی تعریف:

صبر جمیل یہ ہے کہ مصیبت زدہ دوسروں میں پہچانا نہ جائے اور اس منزل تک رسائی طویل مدت تک طویل ریاضت سے ہوتی ہے۔ وَاللَّهُ أَعْلَمُ.

شکر:

شکر کی فضیلت یہ ہے کہ اللہ عزوجل نے اسے اپنے ذکر کے ساتھ ملا دیا ہے، اللہ عزوجل نے ارشاد فرمایا:

﴿۱﴾ وَلَذِكْرُ اللَّهِ أَكْبَرُ ﴿۲۱﴾ (العنکبوت: ۴۵)

ترجمہ کنز الایمان: اور بیشک اللہ کا ذکر سب سے بڑا۔

﴿۲﴾ فَادْكُرُونِيْٓ اَذْكُرْكُمْ وَاشْكُرُوْا لِيْٓ وَلَا

میرا حق مانو اور میری ناشکری نہ کرو۔

تَكْفُرُوْنَ ﴿۲۰﴾ (البقرة: ۱۰۲)

ترجمہ کنز الایمان: اور عنقریب اللہ شکر والوں کو صلہ دے گا۔

﴿۳﴾ وَسَيَجْزِي اللّٰهُ الشّٰكِرِيْنَ ﴿۱۴۴﴾

ترجمہ کنز الایمان: اور میرے بندوں میں کم ہیں شکر والے۔

﴿۳﴾ وَقَلِيْلٌ مِّنْ عِبَادِي الشّٰكِرُوْنَ ﴿۲۲﴾ (سبأ: ۱۳)

نور کے پیکر، تمام نبیوں کے سرور، دو جہاں کے تاجور، سلطان بحر و بر صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان عالیشان ہے:  
 ”الطَّاعِمُ الشَّاكِرُ بِمَنْزِلَةِ الصَّائِمِ الصَّابِرِ“. ترجمہ: کھانے والا شکر گزار صبر کرنے والے روزہ دار کی طرح ہے۔“

(جامع الترمذی، ابواب صفة القيامة، باب الطاعم الشاكر، الحديث ۲۴۸۶، ص ۱۹۰۲)

### حقیقت شکر کا بیان:

شکر کی حقیقت یہ ہے کہ بندہ اس بات کو جان لے کہ اللہ عزوجل کے علاوہ کوئی منعم (یعنی نعمت عطا کرنے والا) نہیں، پھر جب تم نے اپنے اعضاء، جسم، روح اور اپنی معاشی ضروریات کے معاملے میں اپنے اوپر اللہ عزوجل کی نعمتوں کے بارے میں تفصیلاً جان لیا تو تمہارے دل میں اللہ عزوجل کی اس نعمت و فضل پر خوشی پیدا ہوگی جو تجھ پر ہے پھر تم اس کے موجبات کے مطابق عمل بجلاؤ گے اور یہ دل، زبان اور تمام اعضاء کے ذریعے شکر ادا کرنا ہے۔

### شکر کے مختلف طریقے:

قلب کے ذریعے شکر ادا کرنا یہ ہے کہ دل میں تمام مخلوق کے لئے بھلائی رکھے اور دل کو ہمیشہ اللہ عزوجل کے ذکر میں حاضر رکھے اور اس سے غافل نہ ہو۔ زبان سے شکر ادا کرنا یہ ہے کہ وہ زبان کے ذریعے اللہ عزوجل کے شکر پر دلالت کرنے والی حمد کے ذریعے اس کا شکر ادا کرے۔ اعضاء کے ساتھ شکر ادا کرنا یہ ہے کہ وہ اللہ عزوجل کی نعمتوں کو اس کی اطاعت میں استعمال کرے اور گناہوں میں استعمال کرنے سے بچے اور آنکھوں کا شکر ادا کرنا یہ ہے کہ کسی مسلمان کا عیب دیکھے تو اس پر پردہ ڈالے اور اس کے گناہوں کی طرف نہ دیکھے اور کانوں کا شکر ادا کرنا یہ ہے کہ جو عیب سنے اس پر پردہ ڈالے اور ان سے صرف مباح چیز ہی سنے۔

حضور نبی کریم، رؤوف رحیم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ایک شخص سے پوچھا: ”تم نے صبح کیسے کی؟“ اس نے عرض کی: ”بھلائی کے ساتھ۔“ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے دوبارہ استفسار فرمایا، اس نے وہی جواب دیا حتیٰ کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے تیسری مرتبہ پوچھا تو اس نے جواب دیا: ”میں نے بھلائی کے ساتھ صبح کی، میں اللہ عزوجل کی حمد کرتا ہوں اور اس کا شکر ادا کرتا ہوں۔“ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ”میں تم سے یہی بات چاہتا تھا۔“

(المعجم الاوسط، الحديث ۴۳۷۷، ج ۳، ص ۲۱۶)

ہر شخص سے جب کسی چیز کے بارے میں پوچھا جاتا ہے تو وہ دو چیزوں کے درمیان ہوتا ہے، شکر ادا کر کے مطیع بن جائے یا شکوہ کر کے نافرمان ہو جائے۔

اگر کوئی سوال کرے کہ شکر کا کیا معنی ہے اور شکر تو اللہ عزوجل کی طرف سے دوسری نعمت پر ہوتا ہے؟ ہم جواب دیتے

ہیں کہ حضرت سیدنا داؤد اور حضرت سیدنا موسیٰ علی نبینا وعلیہما الصلوٰۃ والسلام نے عرض کی: ”(اے میرے رب عزوجل) میں تیرا شکر کیسے ادا کروں کیونکہ جب تک مجھے دوسری نعمت حاصل نہ ہو، میں شکر ادا نہیں کر سکتا؟“ تو اللہ عزوجل نے ان کی طرف وحی فرمائی: ”جب تم نے اس بات کو جان لیا تو شکر ادا ہو گیا۔“ اور دوسری روایت میں ہے، جب تمہیں یہ بات معلوم ہوگئی کہ یہ نعمت میری طرف سے ہے تو تمہارا اس پر راضی ہونا ہی شکر ہے۔

### اللہ عزوجل کے بارے میں شکر کا مفہوم:

اگر تو کہے: ”میں یہ جواب نہیں سمجھا کیونکہ اسی طرح کے علم کا حاصل ہونا بھی اللہ عزوجل کی طرف سے تیسری نعمت ہے تو جان لے! یہ تو حید کے دروازے پر دستک دینا ہے اور بے شک وہی شکر قبول فرمانے والا ہے، اسی کا شکر ادا کیا جاتا ہے، وہ محبت فرمانے والا ہے اور اسی سے محبت کی جاتی ہے اور اللہ عزوجل کے سوا کسی چیز کا وجود نہیں اور اس کی ذات کے سوا سب ہلاک ہونے والے ہیں، اور یہ بات ہر حال میں ازل وابد کے اعتبار سے صحیح ہے کہ کسی بھی چیز کو اللہ عزوجل کے سوا وجود نہیں جو قائم بالذات ہو اور بے شک اللہ عزوجل ہی بالذات قائم ہے اور باقی ہر چیز اسی کے حکم سے قائم ہے، وہ زندہ اور قائم رکھنے والا ہے پس جب اس کے علاوہ کوئی چیز موجود نہیں تو وہی شا کر و مشکور ہے، وہی محبت و محبوب ہے۔“

حضرت سیدنا حبیب بن ابی حبیب علیہ رحمۃ اللہ العلیب نے اسی نظر سے دیکھا، جب انہوں نے اللہ عزوجل کا یہ فرمان پڑھا: **اِنَّا وَجَدْنٰهُ صَابِرًا ۙ نِعْمَ الْعَبْدُ ۙ اِنَّهٗٓ اَوْابٌ ۝۰** ترجمہ کنز الایمان: بے شک ہم نے اسے صابر پایا، کیا اچھا بندہ، بے شک وہ بہت رجوع لانے والا ہے۔ (پ ۲۳، ص: ۴۴)

تو ارشاد فرمایا: ”تعجب کی بات ہے، خود ہی دیتا ہے اور خود ہی تعریف کرتا ہے۔“ یہ اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ جب اس نے اپنے دینے پر ان کی تعریف کی تو گویا اپنی تعریف کی۔ پس وہی تعریف کرنے والا اور اسی کی تعریف کی جاتی ہے۔

حضرت سیدنا شیخ ابوسعید مہینی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے بھی اسی نظر سے دیکھا، جب ان کے سامنے یہ آیت پڑھی گئی:

**يُحِبُّهُمْ وَيُحِبُّونَهُ ۗ** (پ ۶، المائدہ: ۵۴) ترجمہ کنز الایمان: وہ اللہ کے پیارے اور اللہ ان کا پیارا۔

تو انہوں نے فرمایا: ”میری عمر کی قسم! اللہ عزوجل انہیں چاہتا ہے، وہ انہیں پسند کرتا ہے، وہ انہیں پسند کر سکتا ہے کیونکہ وہ (اس طرح) اپنے آپ کو چاہتا ہے۔“

انہوں نے اس بات کی طرف اشارہ کیا ہے کہ وہ محبت ہے اور وہی محبوب ہے، یہ بلند رتبہ ہے، جب تک عام فہم مثال نہ بیان کی جائے تمہاری سمجھ میں نہیں آتا، تم پر یہ بات پوشیدہ نہیں کہ جب کوئی مصنف اپنی تصنیف کو پسند کرتا ہے تو وہ اپنے آپ کو

پسند کرتا ہے، جب کوئی کاریگر اپنی مصنوع (یعنی بنائی ہوئی چیز) کو چاہتا ہے تو وہ اپنے آپ کو چاہتا ہے اور جب کوئی اپنے بیٹے کو اپنا بیٹا ہونے کی وجہ سے پسند کرتا ہے تو وہ اپنے آپ کو پسند کرتا ہے اور اللہ عزوجل کی ذات کے سوا ہر موجود چیز اسی کی بنائی ہوئی ہے، اگر وہ اس سے محبت کرتا ہے تو وہ اپنے آپ سے ہی محبت کرتا ہے۔ یہ کیفیت توحید کی نگاہ سے دیکھنے کی صورت میں ہے اور صوفیاء کرام رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین اسے فنائے نفس سے تعبیر کرتے ہیں یعنی سالک اپنی ذات سے اور اللہ عزوجل کے سوا ہر چیز سے فنا ہو کر صرف اسی کو دیکھتا ہے اور دیگر لوگ اس بات کو نہیں سمجھ سکتے اور اس کا انکار کرتے ہیں اور کہتے ہیں: بندہ کیسے فنا ہو سکتا ہے؟ جبکہ اس کا سایہ اتنا لمبا ہے جتنا اس کا قد ہے اور وہ رات دن میں کئی کلومیٹر کھا جاتا ہے؟ اور وہ اپنی جہالت کی وجہ سے ان بزرگوں کا مذاق اڑاتے ہیں۔ لیکن عارفین کے لئے شرط ہے کہ وہ جاہلوں کے مذاق کا نشانہ بنیں اور اسی طرف اللہ عزوجل کے فرمان میں اشارہ ہے:

إِنَّ الَّذِينَ أَجْرَمُوا كَانُوا مِنَ الَّذِينَ آمَنُوا  
تَرْجَمَةً كَنُزَالِ الْإِيمَانِ: بے شک مجرم لوگ ایمان والوں سے ہنسا  
کرتے تھے۔

يُضْحَكُونَ ۝ (ب ۳۰، المطففين: ۲۹)

اب ہم اپنے موضوع کی طرف آتے ہیں، پس ہم کہتے ہیں: شکر ادا کرنا یہ ہے کہ نعمت کو اسی راستے میں استعمال کیا جائے جس کے لئے اسے پیدا کیا گیا۔ اس کی مثال یہ ہے کہ ایک بادشاہ نے اپنے کسی غلام کی طرف گھوڑا بمع ساز و سامان بھیجا تاکہ وہ اس پر سوار ہو کر اس کے پاس آئے پس اگر وہ سوار ہو کر بادشاہ کے پاس آتا ہے اور اسے اس راستے میں استعمال کرتا ہے جس کے لئے اسے بھیجا گیا تو وہ اس نعمت کو اس طرح استعمال کرنے والا ہے جس مقصد کے لئے وہ ہے لیکن اگر وہ اس پر سوار ہو کر بادشاہ سے دور ہو جائے اور اس سے بھاگ جائے تو یہ حماقت اور نعمت کی ناشکری ہے۔

اس بات کو سمجھ لو فائدہ ہوگا۔ وَاللَّهُ أَعْلَمُ بِالصَّوَابِ وَإِلَيْهِ الْمَرْجِعُ وَالْمَأْبُتُ.



## رجاء اور خوف کا بیان

باب 33:

## رجاء:

جان لیجئے! اُمید اور خوف سا لکین کے مقامات اور طالبین کے احوال میں سے ہیں اور جب تک کوئی وصف عارضی اور زائل ہونے والا ہو، تو اُسے حال کہتے ہیں اور جب پختہ ہو جائے تو اُسے مقام کہا جاتا ہے۔

پس ہم کہتے ہیں، جان لیجئے! اگر مستقبل میں کسی ایسی چیز کا انتظار ہو جس سے دل کو تکلیف ہوتی ہو اسے خوف کہا جاتا ہے اور اگر وہ ایسی چیز ہو جس سے دل کو خوشی حاصل ہوتی ہو تو اُسے اُمید کہا جاتا ہے۔ گویا اُمید دل کی راحت کا نام ہے جو محبوب چیز کے انتظار سے حاصل ہوتی ہے لیکن اس کا کوئی سبب ہونا ضروری ہے لہذا جب اس کے اکثر اسباب پائے جائیں تو اس پر رجاء (یعنی اُمید) کا لفظ صادق آتا ہے اور اگر اس کا انتظار بغیر اسباب کے ہو تو اس پر غرور (یعنی دھوکے) کا لفظ صادق آتا ہے اور اگر اسباب کا ہونا اور نہ ہونا برابر ہو تو اس پر تمنا کا لفظ صادق آتا ہے۔

اہل معرفت جانتے ہیں کہ دنیا آخرت کی کھیتی ہے، دل زمین کی طرح ہے، جس میں ایمان بیج کی طرح ہے اور عبادت زمین کو سیراب کرنے، اُلٹ پلٹ کرنے اور زمین کو زرخیز بنانے والی چیزوں کی طرح ہے اور دنیا میں غرق اور ڈوبا ہوا دل اس بیج زمین کی طرح ہے جس میں بیج نہیں اُگتا اور یوم قیامت فصل کاٹنے کا دن ہے اور ہر شخص وہی کاٹے گا جو اس نے بویا ہوگا اور کھیتی کا بڑھنا ایمان کے بیج کے بغیر ناممکن ہے اور جب دل میں خبیث اور برے اخلاق ہوں تو ایمان بہت کم نفع دیتا ہے جس طرح بیج زمین میں بیج نہیں اُگتا پس جس شخص کو عمدہ زمین، پانی، ضروری سامان اور تمام خرابیوں سے پاک زمین حاصل ہو جائے پس وہ اس میں اچھا بیج ڈالے پھر اللہ عزوجل کے فضل کا امیدوار بن کر کھیتی کے کٹنے کا انتظار کرے کہ وہ زمین کو بجلی کی گرج اور دیگر خرابیوں سے بچائے گا۔ پس اسی طریقے کا نام اُمید ہے۔

اور اگر انسان شورزدہ سخت زمین میں بیج ڈال دے کہ اس تک پانی نہ پہنچے پھر اس کے کٹنے کا انتظار کرے، تو اسے دھوکا کہتے ہیں اور اگر بیج اچھی زمین میں بونے، لیکن اسے پانی نہ ملے اور بارش کے پانی پر اعتماد کرتے ہوئے اس کے کٹنے کا انتظار کرے تو اسے تمنا کہا جاتا ہے۔

پس تمہیں معلوم ہو گیا کہ جو شخص اپنے دل میں ایمان کی کھیتی بوتا ہے اور اس کو عبادت کا پانی دیتا ہے اور دل کو خباثت سے پاک کرتا ہے، جس طرح وہ زمین کو کانٹوں اور گھاس پھوس سے پاک کرتا ہے تو اسے امید رکھنی چاہئے لیکن جو ایسا نہیں کرتا وہ فضول تمنا کرنے والا اور دھوکے میں مبتلا ہے۔

حضور نبی پاک، صاحب لولاک، سیاح افلاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا فرمانِ عالیشان ہے: ”عقل مند وہ ہے جو اپنے نفس کی خواہشات کو کمزور کر دے اور موت کے بعد آنے والی زندگی کے لئے عمل کرے اور بے وقوف وہ ہے جو نفسانی خواہشات کی پیروی کرے اور اللہ عزوجل سے لمبی امیدیں رکھے۔“ (فردوس الأخبار للذیلمی، باب الکاف، الحدیث ۴۹۶۶، ج ۲، ص ۱۸۵، الاحمق بلہ العاجز)

ایسے لوگوں کے بارے میں خبر دیتے ہوئے اللہ عزوجل نے ارشاد فرمایا:

فَخَلَفَ مِنْ بَعْدِهِمْ خَلْفٌ وَرِثُوا الْكِتَابَ يَأْخُذُونَ  
عَرَضَ هَذَا الْأَدْنَى وَيَقُولُونَ سَيُغْفَرُ لَنَا  
ترجمہ کنز الایمان: پھر ان کی جگہ ان کے بعد وہ ناخلف آئے  
کہ کتاب کے وارث ہوئے، اس دنیا کا مال لیتے ہیں اور  
کہتے اب ہماری بخشش ہوگی۔ (پ ۹، الاعراف: ۱۶۹)

اس آیت مبارکہ میں اللہ عزوجل نے واضح فرمایا کہ اس قسم کی امید کی کوئی حقیقت نہیں جب تک وہ تمام اسباب نہ پائے جائیں جن کا اس سے پہلے ہونا ضروری ہے، اس پر حضرت سیدنا زید خیل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی یہ روایت بھی دلالت کرتی ہے کہ انہوں نے حضور نبی کریم، رؤوف رحیم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں عرض کی: ”میں اس شخص کی علامت پوچھنے آیا ہوں، جس سے اللہ عزوجل بھلائی کا ارادہ فرماتا ہے اور اس کی علامت بھی بیان فرمادیجئے جس سے بھلائی کا ارادہ نہیں فرماتا؟“ نبی اکرم، نور مجسم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے اس سے پوچھا: ”تم نے صبح کس حال میں کی؟“ انہوں نے عرض کی: ”میں نے اس حال میں صبح کی کہ میں بھلائی اور اہل خیر سے محبت کرتا ہوں اور اگر میں کسی نیکی پر قادر ہوتا ہوں تو اس کی طرف جلدی کرتا ہوں اور ثواب کے ملنے پر یقین رکھتا ہوں اور اگر مجھ سے کوئی عمل چھوٹ جائے تو اس پر غمگین ہوتا ہوں اور اس کا مشتاق ہوتا ہوں۔“ تو نبی رحمت، شفیع امت، قاسم نعمت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ”اللہ عزوجل جس سے بھلائی کا ارادہ فرماتا ہے اس کی یہی علامت ہے اور اگر اللہ عزوجل کا تیرے ساتھ دوسرا ارادہ ہوتا تو وہ تمہیں اس کی طرف لے جاتا، پھر اسے اس بات کی پرواہ نہ ہوتی کہ تم کس وادی میں ہلاک ہوتے ہو۔“ (حلیۃ الاولیاء، عبد اللہ بن مسعود، الحدیث ۱۳۰۰، ج ۱، ص ۴۶۱)

پس نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے اس شخص کی علامت بیان کی جسے بھلائی کے لئے منتخب کیا جاتا ہے اور اس سے رجاء کا معنی بھی معلوم ہوتا ہے۔

### امید کی فضیلت اور ترغیب:

جاننا چاہئے! امید کے ساتھ عمل کرنا خوف کے ساتھ عمل کرنے سے افضل ہے، کیونکہ سب سے زیادہ اللہ عزوجل کے قریب وہ لوگ ہیں جو سب سے زیادہ اُس سے محبت رکھتے ہیں اور محبت امید کے ساتھ غالب ہوتی ہے، کیونکہ بھلائی کی امید

قرب و محبت پیدا کرتی ہے، جبکہ خوف دور بھاگنے کا سبب بنتا ہے اور اسی کی طرف شہنشاہِ خوشِ نِصال، پیکرِ حسن و جمال، نبی بی آمنہ کے لال صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ورضی اللہ تعالیٰ عنہما کے اس فرمان میں اشارہ ہے:

لَا يَمُوتُنَّ أَحَدُكُمْ إِلَّا وَهُوَ يَحْسُنُ الظَّنَّ بِاللَّهِ. ترجمہ: تم میں سے ہر ایک کو اس حالت میں موت آئے، کہ وہ اللہ عزوجل سے اچھا گمان رکھتا ہو۔

(صحیح مسلم، کتاب الفتن، باب الامر بحسن الظن باللہ عند الموت، الحدیث ۷۲۲۹، ص ۱۱۷۶)

حضور انور، شافعِ محشر، محبوبِ داؤر عزوجل و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ایک شخص کے پاس تشریف لے گئے، جو نزاع کے عالم میں تھا، آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے پوچھا: ”تم اپنے آپ کو کیسا پاتے ہو؟“ اس نے عرض کی: ”میں اپنے آپ کو یوں پاتا ہوں کہ مجھے اپنے گناہوں کا خوف بھی ہے اور اپنے رب عزوجل کی رحمت کی امید بھی۔“ تو رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ”ایسے وقت میں جس بندے کے دل میں یہ دونوں باتیں (یعنی امید اور خوف) جمع ہوں، اللہ عزوجل اسے اُس کی امید کے مطابق عطا فرماتا ہے اور جس چیز سے اُسے خوف ہوتا ہے اس سے امن عطا فرماتا ہے۔“

(جامع الترمذی، ابواب الجنائز، باب الرجاء باللہ والخوف بالذنب عند الموت، الحدیث ۹۸۳، ص ۱۷۴۵)

جاننا چاہئے! جس شخص پر اس حد تک مایوسی غالب ہو کہ وہ ناامید ہو جائے یا اس پر اتنا خوف غالب ہو کہ اس کی وجہ سے وہ اپنے آپ کو اور اپنے گھر والوں کو نقصان پہنچائے، تو یہ دونوں ایسے علاج کے محتاج ہیں جو ان کو راہِ اعتدال کی طرف لائے اور وہ شخص جس پر گناہوں کا غلبہ ہو، اس کے حق میں امید کے اسباب زہرِ قاتل ہیں اور وہ شہد کی طرح ہیں جس میں اس شخص کے لئے شفاء ہے جس پر سردی غالب ہو اور اگر ایسا شخص اسے استعمال کرے جس پر حرارت غالب ہو تو وہ ہلاک ہو جائے گا۔ لیکن جس شخص پر تمنا غالب ہو اور وہ نافرمان ہو تو اس کا علاج خوف پیدا کرنے والے اسباب سے کرنا چاہئے اور جس شخص پر خوف غالب ہو اس کا علاج امید سے کیا جائے، یہ دو حصے ہیں جن سے ہر ایک اپنی خاص حالت کے مطابق سیراب ہوتا ہے۔

امیر المؤمنین، مولیٰ مشکل کشا حضرت سیدنا علی المرتضیٰ کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم ارشاد فرماتے ہیں: ”عالم وہ ہے جو نہ تو لوگوں کو اللہ عزوجل کی رحمت سے ناامید کرے اور نہ ہی اُس کی خفیہ تدبیر سے امن دلانے۔“

جب علماء کرام رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم انبیاء کرام علیہم السلام کے وارث ہیں، تو وہ دلوں کے بھی طبیب ہیں لہذا یہ وہی چیز استعمال کریں، جو ہر مریض کی حالت کے مطابق ہے۔

امید کے حصول میں نافع دوا یہ ہے کہ انسان ان نعمتوں پر غور کرے جو بدن کی صحت اور اعضاء کی سلامتی کی صورت میں اللہ عزوجل نے اسے عطا فرمائیں، پھر اس کی رہنمائی کے لئے انبیاء کرام علیہم السلام کو مبعوث فرمایا اور اس کی اصلاح کے لئے



کھانے پینے کی اشیاء اور دوائیں پیدا فرمائیں اور امید کے اسباب کو قوت دینے والی چیز (یعنی رحمت) بنائی جس کے متعلق اللہ عزوجل نے ارشاد فرمایا:

﴿۱﴾ قُلْ يٰعِبَادِيَ الَّذِينَ اسْرَفُوا عَلٰى اَنْفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوا مِنْ رَحْمَةِ اللّٰهِ اِنَّ اللّٰهَ يَغْفِرُ الذُّنُوْبَ جَمِيعًا (ب) ۲۴، الزمر: ۵۳

ترجمہ کنزالایمان: تم فرماؤ، اے میرے وہ بندو! جنہوں نے اپنی جانوں پر زیادتی کی اللہ کی رحمت سے ناامید نہ ہو۔ بے شک اللہ سب گناہ بخش دیتا ہے۔

﴿۲﴾ وَالْمَلٰٓئِكَةُ يُسَبِّحُوْنَ بِحَمْدِ رَبِّهِمْ وَيَسْتَغْفِرُوْنَ لِمَنْ فِي الْاَرْضِ ط (ب) ۲۵، الشوری: ۵۰

﴿۳﴾ مِنْ فَوْقِهِمْ ظُلَلٌ مِنَ النَّارِ وَمِنْ تَحْتِهِمْ ظُلَلٌ ط ذٰلِكَ يُخَوِّفُ اللّٰهَ بِهٖ عِبَادَهٗ ط (ب) ۲۳، الزمر: ۱۶

ترجمہ کنزالایمان: اور فرشتے اپنے رب کی تعریف کے ساتھ اس کی پاکی بولتے اور زمین والوں کے لئے معافی مانگتے ہیں۔

ترجمہ کنزالایمان: ان کے اوپر آگ کے پہاڑ ہیں اور ان کے نیچے پہاڑ۔ اس سے اللہ ڈراتا ہے اپنے بندوں کو۔

اس آیت میں اللہ عزوجل نے واضح فرمایا کہ وہ ایمان والوں کو ڈراتا ہے مگر یہ (عذاب) کافروں کے لئے ہے کیونکہ یہ انہی کے لئے پیدا کیا گیا ہے۔

حضرت سیدنا ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے۔ کہ سرکار والاخبار، ہم بے کسوں کے مددگار، شفیع روز شمار، دو عالم کے مالک و مختار، حبیب پروردگار عزوجل و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا فرمانِ مغفرت نشان ہے:

اُمّی اُمَّةٌ مَّرْحُوْمَةٌ لَا عَذَابَ عَلَیْهَا فِی الْاٰخِرَةِ۔ ترجمہ: میری امت، امتِ مرحومہ ہے اس پر آخرت میں کوئی عذاب نہیں۔

(سنن ابی داؤد، کتاب الفتن، باب ما یرجى فی القتل، الحدیث ۴۲۷۸، ص ۱۵۳۴)

اس موضوع پر بے شمار آیات و احادیث وارد ہیں۔ حضرت سیدنا انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طویل حدیث میں یہ مضمون ہے کہ ایک اعرابی نے عرض کی: ”یا رسول اللہ عزوجل و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم! بروز قیامت مخلوق کا حساب کون لے گا؟“ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ”اللہ عزوجل۔“ اس نے پوچھا: ”کیا وہ خود حساب لے گا؟“ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ”ہاں۔“ (یہ سن کر) اعرابی ہنس پڑا، تو پیارے آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے استفسار فرمایا: ”اے اعرابی! کس وجہ سے ہنسے ہو؟“ اس نے عرض کی: ”اِنَّ الْکَرِيْمَ اِذَا قَدَرَ عَفَا وَاِذَا حَاسَبَ سَامَحَ“ ترجمہ: بے شک کریم جب قدرت پاتا ہے تو معاف کر دیتا ہے اور جب حساب لیتا ہے تو بھی درگزر فرماتا ہے۔“ تو شفیق آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ”اعرابی نے سچ کہا،

آگاہ رہو! اللہ عَزَّوَجَلَّ سے بڑھ کر کوئی کریم نہیں، وہ سب کریموں سے بڑھ کر کریم ہے۔“ پھر فرمایا: ”یہ حقیقت اعرابی سمجھ گیا۔

(شعب الایمان للبیہقی، باب فی حشر الناس، الحدیث: ۲۶۲، ج ۱، ص ۲۴۶-۲۴۷، مختصراً)

اور تاجدار رسالت، شہنشاہ نبوت، مخزنِ جود و سخاوت، پیکرِ عظمت و شرافت، محبوبِ رَبِّ العزت، محسنِ انسانیت عَزَّوَجَلَّ

وَصَلَّى اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا فرمانِ مغفرت نشان ہے، اللہ عَزَّوَجَلَّ فرماتا ہے:

سَبَقَتْ رَحْمَتِي غَضَبِي. ترجمہ: میری رحمت میرے غضب پر سبقت لے گئی۔

(صحیح مسلم، کتاب التوبہ، باب فی سعة رحمة اللہ تعالیٰ وأنها تغلب غضبه، الحدیث: ۵۹۷۰، ص ۱۱۵۵)

## خوف کا بیان:

جاننا چاہئے! خوف اور اُمید دو لگا میں ہیں جن کے ذریعے اس شخص کو قابو کیا جاتا ہے جس کے دل میں جمالِ حق ظاہر نہ ہو اور جس نے دل کے ساتھ اس جمالِ حق کا مشاہدہ کر لیا، وہ خوف ورجاء سے بلند ہو گیا۔

حضرت سیدنا واسطی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اسی بات کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا: ”خوف اللہ عَزَّوَجَلَّ اور بندے

کے درمیان حجاب ہے اور جب دلوں پر حق ظاہر ہو جائے تو اُن میں اُمید و خوف کی کوئی فضیلت باقی نہیں رہتی۔“

خلاصہ کلام یہ ہے، کہ جب محبتِ محبوب کے جمال کو حاصل کر لیتا ہے تو اُس کی توجہ فراق کے خوف سے محبوب کے وصال کو ضائع کر دیتی ہے، لیکن ہم اس وقت مقامات کی ابتداء کے بارے میں گفتگو کر رہے ہیں، اس لئے ہم کہتے ہیں کہ اپنے اوپر خوف طاری کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ انسان شدتِ عذاب و حساب کے بارے میں وارد ہونے والی آیاتِ کریمہ اور احادیثِ مبارکہ میں غور و فکر کرے اور اللہ عَزَّوَجَلَّ کی عظمت و جلال کے مقابلہ میں اپنی حالت دیکھے اور اللہ عَزَّوَجَلَّ کے اس فرمان میں غور کرے، (جیسا کہ حدیثِ قدسی ہے)

هُوَلَاءِ فِي الْجَنَّةِ وَلَا أَبَالِي، هُوَلَاءِ فِي النَّارِ وَلَا أَبَالِي. ترجمہ: وہ جنت میں ہوں تب بھی مجھے پرواہ نہیں اور وہ دوزخ میں ہوں پھر بھی مجھے کوئی پرواہ نہیں۔

(المسند للإمام احمد بن حنبل، حدیث عبد الرحمن بن قتادة السلمي، الحدیث: ۱۷۶۷۶، ج ۶، ص ۲۰۵-۲۰۶)

اور وہ جان لے کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کے احکام کو ترک کرنے اور اس کے نواہی کا ارتکاب کرنے سے وہ دردناک عذاب کا

مستحق ہوگا، اور اگر اللہ عَزَّوَجَلَّ تمام جہانوں کو ہلاک کر دے تو پھر بھی اسے کوئی پرواہ نہیں اور اس مسکین نے گناہوں اور جرائم کا

ارتکاب کیا ہے تو یہ اللہ عَزَّوَجَلَّ سے ڈرنے کا زیادہ مستحق ہے، اگر اسے ہلاک کر دیا گیا تو اس کی پرواہ نہیں کی جائے گی اور اس کی

کیا حیثیت؟ جبکہ تمام رسولوں کے سردار، شفیعِ روزِ شہما رِصَلَّى اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا فرمانِ خوشبودار ہے: ”أَنَا أَعْلَمُكُمْ بِاللَّهِ

وَإِخْشَاءُكُمْ لِلَّهِ. ترجمہ: مجھے تمہاری نسبت اللہ عزوجل کا زیادہ علم ہے اور تم سے زیادہ اللہ عزوجل سے ڈرتا ہوں۔“

(صحیح البخاری، کتاب الادب، باب من لم يواجه الناس..... الخ، الحدیث ۶۱۰۱، ص ۵۱۵، بتغیر قلیل)

(صحیح مسلم، کتاب الصیام، باب صحة صوم من طلع عليه الفجر وهو جنب، الحدیث ۲۵۹۳، ص ۸۵۵)

اللہ عزوجل نے حضرت سیدنا داؤد علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کی طرف وحی فرمائی کہ اے داؤد! مجھ سے اس طرح ڈرو

جس طرح چیرنے پھاڑنے والے درندے سے ڈرتے ہو۔“

اور درندے کی حقیقت یہ ہے کہ وہ تجھے ہلاک کر دے گا اور کوئی پرواہ نہیں کرے گا اور رسول اکرم، نور مجسم صلی اللہ تعالیٰ علیہ

وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ”جو اللہ عزوجل سے ڈرتا ہے ہر چیز اس سے ڈرتی ہے اور جو غیر اللہ سے ڈرتا ہے وہ ہر چیز سے ڈرتا ہے۔“

(شعب الایمان للبیہقی، باب فی الخوف من اللہ تعالیٰ، الحدیث ۹۷۴، ج ۱، ص ۵۴۱، مفہوماً)

اُم المؤمنین حضرت سیدتنا عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں، میں نے عرض کی: ”یا رسول اللہ عزوجل صلی اللہ تعالیٰ

علیہ وآلہ وسلم! کیا اس آیت ”وَالَّذِينَ يُؤْتُونَ مَا آتَوْا وَقُلُوبُهُمْ وَجِلَةٌ“ (المؤمنون: ۶۰) ترجمہ کنز الایمان: اور وہ جو دیتے ہیں

جو کچھ دیں اور ان کے دل ڈر رہے ہیں“ سے چور اور زانی مراد ہیں؟“ تو نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا

لَا بَلَّ يَصُومُ وَيَتَصَدَّقُ وَيُصَلِّي وَيَخَافُ أَنْ لَا يَقْبَلَ مِنْهُ. ترجمہ: نہیں، بلکہ وہ شخص مراد ہے جو روزہ رکھتا، صدقہ دیتا اور نماز پڑھتا ہے پھر بھی عبادت کے قبول نہ ہونے سے ڈرتا ہے۔

(سنن ابن ماجہ، ابواب الزهد، باب التوقی علی العمل، الحدیث ۴۱۹۸، ص ۲۷۳۲)

نبی رحمت، شفیع امت، قاسم نعمت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان مغفرت نشان ہے: ”جس بندہ مؤمن کی آنکھوں سے

خوف الہی عزوجل سے آنسو نکلتے ہیں، وہ اگرچہ مکھی کے سر کے برابر ہو پھر اسے ان کے نکلتے وقت کوئی تکلیف پہنچتی ہے تو

اللہ عزوجل اسے جہنم کی آگ پر حرام فرمادیتا ہے۔“

(سنن ابن ماجہ، ابواب الزهد، باب الحزن والبكاء، الحدیث ۴۱۹۷، ص ۲۷۳۲)

انبیاء کرام علیہم السلام کا خوف خدا عزوجل:

ام المؤمنین حضرت سیدتنا عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے: ”جب ہوا میں تبدیلی ہوتی اور سخت آندھی چلتی تو

نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے چہرہ انور کا رنگ متغیر ہو جاتا اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کھڑے ہو جاتے اور حجرہ مبارکہ میں

چکر لگاتے، کبھی اندر جاتے کبھی باہر تشریف لاتے۔“

(صحیح مسلم، کتاب الکسوف، باب التعوذ عند رؤیة الريح، الحدیث ۲۰۸۴/۲۰۸۵/۲۰۸۶، ص ۸۱۸)

یہ سب کچھ عذاب الہی عَزَّوَجَلَّ کے خوف کی وجہ سے تھا اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے سورۃ الحاقۃ کی ایک آیت کی تلاوت فرمائی تو بے ہوش ہو گئے۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ کا فرمانِ عالیشان ہے:

ترجمہ کنز الایمان: اور موسیٰ گرا بے ہوش۔

وَخَرَّ مُوسَىٰ صَعِقًا (ب، ۹، الاعراف: ۱۴۳)

مروی ہے: ”رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے اَبْطَح (کے مقام) پر حضرت سیدنا جبرائیل علیہ السلام کی صورت دیکھی تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم بے ہوش ہو گئے۔“

(المسند للامام احمد بن حنبل، مسند عبد اللہ بن العباس بن عبد المطلب، الحدیث ۲۹۶۷، ج ۱، ص ۶۹۱، مفہوماً)

نبی مکرم، رسول محتشم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ”حضرت جبرائیل علیہ السلام جب بھی میرے پاس آتے خدائے جبار عَزَّوَجَلَّ کے خوف سے کانپ رہے ہوتے۔“

(العظمة لأبی الشیخ الأصبہانی، باب ذکر الموکلبین فی السموات والأرضین، الحدیث ۳۶۵، ص ۱۳۱، مفہوماً) کہا جاتا ہے کہ جب ابلیس لعین پر ظاہر ہوا جو اس پر لازم ہو چکا تھا (یعنی مردود ہونا) تو حضرت سیدنا جبرائیل و میکائیل علیہما السلام رونے لگے، اللہ عَزَّوَجَلَّ نے ان کی طرف وحی کرتے ہوئے استفسار فرمایا: ”تم دونوں کیوں روتے ہو؟“ انہوں نے عرض کی: ”اے ہمارے پروردگار عَزَّوَجَلَّ! ہم تیری خفیہ تدبیر سے بے خوف نہیں۔“ تو اللہ عَزَّوَجَلَّ نے ارشاد فرمایا: ”تم اسی طرح رہنا اور میری خفیہ تدبیر سے بے خوف نہ ہونا۔“

حضرت سیدنا ابودرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان فرماتے ہیں: ”حضرت سیدنا ابراہیم علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام جب نماز کے لئے کھڑے ہوتے تو خوف الہی عَزَّوَجَلَّ سے ان کے دل کی دھڑکن ایک میل کے فاصلے سے سنائی دیتی۔“

**حضرت سیدنا داؤد علیہ السلام کا خوفِ خدا عَزَّوَجَلَّ:**

حضرت سیدنا ماجاہد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ حضرت سیدنا داؤد علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام چالیس دن تک حالت سجدہ میں روتے رہے اور سر نہ اٹھایا، حتیٰ کہ آپ کے آنسوؤں سے گھاس اُگ آئی اور اس نے آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے سر کو ڈھانپ لیا، آپ کو ندا دی گئی: ”اے داؤد (علیہ السلام)! کیا تم بھوکے ہو کہ تمہیں کھانا کھلایا جائے؟ یا پیاسے ہو کہ پانی پلایا جائے؟ یا بے لباس ہو تو کپڑے پہنائے جائیں؟“ ایک چیخ بلند ہوئی اور آپ علیہ السلام کے بدن کی گرمی سے لکڑی جل گئی، پھر اللہ عَزَّوَجَلَّ نے آپ علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام پر توبہ و مغفرت نازل فرمائی، انہوں نے عرض کی: یا اللہ عَزَّوَجَلَّ! میری لغزشوں کو

میری ہتھیلی میں رکھ دے، تو آپ علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کی لغزش آپ علیہ السلام کی ہتھیلی میں رکھ دی گئی۔ پس آپ علیہ السلام جب بھی کھانے یا پینے یا کسی دوسرے کام کے لئے ہتھیلی کھولتے تو اسے دیکھ کر روتے۔ راوی فرماتے ہیں: ”آپ علیہ السلام کو پانی کا پیالہ دیا جاتا، تو اس کا تہائی حصہ خالی ہوتا، جب آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام اسے پکڑتے اور اپنی لغزش کو دیکھتے تو اسے ہونٹوں پر نہ رکھتے، حتیٰ کہ پیالہ آنسوؤں سے بھر جاتا۔“ آپ علیہ السلام کے بارے میں یہ بھی مروی ہے کہ آپ علیہ السلام نے وصال تک آسمان کی طرف سر نہیں اٹھایا۔

آپ علیہ السلام اپنی دعاؤں میں یوں عرض گزار ہوتے: ”اے میرے معبود! جب مجھے اپنی خطایا د آتی ہے، تو زمین کشادگی کے باوجود مجھ پر تنگ ہو جاتی ہے اور جب میں تیری رحمت یاد کرتا ہوں، تو میری رُوح میری طرف لوٹ آتی ہے، اے اللہ عَزَّوَجَلَّ! تیری ذات پاک ہے، میں تیرے بندوں میں سے طیبیوں کے پاس گیا، تا کہ وہ میرے گناہوں کا علاج کریں، تو ان میں سے ہر ایک نے تیری طرف رہنمائی کی، پس تیری رحمت سے مایوس ہونے والوں کے لئے خرابی ہے۔“

حضرت سیدنا فضیل رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں: ”مجھے یہ بات پہنچی ہے کہ ایک دن حضرت سیدنا داؤد علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنی لغزش کو یاد کیا، تو آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام چیختے ہوئے، سر پر ہاتھ رکھ کر پہاڑوں کی طرف تشریف لے گئے، تو آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے گرد رندے جمع ہو گئے، آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے عاجزی کرتے ہوئے ارشاد فرمایا: ”جاؤ، مجھے تم سے کوئی غرض نہیں، میں تو اسے چاہتا ہوں جو اپنی خطا پر روئے اور میرے سامنے روتا ہوا آئے، جو خطا کا نہیں اسے لغزشیں کرنے والے داؤد سے کیا کام؟“ جب آپ علیہ السلام کو زیادہ رونے سے روکا جاتا، تو آپ علیہ السلام ارشاد فرماتے: ”مجھے رونے دو، اس سے پہلے کہ رونے کا دن چلا جائے، ہڈیاں جل جائیں اور آنتیں بھڑک اٹھیں اور اس سے پہلے کہ میرے بارے میں سخت قسم کے فرشتوں کو حکم دیا جائے، جو اللہ عَزَّوَجَلَّ کے حکم کی خلاف ورزی نہیں کرتے اور جس بات کا حکم دیا جائے وہ بجالاتے ہیں۔“

حضرت سیدنا عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ جب حضرت سیدنا داؤد علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام سے لغزش ہوئی تو آپ علیہ السلام کی آواز بدل گئی، آپ علیہ السلام نے عرض کی: ”اے اللہ عَزَّوَجَلَّ! صدیقین کی صاف آواز میں میری آواز بدلی ہوئی ہے۔“

مروی ہے کہ: ”جب آپ علیہ السلام کا رونا زیادہ ہو گیا اور اس سے آپ علیہ السلام کو فائدہ نہ ہوا تو آپ علیہ السلام نے دل میں تنگی محسوس کی اور آپ علیہ السلام کا غم زیادہ ہو گیا تو آپ علیہ السلام نے عرض کی: ”اے میرے رب عَزَّوَجَلَّ! کیا تجھے میرے رونے پر رحم نہ آیا؟“ اللہ عَزَّوَجَلَّ نے آپ کی طرف وحی بھیجی: ”اے داؤد علیہ السلام! تم اپنی لغزش بھول گئے اور رونا یاد ہے؟“ آپ نے عرض کی: ”اے میرے معبود! اے میرے سردار! میں اپنی لغزش کو کیسے بھول سکتا ہوں جبکہ میری حالت تو یہ تھی

کہ جب میں تورات پڑھتا تو جاری پانی رک جاتا، ہوا کا چلنا ختم جاتا، پرندے میرے سر پر سایہ کرتے اور وحشی جانور میرے محراب میں مجھ سے مانوس ہوتے، اے میرے معبود عزوجل! اے میرے سردار! یہ کیسی وحشت ہے جو میرے اور تیرے درمیان حائل ہے؟“ تو اللہ عزوجل نے ان کی طرف وحی فرمائی: ”اے داؤد علیہ السلام! وہ اطاعت کا انس تھا اور یہ لغزش کی وحشت ہے۔“

اے داؤد! آدم (علیہ السلام) میری مخلوق میں سے تھے، میں نے انہیں اپنے دست قدرت سے پیدا فرمایا اور ان میں اپنی روح پھونکی، اپنے فرشتوں سے ان کو سجدہ کروایا اور انہیں اپنی کرامت کا لباس پہنایا، انہیں اپنے وقار کا تاج پہنایا، انہوں نے تنہائی کی شکایت کی، تو میں نے اپنی بندی کو ان کے نکاح میں دیا، انہیں اپنی بخت میں ٹھہرایا، لیکن جب ان سے لغزش ہوئی تو میں نے انہیں بے لباس کر کے اپنے قرب سے دور کر دیا، اے داؤد (علیہ السلام)! مجھے سے سنو اور میں سچ ہی کہتا ہوں: تم نے سوال کیا تو ہم نے تمہیں عطا کیا، تم سے لغزش ہوئی تو ہم نے تمہیں مہلت دی اور اگر تم ہماری طرف رجوع کرو گے، تو ہم قبول کریں گے۔“

حضرت سیدنا یحییٰ بن ابی کثیر علیہ رحمۃ اللہ العظیم فرماتے ہیں: ”ہمیں خبر ملی کہ جب حضرت سیدنا داؤد علیہ السلام گریہ وزاری کرنا چاہتے، تو اس سے پہلے سات دن اس طرح گزارتے کہ نہ کھانا کھاتے، نہ پانی پیتے اور نہ اپنی عورتوں کے قریب جاتے، جب ایک دن رہتا، تو ان کے لئے جنگل میں منبر لایا جاتا، پھر آپ علیہ السلام حضرت سیدنا سلیمان علی نبینا علیہ الصلوٰۃ والسلام کو حکم فرماتے کہ وہ شہروں اور اردگرد والوں کو ندا دیں، گھنے درختوں اور جنگلوں میں اعلان کریں۔ یہ اعلان سن کر جنگلوں سے درندے آجاتے، پہاڑوں سے کیڑے مکوڑے، ٹیلوں سے پرندے اور کنواری لڑکیاں اپنے پردوں سے نکل آتیں اور اس دن تمام لوگ جمع ہوتے۔ حضرت سیدنا داؤد علی نبینا علیہ الصلوٰۃ والسلام تشریف لا کر منبر پر بیٹھ جاتے اور بنی اسرائیل آپ علیہ السلام کے اردگرد ہوتے، ان کی ہر قسم علیحدہ طور پر آپ علیہ السلام کو گھیرے ہوتی، حضرت سیدنا سلیمان علی نبینا علیہ الصلوٰۃ والسلام آپ علیہ السلام کے سر کے پاس کھڑے ہو جاتے۔ آپ علیہ السلام اپنے رب عزوجل کی ثناء شروع کرتے تو لوگ چیخیں مارتے اور دھاڑیں مار مار کر روتے، پھر آپ علیہ السلام جنت اور دوزخ کا ذکر فرماتے تو کیڑے مکوڑے، وحشی جانور اور درندے مرجاتے پھر آپ علیہ السلام قیامت کی ہولناکیوں کا تذکرہ کرتے اور اپنے آپ پر گریہ وزاری کرتے تو ہر قسم کی مخلوق میں سے ایک گروہ مرجاتا۔ جب حضرت سیدنا سلیمان علی نبینا علیہ الصلوٰۃ والسلام مرنے والوں کی کثرت دیکھتے تو عرض کرتے: ”اے ابا جان! آپ علیہ السلام نے سننے والوں کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا اور بنی اسرائیل کے کئی لوگ نیز بہت سے وحشی جانور اور کیڑے مکوڑے مر گئے پس آپ علیہ السلام دعا شروع کر دیتے۔“

آپ علیہ السلام حالت دعا ہی میں ہوتے تو بنی اسرائیل میں سے بعض عبادت گزار پکارتے: ”اے داؤد علیہ السلام! آپ نے اپنے رب عزوجل سے جزاء طلب کرنے میں جلدی کی۔“ راوی کہتے ہیں: ”(یہ سن کر) حضرت سیدنا داؤد علیہ السلام بے ہوش ہو کر زمین پر تشریف لے آئے، جب حضرت سیدنا سلیمان علی نبینا علیہ الصلوٰۃ والسلام یہ صورت حال دیکھتے، تو ایک

چار پائی لا کر آپ علیہ السلام کو اس پر اٹھا لیتے، اور کسی منادی کو حکم دیتے کہ وہ یوں پکارے: ”سنو! حضرت سیدنا داؤد علیہ السلام کے ساتھ جس کا کوئی دوست اور قریبی تھا، وہ چار پائی لا کر اس کو اٹھالے، کیونکہ جو لوگ آپ علیہ السلام کے ہمراہ تھے، انہیں جنت اور روزخ کے ذکر نے ہلاک کر دیا ہے، تو ایک عورت چار پائی لاتی اور اپنے قریبی رشتے دار کو اٹھا کر لے جاتی اور کہتی: اے وہ شخص جو جہنم کے ذکر سے مرگیا، اے وہ شخص جو اللہ عزوجل کے خوف سے ہلاک ہو گیا۔“

پھر جب حضرت سیدنا داؤد علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کو آفاقہ ہوتا اور آپ علیہ السلام اپنا دست مبارک اپنے سر پر رکھتے اور اپنی عبادت گاہ میں داخل ہو کر اسے بند کر دیتے اور عرض کرتے: ”اے داؤد کے معبود عزوجل! کیا تو داؤد پر ناراض ہے؟“ اور اپنے رب عزوجل سے مسلسل مناجات کرتے رہتے حتیٰ کہ حضرت سیدنا سلیمان علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام تشریف لاتے اور روزے پر بیٹھ کر اندر آنے کی اجازت طلب کرتے، پھر اندر داخل ہوتے اور آپ علیہ السلام کے پاس جو کی ایک روٹی ہوتی اور عرض کرتے: ”اے ابا جان! اس روٹی کے ذریعے طاقت حاصل کیجئے۔“ چنانچہ آپ علیہ السلام اس سے جس قدر اللہ عزوجل چاہتا تناول فرماتے، پھر بنی اسرائیل کے پاس تشریف لے آتے۔

حضرت سیدنا یزید رقاشی علیہ رحمۃ اللہ کافی فرماتے ہیں: ”ایک دن حضرت سیدنا داؤد علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام لوگوں کو وعظ کرنے اور آخرت کا خوف دلانے کے لئے باہر تشریف لائے، تو آپ علیہ السلام کے ساتھ چالیس ہزار افراد تھے، پھر ان میں سے تیس ہزار مر گئے اور دس ہزار آپ کے ساتھ واپس آئے، آپ علیہ السلام کی دو لونڈیاں تھیں، یہاں تک کہ جب آپ علیہ السلام پر خوف کی حالت طاری ہوتی اور آپ علیہ السلام گر کر ٹپنے لگتے، تو وہ دونوں آپ علیہ السلام کے سینے اور پاؤں پر بیٹھ جاتیں تاکہ آپ علیہ السلام کے اعضاء ادھر ادھر بکھر نہ جائیں۔“

### صحابہ کرام اور تابعین کا خوف خدا عزوجل:

امیر المؤمنین حضرت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک پرندے سے مخاطب ہو کر فرمایا: ”اے پرندے! کاش میں تیری طرح ہوتا اور مجھے انسان نہ بنایا گیا ہوتا۔“

حضرت سیدنا ابو ذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: ”میں چاہتا ہوں کہ میں ایک درخت ہوتا جسے کاٹ لیا جاتا۔“

امیر المؤمنین حضرت سیدنا عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: ”میں چاہتا ہوں کہ مجھے مرنے کے بعد اٹھایا نہ جائے۔“

ام المؤمنین حضرت سیدنا عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا: ”میں پسند کرتی ہوں کہ میں بھولی بھری ہو جاؤں۔“

امیر المؤمنین حضرت سیدنا عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے چہرے پر آنسوؤں کی دو سیاہ لکیریں تھیں، آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

فرماتے تھے، کہ جو اللہ عزوجل سے ڈرتا ہے وہ اپنا غصہ نہیں نکالتا اور جو اللہ عزوجل کے ہاں تقویٰ اختیار کرتا ہے وہ من مانی نہیں کرتا اور اگر قیامت کا دن نہ ہوتا تو تم کچھ اور ہی دیکھتے۔“

امیر المؤمنین، مولائے مشکل کشا حضرت سیدنا علی المرتضیٰ کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم نے ایک دن نماز فجر سے سلام پھیرا، اس وقت آپ کو کوئی رنج تھا اور آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنا ہاتھ الٹ پلٹ کر رہے تھے پھر ارشاد فرمایا: ”میں نے صحابہ کرام علیہم الرضوان کو دیکھا ہے، لیکن آج ان جیسا کوئی نظر نہیں آتا، وہ اس حال میں صبح کرتے کہ رنگ زرد ہوتا، بال بکھرے ہوتے اور چہرہ غبار آلود ہوتا، (رونے کی وجہ سے) ان کی آنکھوں کی درمیانی جگہ بکریوں کی رانوں کی طرح ہوتی، وہ حالت سجدہ و قیام میں قرآن مجید کی تلاوت کرتے ہوئے رات گزار دیتے، اپنی پیشانی اور پاؤں پر باری زور ڈالتے، صبح ہوتی تو اللہ عزوجل کا ذکر کرتے ہوئے اس طرح کانپتے جس طرح آندھی کے دن درخت ہلتا ہے اور ان کی آنکھوں سے آنسو بہتے حتیٰ کہ ان کے کپڑے گیلے ہو جاتے۔ اللہ عزوجل کی قسم! گویا میں ایسی قوم کے ساتھ ہوں جو غفلت میں رات گزارتے ہیں پھر آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کھڑے ہوئے اور اس کے بعد آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ہنستے ہوئے نہیں دیکھا گیا حتیٰ کہ ابن ملجم نے آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو شہید کر دیا۔“

امیر المؤمنین حضرت سیدنا عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب قرآن مجید کی کوئی آیت سنتے تو خوف کی وجہ سے بے ہوش ہو کر گر پڑتے اور کئی دن تک آپ کی عیادت کی جاتی۔ ایک دن آپ نے زمین سے ایک تنکا اٹھایا اور فرمایا: ”کاش! میں یہ تنکا ہوتا، کاش! میرا ذکر نہ ہوتا، کاش! مجھے میری ماں نہ جنتی، کاش! مجھے بھلا دیا گیا ہوتا۔“

حضرت سیدنا علی بن حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہما (یعنی امام زین العابدین) جب دھوکہ کرتے تو آپ کا رنگ زرد ہو جاتا، آپ سے گھر والے پوچھتے: ”وضو کرتے وقت آپ پر یہ کیفیت کیوں طاری ہو جاتی ہے؟“ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے: ”کیا تم جانتے ہو کہ میں کس کے سامنے کھڑا ہونے کا ارادہ کر رہا ہوتا ہوں؟“

منقول ہے، عرفہ کے دن حضرت سیدنا فضیل رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو اس حال میں دیکھا گیا کہ آپ گمشدہ بچے کی دل جلی ماں کی طرح رو رہے تھے جبکہ دیگر لوگ دعا مانگ رہے تھے یہاں تک کہ جب سورج غروب ہونے لگا تو آپ نے اپنی داڑھی کو پکڑا پھر آسمان کی طرف سر اٹھایا اور عرض کی: ”اگر تو مجھے بخش بھی دے تب بھی مجھے تجھ سے حیا آتی ہے۔“ پھر لوگوں کے ساتھ واپس تشریف لے گئے۔

حضرت سیدنا ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے ڈرنے والے لوگوں کے بارے میں پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا: ”ان کے دل خوف کی وجہ سے زخمی ہوتے ہیں اور آنکھیں روتی ہیں، وہ کہتے ہیں: ”ہم کیسے خوش ہو سکتے ہیں حالانکہ موت ہمارے پیچھے ہے، قبر ہمارے سامنے ہے، قیامت ہمارے وعدہ کی جگہ ہے، جہنم کے اوپر ہمارا راستہ ہے اور ہمیں اپنے رب عظیم کے سامنے کھڑا ہونا ہے۔“



حضرت سیدنا حماد علیہ رحمۃ اللہ الوہاب جب بیٹھتے تو قدموں کے بل بیٹھتے، آپ سے پوچھا جاتا: ”آپ اطمینان سے کیوں نہیں بیٹھتے؟“ تو آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ فرماتے: ”وہ امن والوں کا بیٹھنا ہے، چونکہ میں گناہ گار ہوں، اس لئے امن میں نہیں ہوں۔“

حضرت سیدنا عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: ”اللہ عزوجل نے اپنے بندوں کے دلوں میں جو غفلت ڈالی ہے تو یہ بھی اللہ عزوجل کی رحمت ہے کہ کہیں وہ اس کے خوف سے مرنہ جائیں۔“

منقول ہے، ایک انصاری نوجوان کو جہنم کا خوف لاحق ہوا، بنی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم تشریف لائے اور اسے گلے لگایا پس وہ فوت ہو کر گر پڑا، حضور نبی پاک، صاحب لولاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ”اپنے رفیق کے کفن و دفن کا انتظام کرو، جہنم کے خوف نے اس کے جگر کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا ہے۔“ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِالصَّوَابِ



## جہنم کی آگ سے حفاظت کیلئے

### ایک مضبوط دیوار

(۱)..... حضرت سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک عورت اپنے بچے کو لے کر حاضر ہوئی اور عرض کی: ”اے اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم! میرے لئے دعا کیجئے کیونکہ میں اپنے تین بچوں کو دفنا چکی ہوں۔“

نور کے پیکر، تمام نبیوں کے سرور، دو جہاں کے تاجور، سلطان بحر و بر صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ”کیا تو تین بچوں کو دفنا چکی ہے؟“ اس نے عرض کی: ”ہاں۔“ ارشاد فرمایا: ”بے شک تو نے اپنے لئے آگ سے حفاظت کیلئے ایک مضبوط دیوار تیار کر لی ہے۔“ (مسلم، کتاب البر والصلۃ، باب من یسوت لہ ولد الخ، رقم ۲۶۳۶، ص ۱۳۶)

ایک حدیث شریف میں یہ بھی ہے: ”جس مسلمان کے تین بچے بالغ ہونے سے پہلے مر جائیں اللہ عزوجل اپنی رحمت سے اسے اور ان بچوں کو جنت میں داخل فرمائے گا۔“ اور ایک روایت میں یوں ہے کہ ”جس کے تین بچوں کا انتقال ہو جائے وہ جنت میں داخل ہوگا۔“

(بخاری، کتاب الجنائز، باب ما قیل فی اولاد المسلمین الخ، رقم ۱۳۸۱، ج ۱، ص ۵۶۵)

## رُہد و فقر کا بیان

باب 34:

اللہ عَزَّوَجَلَّ کا فرمان عالیشان ہے:

يَا أَيُّهَا النَّاسُ أَنْتُمُ الْفُقَرَاءُ إِلَى اللَّهِ ج (ب ۲۲، فاطر: ۱۰) ترجمہ کنز الایمان: اے لوگو! تم سب اللہ کے محتاج۔

جاننا چاہئے! فقیر وہ ہے جو اُس چیز کا محتاج ہو جس کا وہ مالک نہ ہو اور تمام لوگ اللہ عَزَّوَجَلَّ کے فقیر ہیں کیونکہ وہ اپنے وجود کو قائم و دائم رکھنے میں اسی کے محتاج ہیں اور ان کے وجود کی ابتداء بھی اللہ عَزَّوَجَلَّ ہی سے ہے اور یہ چیز ان کی ملکیت میں نہیں، بلکہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کی ملکیت میں ہے، وہ غنی مُطلق ہے۔ اب ہم مال کے فقیر کا ذکر کرتے ہیں۔

### مال کا فقیر:

وہ شخص جس کے پاس زندگی گزارنے کے لئے مال نہ ہو۔

اس فقیر کی مختلف حالتیں ہیں۔

پہلی حالت: جب اس کے پاس مال آئے، تو وہ اسے ناپسند جانے اور اس سے دُور بھاگے، ایسا شخص زاہد ہے۔

دوسری حالت: یہ ہے کہ نہ تو وہ مال سے بھاگے اور نہ اس میں رغبت رکھے، لیکن جب مل جائے تو اسے ناپسند نہ

کرے، ایسا شخص راضی رہنے والا ہے۔

تیسری حالت: مال کے نہ ہونے کے مقابلے میں اس کا پانا جانا اسے پسند ہو جب وہ آسانی سے بلا محنت مل جائے،

لیکن اس کی طلب میں سر توڑ کوشش نہ کرے۔

چوتھی حالت: وہ مال کا طالب ہو، اس میں رغبت رکھتا ہو لیکن عاجز ہونے کی وجہ سے اس کی طلب چھوڑ دے۔

پانچویں حالت: اس کے پاس جو مال موجود نہ ہو اس کا محتاج ہو جیسے بھوکا شخص جس کے پاس روٹی نہ ہو اور برہنہ شخص

جس کے پاس اپنے لئے یا اہل و عیال کے لئے کپڑا نہ ہو اور ایسی حالت والا شخص اگر مال کی رغبت نہ رکھے تو یہ عجائب میں سے

ہے اور یہی حقیقی زاہد ہے۔

ان تمام احوال سے اعلیٰ حالت یہ ہے کہ انسان کے نزدیک مال کا ہونا یا نہ ہونا برابر ہو، خواہ اس کے پاس مال کم

ہو یا زیادہ، اسے کوئی پروا نہ ہو، وہ مال طلب کرنے والے کو محروم نہ رکھے اور نہ ہی اس کی اپنی ضرورت اس کے دل میں کھٹکے جس

طرح حضرت سیدتنا عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے بارے میں ہے، کہ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پاس ایک لاکھ درہم بطور عطیہ

آئے، آپ نے انہیں تقسیم کر دیا اور آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے دل میں افطار کے لئے کسی چیز کا خیال تک نہ آیا، حتیٰ کہ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی خادمہ نے عرض کی: ”اگر آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ہمارے لئے ایک درہم کا گوشت لے لیتیں، تو ہم اس سے روزہ افطار کر لیتے۔“ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے ارشاد فرمایا: ”اگر تم پہلے یاد دلا دیتی تو میں ایسا ہی کرتی۔“

### فقر کی فضیلت:

حضرت سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے، حضور نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے صحابہ کرام علیہم الرضوان سے استفسار فرمایا: ”لوگوں میں سے بہتر کون ہے؟“ انہوں نے عرض کی: ”وہ مال دار شخص جو اپنی جان اور مال میں سے اللہ عزوجل کا حق ادا کرتا ہے۔“ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ”یہ شخص اچھا ہے لیکن یہ شخص مراد نہیں، صحابہ کرام علیہم الرضوان نے عرض کی: ”یا رسول اللہ عزوجل و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم! پھر لوگوں میں سے کون سا شخص سب سے اچھا ہے؟“ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ”وہ فقیر جس کو اس کی جدوجہد عطا کی گئی۔“

(الکامل فی ضعفاء الرجال لابن عدی، الرقم ۱۰۶۶۔ عبد اللہ بن دینار، ج ۵، ص ۳۹۱)

مشہور حدیث پاک ہے، آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

تَدْخُلُ فُقَرَاءُ أُمَّتِي الْجَنَّةَ قَبْلَ أَغْنِيَاءِهِمْ بِخَمْسِ مِائَةِ عَامٍ.  
ترجمہ: میری امت کے فقراء مالدار لوگوں سے پانچ سو سال پہلے جنت میں داخل ہو جائیں گے۔

(جامع الترمذی، ابواب الزهد، باب ماجاء ان فقراء المهاجرين يدخلون..... الخ، الحدیث ۲۳۵۱، ص ۱۸۸۸، بتغییر قلیل)

مروی ہے کہ حضرت سیدنا عیسیٰ علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام ایک آدمی کے پاس سے گزرے جو مٹی پر سویا ہوا تھا اور اس کے سر کے نیچے اینٹ تھی، اس کا چہرہ اور داڑھی گرد آلود ہو چکی تھی اور اس نے ایک تہ بند باندھ رکھا تھا تو آپ علیہ السلام نے اللہ عزوجل کی بارگاہ میں عرض کی: ”اے میرے رب عزوجل! تیرا یہ بندہ دنیا میں ضائع ہو گیا۔“ اللہ عزوجل نے آپ علیہ السلام کی طرف وحی فرمائی: ”اے عیسیٰ (علیہ السلام)! کیا تم نہیں جانتے کہ جب میں اپنے بندے پر مکمل طور پر نظر رحمت فرماتا ہوں تو اس سے تمام دنیا سمیٹ لیتا ہوں۔“

اللہ کے محبوب، دانائے غیوب، منزہ عن العیوب عزوجل و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا فرمانِ محبت نشان ہے: ”بے شک مجھے دو چیزیں پسند ہیں، جس نے ان سے محبت کی، اس نے مجھ سے محبت کی اور جس نے ان سے بغض رکھا، اس نے مجھ سے بغض رکھا، ایک فقرا اور دوسرا جہاد۔“

وضاحت کی اور اگر سوال ایسی ضرورت یا حاجت کے لئے ہو، جس کے بغیر گزارہ نہیں، تو کوئی حرج نہیں لیکن یہ قریب خداوندی کے درجے کو کم کر دیتا ہے۔

حضرت سیدنا ابراہیم بن ادہم علیہ رحمۃ اللہ الاکم نے حضرت سیدنا شفیق بلخی علیہ رحمۃ اللہ القوی سے دریافت فرمایا: ”جب آپ خراسان سے تشریف لائے تو اپنے فقراء دوستوں کو کس حال میں چھوڑا؟“ انہوں نے جواب دیا: ”میں نے ان کو اس حال میں چھوڑا، کہ اگر انہیں دیا جائے تو شکر ادا کرتے ہیں اور اگر نہ دیا جائے تو صبر کرتے ہیں۔“ جب انہوں نے ان کا وصف یوں بیان کیا، کہ وہ سوال نہیں کرتے اور ان کی حضرت سیدنا ابراہیم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے پاس تعریف کی، تو حضرت سیدنا ابراہیم بن ادہم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ان سے فرمایا: ”میں نے تو بلخ کے کتوں کو اس طرح چھوڑا ہے؟“ حضرت سیدنا شفیق رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے پوچھا: ”اے ابواسحاق! آپ کے ہاں کے فقراء کس حال میں ہیں؟“ انہوں نے فرمایا: ”ہمارے فقراء کا حال یہ ہے کہ اگر ان کو نہ دیا جائے تو شکر ادا کرتے ہیں اور اگر دیا جائے، تو دوسروں کو اپنے اوپر ترجیح دیتے ہیں۔“ حضرت سیدنا شفیق نے ان کے سر کو ہوسہ دے کر فرمایا: ”یا شیخ! آپ نے سچ فرمایا۔“

### خیر خواہی کا انوکھا انداز:

جاننا چاہئے! بعض اوقات بعض لوگوں کے ایسے احوال ہوتے ہیں کہ ان کے لئے سوال کرنا سوال نہ کرنے سے زیادہ فضیلت کا باعث ہوتا ہے جیسا کہ منقول ہے کہ بعض لوگوں نے حضرت سیدنا ابوالحسنین نوری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو کسی جگہ ہاتھ پھیلا کر لوگوں سے مانگتے ہوئے دیکھا، راوی فرماتے ہیں: مجھے یہ بات گراں گزری، پس میں نے حضرت سیدنا جنید بغدادی علیہ رحمۃ اللہ الہادی سے یہ بات ذکر کی تو انہوں نے ارشاد فرمایا: ”یہ بات تجھے ناگوار نہ ہو، بے شک حضرت سیدنا نوری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ انہی لوگوں کو دینے کے لئے ان سے سوال کرتے ہیں، وہ ان سے اس لئے سوال کرتے ہیں تاکہ انہیں آخرت میں ثواب ملے اور وہ بغیر کسی کمی کے اجر پائیں گویا انہوں نے سرکارِ مدینہ، قرآنِ قلب سینہ، باعثِ نزولِ سکینہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے اس فرمان کی طرف اشارہ فرمایا۔“

”يَذُ الْمُعْطَىٰ هِيَ الْعُلْيَا“ ترجمہ: دینے والے کا ہاتھ اوپر ہوتا ہے۔“ (المعجم الكبير، الحديث ۱۳۸۴، ج ۲، ص ۸۵)

بعض علماء کرام یہ بھی ارشاد فرماتے ہیں: ”دینے والے کے ہاتھ سے مراد مال لینے والے کا ہاتھ ہے کیونکہ اسی (لینے والے) کی وجہ سے ثواب ملتا ہے اور قدر اسی کی ہے، جو کچھ وہ لیتا ہے اس کی قدر نہیں۔“

پھر حضرت سیدنا جنید رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ترازو منگوایا اور ایک سو درہم تولے، پھر ایک مٹھی مزید درہم لے کر ان میں ملا دیئے اور فرمایا: ”یہ حضرت سیدنا نوری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے پاس لے جاؤ۔“ میں نے دل میں سوچا کہ کسی چیز کو اس لئے تو لا جاتا ہے

کہ اس کی مقدار معلوم ہو لیکن انہوں نے کس طرح اس میں مجہول چیز (یعنی مٹھی بھر درہم) کو ملا دیا، حالانکہ یہ تو دانا آدمی ہیں؟ لیکن مجھے یہ سوال کرتے ہوئے حیا محسوس ہوئی اور میں وہ تھیلی لے کر حضرت سیدنا نوری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے پاس گیا، تو انہوں نے بھی ترازو منگوایا اور ایک سو درہم تولے اور فرمایا: ”یہ ان کے پاس واپس لے جاؤ اور کہنا: میں تم سے کچھ بھی قبول نہیں کرتا اور جو سو سے زائد تھے وہ رکھ لئے۔“ راوی کہتے ہیں: ”مجھے ان کے اس عمل سے مزید تعجب ہوا، چنانچہ میں نے ان سے پوچھا تو انہوں نے فرمایا: ”حضرت سیدنا جنید رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ عقلمند آدمی ہیں، وہ رسی کے دونوں سرے خود ہی پکڑنا چاہتے ہیں، انہوں نے ایک سو اپنے فائدے کے تولے، تاکہ آخرت کا ثواب ہو اور ایک مٹھی بلا وزن اللہ عزوجل کے لئے ڈال دیئے تو جو کچھ اللہ عزوجل کے لئے تھا میں نے وہ لے لیا اور جو کچھ انہوں نے اپنے لئے رکھا تھا، میں نے واپس کر دیا۔“ راوی فرماتے ہیں: میں نے وہ درہم حضرت سیدنا جنید رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو واپس کر دیئے، تو آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ رونے لگے پھر فرمایا: ”انہوں نے اپنا مال لے لیا اور ہمارا مال واپس کر دیا اور اللہ عزوجل ہی سے مدد مانگی جاتی ہے۔“

اے اسلامی بھائی! دیکھ! ہمارے اسلاف کے دل اور احوال کتنے صاف تھے اور ان کے اعمال کس طرح اللہ عزوجل کے لئے خالص تھے یہاں تک کہ ان میں سے ہر ایک دوسرے کے دل کو دیکھ لیتا تھا اور زبان سے کچھ کہنے کی ضرورت نہیں پڑتی تھی۔

## زُہد کا بیان

زہد کیا ہے؟

زہد کی حقیقت یہ ہے کہ رغبت کو ایک چیز سے پھیر کر کسی دوسری چیز کی طرف متوجہ کیا جائے، پس جو شخص فضول دنیا کو چھوڑ دے اور اس کی بجائے آخرت کی طرف راغب ہو، تو وہ شخص دنیا میں زاہد ہے اور زہد کا بلند درجہ یہ ہے کہ انسان اللہ عزوجل کے علاوہ ہر چیز حتیٰ کہ آخرت سے بھی اعراض کرے اور زاہد کے لئے اس بات کا علم ہونا ضروری ہے، کہ آخرت دنیا سے بہتر ہے اور اس عمل کا ہونا ضروری ہے، جو اس سے اس حال میں صادر ہو اور یہی آخرت میں مکمل رغبت ہے اور عمل دل اور اعضاء کی حفاظت کے ساتھ ان معاملات میں قیمت کو سپرد کرنے کا نام ہے، جو اس بیع کے منافی ہوں اور زہد کی فضیلت پر کئی آیات اور احادیث دلالت کرتی ہیں۔ چنانچہ، اللہ عزوجل کا فرمان عالیشان ہے:

﴿إِنَّا جَعَلْنَا مَا عَلَى الْأَرْضِ زِينَةً لِّهَا لِنَبْلُوَهُمْ أَيُّهُمْ أَحْسَنُ عَمَلًا﴾ (بہ ۱۰، الکہف: ۷)

ترجمہ کنز الایمان: بے شک ہم نے زمین کا سنا کر کیا جو کچھ اس پر ہے کہ انہیں آزمائیں ان میں کس کے کام بہتر ہیں۔

﴿۲﴾ مَنْ كَانَ يُرِيدُ حَرْثَ الْآخِرَةِ نَزِدْ لَهُ فِي حَرْثِهِ، وَمَنْ كَانَ يُرِيدُ حَرْثَ الدُّنْيَا نُؤْتِهِ مِنْهَا وَمَا لَهُ فِي الْآخِرَةِ مِنْ نَصِيبٍ ۝ (ب، ۲۵، الشوری: ۲۰)

ترجمہ کنز الایمان: جو آخرت کی کھیتی چاہے ہم اس کے لئے اس کی کھیتی بڑھائیں اور جو دنیا کی کھیتی چاہے ہم اسے اس میں سے کچھ دیں گے اور آخرت میں اس کا کچھ حصہ نہیں۔

شہنشاہ مدینہ، قرار قلب و سینہ، صاحب معطر پینہ، باعث نزل سکینہ، فیض گنجینہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان نصیحت نشان ہے: ”جو شخص اس حال میں صبح کرے کہ اسے دنیا ہی کی فکر ہو اللہ عزوجل اس کے کام منتشر کر دیتا ہے اور اس کا سامان متفرق کر دیتا ہے، اس کی تنگدستی اس کے سامنے کر دیتا ہے اور دنیا تو اسی قدر آئے گی، جو اس کی تقدیر میں لکھی ہے اور جو اس حال میں صبح کرے کہ اس کو آخرت کی فکر ہو اللہ عزوجل اس کے کام درست فرما دیتا ہے، اس کے سامان کی حفاظت فرماتا اور اس کے دل میں دنیا سے بے رغبتی ڈال دیتا ہے نیز اس کے پاس دنیا ذلیل ہو کر آتی ہے۔“

(سنن ابن ماجہ، ابواب الزہد، باب الہم بالدنیا، الحدیث ۴۱۰۵، ص ۲۷۲۶، بتغییر قلیل)

نبی کریم، رؤوف رحیم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان حکمت نشان ہے: ”جب تم کسی شخص کو دیکھو کہ اسے خاموشی اور دنیا سے بے رغبتی عطا کی گئی ہے تو اس کے قریب ہو جاؤ کیونکہ اسے حکمت عطا کی گئی ہے۔“

(سنن ابن ماجہ، ابواب الزہد، باب الزہد فی الدنیا، الحدیث ۴۱۰۱، ص ۲۷۲۶، بتغییر قلیل)

سرکار مدینہ، راحت قلب و سینہ، سلطان باقرینہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان محبت نشان ہے:

انْ أَرَدْتَ أَنْ يُحِبَّكَ اللَّهُ فَارْزُقْ فِي الدُّنْيَا. ترجمہ: اگر تم چاہتے ہو کہ اللہ عزوجل تم سے محبت کرے تو دنیا میں زہد اختیار کرو۔

(سنن ابن ماجہ، ابواب الزہد، باب الزہد فی الدنیا، الحدیث ۴۱۰۲، ص ۲۷۲۶، مفہوماً)

جب حضرت سیدنا حارثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بارگاہ رسالت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم میں عرض کی: ”میں سچا مومن ہوں۔“ تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے استفسار فرمایا: ”تمہارے ایمان کی حقیقت کیا ہے؟“ انہوں نے عرض کی: ”میں نے اپنے نفس کو دنیا سے علیحدہ کر دیا ہے، پس میرے نزدیک اس (دنیا) کا سونا اور پتھر برابر ہیں، گویا میں جنت اور دوزخ کے مابین ہوں اور گویا میں اپنے رب عزوجل کے عرش کے پاس کھڑا ہوں۔“ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ”تم نے (ایمان کی حقیقت کو) پہچان لیا، پس اس کو لازم پکڑنا (پھر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت سیدنا حارثہ کے متعلق فرمایا) یہ ایسا بندہ ہے جس کے دل کو اللہ عزوجل نے نور ایمان سے متور کر دیا۔“

(الزہد الکبیر للبیہقی، الحدیث ۹۷۳، ص ۳۵۵، مفہوماً)

## لفظ شرح کا معنی:

جب سرکارِ مدینہ، قرارِ قلبِ سینہ، باعثِ نزولِ سیکینہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے اللہ عزَّوَجَلَّ کے ان فرامینِ مبارکہ، ﴿۱﴾ اَفَمَنْ شَرَحَ اللّٰهُ صَدْرَهُ لِلسَّلَامِ فَهُوَ عَلٰی نُوْرٍ مِّنْ رَّبِّهِ (پ ۲۳، المر: ۲۲) ترجمہ کنز الایمان: تو کیا وہ جس کا سینہ اللہ نے اسلام کے لئے کھول دیا تو وہ اپنے رب کی طرف سے نور پر ہے۔ ﴿۲﴾ فَمَنْ يُرِدِ اللّٰهُ اَنْ يُّهْدِيَهُ يَشْرَحْ صَدْرَهُ لِلسَّلَامِ (پ ۸، الانعام: ۱۲۵) ترجمہ کنز الایمان: اور جسے اللہ راہ دکھانا چاہے اس کا سینہ اسلام کے لئے کھول دیتا ہے۔“

میں موجود لفظ ”شَرَحَ“ کے معنی پوچھے گئے تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ”بے شک نور جب دل میں داخل ہوتا ہے تو اس کے لئے سینہ کشادہ ہو جاتا ہے اور وہ کھل جاتا ہے، عرض کی گئی: ”یا رسول اللہ عزَّوَجَلَّ و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم! کیا اس کی کوئی علامت بھی ہے؟“ تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ”ہاں دھوکے والے گھر (یعنی دنیا) سے کنارہ کشی اختیار کرنا اور ہمیشہ والے گھر کی طرف متوجہ ہونا، نیز موت آنے سے پہلے اس کی تیاری کرنا۔“

(المستدرک، کتاب الرقاق، باب أعلام النور فی الصدور، الحدیث ۷۹۳۳، ج ۵، ص ۴۴۲، بتغییر قلیل)

حضرت سیدنا جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں، حضور نبی پاک، صاحبِ کولاک، سیاحِ افلاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ہمیں خطبہ دیتے ہوئے ارشاد فرمایا: ”جو شخص کَلِمَةُ طَيِّبَةٍ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ (مُحَمَّدٌ رَسُوْلُ اللَّهِ) پر ایمان رکھتے ہوئے آیا اور اس کے ساتھ کچھ اور نہ ملایا وہ جنت میں داخل ہوگا۔“ امیر المؤمنین حضرت سیدنا علی المرتضیٰ کرم اللہ تعالیٰ وَجْهَهُ الْكَرِيمُ نے عرض کی: ”میرے ماں باپ آپ پر قربان! یا رسول اللہ عزَّوَجَلَّ و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم! کچھ اور ملانے سے کیا مراد ہے؟ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ہمیں واضح طور پر بیان فرمائیں؟“ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے اس کی وضاحت کرتے ہوئے ارشاد فرمایا: ”اس سے مراد دنیا کی محبت، اس کی طلب اور اس کی اتباع کرنا ہے اور کچھ لوگ ایسے ہیں جو انبیاء کرام علیہم السلام کی باتوں جیسی باتیں کرتے ہیں لیکن اعمال ظالموں جیسے کرتے ہیں، پس جو شخص کَلِمَةُ طَيِّبَةٍ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ (مُحَمَّدٌ رَسُوْلُ اللَّهِ) پر ایمان رکھتے ہوئے آیا اور اس (کے اعمال) میں ظالموں کے اعمال میں سے کچھ نہ ہو تو اس کے لئے جنت واجب ہوگئی۔“

(الکامل فی ضعفاء الرجال لابن عدی، الرقم ۱۷۷۵۔ محمد بن عبد الرحمن، ج ۷، ص ۵۵۰)

حضور نبی کریم، رءوف رحیم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا فرمانِ عالیشان ہے: ”سخاوت یقین میں سے ہے اور کوئی یقین والا

دوزخ میں نہیں جائے گا اور بخلِ شک میں سے ہے اور شک کرنے والا جنت میں داخل نہ ہوگا۔“

## زہد کے درجات:

زہد کے تین درجات ہیں۔

پہلا درجہ: یہ ہے کہ انسان تکلف کے ساتھ دنیا سے بے رغبتی اختیار کرے اور اپنی خواہشات کے باوجود اسے ترک کرنے کی کوشش کرے، تو ایسا شخص مُتَزَهِّد ہے اور ہو سکتا ہے وہ اس پر مداومت اختیار کر کے زہد کو پالے۔

دوسرا درجہ: یہ ہے کہ وہ اپنی خوشی سے دنیا سے بے رغبتی اختیار کرے یعنی وہ جس چیز کی طمع کر رہا ہے اس کی نسبت سے دنیا کو حقیر جانے جیسے کوئی شخص دو درہم کے لئے ایک درہم چھوڑ دیتا ہے اور یہ چیز اس پر دشوار نہیں ہوتی لیکن اس کی توجہ دنیا اور اپنے نفس کی طرف بھی رہتی ہے (یعنی وہ خیال کرتا ہے کہ اس نے بڑی اہم چیز کو چھوڑا ہے) اور یہ بھی زہد ہے، لیکن اس میں نقصان کا اندیشہ ہے۔

تیسرا درجہ: سب سے اعلیٰ ہے اور وہ یہ کہ بندہ خوشی سے زہد اختیار کرے اور اپنے زہد میں مبالغہ اختیار کرے اور یہ خیال نہ کرے کہ اس نے کوئی چیز چھوڑی ہے اس لئے کہ وہ جانتا ہے کہ دنیا کوئی چیز نہیں اس کی مثال اس شخص کی ہے، جس نے پتھر کو چھوڑا اور موتی لے لیا، پس وہ اس چیز کو اس کا بدلہ نہیں سمجھتا اور دنیا کی آخرت کے مقابلے میں کوئی اہمیت نہیں۔

حضرت سیدنا ابو یزید علیہ رحمۃ اللہ الوحید نے حضرت سیدنا ابو موسیٰ عبدالرحمن علیہ رحمۃ اللہ الممتان سے پوچھا: ”آپ کس چیز کے متعلق گفتگو کر رہے ہیں؟“ انہوں نے جواب دیا: ”زہد کے بارے میں۔“ آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے پوچھا: ”کس چیز میں زہد؟“ جواب دیا: ”دنیا میں“ (یہ سن کر) حضرت سیدنا ابو یزید علیہ رحمۃ اللہ الوحید نے ہاتھ جھٹڑتے ہوئے فرمایا: ”میرا خیال تھا کہ آپ کسی چیز کے بارے میں گفتگو کر رہے ہوں گے، دنیا تو کوئی چیز ہی نہیں جس میں زہد اختیار کیا جائے۔“

اہل معرفت اور مشاہدات و مکاشفات سے معمور دل رکھنے والوں کے نزدیک آخرت کے لئے دنیا کو ترک کرنے والے کی مثال اس شخص کی ہے، جو بادشاہ کے دربار میں جانا چاہتا ہے، لیکن دروازے پر موجود کتا اسے روک لیتا ہے، وہ اس کے سامنے روٹی کا ایک لقمہ ڈالتا ہے تو وہ اس میں مشغول ہو جاتا ہے، اور وہ خود دروازے میں داخل ہو جاتا ہے اور بادشاہ کا قرب حاصل کر لیتا ہے یہاں تک کہ اس کا حکم تمام مملکت میں نافذ ہونے لگتا ہے تو تمہارا کیا خیال ہے کہ کیا وہ اپنے حاصل کئے ہوئے مقام کے مقابلے میں اس لقمے کو زیادہ اہمیت دے گا، جو اس نے کتے کے سامنے ڈالا؟ شیطان بھی اللہ عزوجل کے دروازے پر ایک کتا ہے، جو لوگوں کو داخل ہونے سے روکتا ہے، حالانکہ دروازہ کھلا اور پردہ اٹھا ہوا ہے۔ اور دنیا روٹی کے ایک لقمے کی طرح ہے، اگر تم اسے کھاؤ تو اس کی لذت صرف چبانے کی حد تک ہے، پھر نکلتے ہی لذت ختم ہو جائے گی، پھر اس کا بوجھ معدے میں باقی رہتا ہے اور بدبو کی شکل اختیار کر لیتا ہے، پھر اس بوجھ کو نکالنے کی ضرورت پڑتی ہے۔ پس جو شخص اسے بادشاہ کا قرب حاصل



رنے کے لئے ترک کرتا ہے، تو وہ اس کی طرف کیسے متوجہ ہوگا؟ اور دنیا جو کسی شخص کو صحیح و سلامت حاصل ہوتی ہے آخرت کے مقابلے میں اس کی وہ نسبت بھی نہیں جو ایک لقمے کو دنیوی ملک کے ساتھ حاصل ہے، کیونکہ جس کی کوئی انتہاء ہو اسے غیر متناہی چیز سے کوئی نسبت نہیں اور دنیا عنقریب ختم ہونے والی ہے، اگرچہ اس کی عمر لاکھ سال ہو جائے اور وہ کدورتوں سے بالکل صاف ہو جائے پھر بھی اس کا انجام زوال ہی ہے۔

اے اسلامی بھائی! جب تو نے یہ بات جان لی تو یہ بھی جان لو! اعلیٰ درجہ یہ ہے کہ تم رضائے الہی عزوجل کے لئے اس کے سوا ہر چیز سے بے رغبت ہو جاؤ اور یہ چیز اللہ عزوجل (کے دیدار) کی لذت اور اس کے سوا ہر نعمت سے زہد اختیار کرنے کی معرفت سے حاصل ہوتی ہے۔ پس تمہیں چاہئے کہ اپنی ضرورت کے مطابق کھانا، لباس، نکاح اور رہائش اختیار کرو، جس سے تمہارے بدن کا گزارہ ہو اور تم اپنا دفاع کر سکو، یہی حقیقی زہد ہے۔ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ۔



## دنیا کی چھ چیزیں اور ان کی حقیقت

امیر المؤمنین حضرت سیدنا علی المرتضیٰ عظمیٰ اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم نے ارشاد فرمایا: ”دنیا چھ چیزوں پر مشتمل ہے (۱) غذا (۲) مشروب (۳) لباس (۴) سواری (۵) نکاح اور (۶) خوشبو۔ (۱)..... سب سے اعلیٰ غذا شہد ہے اور وہ مکھیوں کا لعاب ہے۔ (۲)..... سب سے اعلیٰ مشروب پانی ہے اور اس میں نیک، بد، انسان اور حیوان سب برابر ہیں۔ (۳)..... سب سے اعلیٰ لباس ریشم ہے اور وہ کیڑے سے بنایا جاتا ہے۔ (۴)..... سب سے اعلیٰ سواری گھوڑا ہے اور اس پر مردوں کو قتل کیا جاتا ہے۔ (۵)..... نکاح میں سے سب اعلیٰ نعمت عورت سے صحبت کرنا ہے اور وہ شرم گاہ کا شرم گاہ میں جانا ہے۔ اور عورت اپنے بدن میں اچھے اعضا کو سنوارتی ہے، لیکن اس سے ارادہ سب سے بری چیز کا کیا جاتا ہے اور (۶)..... سب سے اعلیٰ خوشبو مشک ہے اور وہ ہرن کا خون ہے۔“ (الزهد وقصر الامل (مترجم)، ص ۷۹، مطبوعہ مکتبۃ المدینہ)

## توحید اور توکل کا بیان

باب 35:

### توکل کا بیان:

اس کی فضیلت آیاتِ کریمہ و احادیثِ مبارکہ سے سمجھی جاسکتی ہے، اللہ عزوجل کا ارشاد حقیقت بنیاد ہے:

﴿۱﴾ وَعَلَى اللَّهِ فَتَوَكَّلُوا إِن كُنْتُمْ مُؤْمِنِينَ ﴿ب۶، المائدة: ۲۳﴾ ترجمہ کنزالایمان: اور اللہ ہی پر بھروسہ کرو اگر تمہیں ایمان ہے۔

﴿۲﴾ وَمَنْ يَتَوَكَّلْ عَلَى اللَّهِ فَهُوَ حَسْبُهُ ﴿ب۲۸، الطلاق: ۳﴾ ترجمہ کنزالایمان: اور جو اللہ پر بھروسہ کرے تو وہ اسے کافی ہے۔

﴿۳﴾ إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ الْمُتَوَكِّلِينَ ﴿ب۴، آل عمران: ۱۵۹﴾ ترجمہ کنزالایمان: بے شک توکل والے اللہ کو پیارے ہیں۔

حضرت سیدنا عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے۔ کہ نبی مکرمؐ، نور مجسمؐ، رسول اکرمؐ، شہنشاہ بنی آدم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا فرمانِ عالیشان ہے: ”میں نے حج کے موسم میں تمام امتوں کو دیکھا، پس میں نے اپنی امت کو دیکھا کہ انہوں نے میدانوں اور پہاڑوں کو گھیر رکھا ہے، مجھے ان کی کثرت اور انداز نے تعجب میں ڈال دیا، مجھ سے پوچھا گیا: ”کیا آپ اس بات پر راضی ہیں؟“ میں نے کہا: ”میں راضی ہوں۔“ پوچھا گیا: ”ان کے ساتھ مزید ستر ہزار ہیں جو کسی حساب کے بغیر جنت میں داخل ہوں گے۔“ حضور نبی کریمؐ، رؤوف رحیم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں عرض کیا گیا: ”وہ کون لوگ ہیں؟“ ارشاد فرمایا: ”جو جسم نہیں دانتے، نہ فال لیتے ہیں اور نہ ہی تعویذات (یعنی ممنوع تعویذات) استعمال کرتے ہیں اور اپنے رب عزوجل پر بھروسہ کرتے ہیں۔“ حضرت سیدنا عکاشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کھڑے ہو گئے اور عرض کی: ”یا رسول اللہ عزوجل صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم! اللہ عزوجل کی بارگاہ میں دعا فرمائیے کہ مجھے بھی ان میں کر دے۔“ چنانچہ نبی رحمتؐ، قاسم نعمت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے دعا مانگی: ”یا اللہ عزوجل! اسے بھی ان لوگوں میں سے کر دے۔“ ایک دوسرے صحابی نے کھڑے ہو کر عرض کی: ”میرے لئے بھی دعا فرمائیے کہ اللہ عزوجل مجھے بھی ان میں سے کر دے۔“ تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ”عکاشہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) تم پر سبقت لے گئے۔“

(الاحسان بترتیب صحیح ابن حبان، کتاب الرقاء و التمانم، الحدیث ۶۰۵۲، ج ۷، ص ۶۲۸، رأیت الأمم: بدلتہ: عرضت علی الأمم)

نور کے پیکر، تمام نبیوں کے سرور، دو جہاں کے تاجور، سلطان بحر و بر صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا فرمانِ عظمت نشان ہے: ”اگر تم اللہ عزوجل پر اس طرح بھروسہ کرو جیسے اس پر بھروسہ کرنے کا حق ہے، تو وہ تمہیں اس طرح رزق عطا فرمائے گا جیسے پرندے کو عطا فرماتا ہے کہ وہ صبح کے وقت خالی پیٹ نکلتا اور شام کو سیر ہو کر لوٹتا ہے۔“

(جامع الترمذی، ابواب الزهد، باب فی التوکل علی اللہ، الحدیث ۲۳۴۴، ص ۱۸۸۷)

جب حضرت خواص رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اللہ عزوجل کا یہ فرمان ”وَتَوَكَّلْ عَلَى الْحَيِّ الَّذِي لَا يَمُوتُ“ (پ ۱۹، الفرقان:

(۵۸) ترجمہ کنز الایمان: اور بھروسہ کرو اس زندہ پر جو کبھی نہ مرے گا۔ پڑھا تو ارشاد فرمایا: ”اس آیت کے بعد کسی بندے کے لئے مناسب نہیں کہ وہ اللہ عزوجل کے سوا کسی سے پناہ لے۔“

## حقیقت توحید اور اس کے درجات کا بیان

توحید تو کُل کی اصل ہے:

جاننا چاہئے! توحید کے معنی کی وضاحت ”لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ“ (یعنی اللہ عزوجل کے سوا کوئی معبود نہیں، وہ یکتا ہے، اس کا کوئی شریک نہیں) سے ہوتی ہے اور قدرت پر ایمان کی ترجمانی ”لَهُ الْمُلْكُ“ (یعنی اسی کی بادشاہت ہے) سے ہوتی ہے اور اللہ عزوجل کے جو دو حکمت پر ”وَلَهُ الْحَمْدُ“ (یعنی اسی کی لئے تمام خوبیاں ہیں) دلالت کرتا ہے پس جس شخص کے دل پر اس جملہ کا معنی غالب ہو تو وہ مُتَوَكِّل بن جاتا ہے۔ ان تمام کی اصل توحید ہے۔

### مراتب توحید:

توحید کے چار مراتب ہیں، اخروٹ کی طرح اس کے چار حصے ہیں، جیسے (۱) مغز (۲) مغز کا مغز (۳) چھلکا اور (۴)

چھلکے کا چھلکا۔

پہلا مرتبہ: یہ ہے کہ انسان چھلکے کے چھلکے کی طرح صرف اپنی زبان سے ”لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ“ کہے، یہ منافقین کا ایمان ہے، ہم اللہ عزوجل کی پناہ طلب کرتے ہیں۔

دوسرا مرتبہ: یہ ہے کہ انسان دل سے کلمہ کے معنی کی تصدیق کرے اور یہ عام مسلمانوں کا ایمان ہے۔

تیسرا مرتبہ: یہ ہے کہ انسان کشف کے ذریعے ایمان کا مشاہدہ کرے اور یہ مقربین کا مقام ہے اور اس کی صورت یہ ہے کہ وہ کثرت اسباب دیکھے لیکن ان سب کو خدائے واحد عزوجل کی طرف سے سمجھے۔

چوتھا مرتبہ: یہ ہے کہ بندہ صرف اللہ تعالیٰ کی جستجو میں رہے، یہ صدیقین کا مشاہدہ ہے، صوفیاء کرام کی اصطلاح میں اسے فَنَافِي التَّوْحِيدِ کہتے ہیں اور اس کی حالت یہ ہوتی ہے کہ وہ باطن کے توحید میں مستغرق ہونے کی وجہ سے اپنے آپ کو بھی نہیں دیکھتا، حضرت سیدنا ابو یزید علیہ رحمۃ اللہ الجید کے فرمان کہ ”مجھے اپنی یاد بھلا دی گئی“ سے یہی مراد ہے۔

یا امام محمد بن محمد غزالی علیہ رحمۃ اللہ الوالی احیاء علوم الدین میں اس کے بعد تحریر فرماتے ہیں: ”اخروٹ کے اوپر دو چھلکے ہوتے ہیں، اس کے اندر ایک مغز ہوتا ہے اور اس میں تیل ہوتا ہے جو مغز کا مغز ہے۔ (احیاء علوم الدین، ج ۴، ص ۲۰۴)

## ان مراتب کی تفصیل:

پہلا مرتبہ صرف زبان سے توحید کا اقرار کرنے والے کا ہے اور اس کا مقصد تکواروں سے بچنا اور جان و مال کی حفاظت کا فائدہ حاصل کرنا ہوتا ہے، جیسا کہ نبی اکرم، نور مجسم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا فرمانِ عالیشان ہے: "فَإِذَا قَالُوا هَا عَصَمُوا مِنِّي دِمَانَهُمْ وَأَمْوَالَهُمْ تَرَجَمَ: جب وہ زبان سے اس (کلمہ) کا اقرار کر لیں گے، تو وہ اپنی جان اور مال مجھ سے محفوظ کر لیں گے۔"

(جامع الترمذی، ابواب تفسیر القرآن، باب ومن سورة الغاشية، الحدیث ۳۳۴۱، ص ۱۹۹۵)

دوسرا مرتبہ اس مؤجد کا ہے جو دل سے کلمہ کے معنی کا اعتقاد رکھتا ہے اور اس میں شک نہیں کرتا لیکن اس کا باطن کشادہ نہیں۔ اگر وہ اس حالت پر فوت ہو جائے اور گناہوں پر مؤانظت کی وجہ سے اس کیفیت میں کمزوری پیدا نہ ہوئی ہو، تو وہ آخرت کے عذاب سے بچ جائے گا اور بدعتی کا مکر (لوگوں کے دلوں پر لگی) عقیدہ توحید کی گرہ کو کھولنا ہے جبکہ (علم کلام کے ذریعے بدعتی کے مکر و فریب سے بچانے والے) متکلم کی تدبیر دل کی گرہ کو مضبوط کر کے باندھنا ہے۔

تیسرا مرتبہ اس مؤجد کا ہے، جس کا سینہ اس کے لئے کھول دیا جاتا ہے اور وہ کثرتِ اسباب کے باوجود ایک ہی ذات کا مشاہدہ کرتا ہے اور جانتا ہے کہ ان اسباب کا صدور اسی وحدۃ لا شریک سے ہی ہے۔

چوتھا مرتبہ اس مؤجد کا ہے جس کے سامنے اور دل میں صرف ایک ذات ہوتی ہے، وہ تمام واسطوں اور اپنے آپ سے بے نیاز ہوتا ہے اور یہی حالت سب سے اعلیٰ ہے، یہ اخروٹ کے مغز سے نکلنے والے تیل کی طرح ہے۔

چوتھے مرتبے کے بارے میں گفتگو کرنے کی ضرورت نہیں ہمارا کلام تو تیسرے میں ہے اور یہ وہ مؤجد ہے جو ایک ہی ذات کو دیکھتا اور سمجھتا ہے کہ ہر شے کا صدور اسی ذاتِ واحد سے ہے، پس اس وقت اس کا دل اللہ عزوجل کے نور سے چمکنے لگتا ہے، جیسا کہ اللہ عزوجل کا فرمانِ ذیشان ہے:

أَفَمَنْ شَرَحَ اللَّهُ صَدْرَهُ لِلْإِسْلَامِ فَهُوَ عَلَى  
نُورٍ مِّن رَّبِّهِ ط (ب ۲۳، الزمر: ۲۲)

اعتراض: جس شخص کا دل نور الہی عزوجل سے منور نہ ہو وہ کہتا ہے چوتھے مرتبے والا مؤجد ہر چیز کو ایک کیسے سمجھتا ہے جبکہ وہ زمین و آسمان میں اسباب اور اعداد کی کثرت دیکھتا ہے؟

جواب: جاننا چاہئے! ان اسرار کو ظاہر کرنا ممکن نہیں کیونکہ بعض اہل معرفت نے فرمایا کہ ربوبیت کے رازوں کو ظاہر کرنا کفر ہے، ہاں! یہ بتانا ممکن ہے کہ کثرت کو عقل سے دیکھنا مشکل ہے۔ اس اعتراض کا جواب یہ ہے کہ ایک شے ایک اعتبار

سے کثیر ہو سکتی ہے اور ایک اعتبار سے قلیل۔ جس طرح انسان اپنے اجزاء کے اعتبار سے تو کثیر ہے لیکن اپنی حیثیت کے اعتبار سے وہ شخص واحد ہی ہے، وہ ایک کو دیکھتے ہیں جس میں کوئی عدد نہیں، اسی طرح خالق اور مخلوق میں سے ہر موجود کے کئی اعتبارات ہیں، ایک اعتبار سے واحد ہے اور مختلف اعتبارات سے کثیر۔ مثال کے طور پر انسان کو ہی لے لیجئے اگرچہ یہ مقصد غرض کے مطابق تو نہیں لیکن اس سے اس بات کی آگاہی ہو جاتی ہے کہ یہ ایک اعتبار سے کثیر اور ایک اعتبار سے واحد ہے اور اسی بات کی طرف حضرت سیدنا حسین بن منصور حلاج علیہ رحمۃ اللہ الرزاق نے اشارہ فرمایا، جب انہوں نے حضرت سیدنا خواص رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو دیکھا کہ وہ اکثر سفر میں رہتے ہیں تو پوچھا: ”آپ کیا کرتے ہیں؟“ انہوں نے جواب دیا: ”سفر میں رہتا ہوں تاکہ توکل میں اپنی حالت کو صحیح کر سکوں۔“ تو حضرت سیدنا حسین بن منصور رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا: ”تو نے اپنے باطن کی تعمیر میں زندگی خرچ کر دی بتاؤ فنا فی التوحید میں کہاں ہو؟“

حضرت سیدنا خواص رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ تیسرے مقام پر فائز تھے تو حضرت سیدنا منصور رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ان سے چوتھے مقام کی طرف بڑھنے کا مطالبہ کیا۔ اگر آپ سوال کریں کہ آپ چوتھے مقام کی تشریح نہیں کر سکتے تو تیسرے مقام ہی کی وضاحت کر دیں؟ تو میں یہ جواب دوں گا: جاننا چاہئے! اللہ عزوجل کے سوا کوئی خالق نہیں اور اس کی اجازت کے بغیر زمین و آسمان کا ایک ذرہ بھی حرکت نہیں کرتا اور فقر، غناء، موت اور زندگی اللہ عزوجل کی اجازت سے ہے اور وہ ہر چیز کا پیدا کرنے والا ہے، جس نے اس چیز کا مشاہدہ کیا اور جان لیا کہ اس کے سوا کوئی معبود نہیں وہ اس کے علاوہ ہر چیز سے بے پرواہ ہو گیا اور کسی چیز کی طرف نظر نہ کی کیونکہ ہر چیز اس کی قدرت سے مُسَخَّر ہے۔ یہ اسی طرح ہے کہ جب بادشاہ کسی کو معاف کر دے، تو وہ شخص قلم و قرطاس (یعنی کاغذ) کی طرف نہیں دیکھے گا اور نہ ان کا شکر ادا کرے گا، بلکہ وہ کاتب کی طرف دیکھے گا جو بادشاہ ہے اس کا شکر یہ ادا کرے گا اور جو اللہ عزوجل کے علاوہ اسباب کی طرف دیکھتا ہے تو وہ اس شخص کی طرح ہے جو قلم کی طرف دیکھتا اور اس کا شکر ادا کرتا ہے اور کاغذ و سیاہی کی طرف متوجہ ہوتا ہے اور جس مؤجد کا ہم نے ذکر کیا ہے اسے بادشاہ کا جمال قلم کو دیکھنے سے مدہوش کر دیتا ہے یا اس بات سے مدہوش کر دیتا ہے کہ اس کے دل میں قلم یا سیاہی کا وجود کھٹکے، نہ تو وہ اسے دیکھتا ہے، نہ اسے یاد کرتا ہے۔

اگر تم سوال کرو کہ یہ جمادات میں تو ٹھیک ہیں جو کہ مُسَخَّر ہیں لیکن اسے اس انسان میں کیسے سمجھا جائے جو بھلائی، معافی، عطا کرنے اور منع کرنے میں خود مختار ہے اور یہ بات کیسے سمجھی جائے کہ اصل میں اسی نے یہ سب کچھ کیا ہے؟ میں جواب دیتا ہوں: اس وقت اکثر لوگوں کے قدم پھسل جاتے ہیں، البتہ اللہ عزوجل کے مخلص بندے محفوظ رہتے ہیں، شیطان کو ان پر کوئی تسلط حاصل نہیں ہوتا، وہ بصیرت کے نور سے مشاہدہ کرتے ہیں کہ کاتب مُسَخَّر و مجبور ہے، جس طرح تمام کمزور لوگ دیکھتے ہیں کہ قلم کاتب کے ہاتھ میں مُسَخَّر ہوتا ہے اس سلسلے میں کمزور لوگوں کو اسی طرح مغالطہ لگتا ہے، جیسے کوئی چیونٹی ایسے کاغذ پر چلے جس پر لکھا

جا رہا ہو، تو اس کی نگاہ کتاب کے ادراک سے قاصر ہو جاتی ہے، پس وہ قلم کی نوک کو دیکھ کر لکھنا اسی کی طرف منسوب کر دیتی ہے، یہ اسی طرح ہے جیسے کمزور لوگوں کی بصارت۔ لیکن جن لوگوں کی اللہ عَزَّوَجَلَّ نے اپنی توفیق سے مدد فرمائی اور اپنے نور سے ان کے سینوں کو کھول دیا انہوں نے اس سے بڑھ کر مشاہدہ کیا، کیونکہ اللہ عَزَّوَجَلَّ نے ان کے حق میں زمین و آسمان کے ہر ذرے کی زبان کو اس قدرت کے تحت قوت گویائی عطا فرمادی، جس کے ساتھ ہر چیز بولتی ہے، حتیٰ کہ یہ اپنی مناجات کے ساتھ ہر چیز سے اللہ عَزَّوَجَلَّ کی تسبیح و تقدیس سنتے ہیں نیز وہ تمام اشیاء اپنی عاجزی کی شہادت ایسی زبان کے ساتھ دیتی ہیں جو تیز ہے، وہ حروف اور آواز کے بغیر گفتگو کرتی ہیں اور اس گفتگو کو وہ نہیں سن سکتے جو سننے کی قوت نہیں رکھتے اور اس عالم میں ہر ذرہ اربابِ قلوب (یعنی اللہ عَزَّوَجَلَّ) کے ساتھ مناجات میں مصروف ہے اور یہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کے کلام کا وہ سمندر ہے جس کی انتہاء نہیں، جیسا کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ نے ارشاد فرمایا:

قُلْ لَوْ كَانَ الْبَحْرُ مِذَابًا لَكَلِمَتِ رَبِّي      ترجمہ کنز الایمان: تم فرما دو اگر سمندر میرے رب کی باتوں کے لئے سیاہی ہو۔  
(ب ۱۶، الکہف: ۹۰)

پس یہ سب ذرات اربابِ قلوب کے سامنے ملکوت کے اسرار بیان کرتے ہیں۔ اور راز فاش کرنا بری عادت ہے، بلکہ (مشہور قول ہے) ”صُدُّوْزُ الْاٰخِرَارِ قُبُوْرُ الْاَسْرَارِ“ یعنی آزاد لوگوں کے سینے رازوں کے دفینے ہیں۔ کیا آپ نے کبھی دیکھا ہے کہ کوئی شخص بادشاہ کے رازوں کا امین ہو اور وہ لوگوں کے سامنے بادشاہ کے رازوں کو بیان کر دے؟ اور اگر ہر راز کو ظاہر کرنا جائز ہوتا تو حضور نبی کریم، رءوف رحیم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم یہ ارشاد نہ فرماتے: لَوْ عَلِمْتُمْ مَا اَعْلَمُ لَضَحِكْتُمْ قَلِيْلًا وَّلَبَكَيْتُمْ      ترجمہ: اگر تم وہ جانتے جو میں جانتا ہوں تو تم کم ہنستے اور زیادہ کثیراً۔  
بروتے۔

(المسند للامام احمد بن حنبل، حدیث ابی ذر الغفاری، الحدیث ۲۱۵۷۲، ج ۸، ص ۱۲۱)

بلکہ حضور سید عالم، نور مجسم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ان رازوں کو صحابہ کرام علیہم الرضوان کے سامنے بیان فرمادیتے تاکہ وہ روئیں اور ہنسنے سے باز رہیں۔ نیز اگر راز کو ظاہر کرنا جائز ہوتا تو آپ تقدیر کار راز فاش کرنے سے منع نہ کرتے اور نہ ہی یہ فرماتے: ”جب ستاروں کا ذکر ہو تو خاموش رہو، جب تقدیر کا ذکر ہو تو خاموش رہو اور جب میرے صحابہ کرام کا ذکر ہو تو خاموش رہو۔“

(المعجم الکبیر، الحدیث ۱۴۲۷، ج ۲، ص ۹۶، بتقدم و تاخیر)

اور نہ ہی آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم حضرت سیدنا خدیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بعض رازوں سے خاص فرماتے۔ اب ہم آپ کو سمجھانے کے لئے ایک مثال ذکر کرتے ہیں، پس ہم کہتے ہیں: نور الہی عَزَّوَجَلَّ کی مشعل سے دیکھنے والے

ایک شخص نے سیاہی سے کاغذ کا چہرہ سیاہ ہوتا دیکھا تو پوچھا: تیرا چہرہ سیاہ کیسے ہو گیا؟ اس کا کیا سبب ہے؟ کاغذ نے جواباً کہا: تو نے اس مطالبہ میں مجھ سے انصاف نہیں کیا، میں نے خود اپنے چہرے کو سیاہ نہیں کیا، بلکہ سیاہی سے پوچھو وہ دوات میں جمع تھی، اس نے اپنے وطن سے سفر اختیار کیا اور ظلم و زیادتی کرتے ہوئے میرے چہرے کے صحن میں اتر آئی۔ اس شخص نے کہا: تم نے سچ کہا۔ پھر اس نے سیاہی سے اس کے متعلق پوچھا تو سیاہی نے جواب دیا: تو نے مجھ سے انصاف نہیں کیا، میں تو پختہ عزم کئے دوات میں بیٹھی تھی کہ اس سے نہیں نکلوں گی مگر قلم نے مجھ پر ظلم کر کے مجھے بے وطن کر دیا، مجھے بکھیر کر سفید کاغذ پر پھیلا دیا جیسا کہ تم دیکھ رہے ہو لہذا مجھ سے سوال کرنے کے بجائے قلم سے پوچھو۔ وہ شخص کہنے لگا: تم نے ٹھیک کہا۔ پھر اس نے قلم سے اس کے ظلم و زیادتی کے بارے میں پوچھا: تم نے سیاہی کو بے وطن کیوں کیا؟ تو اس نے جواب دیا: ہاتھ اور انگلیوں سے پوچھو، میں تو دریا کے کنارے ایک لکڑی کی صورت میں کھڑا تھا، سرسبز درختوں کے درمیان خوش و خرم تھا پھر ایک ہاتھ چھری لے کر آیا اور میرا چھلکا اتار لیا اور مجھے جڑ سے کاٹ کر میرے پورے جدا کئے، پھر مجھے تراشا، میرے سر کو شق کیا اور مجھے روشنائی کی سیاہی میں غوطہ زن کر دیا۔ وہی ہاتھ مجھ سے خدمت لیتا ہے اور مجھے سر کے بل چلاتا ہے، تم نے سوال کر کے میرے زخموں پر نمک چھڑکا اور مجھ پر عتاب کیا، مجھے چھوڑو اور اس سے پوچھو جس نے مجھ پر ظلم کیا۔

اس نے کہا: تم نے سچ کہا۔ پھر اس نے ہاتھ سے پوچھا: تم نے قلم پر کیوں ظلم کیا؟ اس نے اپنا عذر بیان کرتے ہوئے کہا: میں تو گوشت، خون، پٹھے اور ہڈی کا مجموعہ ہوں، کیا تم نے کسی جسم کو خود بخود حرکت کرتے دیکھا ہے؟ میں تو ایک سواری ہوں جو مسخر ہے، مجھ پر ایک سوار ہے جسے قدرت اور وقت کہا جاتا ہے، وہی مجھے تمام روئے زمین میں دوڑاتا پھراتا ہے، کیا تو نے نہیں دیکھا کہ ڈھیلے، پتھر اور درخت کبھی اپنی جگہ سے خود بخود حرکت نہیں کرتے کیونکہ ان پر اس قسم کا مضبوط، غالب اور طاقتور سوار سواری نہیں کر رہا، کیا تم نہیں دیکھتے کہ مردوں کے ہاتھ ان چیزوں میں صورتاً تو مساوی ہوتے ہیں پھر بھی حرکت نہیں کرتے، ہاتھوں اور قلم کے درمیان کوئی معاملہ نہیں اور میری حیثیت یہ ہے کہ میرے اور قلم کے درمیان کوئی معاملہ نہیں، قدرت سے میرے متعلق سوال کرو کیونکہ میں تو سواری ہوں جو مجھ پر سوار ہو وہ مجھے حرکت دیتا ہے۔

اس نے کہا: تم نے درست کہا۔ پھر اس نے قدرت سے اس کے معاملہ کے متعلق پوچھا کہ وہ ہاتھ کو کیوں استعمال کرتی ہے اور اس سے کیوں خدمت لیتی ہے؟ اس نے جواب دیا: مجھے ملامت و عتاب نہ کرو، بہت سے ملامت کرنے والوں پر خود ملامت کی جاتی ہے اور ملامت کا شکار ہونے والے کئی لوگ بے گناہ ہوتے ہیں، تم پر میرا معاملہ کیسے پوشیدہ رہ گیا اور تم نے کیسے گمان کر لیا کہ میں نے ہاتھ پر ظلم کیا ہے حالانکہ میں حرکت دینے سے پہلے اس پر سوار تھی، میں تو اسے حرکت نہیں دے رہی تھی

اور نہ ہی اسے مسخر کر رہی تھی بلکہ میں تو ساکن تھی۔ سوچنے والوں نے یہ گمان کیا کہ میں مردہ یا معدوم ہوں کیونکہ میں نہ تو حرکت کرتی تھی اور نہ کسی کو حرکت دیتی تھی یہاں تک کہ ایک موکل میرے پاس آیا، اس نے مجھے حرکت دی اور جھوڑا جیسا کہ تم دیکھ رہے ہو۔ اب میں اس کی موافقت تو کر سکتی تھی لیکن مخالفت میرے بس میں نہ تھی، اس موکل کو ارادہ کہتے ہیں۔ میں تو اس کا نام ہی جانتی ہوں اور یہ جانتی ہوں کہ اس نے یکبارگی چڑھائی کر کے مجھے گہری نیند سے جگا دیا اور مجھ سے زبردستی وہ کام لیا کہ اگر میری رائے کو پوچھتا تو مجھے گنجائش تھی کہ میں اسے نہ کرتی اس نے کہا تم نے سچ کہا۔

پھر اس نے ارادے سے پوچھا: تجھے کیسے جرأت ہوئی کہ تو نے اس خاموش وساکت قدرت کو حرکت میں لگا دیا اور اس قدر زبردستی کی کہ وہ چھٹکارا نہ پاسکی؟ ارادے نے جواب دیا: مجھ پر جلدی نہ کرو میرے پاس بھی عذر ہے اور تم مجھے ملامت کر رہے ہو، کیونکہ میں خود نہیں اٹھا بلکہ مجھے اٹھایا گیا ہے، میں اپنے ارادے سے نہیں گیا بلکہ مجھے سخت حکم اور پختہ ارادے سے بھیجا گیا۔ جانے سے پہلے تو میں ساکن تھا لیکن علم کا قاصد حضرت ذل سے عقل کی زبان پر میرے پاس آیا کہ قدرت کو اٹھا دو تو میں نے مجبوراً اسے اٹھایا، میں تو مسکین ہوں اور علم و عقل کی قدرت کے تحت مسخر ہوں اور مجھے معلوم نہیں کہ کس سبب سے میں اس کے لئے مسخر کیا گیا اور اس کا حکم ماننا مجھ پر لازم ہوا لیکن اتنی بات ضرور جانتا ہوں کہ میں بالکل پرسکون تھا، جب تک یہ آنے والا نہ آیا تھا اور یہی حاکم عادل ہے یا ظالم؟ میں اس کے سامنے ہاتھ باندھے کھڑا ہوں اور اس کی اطاعت کو لازم سمجھتا ہوں۔ جب یہ قطعی حکم دے دیتا ہے تو مجھے مخالفت کی تاب نہیں رہتی، مجھے میری سر کی قسم! جب تک وہ خود اپنے دل میں مترّد اور حکم میں حیران رہتا ہے تو میں خاموش رہتا ہوں لیکن اس کے حکم کا منتظر اور چوکس رہتا ہوں۔ جب اس کا حکم قطعی ہوتا ہے تو میں اپنی طبیعت کے مطابق اور اس کے اطاعت کے غلبہ کے تحت مجبور ہو جاتا ہوں اور قدرت کو اٹھاتا ہوں کہ وہ اس کے حکم کے مطابق عمل کرے تو میرے معاملے میں علم سے پوچھو، میں تو شاعر کے اس قول کے مصداق ہوں۔

مَهْمَا نَرَحَلْتُ عَنْ قَوْمٍ وَقَدْ قَدَرُوا . اِنْ لَا تُفَارِقُهُمْ فَالرَّاجِلُونَ هُمْ

ترجمہ: جب میں ایک قوم سے کوچ کر جاتا ہوں اور انہوں نے فرض کیا تھا کہ ہم ان سے جدا نہیں ہوں گے تو جدا ہونے والے وہ ہیں۔ یہ سن کر اس شخص نے کہا: تم نے سچ کہا۔ پھر وہ علم، عقل اور دل کی طرف متوجہ ہوا اور انہیں جھڑکا کہ انہوں نے ارادے کو کیوں ابھارا اور قدرت کو حرکت دینے پر کیوں مجبور کیا؟ تو عقل نے جواب دیا: میں تو ایک چراغ ہوں، میں خود بخود نہیں جلتی، مجھے روشن کیا جاتا ہے۔ دل نے کہا: میں تو ایک تختی ہوں، میں خود بخود نہیں پھیلتی بلکہ مجھے پھیلا یا جاتا ہے۔ علم نے یوں اظہار خیال کیا: میں تو ایک نقش ہوں جو دل کی سفید تختی پر اس وقت نقش کیا جاتا ہے جب عقل کا چراغ روشن ہوتا ہے، میں خود بخود منتقل نہیں ہوتا، دل کی یہ تختی کافی عرصہ مجھ سے خالی رہی، تم قلم سے میرے بارے میں پوچھو کیونکہ لکھائی تو قلم ہی سے ہوتی ہے، اس وقت



سائل عاجز ہو جاتا ہے، اس کا جواب اسے نفع نہیں دیتا تو وہ کہتا ہے: اس راستے میں میری تھکاوٹ بہت ہو گئی اور میں نے بہت منزلیں طے کر لیں، مجھے جس سے توقع ہوئی کہ وہ بتائے گا اس نے مجھے دوسروں کے حوالے کر دیا لیکن کثرت سے پھرنے کی وجہ سے مجھے خوشی ہوئی کیونکہ ہر ایک سے ایسا کلام سنا جسے میرے دل نے قبول کیا اور ہر ایک نے اعتراض دور کرنے کے لئے واضح عذر پیش کیا۔ اب اے علم! تمہارا یہ کہنا کہ میں ایک نقش اور خط ہوں اور مجھے قلم نے لکھا ہے، یہ بات مجھے سمجھ نہیں آتی، مجھے تو ایک ہی قلم کا علم ہے جو لکڑی سے بنتا ہے، تختی جو لوہے یا لکڑی کی ہوتی ہے، خط روشنائی سے اور چراغ آگ سے روشن ہوتا ہے، میں نے اس منزل میں تختی، چراغ، خط اور قلم کی بات سنی لیکن ان میں سے کسی کو دیکھا نہیں، میں چکی کی آواز تو سنتا ہوں لیکن چکی نظر نہیں آتی؟ تو علم نے اسے جواب دیا: اگر تم اپنی بات میں سچے ہو تو تمہارے پاس پونجی کم، ز اور راہ قلیل اور سواری کمزور ہے اور جس راستے پر جا رہے ہو اس میں ہلاکتیں زیادہ ہیں، پس تمہارے لئے یہی کافی ہے کہ یہ خیال چھوڑ دو، تم اس میدان کے مرد نہیں لہذا اس سے ہٹ جاؤ کیونکہ جس کو جس کام کے لئے پیدا کیا گیا ہو وہ کام اس کے لئے آسان کر دیا جاتا ہے۔ اور اگر تم اس مقصد کے راستے کی تکمیل میں رغبت رکھتے ہو تو کان لگا کر سنو اور گواہ رہو۔

جان لو! تمہارے راستے میں یہ تین عالم ہیں۔

(۱).....عالم الملك والشهادة: کاغذ، سیاہی، قلم اور ہاتھ کا تعلق اس عالم سے ہے اور ان منازل کو تم نے آسانی سے طے کر لیا ہے۔

(۲).....عالم ملکوت: یہ پہلے کے بعد ہے۔ جب تم عالم ملک سے تجاوز کر جاؤ گے تو اس کی منزل تک پہنچ جاؤ گے لیکن اس کے راستے میں بہت بڑے جنگل، بلند و بالا پہاڑ اور غرق کرنے والے سمندر ہیں اور مجھے نہیں معلوم کہ تم کس طرح اس میں سلامت رہو گے۔

(۳).....عالم جبروت: یہ عالم ملک اور عالم ملکوت کے درمیان ہے۔ تم نے اس کی تینوں منزلیں طے کر لی ہیں کیونکہ اس کی ابتداء میں قدرت، ارادہ اور علم کی منزل ہیں اور یہ عالم ملک اور عالم ملکوت کے درمیان واسطہ ہے کیونکہ عالم ملک کا راستہ آسان ہے جبکہ عالم ملکوت کا راستہ اس سے دشوار گزار ہے۔

عالم جبروت، جو عالم ملک اور عالم ملکوت کے درمیان ہے، اس کشتی کی طرح ہے جو پانی اور زمین کے درمیان ہوتی ہے۔ اب نہ تو وہ پانی کے اضطراب کے حد میں ہے اور نہ ہی زمین کے سکون اور ٹھہراؤ کی حد میں۔ پس زمین پر چلنے والا شخص عالم الملك والشهادة میں ہے، اگر اس کی قوت تجاوز کرے اور کشتی پر سوار ہو جائے تو وہ اس طرح ہے جیسے عالم جبروت میں چلتا ہے، اگر وہ اس منزل پر پہنچ جائے کہ بغیر تھکاوٹ اور بغیر کشتی کے پانی پر چل سکتا ہو تو وہ عالم ملکوت میں چلتا ہے لیکن اگر تم پانی پر چلنے کی طاقت نہیں رکھتے تو واپس آ جاؤ کہ تم زمین سے آگے بڑھ گئے لیکن کشتی سے پیچھے رہ گئے، اب تمہارے سامنے صاف پانی باقی ہے

اور عالم ملکوت کا پہلا مشاہدہ وہ قلم ہے جس کے ساتھ علم لکھا جاتا ہے اور اس یقین کا حصول ہے جس کے ذریعے وہ پانی پر چلتا ہے۔ کیا تم نے حضرت سیدنا عیسیٰ علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کے بارے میں حضور نبی کریم، رءوف رحیم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا یہ فرمان نہیں سنا کہ جب آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے عرض کی گئی کہ وہ پانی پر چلتے تھے تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

لَوْ اِزْدَادَ يَقِينًا لَمَشَى عَلَى الْهَوَاءِ . ترجمہ: اگر وہ یقین میں بڑھ جاتے تو ہوا پر چلتے۔

(حلیۃ الاولیاء، وہیب بن الورد، الحدیث ۱۷۴۰، ج ۸، ص ۱۶۶)

(علم کی یہ باتیں سن کر) سوال کرنے والے سالک نے کہا: میں اپنے معاملے میں حیران ہوں اور جو تم نے راستے کا خطرہ بیان کیا ہے، اس بات سے میرے دل میں خوف پیدا ہوا ہے اور مجھے نہیں معلوم کہ میں اس خوفناک جنگل سے گزرنے کی طاقت بھی رکھتا ہوں یا نہیں، کیا اس کی کوئی علامت بھی ہے؟ علم نے جواب دیا: ہاں! اپنی آنکھیں کھولو، دونوں آنکھوں کی روشنی کو جمع کر کے میری طرف دیکھو۔ اگر تمہارے سامنے وہ قلم آجائے جس کے ساتھ مجھے دل کی تختی پر لکھا جاتا ہے تو تم اس راستے کے اہل ہو، کیونکہ جو آدمی عالم جبروت سے بڑھ جائے اور ملکوت کے دروازوں میں سے پہلے دروازے کو کھٹکھٹائے تو اس پر قلم ظاہر ہو جاتا ہے، کیا تم نہیں دیکھتے کہ حضور نبی کریم، رءوف رحیم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم پر پہلی مرتبہ ہی قلم واضح کر دیا گیا اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم پر اللہ عزوجل کا یہ فرمان نازل ہوا:

اِقْرَأْ وَاُذِّنْكَ الْاَكْرَمُ ۝ الَّذِي عَلَّمَ بِالْقَلَمِ ۝ عَلَّمَ الْاِنْسَانَ مَا لَمْ يَعْلَمْ ۝ (ب ۳۰، العلق: ۳-۵)

ترجمہ کنز الایمان: پڑھو اور تمہارا رب ہی سب سے بڑا کریم جس نے قلم سے لکھنا سکھایا آدمی کو سکھایا جو نہ جانتا تھا۔

سالک نے کہا: اب میں نے اپنی آنکھ کھولی، اللہ عزوجل کی قسم! میں بانس اور لکڑی کو نہیں دیکھتا اور نہ قلم کو جانتا ہوں مگر یہ کہ وہ اس طرح ہے۔ تو علم نے کہا: تم اپنے مقصود سے دور ہو گئے، کیا تم نے نہیں سنا کہ گھر کا سامان صاحب خانہ جیسا ہوتا ہے؟ کیا تمہیں معلوم نہیں کہ اللہ عزوجل کی ذات کسی چیز کے مشابہ نہیں؟ ایسے ہی اس کا دست قدرت دوسرے لوگوں کے ہاتھوں، اس کا قلم دوسرے قلموں، اس کا کلام دیگر کلاموں اور اس کا خط دوسری تحریروں جیسا نہیں۔ یہ عالم ملکوت سے تعلق رکھنے والے امور الہیہ ہیں۔ اللہ عزوجل اپنی ذات میں نہ جسم ہے، نہ کسی دوسرے کی طرح مکان میں ہے اور نہ ہی اس کا دست قدرت دوسرے ہاتھوں کی طرح گوشت، ہڈی اور خون کا مرکب ہے اور نہ اس کی تختی اور قلم لکڑی کا ہے، اس کا کلام آواز و حروف سے مرکب نہیں، اس کی تحریر نقوش سے پاک ہے اور اس کی روشنائی پھٹکڑی اور مازو (ایک رنگ کا نام ہے) سے پاک ہے۔ اگر تم ان چیزوں کو اس طرح نہیں دیکھتے تو میں تمہیں ہیجرا سمجھتا ہوں، جو پاکیزگی کی مردانگی اور تشبیہ کی تانیث کے درمیان ہے، دونوں کے درمیان تذبذب کا شکار، نہ ادھر کا نہ ادھر کا۔

پس تم کس طرح اللہ عزوجل کی ذات و صفات کو اجسام سے اور اس کے کلام کو حروف اور آواز سے پاک قرار دو گے؟ جبکہ تم نے اس کے ہاتھ، قلم، تختی اور تحریر میں غور و فکر کرنا شروع کر دیا۔ اگر تم سرکارِ مدینہ، قرآنِ قلبِ سینہ، باعثِ نزولِ سکینہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے اس فرمانِ عالیشان: "إِنَّ اللَّهَ خَلَقَ آدَمَ عَلَى صُورَتِهِ" ترجمہ: بے شک اللہ عزوجل نے انسان کو اپنی (پسندیدہ) صورت پر پیدا فرمایا۔ (صحیح مسلم، کتاب البر، باب النهی عن ضرب الوجه، الحدیث ۶۶۵۵، ص ۱۱۳۴) سے ظاہر معنی سمجھتے ہو جس کا ادراک بصیرت سے ہوتا ہے نہ کہ بصارت سے تو محض اس کی پاکیزگی بیان کرنے والے بن جاؤ اور راستے کو لپیٹ دو کہ تم مقدّس وادی تک پہنچ چکے ہو اور دل کی گہرائی کے ساتھ اس بات کو سنو جو تمہارے دل میں ڈالی جاتی ہے۔ شاید تمہیں آگ کی طرف رہنمائی مل جائے اور تمہیں عرش کے پردوں کے پیچھے سے آواز دی جائے، جس طرح حضرت سیدنا موسیٰ علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کو آواز دی گئی: "إِنِّي أَنَا رَبُّكَ" (پ ۱۶، ط ۱۲) ترجمہ کنز الایمان: بے شک میں تیرا رب ہوں۔

جب سالک نے علم سے یہ بات سنی، تو اسے اپنے نفس کی کوتاہی کا شعور حاصل ہوا اور یہ کہ وہ تشبیہ و تنزیہ کے درمیان بیچرے کی صورت میں ہے تو اسے اپنے نفس پر اس قدر غصہ آیا کہ اس کی گرمی سے اس کے دل میں آگ بھڑک اٹھی۔ جب اس نے اپنے نفس کو کوتاہ نظری سے دیکھا اور قریب تھا، کہ اس کے دل کے چراغ کا تیل آگ کے پہنچے بغیر روشن ہو جائے اور جب اس کی گرمی کی وجہ سے اس میں علم پھونکا گیا، تو اس کے تیل نے شعلہ پکڑا اور وہ نورِ علی نور ہو گیا پس علم نے اس سے کہا: اب اس فرصت کو غنیمت جانو اور اپنی آنکھ کھولو، شاید تم آگ پر رہنمائی حاصل کر لو چنانچہ اس نے آنکھ کھولی تو اس کے لئے قلم الہی عزوجل منکشف ہو گیا اور وہ ایسا ہی تھا جیسے تنزیہ کے سلسلے میں علم نے بیان کیا تھا۔ نہ لکڑی کا ہے، نہ بانس کا، نہ تو اس کا سر ہے اور نہ ہی دم۔ وہ ہمیشہ انسانوں کے دلوں پر مختلف علوم لکھتا ہے اور ہر دل میں اس کا ایک سر (یعنی راز) ہے حالانکہ اس کا اپنا کوئی سر نہیں تو اس سے تعجب مکمل ہوا اور اس نے کہا: علم کتنا بہترین دوست ہے۔ اللہ عزوجل اسے میری طرف سے اچھی جزاء عطا فرمائے

ان اس حدیث پاک کے تحت مفسر شہیر، حکیم الامت مولانا مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں: "یعنی اپنی پسندیدہ صورت پر پیدا فرمایا کہ تمام مخلوق میں اسے حسین و جمیل فرمایا، خود فرماتا ہے: "لَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنْسَانَ فِي أَحْسَنِ تَقْوِيمٍ" (ب ۳۰، التین: ۴) ترجمہ کنز الایمان: بے شک ہم نے آدمی کو اچھی صورت پر بنایا۔ لہذا حدیث پر یہ اعتراض نہیں کہ اللہ تعالیٰ تو صورت سے پاک ہے پھر اس کی صورت کیسی۔ یا یہ اضافت شرف کے لئے ہے جیسے بیٹ اللہ یا ناقۃ اللہ۔ بعض روایات میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو صورتِ رحمن پر پیدا فرمایا، اگر وہ حدیث صحیح ہو تو اس کا مطلب بھی یہ ہی ہوگا۔ خیال رہے کہ انسان اللہ تعالیٰ کی بڑی کامل مخلوق ہے، اسے رب نے سننے، دیکھنے، بولنے اور سوچنے سمجھنے کی طاقت بخشی، اگر یہ ترقی کرے تو فرشتوں سے افضل ہو جائے، اگر نیچے گرے تو ابلیس سے بدترین ہو جائے اور اس کی ساری قوتیں سر اور چہرے میں جمع ہیں اس لئے اس پر مارنے سے منع فرمایا گیا۔"

(مرآة المناجیح شرح مشکوٰۃ المصابیح، باب ما لا یضمن من الحنایات، الفصل الاول، ج ۵، ص ۲۵۶-۲۵۷)

کیونکہ اب میرے لئے ظاہر ہو گیا کہ اس نے قلم کے بارے میں جو کچھ بیان کیا تھا وہ سچ ہے۔ بے شک میں اس قلم کو دیگر قلموں کی طرح نہیں دیکھتا۔ اس وقت اس نے علم کو رخصت کیا اور اس کا شکریہ ادا کرتے ہوئے کہا: میں نے تمہارا بہت وقت لیا اور بہت بحث کی۔ اب میں ارادہ کرتا ہوں کہ قلم کے پاس حاضری کے لئے سفر کروں اور اس سے اس کا معاملہ پوچھوں۔

چنانچہ اس نے قلم کی طرف سفر شروع کر دیا اور اس سے پوچھا: تجھے کیا ہوا کہ تو ہمیشہ دلوں پر وہ علوم لکھتا رہتا ہے جن کے ذریعے ارادے تقدیر کی طرف اٹھتے ہیں اور پھر مقدرات کی طرف جاتے ہیں۔ اس نے کہا: تم وہ سب کچھ بھول گئے ہو جو تم نے عالم الغیب والشہادۃ میں دیکھا تھا اور قلم سے تم نے سوال کیا تو اس نے جواب دیتے ہوئے تمہیں ہاتھ کی طرف پھیر دیا؟ اس نے جواب دیا: میں نہیں بھولا۔ قلم نے کہا: میرا جواب بھی اس کے جواب کی طرح ہے۔ اس نے کہا: یہ کیسے ہو سکتا ہے حالانکہ تو اس جیسا نہیں ہے؟ قلم نے جواب دیا: کیا تو نے سنا نہیں کہ اللہ عزوجل نے حضرت سیدنا آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اپنی صورت پر پیدا کیا؟ اس نے کہا: ہاں، سنا ہے۔ اس نے جواب دیا: میرے بارے میں اس سے پوچھو جسے یمینُ الملک کہا جاتا ہے۔ میں اس کے قبضہ میں ہوں، وہی مجھے پھیرتا ہے، میں اس کے حکم کے تابع و مسخر ہوں۔ پس تسخیر میں قلم الہی اور انسانی قلم میں کوئی فرق نہیں، فرق صرف ظاہری صورت کا ہے۔ سالک نے پوچھا: یمینُ الملک کون ہے؟ قلم نے جواب دیا: کیا تم نے اللہ عزوجل کا یہ ارشاد نہیں سنا؟ ”وَ السَّمَوٰتِ مَطْوِيٰتٍ بِيَمِيْنِهِ“ (ب ۲۴، الزمر: ۶۷) ترجمہ کنز الایمان: اور اس کی قدرت سے سب آسمان لپیٹ دیئے جائیں گے۔“ اس نے کہا: ہاں، سنا ہے۔ قلم نے کہا: قلمیں بھی اسی کے قبضہ قدرت میں ہیں اور وہی ان کو ادھر ادھر پھیرتا ہے۔

اب سالک نے قلم سے یمین کی طرف سفر شروع کر دیا یہاں تک کہ اسے دیکھا اور اس کے عجائبات کا مشاہدہ کیا جو قلم کے عجائب سے زیادہ تھے ان میں سے نہ تو کسی کا وصف بیان کیا جاسکتا تھا اور نہ ہی شرح کی جاسکتی تھی، بلکہ کئی جلدوں میں اس کا سوال حصہ بھی نہیں سما سکتا تھا۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ وہ یمین قدرت ہے جو دیگر دائیں ہاتھوں کی طرح نہیں دست قدرت ہے لیکن دوسرے ہاتھوں کا سا نہیں، اور انگلی ہے لیکن دوسری انگلیوں جیسی نہیں، اس نے قلم کو اس کے قبضہ میں حرکت کرتے ہوئے دیکھا تو اس کے لئے قلم کا عذر ظاہر ہو گیا، اس نے یمین سے اس کے معاملے اور قلم کو حرکت دینے کے بارے میں سوال کیا تو اس نے کہا: میرا بھی وہی جواب ہے جو تو نے عالم الشہادۃ کے دائیں ہاتھ سے سنا (کہ اس نے کہا تھا) کہ قدرت سے پوچھو کیونکہ ہاتھ ذاتی طور پر کچھ نہیں کر سکتا، اسے قدرت ہی حرکت دیتی ہے پھر وہ عالم قدرت کی طرف گیا اور اس میں ایسے عجائب دیکھے جن کے سامنے پہلے کے عجائب معمولی معلوم ہوئے اور اس نے یمین کو حرکت دینے کے بارے میں پوچھا تو اس نے جواب دیا کہ میں نیک صفت ہوں تو

قادر سے پوچھ کیونکہ ذمہ داری صفت عطا کرنے والے پر ہوتی ہے صفت پر نہیں۔ اس وقت قریب تھا کہ سالک لغزش کھا جاتا اور زبان سوال کی جرات کر جاتی لیکن اسے قول ثابت کے ساتھ استقلال نصیب ہوا اور اسے بارگاہِ خداوندی عزوجل کے پردوں کے پیچھے سے ندا دی گئی: "لَا يُسْتَلُّ عَمَّا يَفْعَلُ وَهُمْ يُسْتَلُونَ" (ب ۱۷، الانبیاء: ۲۳) ترجمہ کنز الایمان: اس سے نہیں پوچھا جاتا جو وہ کرے اور ان سب سے سوال ہوگا۔ "یہ سن کر اس پر اللہ عزوجل کی ہیبت طاری ہو گئی، وہ بے ہوش ہو کر گر پڑا اور ایک مدت تک اپنی بے ہوشی میں تڑپتا رہا، جب افاقہ ہوا تو عرض کرنے لگا: اے اللہ عزوجل! تو پاک ہے، تیری شان کس قدر عظیم ہے، میں نے تیری بارگاہ میں توبہ کی، تجھ پر بھروسہ کیا اور اس بات پر ایمان لایا کہ تو ہی بادشاہ، واحد، جبار و قہار ہے، میں تیرے علاوہ کسی سے نہیں ڈرتا، اور نہ ہی تیرے سوا کسی سے امید رکھتا ہوں، تیرے عذاب سے تیرے ہی عفو و درگزر میں پناہ چاہتا ہوں، تیری ناراضگی سے تیری رضا میں پناہ لیتا ہوں۔"

اب ہم اپنے مقصد کی طرف پلٹتے ہوئے توکل کا معنی بیان کرتے ہیں، پس ہم کہتے ہیں: توکل سے مراد یہ جانتے ہوئے اللہ عزوجل پر دل کا اعتماد کرنا ہے کہ اس کے علم و قدرت سے کوئی چیز بھی خارج نہیں اور اس کا غیر نفع و نقصان پر قادر نہیں۔

### توکل کے متعلق اسلاف کے اقوال:

حضرت سیدنا ابو موسیٰ ذبیلی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں، میں نے حضرت سیدنا ابو یزید رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے پوچھا: "توکل کیا ہے؟" انہوں نے مجھ سے استفسار فرمایا: "تم کیا کہتے ہو؟" میں نے کہا: "ہمارے اصحاب تو فرماتے ہیں کہ اگر درندے اور سانپ تمہارے دائیں بائیں ہوں تو بھی تمہارے باطن میں کوئی حرکت نہ ہو۔" تو حضرت سیدنا ابو یزید رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرمانے لگے: "ہاں! یہ توکل کے قریب ہے لیکن اگر اہل جنت، جنت میں نعمتوں سے لطف اندوز ہو رہے ہوں اور جہنمیوں کو جہنم میں عذاب دیا جا رہا ہو، پھر تم ان دونوں کے درمیان تمیز کرنے لگو، تو توکل سے نکل جاؤ گے۔"

حضرت سیدنا ابو عبد اللہ قرشی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے توکل کے بارے میں پوچھا گیا تو انہوں نے فرمایا: "ہر حال میں اللہ عزوجل سے تعلق قائم رکھنا۔" سائل نے عرض کی: "مزید کچھ فرمائیے۔" فرمایا: "ہر اس سبب کو چھوڑ دینا جو اللہ عزوجل تک پہنچنے میں روکاٹ ہو۔"

### توکل کے درجات:

توکل کے تین درجے ہیں:

(۱)..... پہلا درجہ یہ ہے کہ انسان کا اللہ عزوجل پر اعتماد اس طرح ہو جس طرح اس کا اعتماد اس وکیل پر ہوتا ہے جس

کی سچائی، امانت، عنایت، ہدایت اور شفقت اسے معلوم ہوتی ہے۔

(۲)..... دوسرا درجہ یہ ہے کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کے ساتھ اس کا حال ایسا ہو جیسے بچے کا حال اپنی ماں کے ساتھ ہوتا ہے کہ اس

کے سوا کسی کو نہیں پہچانتا اور تمام امور میں اسی کی پناہ لیتا ہے اور یہی اس کا پہلا خیال ہوتا ہے جو اس کے دل میں پیدا ہوتا ہے۔ یہ وہ مقام ہے جو اس بات کا تقاضا کرتا ہے کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کے رحم و کرم پر بھروسہ کرتے ہوئے اس کے سوا کسی سے سوال نہ کیا جائے۔

(۳)..... تیسرا درجہ بیمار کی زردی کی طرح ہے کبھی ہمیشہ رہتی ہے اور کبھی زائل ہو جاتی ہے۔

اگر تم سوال کرو، کہ کیا ان احوال میں بندے کے ساتھ تدبیر اور اسباب کا تعلق باقی رہتا ہے؟ تو جان لیجئے! تیسرا درجہ تو

تدبیر کی بالکل نفی کرتا ہے جب تک یہ حالت باقی رہے اور دوسرا مقام بھی ہر تدبیر کی نفی کرتا ہے، ہاں! اللہ عَزَّوَجَلَّ سے فریاد کرنا اور سوال کرنا باقی رہتا ہے جیسے بچہ صرف اپنی ماں کو پکارتا ہے۔

## مُتَوَكِّلِينَ كے اعمال کا بیان

بعض لوگوں کا گمان ہے کہ متوکل کو ایسا ہونا چاہئے، جیسے قصاب کے پھٹے پر گوشت کا ٹکڑا رکھا ہوتا ہے لیکن یہ غلط ہے۔

### اعمال متوکلین کی اقسام:

ہم کہتے ہیں، متوکلین کے اعمال دو اقسام میں منقسم ہوتے ہیں: (۱) نفع بخش چیز کا حاصل کرنا اور اس کی حفاظت کرنا

(۲) نقصان دہ چیز کو دور کرنا اور اسے ختم کرنا۔

(۱) نفع بخش چیز کا حاصل کرنا: رہا نفع مند چیز حاصل کرنا تو یہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کے بنائے ہوئے طریقے کے مطابق جاری

ہوتا ہے، اس کے خلاف نہیں ہوتا جیسا کہ سامنے رکھے ہوئے کھانے کو چبانایا منہ تک لے جانا اور ایسا نہ کرنا بے وقوفی اور پاگل

پن ہے اور وہ اسباب جن کے بارے میں غالب گمان یہی ہے کہ اسباب کے بغیر ان کا حصول بہت مشکل ہے جیسے وہ شخص جو

شہروں اور قافلوں سے دور ہو جائے اور ایسے جنگلوں میں سفر کر رہا ہو، جہاں لوگوں کی آمد و رفت بہت کم ہو اور ایسے سفر میں زادراہ

ساتھ نہ لے جائے، مگر یہ چیز تو کل میں شرط نہیں البتہ اگر وہ زادراہ کے بغیر ایسا کرے تو یہ توکل کا اعلیٰ درجہ ہے، اور وہ چیز جو بہت

کم مقصود کی طرف لے جاتی ہے جیسا کہ کمانے کی تدبیر نہ کرنا تو یہ چیز توکل کو مکمل طور پر ختم کر دیتی ہے۔

توکل کا دوسرا درجہ: یہ ہے کہ آدمی کسی گاؤں یا شہر میں اپنے گھر یا مسجد میں بیٹھ جائے تو یہ بھی توکل ہے کیونکہ ایسا شخص

ظاہری کسب کو چھوڑ دیتا ہے لیکن یہ پہلے درجے سے کمزور ہے کیونکہ یہ تنہائی چھوڑ کر لوگوں کے سامنے ہوتا اور ایسی جگہ بیٹھتا ہے

جہاں لوگ اس کی خبر گیری کرتے ہیں۔

توکل کا تیسرا درجہ: یہ ہے کہ وہ سنت کے مطابق رزقِ حلال کمائے جیسا کہ کسب کے باب میں بیان ہو چکا ہے اور کہا گیا کہ یہ چیز اسے توکل سے خارج نہیں کرتی، لیکن یہ توکل کا سب سے کمزور درجہ ہے اور اس میں یہ بھی شرط ہے کہ اس کا اعتماد سامان پر نہ ہو، اور اس کی علامت یہ ہے کہ وہ چوری یا مال کے ضائع ہونے پر غمزدہ نہ ہو۔

### عیال دار کا توکل:

جاننا چاہئے! عیال دار کا اپنے اہل خانہ کے حق میں توکل کرنا درست نہیں کیونکہ اس کا اپنے حق میں مختلف امور کے ساتھ توکل کرنا تو صحیح ہے جیسے ایک ہفتہ تک کھانا کھانے سے رُکے رہنا اور اگر اسے کھانا وغیرہ نہ ملے تو اس کا مرنے پر راضی رہنا، پس یہ چیزیں اہل و عیال کے حق میں تصور نہیں کی جاسکتیں لہذا ان کے لئے کمانا ضروری ہے جیسے امیر المؤمنین حضرت سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بارے میں منقول ہے، کہ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے گھر والوں کے لئے کسب معاش کے لئے بازار تشریف لے گئے۔ یہ ہمارے ذکر کردہ تیسرے مقام کی مثال ہے اور بال بچوں کی وجہ سے سال بھر کے لئے کھانا جمع کر کے رکھنا ثابت ہے جبکہ وہ شخص جس کی اولاد نہ ہو اور اسے وراثت یا کسی اور سبب سے مال مل جائے تو پہلی حالت: یعنی توکل کا اعلیٰ درجہ یہ ہے کہ وہ اس وقت کے لئے ضرورت کے مطابق رکھ لے اور باقی ذخیرہ نہ کرے بلکہ فقراء میں تقسیم کر دے۔

دوسری حالت: یہ ہے کہ وہ چالیس دن یا اس سے کم کے لئے جمع کرے۔ اس شخص کے بارے میں اختلاف ہے کہ کیا یہ چیز اسے متوکلین کے گروہ سے نکال دے گی؟ اور کیا یہ اس درجہ سے محروم ہو جائے گا جس کا متوکلین سے وعدہ کیا گیا ہے؟

تیسری حالت: یہ ہے کہ وہ ایک مہینہ یا ایک سال کے لئے جمع کرے اور یہ چیز متوکلین کے درجہ سے محرومی کا سبب ہے۔ منقول ہے: حیوانات میں سے صرف تین حیوان جمع کرتے ہیں: چوہا، چیونٹی اور انسان۔

(۲) نقصان دہ چیز کو دور کرنا: دوسرا فن یہ ہے کہ وہ ضرر کو اپنے آپ سے دور کرے یا نقصان پہنچانے والی چیزوں سے بچے۔ مثال کے طور پر وہ گرنے والی دیوار، درندوں کے ٹھکانوں اور ٹوٹی ہوئی چھت سے بچے تو یہ چیز توکل کو باطل نہیں کرتی بلکہ یہ سب کچھ ثابت ہے اور یہ اسباب وہمی، ظنی اور قطعی تین اقسام میں منقسم ہوتے ہیں اور توکل کے لئے موہوم کو چھوڑنا ضروری ہے مثلاً دم کروانا اور اس جیسے دیگر اعمال۔ کیونکہ نبی اکرم، نور مجسم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے توکل کرنے والوں کا وصف اس طرح

بیان فرمایا کہ ”وہ دم کروانے، داغ لگانے اور فال لینے کو چھوڑ دیتے ہیں۔“ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ان کی یہ صفت بیان نہیں فرمائی کہ وہ سردی سے محفوظ رکھنے والا لباس نہیں پہنتے۔ ہاں! جب تک ممکن ہو وہ غیر کی تکلیف پر صبر کرے اور اسے برداشت کرے کہ یہ توکل کی شرائط میں سے ہے، جیسا کہ اللہ عزوجل ارشاد فرماتا ہے:

وَدَعُ أَذْهُمُ وَتَوَكَّلْ عَلَى اللَّهِ وَكَفَى بِاللَّهِ وَكِيلًا (پ ۲۲، الاحزاب: ۴۸)

ترجمہ کنزالایمان: اور ان کی ایذا پر درگزر فرماؤ اور اللہ پر بھروسہ رکھو اور اللہ بس (کافی) ہے کارساز۔

اسی پر قیاس کرتے ہوئے بعض حالات میں دوا کو ترک کرنے کا معاملہ ہے۔ یہ بھی اسی طرح ثابت ہے اور یہ متوکل کے مقام کی قوت کے اعتبار سے ہے۔



## دو دن اور دو راتیں

حضرت سیدنا انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ ارشاد فرماتے ہیں:

”کیا میں تمہیں ان دونوں اور دو راتوں کے بارے میں نہ بتاؤں جن کی مثل مخلوق نے نہیں سنی، (۱) ایک دن وہ ہے جب اللہ عزوجل کی طرف سے آنے والا تیرے پاس رضائے الہی عزوجل کا مژدہ لے کر آئے گا یا اس کی ناراضگی کا پیغام۔ اور (۲) دوسرا دن وہ جب تو اپنا نامہ اعمال لینے کے لئے بارگاہ الہی عزوجل میں حاضر ہوگا اور وہ نامہ اعمال تیرے دائیں ہاتھ میں دیا جائے گا یا بائیں میں۔ (اور دو راتوں میں سے) (۱) ایک رات وہ ہے جو میت اپنی قبر میں گزارے گی اور اس سے پہلے اس نے ایسی رات کبھی نہیں گزاری ہوگی اور (۲) دوسری رات وہ ہے جس کی صبح کو قیامت کا دن ہوگا اور پھر اس کے بعد کوئی رات نہیں آئے گی۔“



## محبت ، شوق اور رضا کا بیان

باب 36:

جاننا چاہئے! اللہ عزوجل کی محبت انتہائی بلند مقصد اور بلند درجہ ہے اور اس کے علاوہ شوق، انس اور رضا محبت کے تابع ہیں اور جن لوگوں کو اللہ عزوجل نے اس لذت سے محروم رکھا انہوں نے اس کے ممکن ہونے کا انکار کیا۔ یہ اور ہم آیات و احادیث کی روشنی میں محبت الہی عزوجل کو واضح کریں گے۔ چنانچہ اللہ عزوجل کا فرمان عالی شان ہے:

﴿۱﴾ وَالَّذِينَ آمَنُوا أَشَدُّ حُبًّا لِلَّهِ (پ۲، البقرة: ۱۶۵) ترجمہ کنز الایمان: اور ایمان والوں کو اللہ کے برابر کسی کی محبت نہیں۔

﴿۲﴾ يُحِبُّهُمْ وَيُحِبُّونَهُ (پ۶، المائدة: ۵۴) ترجمہ کنز الایمان: وہ اللہ کے پیارے اور اللہ ان کا پیارا۔

حدیث پاک میں ہے: ”تم میں سے کوئی اس وقت تک مؤمن نہیں ہو سکتا جب تک کہ اللہ عزوجل اور اس کا رسول (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم) اس کے نزدیک اس کے اہل و مال اور سب لوگوں سے زیادہ محبوب نہ ہو جائے۔“

(المسند للامام احمد بن حنبل، مسند انس بن مالک بن النضر، الحدیث ۱۳۱۵۰، ج ۴، ص ۴۱۲)

(صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب وجوب محبة رسول اللہ ﷺ..... الخ، الحدیث ۱۶۸، ص ۶۸۸)

مشہور روایت ہے کہ جب موت کا فرشتہ حضرت سیدنا ابراہیم علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کی روح قبض کرنے کے لئے حاضر ہوا تو آپ علیہ السلام نے اس سے پوچھا: ”کیا تم نے کبھی دیکھا ہے کہ کوئی خلیل اپنے خلیل کو موت دے؟“ تو اللہ عزوجل نے ان کی طرف وحی کرتے ہوئے استفسار فرمایا: ”کیا تم نے کسی محبت کو اپنے محبوب کی ملاقات کو ناپسند کرتے ہوئے دیکھا ہے؟“ تو حضرت سیدنا ابراہیم علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: ”اے موت کے فرشتے! ابھی میری روح قبض کر لو۔“

حضور نبی پاک، صاحب کولاک، سیاح آفلاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے دعا مانگی: ”اللَّهُمَّ ارْزُقْنِي حُبَّكَ وَحُبَّ مَنْ يُحِبُّكَ وَحُبَّ مَا يُقَرِّبُنِي إِلَى حُبِّكَ اجْعَلْ حُبَّكَ أَحَبَّ إِلَيَّ مِنَ الْمَاءِ الْبَارِدِ“ ترجمہ: اے اللہ عزوجل! مجھے اپنی اور اپنے محبوبین کی محبت عطا فرما اور اس (عمل) کی محبت عطا فرما جو مجھے تیری محبت کے قریب کر دے اور اپنی محبت کو میرے نزدیک ٹھنڈے پانی سے بھی زیادہ محبوب بنا دے۔“

(جامع الترمذی، کتاب الدعوات، باب دعاء داؤد..... الخ، الحدیث ۳۴۹۰، ص ۲۰۱۱، مفہوم)

ایک اعرابی نے عرض کی: ”یا رسول اللہ عزوجل و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم! قیامت کب قائم ہوگی؟“ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے استفسار فرمایا: ”تم نے اس کے لئے کیا تیاری کی ہے؟“ اس نے عرض کی: ”میں نے اس کے لئے نماز روزے کی کوئی زیادہ تیاری نہیں کی، البتہ میں اللہ عزوجل اور اس کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے محبت کرتا ہوں۔“ تو محبوب رب العالمین

صَلَّى اللّٰهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: "الْمَرْءُ مَعَ مَنْ أَحَبَّ تَرَجَمَ: آدمی اسی کے ساتھ ہوگا جس سے اس نے محبت کی۔"

(صحیح البخاری، کتاب الادب، باب علامة الحب في الله..... الخ، الحدیث ۶۱۷۱/۶۱۶۸، ص ۵۲۰)

حضرت سیدنا انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ ارشاد فرماتے ہیں: "میں نے مسلمانوں کو اسلام کے بعد اس بات سے زیادہ کسی بات پر خوش ہوتے نہیں دیکھا۔" امیر المؤمنین حضرت سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ ارشاد فرماتے ہیں: "جو شخص اللہ عزوجل کی سچی محبت کا ذائقہ چکھ لیتا ہے تو یہ چیز اسے طلب دنیا سے بے نیاز کر دیتی ہے اور اسے تمام لوگوں سے وحشت دلاتی ہے۔"

### محبت کا معنی:

محبت کے نزدیک محبت کے لذیذ ہونے کی وجہ سے طبیعت اس کی طرف مائل ہوتی ہے اور بغض اس کی ضد ہے جو کسی چیز سے طبعی نفرت کا نام ہے، کیونکہ وہ طبیعت کے موافق نہیں ہوتی، اور جس چیز کی لذت بڑھتی ہے اس کی محبت میں بھی اضافہ ہو جاتا ہے، آنکھوں کی لذت دیکھنے میں، کانوں کی لذت سننے میں اور ناک کی لذت پاکیزہ خوشبوؤں میں ہے۔ اسی طرح ہر جس کے موافق ایک چیز ہے جس سے انسان لذت حاصل کرتا ہے اور اسی سبب سے اس چیز سے محبت کرتا ہے۔

حضور نبی پاک، صاحب لولاک، سیاح افلاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان عالیشان ہے:

حُبِّ اِلٰى مِنْ دُنْيَاكُمْ ثَلَاثٌ: الطَّيِّبُ، النِّسَاءُ وَقَرَّةٌ  
(۱) خوشبو  
(۲) عورتیں اور (۳) میری آنکھوں کی ٹھنڈک نماز میں ہے۔  
عَنِّي فِي الصَّلَاةِ.

(سنن النسائي، كتاب عشرة النساء، باب حب النساء، الحدیث ۳۳۹۱، ص ۲۳۰۷، مفہوماً)

### حدیث پاک کی شرح:

اس حدیث پاک سے ثابت ہوا کہ حواس کے لئے محسوس ہونے والی اشیاء کے علاوہ بھی محبوب چیزیں ہوتی ہیں جن سے وہ لذت حاصل کرتے ہیں کیونکہ نماز ان چیزوں میں سے نہیں جن سے حواسِ خمسہ (یعنی دیکھنے، سننے، سونگھنے، پکڑنے اور چکھنے کی قوت) کے ساتھ لذت حاصل کی جائے کیونکہ باطنی بصیرت ظاہری نگاہوں سے قوی ہوتی ہے اور دل آنکھ سے زیادہ ادراک رکھتا ہے، عقل سے حاصل ہونے والا جمال معنوی ظاہری صورت کے جمال سے اعظم واکمل ہوتا ہے۔ پس دل جن امور الہیہ شریفہ کا ادراک کرتا ہے وہ زیادہ مکمل وبلغ ہوتے ہیں اور حواس ان کا ادراک نہیں کر سکتے۔ لہذا طبع سلیم کا ان کی طرف میلان زیادہ ہوتا ہے پس محبت کا معنی یہی ہوا کہ دل کا اس چیز کی طرف مائل ہونا جس کے پانے میں لذت حاصل ہوتی ہے۔ اور اس لذت کا وہی شخص انکار کرتا ہے جس کو اس کی کوتاہی جانوروں کے درجہ میں بٹھا دیتی ہے اور اس کا ادراک حواس سے آگے بالکل نہیں بڑھتا۔

پیش کش: مجلس المدینۃ العلمیہ (دعوت اسلامی)

جاننا چاہئے! انسان کو سب سے زیادہ اپنی ذات سے محبت ہوتی ہے کیونکہ یہ نفس کے موافق چیزوں میں سے سب سے بڑی ہے اور وہ ہمیشہ باقی رہنا پسند کرتا ہے اور پھر اس سے محبت کرتا ہے، جو اس پر احسان کرے کیونکہ انسان احسان کا غلام ہے، اور کبھی کسی چیز سے اس کی ذات کی وجہ سے محبت کرتا ہے کیونکہ وہ چیز بذات خود حسین و جمیل ہوتی ہے اور یہ محبت کی سب سے بڑی قسم ہے جس میں کوئی غرض شامل نہیں ہوتی، کیونکہ ہر خوبصورت چیز محبوب ہوتی ہے اور جو لوگ خیالات کی قید میں بند ہیں وہ گمان کرتے ہیں کہ جمال صرف محسوس چیز یا خیالی صورت میں ہوتا ہے۔

جبکہ ہم کہتے ہیں، یاد رکھئے! ہر چیز کی حسن و خوبی وہی ہے جو اس کے ممکن و لائق ہو، یہاں تک کہ ہم جانتے ہیں کہ گھوڑا ان اوصاف سے خوبصورت ہوتا ہے جن اوصاف سے آدمی حسین نہیں ہوتا، اور خط کو اس چیز کے ساتھ حسن حاصل ہوتا ہے جس چیز سے آواز اور تصور کو حسن حاصل نہیں ہوتا، حالانکہ یہ تمام چیزیں محبوب ہے اور اگر خیال کرنے والا تصور کرے تو یہ چیز جس کی طرف لوٹتی ہے، پس اخلاقِ حسنہ، علم، قدرت اور عقل ہر چیز حسین و محبوب ہوتی ہے حالانکہ ظاہری حواس سے ان کا ادراک نہیں ہو سکتا، بلکہ انہیں نورِ بصیرت سے سمجھا جاتا ہے اور اسی طرح امام الانبیاء صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم، آپ کے صحابہ کرام علیہم الرضوان، حضرت سیدنا امام شافعی علیہ رحمۃ اللہ کافی اور دیگر اربابِ مذاہب کی محبت ممکن ہے، حالانکہ یہ غیر محسوس ہے اور حواسِ خمسہ سے اس کا ادراک نہیں ہوتا، بلکہ جب اس نے بھلائی کی عادات کے مجموعے کو سنا اور ہر اس چیز کے بارے میں سنا جو محسوس نہیں، تو اس نے اسے اچھا جانا اور یہ اچھا سمجھنا نورِ بصیرت کے ذریعے ہے۔ جب یہ بات ثابت ہوگئی تو اللہ عزوجل کے سوا محبت کا مستحق کوئی نہیں، کیونکہ وہی اصل فطرت سے پیدا کرنے والا اور بخشنے والا ہے، پھر وہی دوام، بقاء اور سلامتی کا سبب ہے اور وہی ہر حال میں احسان فرمانے والا اور وہی حسین و جمیل ہے اور ہر حسن و جمال اسی کے وجود سے آشکار ہے۔

پس جو شخص انبیاء کرام علیہم والسلام، صحابہ کرام علیہم الرضوان اور ائمہ عظام سے اخلاقِ جمیلہ کی وجہ سے محبت کرتا ہے تو تمام بھلائی اسی سے ہے اور اللہ عزوجل کے لئے وہ جمال ہے کہ ہر جمال میں اس کا اثر ہے اور تم نے جان لیا کہ ہر خوبصورت اپنی ذات کی وجہ سے محبوب ہوتا ہے اور تم نے یہ بات بھی پہچان لی کہ انسان کی خاصیت صفاتِ حمیدہ سے مزین ہونے پر قادر ہونا ہے حتیٰ کہ کہا گیا ہے کہ اللہ عزوجل کے اخلاق اپناؤ، اور انسان کے باطن میں ایک حقیقت ہے جو اللہ عزوجل ہی کے مناسب ہے اور دل کے اندر ایک طبیعت ہے جسے نورِ الہی عزوجل کہا جاتا ہے۔ اللہ عزوجل کا فرمانِ عالیشان ہے:

أَفَمَنْ شَرَحَ اللَّهُ صَدْرَهُ لِلْإِسْلَامِ فَهُوَ عَلَى نُورٍ

ترجمہ کنز الایمان: تو کیا وہ جس کا سینہ اللہ نے اسلام کے لئے

کھول دیا تو وہ اپنے رب کی طرف سے نور پر ہے۔

مِنْ رَبِّهِ ط (ب ۲۳، الزمر: ۲۲)

اور یہی وہ طبیعت ہے جس کے ذریعے اپنی قوت کے مطابق جمال ربوبیت کا ادراک کیا جاتا ہے۔ جب جمال محبوب ہو تو کیا وجود میں کوئی ایسی شے ہے جو اس کے فضل و کرم سے عطا ہونے والے جمال سے زیادہ جلیل، اعلیٰ، اشرف، اعظم اور کامل ہو اور جس قدر اس کا ادراک ہو اسی قدر لذت حاصل ہوگی اور جس قدر لذت حاصل ہوگی اسی قدر اس سے محبت ہوگی۔

### مدرکات کی اقسام:

جاننا چاہئے! مدرکات کی دو اقسام ہیں: ایک وہ جو خیال میں آتے ہیں جس طرح صورتیں اور دوسرے وہ جو خیال میں نہیں آتے جس طرح اللہ عزوجل کی ذات اور وہ اشیاء جن کا نہ تو جسم ہوتا ہے نہ ہی صورت جیسے علم، قدرت اور ارادہ وغیرہ۔ جو شخص کسی انسان کو دیکھے، پھر آنکھیں بند کر لے، تو وہ اس کی صورت کو اپنے خیال میں پاتا ہے گویا وہ اس کی طرف دیکھ رہا ہے لیکن جب آنکھ کھول کر اسے دیکھتا ہے تو اسے دونوں کے درمیان فرق محسوس ہوتا ہے اور یہ فرق دونوں صورتوں میں اختلاف کی شکل میں نہیں ہوتا، بلکہ کشف اور زیادہ واضح ہونے کے اعتبار سے ہوتا ہے اور یہ اس شخص کی طرح ہے، جسے دن کا اُجالا پھیلنے سے پہلے صبح کی سفیدی میں دیکھا جائے اور پھر مکمل روشنی کے وقت دکھائی دے تو دونوں حالتوں میں فرق صرف یہ ہوتا ہے کہ وہ شخص زیادہ ظاہر و واضح ہوتا ہے پس جب تو نے یہ جان لیا تو یہ بھی جان لے! اللہ عزوجل کا جاری کردہ طریقہ ہے کہ جب تک نفس اپنی بری صفات کے پردے میں ہوتا ہے وہ ان معانی کے مشاہدہ تک رسائی حاصل نہیں کر سکتا جو عالم محسوسات اور خیال سے خارج ہوتے ہیں بلکہ نفس کے لئے وہ صفات اس طرح ہوتی ہیں جس طرح آنکھ کے لئے پلکوں کا بند ہونا۔ جس قدر وہ بری صفات ختم ہوتی جاتی ہیں اسی قدر نفس کے کشف، وضاحت، ملذت اور محبت میں اضافہ ہوتا جاتا ہے۔

### اللہ عزوجل کی محبت کا قرب بخشنے والے اسباب:

جاننا چاہئے! آخرت میں سب سے زیادہ سعادت مند وہ شخص ہوگا جسے اللہ عزوجل سے زیادہ محبت ہوگی کیونکہ آخرت سے مراد اللہ عزوجل کی بارگاہ میں حاضری اور اس کی ملاقات کی سعادت حاصل کرنا ہے اور محبت کے لئے محبوب کے پاس آنے سے بڑھ کر کیا نعمت ہو سکتی ہے جبکہ وہ ایک عرصہ سے اس بات کا شوق رکھتا ہے کہ وہ کسی روکاؤٹ کے بغیر دائمی مشاہدے پر قادر ہو، اور محبت میں اضافہ کے دو اسباب ہیں۔

(۱)..... اللہ عزوجل کے علاوہ ہر خیال کو دل سے نکال دینا۔ کیونکہ برتن جب کسی چیز سے خالی ہو تو اس میں دوسری چیز کی گنجائش ہوتی ہے اور دنیاوی علائق کا ترک کرنا خالی ہونے اور تنہا ہونے کا سبب ہے اور اسی طرف اللہ عزوجل نے اپنے اس فرمان میں اشارہ فرمایا:

قُلِ اللَّهُ ۖ ثُمَّ ذَرْهُمْ (ب، ۷، الانعام: ۹۱)

ترجمہ کنزالایمان: اللہ کہو، پھر انہیں چھوڑ دو۔

(۲)..... اللہ عزوجل کی معرفت کا کامل ہونا۔ پہلے کی مثال زمین کو کانٹوں اور گھاس پھوس سے صاف کرنا ہے اور

دوسرے کی مثال زمین میں بیج ڈالنا تاکہ وہ اُگے اور اس سے معرفت کا درخت پیدا ہو اور وہ کلمہ طیبہ ہے جس طرح اللہ عزوجل نے ارشاد فرمایا:

أَصْلَهَا ثَابِتٌ وَفَرْعُهَا فِي السَّمَاءِ ۝ (ب، ۱۳، ابراہیم: ۲۴) ترجمہ کنزالایمان: جس کی جڑ قائم اور شاخیں آسمان میں۔

## مَحَبَّتِ الْهِىِ عَزَّوَجَلَّ كَا بِيَان

جب محبت ثابت ہو جاتی ہے تو محبوب کی طرف شوق صحیح ہو جاتا ہے اور اس بات پر احادیث و آثار دلالت کرتے ہیں مروی ہے، حضرت سیدنا ابودرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت سیدنا کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پوچھا: ”مجھے تورات کی کوئی خاص آیت بتائیے؟“ انہوں نے جواب دیا: اللہ عزوجل فرماتا ہے:

طَالَ سَوْقُ الْأَبْرَارِ إِلَى لِقَائِي وَأَنَا إِلَى لِقَائِهِمْ أَشَدُّ شَوْقًا .

ترجمہ: نیک لوگوں کا مجھے ملنے کا شوق طویل ہو گیا اور مجھے بھی ان کی ملاقات کا بہت شوق ہے۔

پھر فرمایا: اس آیت کے قریب یہ بھی لکھا ہے:

مَنْ طَلَبَنِي وَجَدَنِي، وَمَنْ طَلَبَ غَيْرِي لَمْ يَجِدَنِي .

ترجمہ: جس نے مجھے تلاش کیا اس نے مجھے پایا اور جس نے میرے غیر کو تلاش کیا وہ مجھے نہیں پاسکتا۔

یہ سن کر حضرت سیدنا ابودرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ارشاد فرمایا: ”میں گواہی دیتا ہوں کہ یہ بات میں نے نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے بھی سنی ہے۔“

حضرت سیدنا داؤد علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کی روایات میں مروی ہے کہ اللہ عزوجل نے آپ سے فرمایا: ”اے داؤد (علیہ السلام)! زمین والوں تک میری یہ بات پہنچا دو، کہ میں اس شخص کا حبیب ہوں جو مجھ سے محبت کرے، اس کا ہم نشین ہوں جو میرے پاس بیٹھے، اس کا منوس ہوں جو میرے ذکر سے مانوس ہو، اس کا رفیق ہوں جو میرا دوست ہو، جو مجھے اختیار کرے میں اسے اختیار کروں گا، جو میری اطاعت کرنے میں اس کی بات مانوں گا، جو شخص یہ جانتے ہوئے یقین قلب کے ساتھ مجھ سے محبت کرتا ہے میں اسے اپنی ذات کے لئے قبول کرتا ہوں اور اس سے لسی محبت کرتا ہوں کہ مخلوق میں سے کوئی بھی اس سے آگے نہیں

بڑھتا۔ بس نے سچی طلب کے ساتھ مجھے تلاش کیا، اس نے مجھے پالیا اور جس نے میرے غیر کو تلاش کیا وہ مجھے نہیں پاسکتا۔

اے زمین والو! تم جس دھوکے میں ہو، اسے چھوڑ دو، میرے کرم اور دوستی کی طرف بڑھو، مجھ سے اُنس حاصل کرو میں تم سے اُنس کروں گا اور تمہاری محبت کی طرف جلدی کروں گا، میں نے اپنے دوستوں کا خمیر اپنے خلیل حضرت ابراہیم (علیہ السلام)، اپنے ہم کلام حضرت موسیٰ (علیہ السلام) اور اپنے منتخب بندے حضرت محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم) کے خمیر سے پیدا کیا ہے، بے شک میں نے مشتاق لوگوں کے دلوں کو اپنے نور سے پیدا فرمایا اور اپنے جلال سے ان کو لطف اندوز کیا۔“

بعض اسراف سے مروی ہے کہ اللہ عزوجل نے اپنے کسی صدیق بندے کی طرف الہام فرمایا: ”میرے کچھ بندے مجھ سے محبت کرتے ہیں اور میں ان سے محبت کرتا ہوں، وہ میرے مشتاق اور میں ان کا مشتاق ہوں، وہ مجھے یاد کرتے اور میں انہیں یاد کرتا ہوں، وہ مجھے دیکھتے اور میں انہیں دیکھتا ہوں، اگر تو ان کے طریقے پر چلے، تو میں تجھ سے محبت کروں گا اور اگر ان کی راہ سے روگردانی کرے گا، تو میں تجھ سے ناراض ہوں گا۔“ اس نے پوچھا: ”اے میرے رب عزوجل! ان کی علامات کیا ہیں؟“ اللہ عزوجل نے فرمایا: ”وہ دن کے وقت سائے کو یوں دیکھتے ہیں، جس طرح شفیق چرواہا اپنی بکریوں کو دیکھتا ہے اور غروب آفتاب کے اس طرح مشتاق ہوتے ہیں جیسے پرندے مغرب کے وقت اپنے گھونسلے کا مشتاق ہوتے ہیں اور جب اندھیرا چھا جاتا ہے، بستر بچھ جاتے ہیں، تخت لگا دیئے جاتے ہیں اور ہر محبت اپنے محبوب سے تنہائی اختیار کر لیتا ہے تو وہ اپنے قدموں پر کھڑے ہو جاتے ہیں، میری بارگاہ میں اپنی پیشانیاں بچھا دیتے ہیں، میرے کلام کے ساتھ مجھ سے سرگوشی کرتے ہیں اور میرے انعام کے باعث میری تعریف کرتے ہیں، کوئی چیختا تو کوئی روتا ہے، کوئی آہیں بھرتا تو کوئی شکایت کرتا ہے، کوئی قیام میں ہے تو کوئی قعدہ میں، کوئی حالت رکوع میں ہے تو کوئی سجدہ کر رہا ہے، وہ میری رضا کے حصول کے لئے جو مشقت اٹھاتے ہیں میں اسے دیکھتا ہوں اور میری محبت میں جو شکایت کرتے ہیں میں اُسے سنتا ہوں، میں انہیں پہلے تین انعام عطا فرماتا ہوں:

(۱)..... اپنا نوران کے دل میں ڈالتا ہوں، تو وہ میرے بارے میں ایسے ہی خبر دیتے ہوں جیسے میں ان کے بارے میں خبر دیتا ہوں،

(۲)..... اگر زمین و آسمان اور جو کچھ اس میں ہے، ان کے وزن کے برابر ہو تو میں اسے ان کی نظروں میں کم کر دیتا ہوں،

(۳)..... میری رحمت ان کی طرف متوجہ ہوتی ہے، کیا کوئی جانتا ہے کہ میں جس کی طرف متوجہ ہوتا ہوں، اسے کیا دیتا ہوں؟“

حضرت سیدنا داؤد علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کے واقعات میں منقول ہے کہ اللہ عزوجل نے آپ کی طرف وحی بھیجتے

ہوئے استفسار فرمایا: ”اے داؤد علیہ السلام! کب تک جنت کا ذکر کرتے رہو گے اور مجھ سے میرے شوق کا سوال نہیں کرو گے؟“

آپ نے عرض کی: ”اے میرے رب عزوجل! تیرے مشتاق لوگ کون ہیں؟“ فرمایا: ”جو لوگ میرا شوق رکھتے ہیں، میں انہیں ہر

کدورت سے پاک کر دیتا ہوں اور ہر خوف سے متنہ کر دیتا ہوں اور ان کے دلوں میں اپنی طرف ایک شگاف کر دیتا ہوں جس

سے وہ مجھے دیکھتے ہیں اور ان کے دلوں کو اپنے دستِ قدرت سے اٹھا کر اپنے آسمان پر رکھ دیتا ہوں، پھر اپنے مقرب فرشتوں کو بلا تا ہوں، جب وہ جمع ہو جائے ہیں تو مجھے سجدہ کرتے ہیں، میں کہتا ہوں: میں نے تمہیں اس لئے نہیں بلایا کہ مجھے سجدہ کرو، بلکہ اس لئے بلایا ہے، کہ تمہارے سامنے اپنے مشتاق بندوں کے دل رکھوں اور ان اہل شوق کے باعث فخر کروں، ان کے دل میرے آسمان میں فرشتوں کو اس طرح متور کرتے ہیں، جس طرح زمین والوں کو سورج روشنی دیتا ہے۔

اے داؤد! میں نے مشتاق لوگوں کے دلوں کو اپنی رضا سے بنایا اور اپنی ذاتِ اقدس کے نور سے ان کو زینت بخشی اور ان کو میرے لئے بات کرنے والا بنایا اور ان کے بدنوں کو زمین میں اپنی نگاہِ کرم کا مرکز بنایا، نیز ان کے دلوں میں ایک راستہ بنایا جس کے ذریعے وہ مجھے دیکھتے اور روز بروز ان کا شوق بڑھتا جاتا ہے۔“

حضرت سیدنا داؤد علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام نے عرض کی: ”اے میرے رب عَزَّوَجَلَّ! مجھے اپنے جبین کا دیدار کرا دے۔“ اللہ عَزَّوَجَلَّ نے فرمایا: ”اے داؤد علیہ السلام لبنان کے پہاڑ میں جاؤ، وہاں چودہ آدمی ہیں، جن میں نوجوان بھی ہیں، بوڑھے بھی اور ادھیڑ عمر بھی۔ جب ان کے پاس جاؤ تو انہیں میرا سلام کہنا اور ان سے کہنا کہ تمہارا رب عَزَّوَجَلَّ تمہیں سلام کہتا ہے اور فرماتا ہے: ”کیا تم اپنی حاجت کا سوال نہیں کرتے؟ تم تو میرے محبوب اور پسندیدہ دوست ہو، میں تمہاری خوشی پر خوش ہوتا اور تمہاری محبت کے لئے جلدی کرتا ہوں، چنانچہ حضرت سیدنا داؤد علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام ان کے پاس تشریف لے گئے، تو ان کو ایک چشمے کے پاس پایا، وہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کی عظمت میں غور و فکر کر رہے تھے۔ جب انہوں نے حضرت سیدنا داؤد علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کو دیکھا، تو ان سے دور ہونے کے لئے اٹھ کھڑے ہوئے۔ حضرت سیدنا داؤد علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: ”میں اللہ عَزَّوَجَلَّ کا رسول ہوں اور تمہارے پاس اُس کا پیغام لے کر آیا ہوں۔“ چنانچہ وہ آپ کی طرف متوجہ ہوئے اور آپ علیہ السلام کی بات توجہ سے سننے لگے نیز انہوں نے اپنی نگاہوں کو جھکا لیا۔

حضرت سیدنا داؤد علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: ”میں تمہاری طرف اللہ عَزَّوَجَلَّ کا پیغام لے کر آیا ہوں، اللہ عَزَّوَجَلَّ تمہیں سلام بھیجتا ہے اور استفسار فرماتا ہے، کیا تم مجھ سے اپنی حاجت کا سوال نہیں کرتے؟ کیا تم مجھے نہیں پکارتے کہ میں تمہاری آواز اور تمہارا کلام سنوں اور میں ہر گھڑی تمہاری طرف شفیق مہربان ماں کی طرح دیکھتا ہوں؟ آپ علیہ السلام فرماتے ہیں (یہ سن کر) ان کے آنسوؤں خساروں پر بہنے لگے۔“

ان کے شیخ نے کہا: ”(اے اللہ عَزَّوَجَلَّ!) تو پاک ہے، تو پاک ہے، ہم تیرے بندے اور تیرے بندوں کی اولاد ہیں، ہماری گذشتہ عمر میں ہمارے دلوں سے تیرے ذکر میں جو کوتاہی ہوئی ہے اسے معاف فرمادے۔“

دوسرے نے عرض کی: ”(اے اللہ عزوجل!) تو پاک ہے، تو پاک ہے، ہم تیرے بندے اور تیرے بندوں کی اولاد ہیں، ہمارے اور تیرے درمیان جو معاملہ ہے اس میں ہم پر نظرِ رحمت فرما۔“

تیسرے نے کہا: ”(اے اللہ عزوجل!) تیری ذات پاک ہے، تیری ذات پاک ہے، ہم تیرے بندے اور تیرے بندوں کی اولاد ہیں، کیا ہم دعا کی جرأت کریں حالانکہ تو جانتا ہے کہ ہمیں کسی چیز کی حاجت نہیں، تو ہمیں ہمیشہ اپنی راہ پر رکھ اور یہ احسان ہم پر مکمل فرما۔“

چوتھے نے عرض کی: ”تو نے ہمیں مادہ منویہ سے پیدا فرمایا اور ہم پر احسان فرمایا کہ ہم تیری عظمت میں غور و فکر کر سکیں تو جو شخص تیری عظمت میں مشغول ہو، تیرے جلال میں غور و فکر کرنے والا ہو، کیا وہ کلام کی جرأت کر سکتا ہے؟ ہم تو تیرے نور کا قرب مانگتے ہیں۔“

پانچویں نے کہا: ”ہماری زبانیں تجھ سے دعا کرنے کی طاقت نہیں رکھتیں کیونکہ تیری شانِ عظیم ہے، تو اپنے اولیاء کے قریب ہے اور اہلِ محبت پر تیرے بے شمار احسانات ہیں۔“

چھٹے نے کہا: ”تو نے ہمارے دلوں کو اپنے ذکر کی ہدایت عطا فرمائی اور اپنی ذات میں مشغولیت کے لئے ہمیں فراغت عطا فرمائی، پس تیرا شکر ادا کرنے میں ہماری کوتاہی کو معاف فرما۔“

ساتویں نے کہا: ”تو جانتا ہے کہ ہماری حاجت فقط تیری ذاتِ اقدس کا دیدار کرنا ہے۔“

آٹھویں نے کہا: ”(اے اللہ عزوجل!) تو نے ہمیں جو نعمتیں عطا فرمائی ہیں اور ہم پر جو فضل کیا ہے ہم ان کی تکمیل کا سوال کرتے ہیں۔“

نویں نے کہا: ”ہمیں تیری مخلوق سے کسی قسم کی حاجت نہیں ہے، تو ہمیں صرف اپنے دیدار کی دولت عطا فرما۔“

دسویں نے کہا: ”تو مجھے دنیا اور دنیا داروں کو دیکھنے سے نابینا کر دے اور میرے دل کو آخرت میں مشغول فرما۔“

گیارہویں نے کہا: ”میں نے جان لیا کہ تیری ذاتِ بابرکت اور بلند شان والی ہے تو اپنے اولیاء سے محبت کرتا ہے

پس تو ہم پر یوں احسان فرما کہ ہمارا دل ہر چیز سے بے نیاز ہو کر صرف تیری ذات میں مشغول ہو جائے۔“

اس پر اللہ عزوجل نے حضرت سیدنا داؤد علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کی طرف وحی فرمائی کہ میری طرف سے انہیں فرمادو:

”میں نے تمہارا کلام سنا اور جو کچھ تمہیں پسند ہے اسے قبول کیا پس تم میں سے ہر ایک اپنے رفیق سے جدا ہو جائے اور اپنے لئے

زمین میں سرنگ بنالے کیونکہ میں اپنے اور تمہارے درمیان سے پردہ اٹھانے والا ہوں تاکہ تم میرے نور اور جمال کو دیکھ سکو۔“



حضرت سیدنا داؤد علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام نے عرض کی: ”اے میرے رب عزوجل! یہ لوگ کس طرح اس درجے کو پہنچے؟“  
 تو اللہ عزوجل نے ارشاد فرمایا: ”انہوں نے حسن ظن اختیار کیا، دنیا اور دنیا داروں سے کنارہ کشی کر کے میرے لئے خلوت اختیار کی اور مجھ سے مناجات کرتے رہے۔ اور اس منزل کو وہی شخص پاسکتا ہے جو دنیا اور دنیا داروں کو چھوڑ دے اور ان کے بارے میں گفتگو ہی نہ کرے اور میرے لئے اپنے دل کو (دنیاوی فکروں سے) خالی کر لے اور جب وہ مجھے تمام مخلوق کے مقابلے میں اختیار کرتا ہے تو میں اس پر لطف و کرم فرماتا ہوں، اس کے نفس کو فارغ کر دیتا ہوں، اپنے اور اس کے درمیان حجاب اٹھا دیتا ہوں یہاں تک کہ وہ مجھے اس طرح دیکھتا ہے جس طرح کوئی شخص کسی چیز کو اپنی آنکھ سے دیکھتا ہے اور اسے اپنے نور ذات کے قریب کر لیتا ہوں، اگر وہ بیمار ہو جائے تو اس کی تیمارداری اس طرح کرتا ہوں جس طرح شفیق ماں اپنے بیٹے کی کرتی ہے، اگر وہ پیاسا ہو تو اسے سیراب کرتا ہوں، اسے اپنے ذکر کا مزہ چکھاتا ہوں۔“

اے داؤد (علیہ السلام)! جب میں اس کے ساتھ اس طرح کا معاملہ کرتا ہوں، تو اس کا نفس دنیا اور اہل دنیا کی طرف نہیں دیکھتا اور میں دنیا کو اس کی نظر میں محبوب نہیں بناتا۔ وہ میری ذات میں مشغول ہونے سے نہیں اکتاتا اور وہ میری طرف جلدی آنا چاہتا ہے، لیکن میں اسے موت دینے کو پسند نہیں کرتا، کیونکہ وہ میری مخلوق میں میری نظر (رحمت) کا مقام ہے۔ وہ میرے علاوہ کسی کو نہیں دیکھتا اور میں بھی اس کے سوا کسی کو نہیں دیکھتا۔“

اے داؤد (علیہ السلام)! اگر تم اسے دیکھو، تو اسے لاغر جسم، ٹوٹے ہوئے نفس اور ٹوٹے ہوئے اعضاء والا پاؤ گے، اور جب وہ میرا ذکر سنتا ہے، تو اس کا دل ٹھکانے پر نہیں رہتا، میں فرشتوں اور آسمان والوں کے سامنے اس پر فخر کرتا ہوں تو اس کا خوف اور عبادت بڑھ جاتی ہے۔“

اے داؤد (علیہ السلام)! مجھے اپنی عزت و جلال کی قسم! میں اسے جنت الفردوس میں بٹھاؤں گا اور اپنے دیدار سے اس کے سینے کو شفاء عطا فرماؤں گا یہاں تک کہ وہ راضی ہو جائے، بلکہ رضا سے بھی اوپر کا مقام حاصل ہو جائے۔“

حضرت سیدنا داؤد علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کی روایات میں یہ بھی ہے کہ میرے ان بندوں سے فرما دو جو محبت کے ساتھ میری طرف متوجہ ہیں کہ اگر تم میری مخلوق سے پوشیدہ رہو تو اس میں تمہارا کیا نقصان ہے؟ اور میں اپنے اور تمہارے درمیان سے پردے اٹھا دوں تاکہ تم دل کی آنکھوں سے میرا دیدار کر لو، اگر میں تم سے دنیا کو لپیٹ دوں اور تم پر اپنا احسان عام کر دوں، تو دنیا تمہیں کیا نقصان دے گی؟ اور اگر تم میری رضا کے طالب ہو تو مخلوق کی ناراضگی تمہیں کیا نقصان دے گی؟“

حضرت سیدنا داؤد علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کے واقعات میں ہے کہ اللہ عزوجل نے آپ علیہ السلام کی طرف وحی

فرمائی: ”تمہارا گمان ہے کہ تم مجھ سے محبت کرتے ہو، اگر تمہیں واقعی مجھ سے محبت ہے، تو اپنے دل سے دنیا کی محبت نکال دو کیونکہ میری محبت اور دنیا کی محبت ایک دل میں اکٹھی نہیں ہو سکتیں۔ اے داؤد (علیہ السلام)! مجھ سے خالص محبت کرو اور دنیا والوں سے میل جول رکھو، لیکن دین کے معاملے میں میری اطاعت کرو، لوگوں کی اطاعت نہ کرنا البتہ! ان کی جو بات میری محبت کے موافق ہو اسے اختیار کرو اور جو بات مشتبہ ہو تو اسے میرے حوالے کر دو، میرے ذمہ کرم پر ہے کہ میں تمہارے امور کی تدبیر اور ان کی پختگی میں جلدی کروں، میں تمہارا قائد و رہنما بنوں، تمہیں بن مانگے عطا کروں اور مشکلات میں تمہاری مدد کروں۔ میں نے قسم کھائی ہے کہ صرف اسی بندے کو ثواب عطا کروں گا، جس کے ارادہ و طلب کو آزمالوں کہ وہ میرے سامنے کھڑا ہونے سے ڈرتا ہے اور مجھ سے بے نیازی اختیار نہیں کرتا، جب تم ایسے ہو جاؤ گے تو میں تم سے وحشت کو دور کر کے تمہارے دل کو غنی کر دوں گا۔“

میں نے قسم کھائی ہے کہ میرا جو بندہ اپنے نفس پر مطمئن ہو کر اپنے افعال کو دیکھتا ہے تو میں اسے اس کے سپرد کر دیتا ہوں اور اشیاء کی نسبت میری طرف کرو اور اپنے اعمال میں تضاد نہ آنے دو، ورنہ تم مشقت میں پڑ جاؤ گے اور نہ تمہارے دوست تم سے نفع اٹھائیں گے اور نہ میری معرفت کی کوئی حد پاسکو گے، جس کی کوئی انتہاء نہیں، جب تم مجھ سے زیادہ مانگو، تو میں تمہیں زیادہ عطا کروں گا اور میرے زیادہ کی کوئی حد نہ پاؤ گے، پھر بنی اسرائیل کو خبر دو کہ میرے اور میری مخلوق کے درمیان کوئی نسبی رشتہ نہیں، لہذا ان کی رغبت اور ارادہ اسی میں ہونا چاہئے جو میرے پاس ہے تاکہ میں ان کو وہ چیز عطا کروں جسے نہ کسی آنکھ نے دیکھا، نہ کسی کان نے سنا اور نہ ہی کسی انسان کے دل پر اس کا خیال گزرا۔ ہر وقت مجھے اپنے سامنے خیال کرو اور دل کی نظر سے میری طرف دیکھو، ان لوگوں کی طرف نہ دیکھو جن کے دل میری محبت سے خالی ہیں۔“

”مجھے اپنی عزت و جلال کی قسم: میں اس شخص کے لئے ثواب کا دروازہ نہیں کھولوں گا، جو میری اطاعت تجر بے یا مال منول کے طور پر کرتا ہے۔ اے داؤد (علیہ السلام)! تم جنہیں سکھاؤ ان کے لئے تواضع اختیار کرو اور مریدوں پر زیادتی نہ کرو، اگر اہل محبت کو علم ہو جائے کہ مریدوں کا میرے نزدیک کیا مقام ہے تو وہ ان کے لئے زمین بن جائیں تاکہ وہ ان پر چلیں۔ اے داؤد (علیہ السلام)! اگر تم کسی مرید کو نشہ سے نکال کر پاک صاف کر دو، تو یہ مجھے ہر اس چیز سے زیادہ پسند ہے جس پر سورج طلوع ہوتا ہے اور میں تمہیں کھرا کھوٹا پرکھنے والا لکھ دوں گا اور جسے میں کھرا کھوٹا پرکھنے والا لکھ دوں اس سے وحشت کو دور کر دیتا ہوں اور وہ مخلوق کا محتاج نہیں رہتا۔“

”اے داؤد (علیہ السلام)! میرے کلام کو مضبوطی سے تھامے رکھو، اور اپنے نفس کے ذریعے اپنی آخرت کے لئے تیاری کرو اور اس میں ہرگز کوتاہی نہ کرو، ورنہ میں اپنی محبت کو تم سے چھپا دوں گا، میرے بندوں کو میری رحمت سے ناامید نہ کرو اور اپنی

خواہش کو میرے لئے ترک کر دو۔ میں نے اپنی مخلوق میں سے کمزور لوگوں کے لئے خواہش کو جائز قرار دیا، مگر قوی و طاقتور لوگوں کو کیا ہوا کہ وہ خواہشات کرتے ہیں کیونکہ یہ میری بارگاہ میں کی جانے والی مناجات کی حلاوت کو کم کر دیتی ہیں، اور قوی و طاقتور لوگ خواہشات کریں، تو میری طرف سے ان کی ادنیٰ سزا یہ ہے کہ میں ان کی عقلوں پر اپنی طرف سے حجاب ڈال دوں گا، کیونکہ میں دنیا اور اس کی تروتازگی کو اپنے محبوب بندوں کے لئے پسند نہیں کرتا۔ اے داؤد (علیہ السلام)! میرے اور اپنے درمیان کسی ایسے عالم کو ذریعہ نہ بنانا جسے دنیا کی محبت نے مدہوش کر دیا ہو، وہ اپنے نشے کے باعث تجھے میرے حجابِ محبت سے دور کر دے گا، یہ لوگ میرے مریدوں کے لئے راہزن ہیں اور خواہشات ترک کرنے کے لئے ہمیشہ روزہ رکھ کر مدد حاصل کرو، روزے کو کبھی نہ چھوڑنا کیونکہ میں دائمی روزے کو پسند کرتا ہوں۔“

”اے داؤد (علیہ السلام)! اپنے نفس سے دشمنی کر کے میرے محبوب بنو اور اپنے نفس کو شہوات سے روکو، تاکہ میں تمہاری طرف نظرِ رحمت فرماؤں۔ دیکھو! میرے اور تمہارے درمیان پردے اٹھ گئے ہیں، میں تمہاری خاطر مدارت اس لئے کر رہا ہوں کہ جب میں تم پر ثواب کا احسان کروں تو تم میرے ثواب پر قوت حاصل کرو اور اگر تم میری اطاعت کرتے رہو تو میں ہرگز اپنا احسان تم سے نہ روکوں گا۔“

یہ روایات عشق و محبت کے ممکن ہونے پر دلالت کرتی ہیں۔ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ.

## بندے کے لئے اللہ عَزَّوَجَلَّ کی محبت کا بیان:

اس بات پر آیات و احادیث دلالت کرتی ہیں۔ اللہ عَزَّوَجَلَّ کا فرمانِ عالیشان ہے:

﴿۱﴾ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الَّذِيْنَ يُقَاتِلُوْنَ فِيْ سَبِيْلِهِ  
 صَفَا (ب ۲۸، الصف: ۴)  
 ترجمہ کنز الایمان: بے شک اللہ دوست رکھتا ہے انہیں جو اس کی راہ میں لڑتے ہیں پر (صف) باندھ کر۔

﴿۲﴾ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ التَّوَّابِيْنَ وَيُحِبُّ  
 الْمُتَطَهِّرِيْنَ ۝ (ب ۲، البقرہ: ۲۲۲)  
 ترجمہ کنز الایمان: بے شک اللہ پسند کرتا ہے بہت توبہ کرنے والوں کو اور پسند رکھتا ہے ستھروں کو۔

حضرت سیدنا انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ سید المبلغین، رحمۃ اللہ علیہم، صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا فرمانِ عالیشان ہے: ”جب اللہ عَزَّوَجَلَّ کسی بندے سے محبت کرتا ہے تو اسے کوئی گناہ نقصان نہیں دیتا اور گناہ سے توبہ کرنے والا ایسا ہے گویا اس نے گناہ کیا ہی نہیں۔“

(فردوس الاخبار للديلمي، باب التاء، الحديث ۲۲۵۱، ج ۱، ص ۳۰۸)

پھر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے یہ آیت کریمہ تلاوت فرمائی:

إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ التَّوَّابِينَ وَيُحِبُّ الْمُتَطَهِّرِينَ ۝  
 (ب، ۲، البقرة: ۲۲۲)

ترجمہ کنز الایمان: بے شک اللہ پسند کرتا ہے بہت توبہ کرنے والوں کو اور پسند رکھتا ہے ستمروں کو۔

اس کا معنی یہ ہے کہ جب اللہ عزوجل کسی بندے سے محبت کرتا ہے تو مرنے سے پہلے اس کی توبہ قبول فرماتا ہے پس اس کے گزشتہ گناہ نقصان نہیں دیتے اگرچہ کثیر ہوں جس طرح اسلام قبول کرنے والے کو گزشتہ کفر نقصان نہیں دیتا۔

اللہ عزوجل نے محبت کے لئے گناہوں کی بخشش کا ذکر فرمایا: ارشاد خداوندی ہے:

يُحِبُّكُمْ اللَّهُ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوبَكُمْ ۝  
 (ب، ۳، آل عمران: ۳۱)

ترجمہ کنز الایمان: اللہ تمہیں دوست رکھے گا اور تمہارے گناہ بخش دے گا۔

نور کے پیکر، تمام نبیوں کے سرور، دو جہاں کے تاجور، سلطان بحر و بر صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان عالیشان ہے:

إِنَّ اللَّهَ يُعْطِي الدُّنْيَا لِمَنْ يُحِبُّ وَلِمَنْ لَا يُحِبُّ،  
 وَلَا يُعْطِي الْإِيمَانَ إِلَّا لِمَنْ يُحِبُّ.

ترجمہ: بے شک اللہ عزوجل دنیا سے بھی دیتا ہے جس سے محبت کرتا ہے اور اسے بھی جس سے محبت نہیں کرتا لیکن ایمان صرف اُسے عطا فرماتا ہے جس سے محبت کرتا ہے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ، کتاب الزهد، باب کلام ابن مسعود، الحدیث ۳۰، ج ۸، ص ۱۶۱)

شہنشاہ خوش حصال، پیکرِ حسن و جمال، دافع رنج و ملال، بی بی آمنہ کے لال صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا فرمانِ رفعت نشان ہے: ”جو اللہ عزوجل کے لئے تواضع اختیار کرتا ہے اللہ عزوجل اسے بلندی عطا فرماتا ہے اور جو تکبر کرتا ہے اللہ عزوجل اسے پست کر دیتا ہے اور جو اللہ عزوجل کو کثرت سے یاد کرتا ہے تو وہ اس سے محبت فرماتا ہے۔“

(المعجم الأوسط، الحدیث ۴۸۹۴، ج ۳، ص ۳۸۲)

(موسوعة لابن ابی الدنيا، کتاب التواضع والخمول، الحدیث ۷۷، ج ۳، ص ۵۵۲)

حدیثِ قدسی میں ہے، اللہ عزوجل نے ارشاد فرمایا:

فَإِذَا أَحْبَبْتُهُ كُنْتُ سَمْعَهُ الَّذِي يَسْمَعُ بِهِ.  
 ترجمہ: جب میں اپنے بندے سے محبت کرتا ہوں تو اس کے کان بن جاتا ہوں جس سے وہ سنتا ہے۔

(صحیح البخاری، کتاب الرقاق، باب التواضع، الحدیث ۶۵۰۲، ص ۵۴۵)

حضرت سیدنا زید بن اسلم رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ اللہ عزوجل بندے سے محبت کرتا ہے حتیٰ کہ وہ محبتِ الہی میں اس مقام تک جا پہنچتا ہے کہ اللہ عزوجل ارشاد فرماتا ہے: ”تم جو چاہو کرو میں نے تمہیں بخش دیا۔“

سرکار والاخبار، ہم بے کسوں کے مددگار، شفیع روز شمار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان عالیشان ہے: ”اللہ عزوجل فرماتا ہے: ”بندہ نقلی عبادت کے ذریعے میرا قرب حاصل کرتا رہتا ہے یہاں تک کہ میں اُس سے محبت کرنے لگتا ہوں۔“

(صحیح البخاری، کتاب الرقاق، باب التواضع، الحدیث ۶۵۰۲، ص ۵۴۵)

اللہ عزوجل کی بندے سے محبت کی علامت یہ ہے کہ وہ اللہ عزوجل کے علاوہ سے وحشت محسوس کرتا ہے اور اللہ عزوجل اس کے اور تمام اسباب کے درمیان حائل ہو جاتا ہے۔

شہنشاہ خوش خصال، پیکرِ حسن و جمال، دافعِ رنج و ملال صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا فرمانِ ذیشان ہے: ”اللہ عزوجل جب کسی بندے سے محبت کرتا ہے تو اسے آزمائش میں ڈال دیتا ہے اور جب اس سے بہت زیادہ محبت کرتا ہے تو اس کو چن لیتا ہے۔“ پوچھا گیا: ”چننے سے کیا مراد ہے؟ فرمایا: اس کا مال اور اولاد نہیں چھوڑتا۔“

(فردوس الاخبار للدیلمی، باب الالف، الحدیث ۹۷۳، ج ۱، ص ۱۵۱)

حضرت سیدنا عیسیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام سے پوچھا گیا: ”آپ اپنی سواری کے لئے دراز گوش (یعنی گدھا) کیوں نہیں خرید لیتے؟“ تو آپ علیہ السلام نے فرمایا: ”مجھ پر یہ بات شاق گزرے گی، کہ اللہ عزوجل میری توجہ اپنی ذات سے ہٹا کر دراز گوش میں مشغول کر دے۔“ حدیثِ شریک میں ہے:

إِذَا أَحَبَّ اللَّهُ عَبْدًا ابْتَلَاهُ، فَإِنْ صَبَرَ اجْتَبَاهُ، وَإِنْ رَضِيَ اضْطَفَاهُ.

ترجمہ: جب اللہ عزوجل کسی بندے سے محبت کرتا ہے تو اس کو آزمائش میں ڈالتا ہے پس اگر وہ صبر کرے تو اللہ عزوجل اسے چن لیتا ہے اور راضی ہو تو اسے منتخب فرما لیتا ہے۔

(فردوس الاخبار للدیلمی، باب الالف، الحدیث ۹۷۶، ج ۱، ص ۱۵۱)

علماء کرام فرماتے ہیں: ”بندے کی اللہ عزوجل سے محبت کی علامت یہ ہے کہ اللہ عزوجل جس سے محبت کرتا ہے بندہ اسے اپنی محبوب ترین چیز پر ترجیح دیتا ہے اور بکثرت اس کا ذکر کرتا ہے، اس میں کوتاہی نہیں کرتا اور کسی دوسرے کام میں مشغول ہونے کے بجائے بندے کو تنہائی اور اللہ عزوجل سے مناجات کرنا زیادہ محبوب ہوتا ہے۔“

فضیلتِ رضا کا بیان:

اللہ عزوجل کا فرمان عالیشان ہے:

رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ وَرَضُوا عَنْهُ ط (ب، المائدہ: ۱۱۹) ترجمہ کنز الایمان: اللہ اُن سے راضی اور وہ اللہ سے راضی۔

حدیث شریف میں ہے:

إِنَّ اللَّهَ تَعَالَى يَتَجَلَّى لِلْمُؤْمِنِينَ فَيَقُولُ سَلُونِي  
ترجمہ: بے شک اللہ عزوجل مومنوں پر تجلی فرما کر ارشاد فرمائے گا: مجھ  
سے سوال کرو تو وہ عرض کریں گے: ہم تیری رضا کے طلب گار ہیں۔  
فَيَقُولُونَ: رِضَاكَ.

(المعجم الاوسط، الحدیث ۲۰۸۴، ج ۱، ص ۵۶۶، بتغییر)

پس دیدار کے بعد رضا کا سوال کرنا بہت بڑی فضیلت ہے۔

حدیث پاک میں ہے، اللہ کے محبوب، دانائے غیوب، مُنْزَّهٌ عَنِ الْغُيُوبِ عَزَّوَجَلَّ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ نے صحابہ کرام علیہم الرضوان کی ایک جماعت سے استفسار فرمایا: ”تم کون ہو؟“ انہوں نے عرض کی: ”ہم مومن ہیں۔“ آپ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ نے پھر پوچھا: ”تمہارے ایمان کی علامت کیا ہے؟“ انہوں نے عرض کی: ”ہم آزمائش پر صبر کرتے ہیں، فراخی میں شکر ادا کرتے ہیں اور اللہ عزوجل کے فیصلوں پر راضی رہتے ہیں۔“ تو آپ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ”رب کعبہ کی قسم! تم مومن ہو۔“ (المعجم الاوسط، الحدیث ۹۴۲۷، ج ۶، ص ۵۶۷، بتغییر)

ایک دوسری روایت میں ہے کہ حُسنِ اخلاق کے پیکر، نبیوں کے تاجور، محبوبِ رب اکبر عزوجل صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ کا فرمانِ حکمت نشان ہے: ”قریب تھا کہ حکماء، علماء اپنی فقہ (یعنی سمجھ بوجھ) کی بدولت انبیاء ہوتے۔“

(الزهد الكبير للبيهقي، الحدیث ۹۷۰، ص ۳۵۴، حکماء علماء: بدلہما: فقہاء حلما)

حضرت سیدنا موسیٰ علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام نے عرض کی: ”اے میرے رب عزوجل! کسی ایسے کام پر میری رہنمائی فرما، جس میں تیری رضا ہو، تاکہ میں وہ کام کروں۔“ اللہ عزوجل نے ان کی طرف وحی فرمائی: ”میری رضا اس میں ہے جو تمہیں ناپسند ہو اور تم ناپسندیدہ چیز کو برداشت نہیں کر سکتے۔“ آپ علیہ السلام نے عرض کی: ”اے میرے رب عزوجل! اس پر میری رہنمائی فرما۔“ اللہ عزوجل نے ارشاد فرمایا: ”میری رضا اس میں ہے کہ تم میرے فیصلے پر راضی رہو۔“ یاد رکھو! اللہ عزوجل کی رضا بہت بڑا دروازہ ہے جو اس کی طرف راہ پالیتا ہے وہ اعلیٰ درجے پر فائز ہو جاتا ہے۔

اللہ عزوجل سے محبت کرنے والا مرید:

حضرت سیدنا ابوتراب نخشبی علیہ رحمۃ اللہ القوی اپنے ایک مرید کو بہت پسند فرماتے تھے، چنانچہ آپ اسے اپنے قریب رکھا کرتے اور اس کی ضروریات کو پورا کرتے اور مرید اپنی عبادت و وجد میں مشغول رہتا، ایک دن حضرت سیدنا ابوتراب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس سے پوچھا: ”تمہیں حضرت سیدنا بایزید بسطامی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی زیارت کرنی چاہئے۔“ مرید نے کہا: ”مجھے اُن

کی ضرورت نہیں۔“ حضرت سیدنا ابوتراب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے بار بار یہ بات کہی: ”تمہیں حضرت سیدنا بایزید رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا دیدار کرنا چاہئے۔“ تو مرید جوش میں آ گیا اور اس نے کہا: ”آپ کو کیا ہو گیا، میں بایزید کو کیا کروں جبکہ میں نے اللہ عزوجل کا دیدار کر لیا ہے اور اس نے مجھے بایزید رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے بے نیاز کر دیا ہے۔“ حضرت سیدنا ابوتراب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں: ”مجھے بھی غصہ آ گیا اور میں اپنے آپ پر قابو نہ پاسکا۔“

میں نے کہا: ”تیری ہلاکت ہو، تو اللہ عزوجل کو دیکھنے پر مغرور ہے، حضرت سیدنا بایزید رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو ایک بار دیکھنا تیرے لئے اللہ عزوجل کا ستر بار دیدار کرنے سے بہتر ہے۔“ آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں: وہ میری اس بات سے حیران ہو گیا اور انکار کرتے ہوئے کہنے لگا: ”یہ کیسے ہو سکتا ہے؟“ میں نے اس سے کہا: ”تیری ہلاکت ہو تو اپنے مقام کے مطابق اللہ عزوجل کا دیدار کرتا ہے، تو وہ تیری برداشت کے مطابق تجھ پر ظہور فرماتا ہے اور تو حضرت سیدنا بایزید رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو دیکھے گا کہ اللہ عزوجل ان کے مقام و مرتبہ کے مطابق ان کو جلوہ دکھاتا ہے۔“ پس وہ اس راز کو سمجھ گیا اور کہنے لگا: ”مجھے ان کے پاس لے چلو۔“ آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے سارا واقعہ بیان کرنے کے بعد آخر میں فرمایا: ہم ایک ٹیلے پر جا کر کھڑے ہو گئے اور ان کا انتظار کرنے لگے کہ وہ جنگل سے ہماری طرف تشریف لائیں۔ آپ درندوں سے بھرے جنگل میں رہا کرتے تھے چنانچہ جب وہ ہمارے پاس سے گزرے تو انہوں نے ایک پوستین اپنی پیٹھ پر ڈال رکھی تھی۔

میں نے اس نوجوان سے کہا: ”یہ حضرت سیدنا بایزید (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ) ہیں۔“ نوجوان نے ان کی طرف دیکھا تو بے ہوش ہو کر گر پڑا۔ ہم نے اسے حرکت دی تو دیکھا کہ وہ مر چکا ہے، ہم نے باہم مدد سے اسے دفن کیا پھر میں نے حضرت سیدنا بایزید رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے عرض کی: ”میرے شاگرد کا آپ کی طرف دیکھنے سے انتقال ہو گیا۔“ تو انہوں نے فرمایا: ”نہیں، بلکہ تمہارا مرید سچا تھا، اس کے دل میں ایک راز تھا جو اپنے وصف کے ساتھ اس پر ظاہر نہ ہوا تھا۔ جب اس نے مجھے دیکھا تو اس کا قلبی راز منکشف ہو گیا اور وہ اسے برداشت نہ کر سکا کیونکہ وہ کمزور مریدوں کے مقام پر تھا اس لئے فوت ہو گیا۔“

روایات میں ہے، اللہ عزوجل نے کسی نبی کی طرف وحی فرمائی: ”میں اس شخص کو اپنا خلیل بناتا ہوں جو میرے ذکر سے نہیں اکتاتا اور میرے علاوہ کسی کے بارے میں غور و فکر نہیں کرتا، اور نہ مخلوق میں سے کسی کو مجھ پر ترجیح دیتا ہے، اگر اسے آگ میں جلایا جائے تو وہ اس کی جلن سے تکلیف محسوس نہیں کرتا، اور اگر اسے آروں سے چیرا جائے تو وہ درد محسوس نہیں کرتا۔“

جس شخص پر محبت اس حد تک غالب نہ ہو تو اسے کیسے معلوم ہوگا کہ محبت کے پیچھے کیا کرامات و مکاشفات ہیں، یہ سب چیزیں محبت کے بعد ہیں اور محبت ایمان کے بعد ہوتی ہے۔

## امیر المؤمنین حضرت سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شان:

سرکارِ مدینہ، راحتِ قلب و سینہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ”بے شک اللہ عزوجل کے تین سوا خلاق ہیں، جو شخص توحید پر ہوتے ہوئے، ان میں سے ایک خلق کے ساتھ اللہ عزوجل سے ملاقات کرے گا وہ داخل جنت ہوگا۔“ امیر المؤمنین حضرت سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کی: ”کیا ان میں سے کوئی خلق مجھ میں بھی ہے؟“ تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

كُلُّهَا فِيكَ يَا اَبَا بَكْرٍ وَاَحْبَهَا اِلَى اللّٰهِ تَعَالٰى  
ترجمہ: اے ابو بکر! وہ تمام اخلاق تم میں پائے جاتے ہیں اور  
ان میں سب سے زیادہ پسندیدہ خلق سخاوت ہے۔  
السَّخَاةُ.

(مکارم الاخلاق لابن ابی الدنیا، الحدیث: ۲۹، ص ۳۴-۳۵، مختصرًا، بتغییر)

حضور نبی کریم، رؤوف رحیم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا فرمانِ ذی وقار ہے: ”میں نے ایک ترازو دیکھا جو آسمان سے لٹکایا گیا، اس کے ایک پلڑے میں مجھے اور دوسرے پلڑے میں میری امت کو رکھا گیا تو میرا پلڑا بھاری ہو گیا پھر ایک پلڑے میں میری امت کو اور دوسرے پلڑے میں ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو رکھا گیا تو ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا پلڑا بھاری ہو گیا۔“

(المسند للامام احمد بن حنبل، حدیث ابی بکرۃ نفع بن الحارث بن کلدة، الحدیث ۲۸، ۲۹، ج ۷، ص ۳۳۲-۳۳۳)

(المسند للامام احمد بن حنبل، حدیث ابی امامۃ الباہلی، الحدیث ۲۲۹۵، ج ۸، ص ۲۸۹-۲۹۰)

ان سب باتوں کے باوجود نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اللہ عزوجل کی ذات میں اس قدر مستغرق رہے کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے دل میں کسی اور کو ظلیل بنانے کی گنجائش نہ تھی اسی لئے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ”اگر میں لوگوں میں سے کسی کو ظلیل بناتا، تو ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ظلیل بناتا لیکن تمہارا دوست (یعنی نبی) اللہ عزوجل کا ظلیل ہے۔“

(صحیح مسلم، کتاب فضائل الصحابة، باب من فضائل ابی بکر الصدیق، الحدیث ۲۱۷۶، ص ۱۰۹۸)

حضرت سیدنا شبلی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ارشاد فرماتے ہیں: ”محبت لذت میں دہشت اور تعظیم میں حیرت کا نام ہے۔“

مزید فرماتے ہیں: ”عشق و محبت اللہ عزوجل کی آگ ہے جسے وہ اپنے اولیاء کرام علیہم الرحمۃ کے دلوں میں بھڑکاتا ہے حتیٰ

کہ اس کی وجہ سے ان کے دلوں کے خیالات، ارادے، حاجات اور عوارض سب کچھ جل جاتا ہے۔“

اس بات کو سمجھ لو فائدہ ہوگا۔ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِالصَّوَابِ.





## نیت، اخلاص اور صدق کا بیان

باب: 37

## نیت کا بیان:

اللہ عزوجل کا ارشاد نصیحت بنیاد ہے:

وَلَا تَطْرُدِ الَّذِينَ يَدْعُونَ رَبَّهُمْ بِالْغَدَاةِ وَالْعَشِيِّ  
يُرِيدُونَ وَجْهَهُ ۗ (ب ۷، الانعام: ۵۲)

ترجمہ کنز الایمان: اور دور نہ کرو انہیں جو اپنے رب کو پکارتے ہیں  
صبح اور شام اس کی رضا چاہتے۔

تاجدار رسالت، شہنشاہ نبوت، مخزن جو دو سخاوت، پیکر عظمت و شرافت، محبوب رب العزت، محسن انسانیت عزوجل  
صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان خوشبودار ہے: "إِنَّمَا الْأَعْمَالُ بِالنِّيَّاتِ ترجمہ: اعمال کا دار و مدار نیتوں پر ہے۔"

(صحیح البخاری، کتاب بدء الوحي، باب كيف كان ..... الخ، الحديث ۱، ص ۱)

شہنشاہ مدینہ، قرار قلب و سینہ، صاحب معطر پسینہ، باعث نزول سکینہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان ذیشان ہے: "لوگ  
چار قسم کے ہیں (ان میں سے دو یہ ہیں): پہلا وہ شخص جسے اللہ عزوجل نے علم اور مال عطا فرمایا، وہ اپنے علم کے مطابق اپنا مال خرچ  
کرتا ہے، جبکہ دوسرا شخص کہتا ہے: اگر مجھے اللہ عزوجل نے فلاں کی مثل عطا کیا ہوتا تو میں بھی اس کی طرح عمل کرتا پس ان  
دونوں کا اجر برابر ہے۔" (سنن ابن ماجہ، ابواب الزهد، باب النية، الحديث ۴۲۲۸، ص ۲۷۳۴)

حضرت سیدنا احنف رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، اللہ کے محبوب، دانائے غیوب، منزہ عن العیوب عزوجل صلی اللہ تعالیٰ  
علیہ وآلہ وسلم کا فرمان عبرت نشان ہے: "جب دو مسلمان اپنی تلواروں کے ساتھ باہم لڑائی کرتے ہیں، تو قاتل و مقتول دونوں جہنم میں  
جائیں گے۔" عرض کی گئی: "یا رسول اللہ عزوجل صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم! ایک تو قاتل ہے، لیکن مقتول کا کیا قصور ہے؟" آپ صلی اللہ تعالیٰ  
علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "کیونکہ اس نے اپنے مد مقابل کو قتل کرنے کا ارادہ کیا۔"

(سنن ابن ماجہ، ابواب الفتن، باب اذا التقى المسلمان بسيفهما، الحديث ۳۹۶۴، ص ۲۷۱۵)

حسن اخلاق کے پیکر، نبیوں کے تاجور، محبوب رب اکبر عزوجل صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان نصیحت نشان ہے: "جو  
شخص غیر اللہ کے لئے خوشبو لگاتا ہے وہ بروز قیامت یوں آئے گا کہ اس کی بدبو مردار سے بھی زیادہ ہوگی، اور جو اللہ عزوجل  
کے لئے خوشبو لگاتا ہے وہ بروز قیامت اس حال میں آئے گا کہ اس کی خوشبو کستوری سے زیادہ مہک رہی ہوگی۔"

(مصنف عبد الرزاق، کتاب الصیام، باب المرأة تصلى وليس في رقتها ..... الخ، الحديث ۷۹۶۳، ج ۴، ص ۲۴۷، بتقدم و تاخر)

## نیت کی حقیقت کا بیان:

جاننا چاہئے! نیت، ارادہ اور قصد مترادف الفاظ ہیں جو ایک ہی معنی میں استعمال ہوتے ہیں اور یہ ایک قلبی حالت و صفت ہے جسے علم و عمل نے گھیر رکھا ہے، علم اس کے لئے مقدمہ و شرط کی طرح ہے اور عمل اس کے تابع ہے پس نیت اس ارادے کا نام ہے جو سابقہ علم اور اس کے ساتھ ملحق عمل کے درمیان ہوتا ہے جس سے کسی شے کو جانا جاتا ہے اور اس سے ارادہ پیدا ہوتا ہے تاکہ وہ اپنے علم کے مطابق عمل کرے۔

شہنشاہِ مدینہ، قرارِ قلب و سینہ، فیضِ گنجینہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا فرمانِ عظمت نشان ہے:

نِيَّةُ الْمُؤْمِنِ خَيْرٌ مِنْ عَمَلِهِ وَنِيَّةُ الْفَاسِقِ شَرٌّ مِنْ عَمَلِهِ.  
ترجمہ: مؤمن کی نیت اس کے عمل سے بہتر ہے اور فاسق کی نیت اس کے عمل سے بدتر ہے۔

(المعجم الكبير، الحديث ٥٩٤٢، ج ٦، ص ١٨٥، نية الفاسق..... الخ: بدله: عمل المنافق خير من نيته)

اگر عمل بغیر نیت اور نیت بغیر عمل کا آپس میں موازنہ کیا جائے تو اس بات میں کوئی شک نہیں کہ عمل کے بغیر صرف نیت بلا نیت عمل سے بہتر ہے، کیونکہ ایسا عمل جس سے پہلے نیت ہو اس کا ثواب اس سابقہ نیت کی وجہ سے ہے لہذا نیت بہتر ہے کیونکہ یہ وہ ارادہ ہے جو اصل علم سے پیدا ہوتا ہے اور یہ دل کے زیادہ قریب ہوتا ہے پس ہر حال میں مؤمن کی نیت اس کے عمل سے بہتر ہے جیسا کہ حدیثِ پاک میں گزرا۔

جہاں تک اعمال کا تعلق ہے تو وہ گناہ، عبادات اور مباحات کی طرف تقسیم ہوتے ہیں، پس جو چیز فی نفسہ گناہ ہے وہ نیتِ عبادت سے عبادت نہیں بنتی۔ اور عبادات میں نیت ضروری ہے کیونکہ عبادت اس وقت تک عبادت نہیں بن سکتی جب تک اس کے ساتھ نیت نہ ہو، پھر دائمی اور اچھی نیت عبادت کے درجہ کو بڑھا دیتی ہے، کیونکہ بعض اوقات ایک فعل تعداد کے اعتبار سے ایک ہی ہوتا ہے لیکن ممکن ہے کہ حسن نیت کی بدولت وہ بہت سی عبادات بن جائے، جیسا کہ حدیثِ پاک میں ہے: ”بے شک جو بندہ مسجد میں بیٹھا، اس نے اللہ عزوجل کا دیدار کیا اور جس کی زیارت کی جائے اس پر لازم ہے کہ وہ زیارت کرنے والے کا اکرام کرے۔“

(شعب الایمان للبیہقی، باب فی الصلوات، فضل المشی الی المساجد، الحديث ٢٩٤٣، ج ٣، ص ٨٢)

(المعجم الكبير، الحديث ٦١٤٥، ج ٦، ص ٢٥٥)

مثال کے طور پر اگر کوئی شخص مسجد میں بیٹھے اور اللہ عزوجل کے دیدار کی نیت کرے، نماز کے انتظار کی نیت کرے اور نماز کا انتظار کرنے والا نماز میں ہی ہوتا ہے، مسجد میں اعتکاف کی نیت کرے، اعضاء کو گناہوں سے روکنے اور مسجد کو اپنے لئے پناہ گاہ بنانے کی نیت کرے اور اللہ عزوجل کے ذکر اور قرآن حکیم کی تلاوت سننے کی نیت کرے، تو یہ سب پے درپے نیکیاں ہیں جنہیں

نیت کے ذریعے حاصل کیا جاسکتا ہے۔

جہاں تک مباحات کا تعلق ہے تو وہ بھی حسن نیت سے عبادت کے زمرے میں داخل ہو جاتے ہیں، اس پر توجہ دینی چاہئے، اسی طرح تمام حرکات و سکنات حسن نیت سے عبادت بن جاتی ہیں۔ انسان کو چاہئے کہ وہ اپنی عمر کا ایک لمحہ بھی ضائع نہ کرے اور اس نیت کے ذریعے جانوروں سے ممتاز رہے کیونکہ جانوروں کا طریقہ ہے کہ وہ ہر کام ازادہ و نیت کے بغیر کرتے ہیں۔ حضور نبی کریم، رءوف رحیم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان عالیشان ہے: ”بروز قیامت بندے سے ہر چیز کے بارے میں سوال ہوگا یہاں تک کہ اس کی آنکھوں کے سرے، انگلیوں سے مٹی کریدنے اور اپنے بھائی کا کپڑا چھونے کے بارے میں بھی سوال ہوگا۔“ (حلیۃ الاولیاء، احمد بن ابی الحواری، الحدیث ۱۴۴۰، ج ۱۰، ص ۳۱، مختصراً)

جو شخص اپنے اعمال پر ہمیشگی اختیار کرے، تاکہ وہ سنت کے مطابق اور اچھی نیت سے صادر ہوں تو وہ مقررین میں سے ہے۔

اللہ عزوجل نے ارشاد فرمایا:

مَا يَلْفِظُ مِنْ قَوْلٍ إِلَّا لَدَيْهِ رَقِيبٌ عَتِيدٌ ۝  
ترجمہ کنز الایمان: کوئی بات وہ زبان سے نہیں نکالتا کہ اس کے پاس ایک محافظ تیار نہ بیٹھا ہو۔  
(ب: ۲۶، ق: ۱۸)

ایک بزرگ فرماتے ہیں: ”میں نے ایک تحریر لکھی اور اُسے پڑوسی کی دیوار سے خشک کرنے کا ارادہ کیا، لیکن اُسے اچھا نہ جانا پھر سوچا: یہ تو معمولی مٹی ہے اور اس میں خرچ بھی کیا ہے؟ مگر جب تحریر پر مٹی ڈالی تو غیب سے آواز آئی: ”جو شخص مٹی کو معمولی سمجھتا ہے، وہ عنقریب جان لے گا کہ کل بروز قیامت وہ کتنا بڑا حساب پائے گا۔“

حضرت سفیان ثوری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے ساتھ ایک شخص نے نماز پڑھی، اُس نے آپ کا کپڑا اُلٹا دیکھا تو آپ کو بتایا، آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اسے درست کرنے کے لئے ہاتھ بڑھایا پھر روک لیا اور ٹھیک نہ کیا، اس شخص نے اس کی وجہ پوچھی تو آپ نے فرمایا: ”میں نے اسے اللہ عزوجل کے لئے پہنا ہے اور میں نہیں چاہتا کہ غیر کے لئے اسے درست کروں۔“

حضرت سیدنا حسن بصری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں: بروز قیامت ایک آدمی دوسرے آدمی سے اُلجھے گا اور کہے گا: ”میرا اور تیرا معاملہ اللہ عزوجل کے سامنے ہے۔“ دوسرا کہے گا: ”اللہ عزوجل کی قسم! میں تجھے نہیں جانتا؟“ وہ جواب دے گا: ”کیوں نہیں، تو نے میری دیوار سے ایک اینٹ لی تھی اور میرے کپڑے سے ایک دھاگا لیا تھا۔“

**نیت اختیاری چیز نہیں:**

ہم کہتے ہیں کہ بعض اوقات جاہل شخص نیت کے متعلق ہماری باتوں کو سن کر کہتا ہے کہ میں اللہ عزوجل کے لئے پڑھانے، تجارت کرنے اور کھانے وغیرہ کی نیت کرتا ہوں، حالانکہ یہ سب دل کی بات اور خیالات کی منتقلی ہے، نیت ان سے

جدا ہے اور نیت یہ ہے، کہ انسان کا دل اس کے مطلوبہ اہم مقصد کی طرف براہیختہ اور مائل ہو خواہ وہ مقصد فوری ہو یا اس کا تعلق مستقبل سے ہو، اور جب تک کسی کام کی طرف دل مائل نہ ہو اس وقت تک بالتکلف نیت فائدہ نہیں دیتی، بلکہ نیت تب کامل ہو گی جب کہ دل اس چیز کی طرف مکمل طور پر مائل ہو جیسا کہ ایک پیٹ بھرا آدمی کہے: ”میں بھوکا رہنے یا بھوک کی وجہ سے کھانے کی نیت کرتا ہوں۔“ یا کوئی (عشق و محبت سے) خالی دل والا کہے: ”میں فلاں سے عشق و محبت اور اس کا احترام کرنے کی نیت کرتا ہوں اور یہ چیز اس کے باطن میں نہ ہو تو یہ مجال ہے بلکہ نفس کا اس کام پر براہیختہ ہونا اس وقت تک متصور نہیں ہو سکتا جب تک اس کا کوئی سبب نہ گزرا ہو کیونکہ دل کا براہیختہ ہونا کسی عرض اور داعی کے جواب میں ہوتا ہے، اس کی مثال نکاح ہے کہ جس شخص پر شہوت غالب ہو اور وہ نکاح کا ارادہ کرے پھر وہ بالتکلف نبی کریم، رب رؤف رحیم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی اطاعت، آپ کی سنت اور نیک اولاد کی نیت کرے تو یہ نیت نہ کہلائے گی کیونکہ اس کے باطن میں نکاح کے یہ اسباب نہیں بلکہ صرف شہوت ہے۔

بعض اسلاف سے منقول ہے کہ وہ نیت کے نہ ہونے کی وجہ سے بعض عبادات سے رُک جاتے تھے یہاں تک کہ حضرت سیدنا ابن سیرین علیہ رحمۃ اللہ اہلین نے حضرت سیدنا حسن بصری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی نماز جنازہ نہ پڑھی تو فرمایا: ”میری نیت حاضر نہ تھی۔“ عظیم کوئی عالم حضرت سیدنا حماد بن ابی سلیمان رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا انتقال ہوا تو حضرت سیدنا سفیان ثوری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے پوچھا گیا: ”آپ ان کے جنازے میں کیوں شریک نہ ہوئے؟“ آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا: ”اگر میری نیت حاضر ہوتی تو میں جنازہ پڑھتا۔“ حضرت سیدنا طاؤس رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نیت کے بغیر کلام نہ کرتے، آپ سے حدیث بیان کرنے کا مطالبہ ہوتا لیکن آپ بیان نہ کرتے آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے اس بارے میں پوچھا گیا تو فرمایا: ”کیا تم چاہتے ہو کہ میں بغیر نیت کے گفتگو کروں؟ جب میری نیت حاضر ہوگی تو کلام کروں گا، اور آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے عرض کی گئی: ”ہمارے لئے دعا کیجئے۔“ تو آپ نے ارشاد فرمایا: ”جب میری نیت ہوگی تو دعا کروں گا۔“

## اخلاص کا بیان

اللہ عزوجل کا فرمانِ تَقْرُب نشان ہے:

﴿۱﴾ وَمَا أَمْرُو إِلَّا لِيَعْبُدُوا اللَّهَ مُخْلِصِينَ لَهُ  
الذِّينَ ۝ (ب ۳۰، البینہ: ۵)

ترجمہ کنز الایمان: اور ان لوگوں کو تو یہی حکم ہوا کہ اللہ کی بندگی کریں نہ اس پر عقیدہ لاتے۔

﴿۲﴾ إِلَّا لِلَّهِ الدِّينُ الْخَالِصُ ط (ب ۲۳، الزمر: ۳)

ترجمہ کنز الایمان: ہاں خالص اللہ ہی کی بندگی ہے۔

سرکارِ مدینہ، راحتِ قلب و سینہ، سلطانِ باقرینہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا فرمانِ عالی شان ہے: ”اللہ عزوجل فرماتا ہے:

اخلاص میرے رازوں میں سے ایک راز ہے، جو میں نے اپنے اُن بندوں کے دلوں میں بطور امانت رکھا ہے جن سے مجھے محبت ہے۔“

(فردوس الاخبار للدیلمی، باب القاف، الحدیث ۴۵۳۹، ج ۲، ص ۱۴۵)

بنی اسرائیل میں ایک عابد تھا جس نے طویل عرصہ تک اللہ عزوجل کی عبادت کی، اس کے پاس کچھ لوگ آئے اور کہنے لگا: ”فلاں قوم اللہ عزوجل کے سوا ایک درخت کی پوجا کرتی ہے، یہ سن کر وہ غصہ میں آ گیا اور اپنا کلہاڑا کندھے پر رکھ کر درخت کاٹنے کے ارادے سے چلا، راستے میں اُسے ایک بزرگ کے روپ میں شیطان ملا اور پوچھنے لگا: ”کہاں کا ارادہ ہے؟“ عابد نے کہا: ”اس درخت کو کاٹنے جا رہا ہوں۔“ شیطان کہنے لگا: ”تجھے اس سے کیا غرض کہ تو اپنی عبادت میں مصروفیت چھوڑ کر دوسرے معاملات میں پڑتا ہے۔“ عابد نے کہا: ”یہ بھی میری عبادت ہے۔“ شیطان نے پھر کہا: ”میں تجھے ہرگز یہ درخت نہیں کاٹنے دوں گا۔“ پس وہ دونوں لڑ پڑے، عابد نے اسے پکڑ کر زمین پر دے مارا اور اس کے سینے پر چڑھ بیٹھا۔“

شیطان نے کہا: ”مجھے چھوڑو، میں تم سے کچھ بات کرنا چاہتا ہوں۔“ عابد نے اسے چھوڑ دیا۔“ شیطان اس سے کہنے لگا: ”اے فلاں! اللہ عزوجل نے تجھ سے یہ چیز ساقط کی ہے، تجھ پر فرض نہیں کی اور نہ تو اس درخت کی عبادت کرتا ہے اور نہ ہی دوسروں کا گناہ تجھ پر ہوگا، روئے زمین پر اللہ عزوجل کے بے شمار انبیاء کرام علیہم السلام ہیں، اگر اللہ عزوجل چاہتا تو ان کی طرف اُن کو بھیج دیتا اور انہیں اس درخت کو کاٹنے کا حکم دیتا۔“ عابد نے کہا: ”میں اسے ضرور کاٹوں گا۔“ شیطان اس سے پھر لڑا تو عابد پھر اس پر غالب آ گیا اور اُسے بچھاڑ کر اس کے سینے پر چڑھ بیٹھا، جب ابلیس عاجز آ گیا تو اس نے کہا: ”میرے پاس تیرے لئے ایک تجویز ہے، جس سے میرے اور تیرے درمیان فیصلہ ہو جائے گا اور وہ تمہارے لئے زیادہ بہتر اور نفع بخش ہے۔“ عابد نے پوچھا: ”وہ کیا؟“ اس نے کہا: ”مجھے چھوڑو، میں تمہیں بتاتا ہوں۔“ اس نے چھوڑ دیا تو شیطان نے کہا: ”تم ایک فقیر آدمی ہو، تمہارے پاس کچھ نہیں، تم لوگوں پر بوجھ ہو، وہ تمہاری خبر گیری کرتے ہیں، شاید تم چاہتے ہو گے کہ اپنے بھائیوں سے اچھا سلوک کروں، پڑوسیوں کی غم خواری کروں، خود سیر ہو کر کھاؤں اور لوگوں سے بے نیاز ہو جاؤں۔“ عابد نے کہا: ”ہاں! یہ بات تو ہے۔“ شیطان نے کہا: ”تم درخت کاٹنے کا ارادہ چھوڑو اور واپس چلے جاؤ، میں ہر رات تمہارے سرہانے دو دینار رکھ دیا کروں گا، جب صبح اٹھو تو انہیں اٹھالینا، اپنے اور اپنے اہل و عیال پر خرچ کرنا نیز اپنے بھائیوں پر صدقہ کر دینا، یہ تمہارے لئے اور مسلمانوں کے لئے اس درخت کو کاٹنے سے زیادہ مفید ہے کیونکہ اس کی جگہ دوسرا درخت لگا دیا جائے گا اور اس کے کاٹنے سے ان لوگوں کا کوئی نقصان نہ ہوگا اور نہ ہی تمہارے مسلمان بھائیوں کو کوئی فائدہ ہوگا۔“

عابد نے شیطان کی بات میں غور و فکر کیا اور سوچنے لگا: ”اس نے سچ کہا، میں کوئی نبی نہیں ہوں کہ مجھ پر اسے کاٹنا لازم ہو اور نہ ہی اللہ عزوجل نے مجھے اس کو کاٹنے کا حکم دیا ہے کہ میں اس عمل کے نہ کرنے سے گنہگار ہو جاؤں گا، اور جو کچھ اس بزرگ

نے ذکر کیا ہے اس میں زیادہ نفع ہے چنانچہ اس نے شیطان سے اس عہد و پیمان پر قسم لی اور اپنے عبادت خانے کی طرف لوٹ آیا، صبح ہوئی تو دیکھا کہ اس کے سرہانے دو دینار رکھے ہوئے ہیں۔ اس نے انہیں اٹھالیا، دوسرے دن بھی اسی طرح ہوا لیکن تیسرے دن اسے کچھ نہ ملا تو وہ غصے میں آگیا اور کلہاڑا اپنے کندھے پر رکھ کر درخت کی طرف چلا، راستے میں پھر بزرگ کی شکل میں شیطان ملا اور پوچھا: ”کہاں جا رہے ہو؟“ عابد نے کہا: ”اس درخت کو کاٹنے جا رہا ہوں۔“ شیطان نے کہا: ”اللہ کی قسم! تم جھوٹ بولتے ہو، تم اس پر قادر نہیں اور نہ اس کام کو کر سکتے ہو۔“

چنانچہ عابد نے اسے پکڑ کر پہلے کی طرح گرانا چاہا تو شیطان نے کہا: ”اب ایسا نہیں ہو سکتا۔“ پھر شیطان نے اسے پکڑ کر پچھاڑ دیا، اب وہ عابد شیطان کے سامنے چڑیا کی طرح تھا اور ابلیس لعین اس کے سینے پر چڑھ بیٹھا اور کہنے لگا: ”اپنے اس ارادے سے باز آ جاؤ، ورنہ تمہیں جان سے مار دوں گا۔“ عابد نے جب اپنے آپ کو بے بس پایا، تو اس نے کہا: ”اے فلاں! تو مجھے چھوڑ دے اور یہ بتا کہ تو مجھ پر کیسے غالب آ گیا، حالانکہ پہلی مرتبہ میں تجھ پر غالب آ گیا تھا اور اب تو غالب آ گیا؟“ شیطان نے کہا: ”پہلی مرتبہ تجھے اللہ عزوجل کے لئے غصہ آیا تھا اور تیری نیت آخرت کی تھی تو اللہ عزوجل نے مجھے تیرے ہاتھوں مغلوب کر دیا اور اس مرتبہ تجھے اپنی ذات اور دنیا کے لئے غصہ آیا تو میں نے تجھے پچھاڑ دیا۔“ یہ حکایت اللہ عزوجل کے اس فرمان کی تصدیق کرتی ہے:

الْأَعْبَادَ كَمِنْهُمْ الْمُخْلِصِينَ ۝ (ب ۱۴، الحجر: ۴۰) ترجمہ کنز الایمان: مگر جو ان میں تیرے پنے ہوئے بندے ہیں۔

حضرت سیدنا معروف کرخی علیہ رحمۃ اللہ القوی اپنے آپ کو مارتے ہوئے فرماتے: ”اے نفس! اخلاص اختیار کرتا ہی

چھٹکارا پائے گا۔“

## اخلاص کی حقیقت کا بیان:

جاننا چاہئے! ہر چیز میں ملاوٹ ممکن ہے جب وہ ملاوٹ سے پاک اور خالی ہو تو اسے خالص کہتے ہیں اور جس فعل سے وہ عمل صاف ہوتا ہے اس کو اخلاص کہتے ہیں، اللہ عزوجل کا فرمان حقیقت نشان ہے:

مِنْ بَيْنِ قُرْبٍ وَدَمٍ لَبْنَا خَالِصًا تَغَا لِلشَّرْبِ ۝ (ب ۱۴، النحل: ۶۶) ترجمہ کنز الایمان: گو بر اور خون کے بیچ میں سے خالص دودھ گلے سے بہل اترتا پینے والوں کے لئے۔

جب کوئی کام ریاء سے خالی اور رضائے الہی عزوجل کے لئے ہو تو وہ خالص ہوتا ہے۔

## اخلاص کے بارے میں مشائخ کرام علیہم رحمۃ اللہ السلام کے اقوال:

حضرت سیدنا سوسی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں: ”اخلاص یہ ہے کہ خود اخلاص پر بھی نظر نہ رہے، کیونکہ جو شخص اپنے

اخلاص میں اخلاص کو دیکھتا ہے تو اس کا اخلاص، اخلاص کا محتاج ہے۔“

حضرت سیدنا اہل رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے پوچھا گیا: ”کون سی چیز نفس پر زیادہ سخت ہے؟ انہوں نے فرمایا: ”اخلاص، کیونکہ اس میں نفس کا کوئی حصہ نہیں۔ اور فرمایا: اخلاص یہ ہے کہ بندے کی حرکت و سکون سب کچھ محض اللہ عزوجل کی رضا کے لئے ہو۔“  
حضرت سیدنا جنید رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں: ”اخلاص، اعمال کا کدورتوں سے پاک ہونے کا نام ہے۔“  
حضرت سیدنا فضیل رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں: ”لوگوں کو دکھانے کے لئے عمل ترک کرنا یا کاری اور ان کے لئے عمل کرنا شرک ہے اور اخلاص یہ ہے کہ اللہ عزوجل ان دونوں چیزوں سے محفوظ رکھے۔“

منقول ہے: ”اخلاص ہمیشہ مراقبہ میں رہنے اور تمام نفسانی خواہشات کو بھول جانے کا نام ہے۔“ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِالصَّوَابِ

### صدق کی حقیقت کا بیان:

اللہ عزوجل نے ارشاد فرمایا:

رِجَالٌ صَدَقُوا مَا عَاهَدُوا اللّٰهَ عَلَيْهِ  
ترجمہ کنز الایمان: کچھ وہ مرد ہیں جنہوں نے سچا کر دیا جو عہد  
اللہ سے کیا تھا۔  
(پ ۲۱، الاحزاب: ۲۳)

حضور نبی پاک، صاحب لؤلؤ لاک، ستیاح افلاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان والا شان ہے: ”بے شک سچ نیکی کی طرف رہنمائی کرتا ہے اور نیکی جنت کا راستہ دکھاتی ہے اور آدمی سچ بولتا رہتا ہے یہاں تک کہ اللہ عزوجل کے ہاں صدیق لکھ دیا جاتا ہے اور جھوٹ گناہ کی طرف لے جاتا ہے، گناہ جہنم کا راستہ دکھاتا ہے اور آدمی جھوٹ بولتا رہتا ہے یہاں تک کہ اللہ عزوجل کے ہاں کذاب لکھ دیا جاتا ہے۔“ (صحیح البخاری، کتاب الادب، باب قول اللہ تعالیٰ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ ءَامَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ..... الاية، الحدیث ۶۰۹۴، ص ۵۱۴)

اللہ عزوجل نے اس کی تعریف کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

وَإِذْ كُفِرَ فِي الْكِتَابِ إِبْرَاهِيمَ إِذْ كَانَ صِدِّيقًا نَبِيًّا  
ترجمہ کنز الایمان: اور کتاب میں ابراہیم کو یاد کرو بے شک وہ  
صدیق تھا (نبی) غیب کی خبریں بتاتا۔  
(پ ۱۶، مریم: ۴۱)

### صدیق کا معنی:

جاننا چاہئے! لفظ صدق چھ معانی میں استعمال ہوتا ہے: (۱) گفتگو میں صدق (۲) نیت و ارادہ میں صدق (۳) عزم میں صدق (۴) عزم کو پورا کرنے میں صدق (۵) علم میں صدق (۶) دین کے تمام مقامات کی تحقیق میں صدق۔  
پس ان تمام معانی میں صدق سے متصف ہونے والا صدیق ہے کیونکہ صدق میں مبالغہ ہے اور ان مقامات میں جس قدر ممکن ہے وہ اس نسبت سے صادق کہلاتا ہے۔ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِالصَّوَابِ وَالِيهِ الْمَرْجِعُ وَالْمَأْتَبُ.

## مُرَاقِبَةٌ وَمُحَاسَبَةٌ كَا بِيَان

باب 38:

جاننا چاہئے! یومِ محشر کے حساب پر ایمان لانا محاسبہ کے لئے تیاری کرنے کا تقاضا کرتا ہے۔ نبی مکرمؐ، نور مجسم، شہنشاہِ بنی آدم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا فرمانِ نصیحت نشان ہے:

حَاسِبُوا أَنْفُسَكُمْ قَبْلَ أَنْ تُحَاسَبُوا. ترجمہ: اپنے نفسوں کا محاسبہ کرو، اس سے پہلے کہ تمہارا محاسبہ کیا جائے۔

(جامع الترمذی، ابواب صفة القيامة، باب حديث اليكس ..... الخ، الحديث ۲۵۰۹، ص ۱۸۹۹)

اللہ عزوجل نے ارشاد فرمایا:

﴿۱﴾ وَنَضَعُ الْمَوَازِينَ الْقِسْطَ لِيَوْمِ الْقِيَامَةِ فَلَا تُظْلَمُ نَفْسٌ شَيْئًا وَإِنْ كَانَ مِثْقَالَ حَبَّةٍ مِنْ خَرْدَلٍ أَتَيْنَا بِهَا وَكَفَى بِنَا حَسِيبِينَ ﴿ب۱۷، الانبياء: ۴۷﴾

ترجمہ کنز الایمان: اور ہم عدل کی ترازوئیں رکھیں گے قیامت کے دن تو کسی جان پر کچھ ظلم نہ ہوگا اور اگر کوئی چیز رائی کے دانہ کے برابر ہو تو ہم اسے لے آئیں گے اور ہم کافی ہیں حساب کو۔

﴿۲﴾ مَالٍ هَذَا الْكِتَابِ لَا يُغَادِرُ صَغِيرَةً وَلَا كَبِيرَةً إِلَّا أَحْصَاهَا ﴿۱۵، الكهف: ۴۹﴾

ترجمہ کنز الایمان: اس نوشتہ کو کیا ہو انہ اس نے کوئی چھوٹا گناہ چھوڑا نہ بڑا جسے گھیر نہ لیا ہو

﴿۳﴾ وَاعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ يَعْلَمُ مَا فِي أَنْفُسِكُمْ فَاحْذَرُوهُ ﴿ب۲، البقرہ: ۲۳۵﴾

ترجمہ کنز الایمان: اور جان لو کہ اللہ تمہارے دل کی جانتا ہے تو اس سے ڈرو۔

جاننا چاہئے! جس شخص نے ہر لمحے اپنے نفس کا محاسبہ کیا قیامت کے دن اس کی حسرتیں کم ہوں گی اور جس نے اپنا محاسبہ نہ کیا وہ ہمیشہ حسرت کا شکار رہے گا اور قیامت کے دن اسے زیادہ دیر رکنا پڑے گا اور اللہ عزوجل نے ارشاد فرمایا:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اصْبِرُوا وَصَابِرُوا وَرَابِطُوا ﴿ب۴، ال عمران: ۲۰۰﴾

ترجمہ کنز الایمان: اے ایمان والو صبر کرو اور صبر میں دشمنوں سے آگے رہو اور سرحد پر اسلامی ملک کی نگہبانی کرو۔

پس ایمان والوں نے اپنے نفوس کی نگہبانی اس طرح کی کہ پہلے ان سے شرط باندھی پھر مراقبہ (یعنی حضوری دل سے خدا کا دھیان) کیا پھر سزا دی، پھر مجاہدہ کیا اور پھر جہڑکا۔



## نفس کی نگہداشت

نفس کی نگہداشت کے لئے مندرجہ ذیل چھ مقامات ہیں، ہم اس کی تشریح کرتے ہیں۔

پہلا مقام: نفس سے شرائط طے کرنا:

جاننا چاہئے! راہِ آخرت میں عقل تاجر کی طرح اور نفس اس کے شریک کی طرح ہے کیونکہ عقل اسی کی مدد سے مقصود تک پہنچ سکتی ہے اور اگر نفس کو کھلی چھٹی دے دی جائے تو یہ امانت ادا نہیں کرتا، مگر حیاء اور ریاء کے طور پر۔ پس عقل اس بات کی محتاج ہے کہ وہ پہلے نفس سے شرائط طے کرے پھر اس کی نگرانی کرے، تیسرے مرحلے میں اس کا حساب لے اور اس کے بعد اسے سزا دے۔ پھر کچھ امور اس کے سپرد کرے، اس پر چند شرائط عائد کرنے، کامیابی کے راستوں پر اس کی رہنمائی کرے اور اس کو سخت حکم دے۔

دوسرا مقام: مراقبہ کرنا:

جب نفس خیانت کرنے والے شریک کی طرح ہو تو اسے ایک لمحہ کے لئے بھی ڈھیل نہیں دی جاسکتی تا کہ وہ خیانت نہ کرے، ورنہ نفع حاصل ہونے کے بجائے اصل مال ہی ضائع ہو جائے گا، لہذا حرکات و سکنات اور لفظات میں ہمیشہ کے لئے مراقبہ ہونا ضروری ہے۔ نبی اکرم، نور مجسم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

أَعْبُدُ رَبَّكَ كَأَنَّكَ تَرَاهُ فَإِنْ لَمْ تَكُنْ تَرَاهُ  
فَإِنَّهُ يَرَاكَ  
ترجمہ: اللہ عزوجل کی عبادت اس طرح کرو گویا تم اسے دیکھ رہے ہو اور اگر تم اسے نہیں دیکھتے ہو وہ تو تمہیں دیکھ رہا ہے۔

(صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب بیان الایمان والاحسان..... الخ، الحدیث ۹۳، ص ۶۸)

اللہ عزوجل کا فرمان عالیشان ہے:

إِنَّ اللَّهَ كَانَ عَلَيْكُمْ رَقِيبًا (ب، النساء: ۱)

ترجمہ: کنز الایمان: بے شک اللہ ہر وقت تمہیں دیکھ رہا ہے۔

حضرت سیدنا عبد اللہ بن محمد نیشاپوری مرتعش رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں: ”مراقبہ یہ ہے کہ ہر۔ اور ہر لفظ کے ساتھ

غیب کو ملاحظہ کرتے ہوئے باطن کا خیال رکھنا۔“

تیسرا مقام: عمل کے بعد نفس کا محاسبہ کرنا:

اللہ عزوجل کا فرمان حقیقت نشان ہے:

وَلتَنْظُرْ نَفْسٌ مَّا قَلَّمَتْ لِغَدٍ (ب، الحشر: ۱۸)

ترجمہ: کنز الایمان: اور ہر جان دیکھے کہ کل کے لئے کیا آگے بھیجا۔

حدیث شریف میں ہے: ”عقل مند کے لئے چار گھڑیاں ہونی چاہئیں جن میں سے ایک ساعت وہ اپنے نفس کے محاسبہ کے لئے مقرر کرے۔“

(شعب الایمان للبیہقی، باب فی تعدید نعم اللہ وشکرہا، فصل فی فضل العقل، الحدیث ۴۶۷۷، ج ۴، ص ۱۶۴)

امیر المؤمنین حضرت سیدنا عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بارے میں ہے کہ ”جب رات ہو جاتی تو آپ اپنے پاؤں پر درہ مارتے اور اپنے آپ سے پوچھتے کہ آج تم نے کیا عمل کیا؟“

پس اس سے معلوم ہوا کہ تمہیں دن کے آخری حصے میں اس دن کے اعمال کے بارے میں اپنے نفس کا محاسبہ کرنا چاہئے۔

### چوتھا مقام: کوتاہی پر سزا دینا:

احساب کے بعد بھی اگر نفس عبادت میں کوتاہی برتے اور گناہ کا ارتکاب کرے، تو انسان اپنے نفس کو کھلی چھٹی نہ دے، کیونکہ اسے مہلت دینے کی صورت میں گناہوں کا ارتکاب آسان ہو جائے گا، اگر نفس کی خواہش کے مطابق کوئی مشتبہ لقمہ کھائے تو اسے نفس کو بھوکا رکھ کر سزا دینی چاہئے، اگر کسی غیر محرم کو دیکھے تو آنکھ کو دیکھنے سے روک کر اور بیدار رکھ کر سزا دے، اسی طرح دیگر اعضائے جسم کو شہوت سے نہ رکنے پر سزا دے، اسی طرح آخرت کی راہ پر چلنے والوں کے بارے میں منقول ہے۔

### پانچواں مقام: مجاہدہ کرنا:

مجاہدہ یہ ہے کہ اگر نفس سے خیانت ظاہر ہو تو وہ اسے سزا دے اور اگر وہ نیکی نہ کرے اور اطاعت بجا نہ لائے تو نفس کا مجاہدہ کرے اور اسے سخت مجاہدات پر آمادہ کرے مثلاً اگر وہ نماز باجماعت یا نوافل میں سستی کرے تو پوری رات عبادت میں جاگنا اپنے اوپر لازم کرے، لیکن اگر وہ شب بیداری سے انکار کرے، تو اپنے نفس پر مجاہدہ کی فضیلت میں وارد ہونی والی آیات و احادیث پڑھے۔

### چھٹا مقام: جھڑکنا:

یاد رکھو! تمہارا سب سے بڑا دشمن تمہارا نفس ہے، جو تمہارے پہلوؤں میں ہے۔ اسے یوں پیدا کیا گیا کہ وہ برائی کا حکم دینے والا، شر کی طرف مائل ہونے والا اور نیکی سے بھاگنے والا ہے اور تمہیں حکم دیا گیا ہے کہ اپنے نفس سے مجاہدہ کرو، اسے زبردستی اپنے رب غزوہ جہل کی عبادت کی طرف مائل کرو اور عبادت کرنے اور شہوات ترک کرنے کے ساتھ اسے پاک کرو۔ اگر تم اسے بالکل ڈھیل دے دو گے، تو وہ سرکش ہو جائے گا، بھاگ جائے گا اور تجھ پر غالب آجائے گا، تو اس کے بعد تیری اطاعت نہ کرے گا۔ اگر تم اسے مسلسل جھڑکتے اور عتاب کرتے رہو گے، تو یہ تمہاری اطاعت کرے گا اور ترقی کر کے نفس لؤامہ بن جائے گا اور اسی طرح نفس لؤامہ نفس

مُطْمَئِنِّہ بن جائے گا، پس وہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کے بندوں میں داخل ہو جائے گا وہ اس طرح کہ وہ اللہ عَزَّوَجَلَّ سے راضی اور اللہ عَزَّوَجَلَّ اس سے راضی ہوگا، لہذا تم نفس سے ایک لمحہ کے لئے بھی غافل نہ رہو اور جب تک اس کی اصلاح نہ کر لو دوسرے کو نصیحت نہ کرو۔ اللہ عَزَّوَجَلَّ نے حضرت سیدنا عیسیٰ علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام سے ارشاد فرمایا: ”اے ابن مریم! اپنے نفس کو نصیحت کرو، اگر اس نے نصیحت مان لی، تو لوگوں کو نصیحت کرنا اور نہ مجھ سے حیاء کرنا۔“

اللہ عَزَّوَجَلَّ کا فرمانِ عالیشان ہے:

وَذَكِّرْ فَإِنَّ الذِّكْرَ لِي تَنْفَعُ الْمُؤْمِنِينَ ۝ (ب ۲۷، الذریت: ۵۵) ترجمہ کنز الایمان: اور سمجھاؤ کہ سمجھانا مسلمانوں کو فائدہ دیتا ہے۔

پس تم پر لازم ہے کہ اپنے نفس پر توجہ دو اور اسے بار بار اس کی حماقت، جہالت اور دھوکا دہی بتاؤ اور اُسے کہو: تجھے شرم نہیں آتی کہ تو لوگوں کو احق و جاہل بتاتا ہے، حالانکہ تو خود سب سے بڑا جاہل ہے، بے شک تو جنت یا دوزخ کی طرف جائے گا اور تجھے کیا ہے کہ تو لہو و لعب اور ہنسنے میں مشغول ہے، حالانکہ تو ہر اس کام کے لئے مطلوب ہے، شاید تو موت کو دور سمجھتا ہے حالانکہ وہ قریب ہے، شاید موت آج دن، رات یا کل آجائے اور مستقبل میں واقع ہونے والی ہر چیز قریب ہی ہوتی ہے، کیا تجھے معلوم نہیں کہ وہ اچانک آئے گی اور اس سے پہلے کوئی قاصد نہیں آئے گا۔

### حکایت:

حضرت سیدنا منصور بن عمار علیہ رحمۃ اللہ الغفار فرماتے ہیں: میں نے ایک رات کوفہ میں ایک عبادت گزار کو اپنے رب عَزَّوَجَلَّ سے مناجات کرتے سنا، وہ کہہ رہا تھا: ”اے میرے رب عَزَّوَجَلَّ! مجھے تیری عزت کی قسم! میں نے تیری مخالفت کے ارادے سے تیری نافرمانی نہیں کی، تیرے مقام سے ناواقف ہوتے ہوئے بھی نہیں کی اور نہ ہی (اپنے آپ کو) تیرے عذاب کے لئے پیش کرنا مقصود تھا اور میں تجھے حقیر بھی نہ سمجھتا تھا، لیکن میرے نفس نے اس کام کو میرے سامنے اچھا کر کے پیش کیا، میری بدبختی نے اس معاملے میں میری مدد کی اور مجھے تیری پردہ پوشی سے دھوکا ہوا، تو میں نے اپنی جہالت کی وجہ سے تیری نافرمانی کی اور اپنے عمل سے تیری مخالفت کی، اب تیرے عذاب سے مجھے کون بچائے گا یا میں کس کی رسی کو پکڑوں گا، اگر تیری رسی مجھ سے چھوٹ جائے، بڑی خرابی تو یہ ہے کہ کل قیامت کے دن تیرے سامنے کھڑا ہونا ہوگا، جب ہلکے پھلکے لوگوں سے کہا جائے گا: تم گزر جاؤ اور زیادہ بوجھ والوں سے کہا جائے گا: اتر جاؤ تو کیا میں ہلکے پھلکے لوگوں کے ساتھ گزر جاؤں گا یا بوجھ والوں کے ساتھ نیچے اتار دیا جاؤں گا؟ ہائے میری بربادی! جیسے جیسے میری عمر بڑھتی گئی گناہ بھی زیادہ ہوتے گئے، میں کب تک توبہ کرتا ہوں گا؟ اور کب تک دوبارہ گناہ کرتا ہوں گا؟ کیا وہ وقت نہیں آیا کہ میں اپنے رب سے حیا کروں؟“

پس یہاں تمہارے لئے دو طریقے ہیں: ایک طریقہ اپنے نفس کو جھڑکنے کا ہے اور دوسرا طریقہ رب تعالیٰ سے مناجات کرنے اور نفس پر اس سے مدد طلب کرنے کا ہے اور اللہ عزوجل کے سوا ہر قوت و طاقت سے براءت کا اظہار کرنے اور اس کی بارگاہ میں اپنے آپ کو عاجز و حقیر سمجھنے کا ہے کہ شاید اللہ تعالیٰ تمہیں نفس کے شر سے محفوظ رکھے۔

وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِالصَّوَابِ وَاِلَيْهِ الْمَرْجِعُ وَالْمآبُ.



دعوتِ اسلامی کے سنتوں کی تربیت کے مدنی قافلوں میں سفر اور روزانہ فکرِ مدینہ کے ذریعے مدنی انعامات کا رسالہ پر کر کے ہر مدنی (اسلامی) ماہ کے ابتدائی دس دن کے اندر اندر اپنے یہاں کے (دعوتِ اسلامی کے) ذمہ دار کو جمع کروانے کا معمول بنا لیجئے  
 اِنْ شَاءَ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ اس کی برکت سے پابند سنت بننے، گناہوں سے نفرت کرنے اور ایمان کی حفاظت کے لئے کڑھنے کا ذہن بنے گا۔

## تَفَكُّرُكَامَبِيَان

باب 39:

حدیث شریف میں ہے:

تَفَكُّرُ سَاعَةٍ خَيْرٌ مِّنْ عِبَادَةِ سَنَةٍ. ترجمہ: (آخرت کے معاملے میں) گھڑی بھر کے لئے غور و فکر کرنا پورے سال کی عبادت سے بہتر ہے۔

(العظمة لابی الشیخ الاصبہانی، باب الامر بالتفکر فی آیات اللہ..... الخ، ما ذکر من الفضل..... الخ، الحدیث ۴۴، ص ۳۳)  
قرآن مجید اور احادیث طیبہ میں غور و فکر، تدبیر اور عبرت حاصل کرنے پر ابھارا گیا ہے کیونکہ یہ انوار خداوندی عَزَّوَجَلَّ کی چابی، بصیرت کا منبع اور علوم کے لئے جال ہے۔

## تَفَكُّرُ كِي فَضِيْلِيْت:

اللہ عَزَّوَجَلَّ نے غور و فکر کرنے والوں کی تعریف کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

وَيَتَفَكَّرُونَ فِي خَلْقِ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ. ترجمہ کنز الایمان: اور آسمانوں اور زمین کی پیدائش میں غور کرتے ہیں۔ (ب ۴، ال عمران: ۱۹۱)

حضرت سیدنا عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں: ”ایک جماعت اللہ عَزَّوَجَلَّ کے بارے میں غور و فکر کرنے لگی، تو نبی کریم، رؤوف رحیم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ”اللہ عَزَّوَجَلَّ کی مخلوق کے بارے میں غور و فکر کرو اور اللہ عَزَّوَجَلَّ کے بارے میں غور و فکر نہ کرو کیونکہ تم اس کی قدرت کا اندازہ نہیں کر سکتے۔“

(العظمة لابی الشیخ الاصبہانی، باب الامر بالتفکر فی آیات اللہ..... الخ، الحدیث ۵، ص ۱۸)

مردی ہے کہ سرکارِ والاخبار، ہم بے کسوں کے مددگار، شفیع روزِ شمار، دو عالم کے مالک و مختار، حبیب پروردگار عَزَّوَجَلَّ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کچھ لوگوں کے پاس تشریف لائے، جو غور و فکر کر رہے تھے، رسول اکرم، نور مجسم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے استفسار فرمایا: ”تمہیں کیا ہو گیا ہے کہ گفتگو نہیں کرتے؟“ صحابہ کرام علیہم الرضوان نے عرض کی: ”ہم اللہ عَزَّوَجَلَّ کی مخلوق کے بارے میں غور و فکر کر رہے ہیں۔“ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ”اُس کی مخلوق میں غور و فکر کرو، مگر اس کے بارے میں غور و فکر نہ کیا کرو، کیونکہ مغرب کی طرف ایک سفید زمین ہے جس کی روشنی اس کی سفیدی یا جس کی سفیدی اس کی روشنی کی طرح ہے، اس کی مسافت تمہارے چالیس دنوں جتنی ہے، اس جگہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کی ایسی مخلوق ہے جو پلک جھپکنے کی مقدار بھی اللہ عَزَّوَجَلَّ کی نافرمانی نہیں کرتے۔“ صحابہ کرام علیہم الرضوان نے عرض کیا: ”یا رسول اللہ عَزَّوَجَلَّ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم! کیا شیطان ان (کے دل) میں

وسو سے نہیں ڈالتا؟“ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ”ان کو یہ بھی معلوم نہیں کہ شیطان پیدا بھی کیا گیا ہے یا نہیں۔“ صحابہ کرام علیہم الرضوان نے پھر عرض کیا: ”یا رسول اللہ عزوجل و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم! کیا وہ حضرت سیدنا آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اولاد میں سے ہیں؟“ ارشاد فرمایا: ”ہاں، اور ان کو یہ خبر بھی نہیں کہ حضرت آدم علیہ السلام پیدا بھی کئے گئے ہیں یا نہیں۔“ (العظمة لابی الشیخ الاصبہانی، ما ذکر من کثرة عبادہ اللہ فی ارضہ وما خصوا بہ من النعم، الحدیث ۹۶۰، ص ۳۲۵، بتغییر)

حضرت سیدنا عطاء رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: ایک دن میں اور حضرت سیدنا عبید بن عمیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ام المؤمنین حضرت سیدنا عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی خدمت میں حاضر ہوئے، ہمارے اور ان کے درمیان پردہ تھا، ام المؤمنین رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے پوچھا: ”اے عبید! تمہیں ہمارے پاس آنے سے کس چیز نے روکا ہے؟“ انہوں نے عرض کی: ”اللہ کے رسول عزوجل و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے اس فرمان نے: ”رُزُّ غِبًّا تَزُدُّ حُبًّا تَرْجَمُه: ملاقات میں دیر کیا کرو، محبت میں اضافہ ہوگا۔“ پھر حضرت سیدنا ابن عمیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کی: ”آپ! ہمیں رسول اللہ عزوجل و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی کوئی انوکھی بات بتائیے، جو آپ نے دیکھی ہو؟“ یہ سن کر آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا رونے لگیں اور فرمایا: رسول اللہ عزوجل و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا ہر معاملہ عجیب تھا، ایک رات آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم میرے ساتھ آرام فرما رہے تھے، یہاں تک کہ آپ کے جسم کیساتھ میرا جسم مس ہوا، تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ”مجھے اپنے رب عزوجل کی عبادت کرنے دو۔“ پھر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم مشکیزے کی طرف تشریف لے گئے، اس سے وضو فرمایا، پھر کھڑے ہو کر نماز پڑھنے لگے اور اس قدر روئے کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی داڑھی مبارک تر ہو گئی، پھر سجدہ کیا یہاں تک کہ زمین تر ہو گئی، اس کے بعد پہلو پر آرام فرما ہو گئے حتیٰ کہ حضرت سیدنا بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حاضر ہو کر نماز فجر کی اطلاع دی اور عرض کی: ”یا رسول اللہ عزوجل و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم! آپ کیوں رو رہے ہیں؟ حالانکہ اللہ عزوجل نے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے سبب آپ کے اگلوں پچھلوں کے گناہ معاف فرمادیئے ہیں۔“ تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اے بلال! تجھ پر فسوس! میں کیوں نہ روؤں، آج رات مجھ پر یہ آیت کریمہ نازل ہوئی ہے: ”إِنَّ فِي خَلْقِ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ وَالاخْتِلَافِ اللَّيْلِ وَالنَّهَارِ لآيَاتٍ لِّأُولِي الْأَلْبَابِ“ (پ ۴، آل عمران: ۱۹۰) ترجمہ کنز الایمان: بے شک آسمانوں اور زمین کی پیدائش اور رات اور دن کی باہم بدلیوں میں نشانیاں ہیں عقلمندوں کے لئے۔“ پھر فرمایا: ”اس شخص کے لئے خرابی ہے جو اس آیت کریمہ کو پڑھے لیکن اس میں غور و فکر نہ کرے۔“ (الاحسان بترتیب صحیح ابن حبان، کتاب الرقائق، باب التوبة، الحدیث ۶۱۹، ج ۲، ص ۹، بتغییر)

حضرت سیدنا امام اوزاعی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے پوچھا گیا: ”ان آیات میں انتہائی غور و فکر کیا ہے؟“ انہوں نے فرمایا: ”ان کو پڑھا اور سمجھا جائے۔“

حضرت سیدنا جعید بغدادی علیہ رحمۃ اللہ العالی فرماتے ہیں: ”سب سے بہتر اور اعلیٰ مجلس آدمی کا توحید کے میدان میں فکر کے ساتھ بیٹھنا، معرفت کی باد نسیم سے لطف اندوز ہونا اور دریائے محبت سے محبت کا پیالہ پینا اور حسن ظن کے ساتھ اللہ عزوجل کی طرف دیکھنا ہے، پھر فرمایا: ان مجالس کا کیا کہنا، یہ کتنی شاندار ہیں اور ان کی شراب کس قدر لذیذ ہے اور جس کو یہ عطا کی گئی وہ نہایت ہی خوش نصیب اور مبارک باد کا مستحق ہے۔“

### فکر کی حقیقت اور اس کا نتیجہ:

جاننا چاہئے! فکر کا معنی دل میں دو معرفتوں کو حاضر کرنا ہے تاکہ بندہ اس سے تیسری معرفت حاصل کرے اور اس کی مثال یہ ہے کہ وہ پہچان لے کہ آخرت ہی بہتر اور باقی رہنے والی ہے اور بہتر اور باقی رہنے والی کو اختیار کرنا ہی زیادہ مناسب ہے۔ غور و فکر کرنے کا مقصد دل میں علم کا حصول ہے پس یہ ہر حال اور فعل کے اعتبار سے نجات کو ثابت کرتی ہے اور یہ دونوں معرفتیں علم کا نتیجہ ہیں اور علم غور و فکر کرنے کا نتیجہ ہے۔

### فکر کی گزرگاہیں:

جاننا چاہئے! بندہ کبھی اپنے نفس کی حالت کو دیکھتا اور اس میں غور و فکر کرتا ہے جیسا کہ پہلے بیان ہو چکا ہے اور کبھی اللہ عزوجل کی ذات، صفات اور افعال میں غور و فکر کرتا ہے۔ جہاں تک اللہ عزوجل کی ذات میں غور و فکر کرنے کا تعلق ہے تو اللہ عزوجل تک رسائی صرف اس کے ذکر سے ہی ممکن ہے اور انسان جس قدر اس کی صفات، افعال، ملک و ملکوت میں غور و فکر کرتا ہے تو اس پر جمال خداوندی عزوجل کے ظاہر ہونے سے اس کی محبت میں اضافہ ہوتا ہے اور یہ چیز اسمائے الہیہ کے معانی، اس کی صفات میں تدبر کرنے، زمین و آسمان اور ستاروں میں غور و فکر کرنے اور اللہ عزوجل کی ذات کے سواہر چیز میں غور و فکر کرنے سے حاصل ہوتی ہے کیونکہ ہر چیز اللہ عزوجل کی تخلیق و صنعت ہے اور اللہ عزوجل کا فرمان عظمت نشان ہے:

﴿۱﴾ سَنَرِيهِمْ اِيْتَا فِي الْاَفَاقِ (ب ۲۵، حم السجدة: ۵۳) ترجمہ کنز الایمان: ابھی ہم انہیں دکھائیں گے اپنی آیتیں (یعنی

نشانیوں) دُنیا بھر میں۔

﴿۲﴾ وَفِي نَفْسِكُمْ ط اَفَلَا تَبْصُرُونَ 0 (ب ۲۶، لدرت: ۲۱) ترجمہ کنز الایمان: اور خود تم میں، تو کیا تمہیں سوچتا نہیں۔

پس غور و فکر کی گزرگاہ (یعنی اس کا مقام) تمہارا اپنا نفس اور اس کے بعد اللہ عزوجل کی تمام مخلوق ہے۔ اس بات کو سمجھ لو

فائدہ ہوگا۔ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِالصّٰوَابِ



## موت اور اس کے بعد کا بیان

باب 40:

اللہ عَزَّوَجَلَّ کا فرمانِ عبرت نشان ہے:

قُلْ إِنَّ الْمَوْتَ الَّذِي تَفِرُّونَ مِنْهُ فَإِنَّهُ مُلْقِيكُمْ  
ترجمہ کنز الایمان: تم فرماؤ وہ موت جس سے تم بھاگتے ہو وہ تو  
ضرور تمہیں ملنی ہے۔ (ب ۲۸، الجمعة: ۸)

بعض لوگ موت کو کبھی کبھار یاد کر لیتے ہیں اور جب اسے یاد کرتے ہیں، تو اسے ناپسند سمجھتے ہیں کیونکہ وہ دنیا میں مشغول ہوتے ہیں، تو ایسے شخص کو موت کی یاد اللہ عَزَّوَجَلَّ سے مزید دور کر دیتی ہے۔ لیکن کچھ لوگ مکمل طور پر اللہ عَزَّوَجَلَّ کی طرف متوجہ ہو کر اپنے گناہوں سے توبہ کر لیتے ہیں، پس موت کی یاد توبہ کے مکمل ہونے کے ساتھ ان کے دلوں میں خشیتِ الہی عَزَّوَجَلَّ، خوف، تیاری اور وفا میں اضافہ کر دیتی ہے اور وہ شخص دنیا میں مشغول ہونے کی وجہ سے موت کو ناپسند نہیں کرتا بلکہ زاہد اور آخرت کی تیاری نہ ہونے کی وجہ سے موت کو ناپسند کرتا ہے اور یہ ناپسند جاننا اللہ عَزَّوَجَلَّ کی ملاقات کو ناپسند کرنا نہیں اور یہ مذموم بھی نہیں ہے، بلکہ وہ شخص آخرت کی تیاری کے لئے دنیاوی زندگی چاہتا ہے اور اسی محبت کے ساتھ اسے اسی تیاری میں موت آجائے تو موت اسے اللہ عَزَّوَجَلَّ کی ملاقات اور اس کے جوار رحمت کی طرف لے جائے گی۔ عارف ہمیشہ موت کو یاد کرتا ہے، کیونکہ موت کے ساتھ محبوب سے ملاقات کا وعدہ ہے اور محبت، محبوب کی ملاقات کے وقت کو کبھی نہیں بھول سکتا۔ کیونکہ موت عام طور پر دیر سے آتی ہے جیسا کہ حضرت سیدنا حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بارے میں مروی ہے، جب ان کی وفات کا وقت آیا تو ارشاد فرمایا: ”میرا دوست (یعنی محبوب سے ملاقات کا وعدہ) میری بے سرو سامانی کی حالت میں آیا، مجھے صرف ندامت سے کامیابی نہیں، اے اللہ عَزَّوَجَلَّ! اگر تیرے علم میں مجھے غناء کے مقابلہ میں فقر، صحت کے مقابلہ میں بیماری اور زندگی کے مقابلہ میں موت زیادہ پسند ہے تو مجھ پر موت آسان فرمادے یہاں تک کہ میں تجھ سے ملاقات کر لوں۔“

بلند مرتبہ یہ ہے کہ بندہ اپنا معاملہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کے سپرد کر دے، پس اپنے لئے زندگی و موت اختیار نہ کرے۔ موت کی محبت بندے کو مقامِ تسلیم تک پہنچا دیتی ہے، تو وہ اپنے نفس کے لئے وہی چیز اختیار کرتا ہے، جو اس کا رب عَزَّوَجَلَّ اس کے لئے پسند کرے۔

### موت کے ذکر کی فضیلت:

نبی مکرّم، نور مجسم، شہنشاہ بنی آدم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا فرمانِ حقیقت نشان ہے: ”اَكْثِرُوا مِنْ هَازِمِ اللَّذَاتِ تَرْجَمُهُ لَذَاتُ كُوخْتَمِ كَرْنِ وَالِیْ حَیْزِ مَوْتِ كُو كَثْرَتِ سَبِّ يَادِ كُرُو۔ (جامع الترمذی، ابواب الزهد، باب ما جاء فی ذكر الموت، الحلیث ۷، ۲۳، ص ۱۸۸۴)



نور کے پیکر، تمام نبیوں کے سرور، دو جہاں کے تاجور، سلطان بحر و بر صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا فرمانِ نصیحت نشان ہے: ”موت کے بارے میں جو کچھ تمہیں معلوم ہے، اگر جانوروں کو معلوم ہو جائے تو تم ان میں سے کسی فریبہ جانور کو نہ کھا سکو۔“

(شعب الایمان للبیہقی، باب فی الزهد وقصر الامل، الحدیث ۱۰۵۵۷، ج ۷، ص ۳۵۳)

ام المؤمنین حضرت سیدتنا عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے عرض کی: ”یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم! کیا شہداء کے ساتھ کسی اور کو بھی اٹھایا جائے گا؟“ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ”ہاں! جو آدمی دن رات میں بیس مرتبہ موت کو یاد کرے۔“

(قوت القلوب للشیخ ابی طالب محمد بن علی المکی، الفصل الثانی والثلاثون، ذکر التداوی وترکہ للمتوکل، ج ۲، ص ۵۳)

نبی رحمت، شفیع امت، قاسم نعمت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا فرمانِ بشارت نشان ہے: ”تُخَفِّةُ الْمُؤْمِنِ الْمَوْتُ تَرْجَمَةً: مؤمن کے لئے تحفہ ہے۔“ (المستدرک، کتاب الرقاق، باب لا یكون أحد متقیاً..... الخ، الحدیث ۷۹۷۰، ج ۵، ص ۴۵۵)

نور کے پیکر، سلطان بحر و بر صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا فرمانِ نصیحت نشان ہے: ”کَفَى بِالْمَوْتِ وَاعِظًا تَرْجَمَةً: موت وعظ و نصیحت کے لئے کافی ہے۔“ (شعب الایمان للبیہقی، باب فی الزهد وقصر الامل، الحدیث ۱۰۵۵۶، ج ۷، ص ۳۵۳)

نبی مکرّم، نور مجسم، رسول اکرم، شہنشاہ بنی آدم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ایک مسجد کی طرف تشریف لے گئے، وہاں کچھ لوگ باتیں کر رہے اور ہنس رہے تھے، آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ”موت کو یاد کرو، اس ذات کی قسم جس کے دستِ قدرت میں میری جان ہے! اگر تم وہ جانتے جو میں جانتا ہوں تو کم ہنستے اور زیادہ روتے۔“

(موسوعة لابن ابی الدنیا، کتاب ذکر الموت، باب الموت والاستعداد له، الحدیث ۹۶، ج ۵، ص ۴۲۳)

**یاد رکھئے!** بے شک موت کا معاملہ بڑا ہولناک ہے، اس میں غور و فکر کرنا دھوکے کے گھر (یعنی دنیا) سے دور رہنے، خوش فہمی کا شکار نہ ہونے اور اس کے لئے تیاری کرنے کا باعث ہے، ہاں! جب انسان اسے مشغولِ دل کے ساتھ یاد کرتا ہے، تو اس کا اثر دل میں ظاہر نہیں ہوتا۔ اس سلسلے میں طریقہ یہ ہے کہ انسان اپنے دل کو موت کی یاد کے علاوہ ہر خیال سے پاک کر دے اور اس میں اس طرح غور و فکر کرے، جس طرح وہ خشکی یا سمندر کے سفر کے بارے میں غور و فکر کرتا ہے، جس پر روانہ ہونے کا اس کا پختہ ارادہ ہوتا ہے کیونکہ اس کے دل پر اسی کے بارے میں سوچ و بچار اور اس کے لئے تیاری کرنے کے علاوہ کوئی خیال غالب نہیں رہتا۔

**امیدوں کو کم کرنا اور لمبی امیدوں کی مذمت:**

حضور نبی پاک، صاحبِ لولاک، سیاحِ افلاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے ارشاد فرمایا: ”جب تو صبح کرے، تو اپنے نفس سے شام کا ذکر نہ کر اور جب شام کرے تو اس سے صبح کا ذکر نہ کر، اپنی زندگی میں موت

کے لئے اور اپنی صحت کی حالت میں بیماری کے لئے عمل کر لے، کیونکہ اے عبداللہ! تو نہیں جانتا کہ کل تیرا نام کیا ہوگا (زندہ یا مردہ)۔

(حلیۃ الاولیاء، عبد اللہ بن عمر بن الخطاب، الحدیث ۱۱۰۵ ج ۱، ص ۳۸۶)

امیر المؤمنین حضرت سیدنا علی المرتضیٰ عظیم اللہ تعالیٰ وجہۃ الکریم سے مروی ہے کہ سیدنا ائمہ کبار، جناب رحمۃ اللعالمین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد مبارک ہے: ”مجھے تم پر دو باتوں کا بہت زیادہ خوف ہے: خواہش کی پیروی کرنا اور لمبی امید رکھنا، خواہش کی پیروی تو حق بات سے روکتی ہے اور لمبی امید دنیا سے محبت میں مبتلا کرتی ہے۔“

پھر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ”یاد رکھو! بے شک اللہ عزوجل اسے بھی دنیا عطا فرماتا ہے جس سے محبت کرتا ہے اور اسے بھی دیتا ہے جسے ناپسند کرتا ہے مگر جب وہ کسی بندے سے محبت فرماتا ہے، تو اسے ایمان (کی دولت) عطا فرماتا ہے، سن لو! کچھ لوگ دین والے ہیں اور کچھ دنیا والے، تم دین والے بنو، دنیا والے نہ بنو، یاد رکھو! دنیا پیٹھ پھیر کر جا رہی ہے، جان لو! آخرت قریب آچکی ہے، خبردار! آج تم عمل کے دن میں ہو، اس میں حساب نہیں، عنقریب تم حساب کے دن میں ہو گے اور وہاں کوئی عمل نہ ہوگا۔“ (موسوعۃ لابن ابی الدنیا، کتاب قصر الامل، الحدیث ۳، ج ۳، ص ۳۰۳-۳۰۴)

شہنشاہ خوش حصال، پیکر حسن و جمال، ذوق رنج و ملال صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان عالیشان ہے: ”اے لوگو! کیا تم اللہ عزوجل سے حیا نہیں کرتے؟“ صحابہ کرام علیہم الرضوان نے عرض کیا: ”یا رسول اللہ عزوجل و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم! وہ کیسے؟“ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ”تم وہ مال جمع کرتے ہو جسے کھاتے نہیں اور اس چیز کی امید رکھتے ہو جسے حاصل نہیں کر سکتے اور وہ مکان بناتے ہو جن میں تمہیں رہنا نہیں۔“

(شعب الایمان للبیہقی، باب فی الزہد وقصر الامل، الحدیث ۱۰۵۶۲، ج ۷، ص ۳۵۴-۳۵۵، لا تسکون ببلدہ: لاتعمرون) حضرت سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں، حضرت سیدنا أسامہ بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے حضرت سیدنا زید بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے ایک لونڈی ایک سودینار میں خریدی اور ایک مہینے کا ادھار کیا، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے یہ بات سنی، تو ارشاد فرمایا: ”کیا تم أسامہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) پر تعجب نہیں کرتے جو مہینے کا سودا کرتا ہے، یقیناً أسامہ لمبی امید والا ہے، اس ذات پاک کی قسم جس کے دست قدرت میں میری جان ہے! جب میں اپنی آنکھیں جھپکتا ہوں تو یہ گمان کرتا ہوں کہ کہیں میری پلکیں کھلنے سے پہلے ہی اللہ عزوجل میری روح قبض نہ فرمائے اور جب اپنی پلکیں اٹھاتا ہوں تو یہ خیال کرتا ہوں کہ کہیں انہیں جھکانے سے پہلے ہی موت کا وعدہ نہ آجائے اور جب کوئی لقمہ منہ میں ڈالتا ہوں تو یہ گمان کرتا ہوں کہ موت کا اچھو لگنے (یعنی موت آنے) سے پہلے اسے نہ نکل سکوں گا۔“ پھر فرمایا: ”اے لوگو! اگر تمہیں عقل ہے، تو اپنے آپ کو مردوں میں شمار کرو، اس ذات کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے! جس بات کا تم سے وعدہ کیا گیا ہے، وہ آنے والی ہے اور تم اسے آنے سے نہیں روک سکتے۔“

(موسوعۃ لابن ابی الدنیا، کتاب قصر الامل، الحدیث ۶، ج ۳، ص ۳۰۴-۳۰۵)

حضرت سیدنا ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے، نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم پیشاب کے لئے تشریف لے جاتے اور مٹی سے طہارت فرماتے تھے، میں عرض کرتا: ”یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم! پانی آپ کے قریب ہے۔“ تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرماتے: ”میں نہیں جانتا کہ میں اس تک پہنچ سکوں گا یا نہیں۔“

(الزهد لابن المبارك، باب الاعتبار والتفکر، الحدیث ۲۹۲، ص ۹۹) \*

ایک روایت میں ہے، حضور نبی رحمت، شفیع امت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے تین لکڑیاں لے کر ایک لکڑی اپنے سامنے گاڑ دی، دوسری اس کے پہلو میں اور تیسری کو اس سے دُور گاڑھا، پھر فرمایا: ”کیا تم جانتے ہو، یہ کیا ہے؟“ صحابہ کرام علیہم الرضوان نے عرض کیا: ”اللہ ورسولہ أعلم (اللہ عزوجل اور اس کا رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم بہتر جانتا ہے۔“ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ”یہ (پہلی لکڑی) انسان ہے، یہ (اس کے قریب والی لکڑی) اس کی موت ہے اور وہ (دور والی لکڑی) اس کی امید ہے، انسان امید کو پانا چاہتا ہے، لیکن موت اس کے راستے میں رکاوٹ بن جاتی ہے۔“

(موسوعة لابن ابی الدنيا، کتاب قصر الأمل، الحدیث ۱۰، ج ۳، ص ۶۰۶)

## سکراتِ موت کا بیان

### سکراتِ موت کے وقت کیا کیا جائے؟

جاننا چاہئے! اگر انسان کے سامنے موت کی سختیوں کے علاوہ کوئی اور چیز نہ بھی ہو، تو پھر بھی یہ اس لائق ہے کہ اُسے زندگی خوشیوں میں مبتلا نہ کرے اور اسے چاہئے کہ ہمیشہ اس میں غور و فکر کرتا رہے اور اس کے لئے خوب تیاری کرے، جیسا کہ کسی داناکا قول ہے: ”سختیاں تمہارے سوا کسی اور کے قبضے میں ہیں، تم نہیں جانتے کہ وہ کب تمہیں ڈھانپ لیں۔“

حضرت سیدنا لقمان حکیم علیہ رحمۃ اللہ الرحیم نے اپنے بیٹے سے فرمایا: ”اے بیٹے! موت ایسا معاملہ ہے کہ تم نہیں جانتے وہ کب تمہیں پہنچے، اس کے اچانک آنے سے پہلے اس کی تیاری کر لو۔“

تعجب کی بات ہے کہ اگر کسی انسان کو یہ توقع ہو کہ ایک لشکری (یعنی سپاہی) آکر اسے پانچ چھڑیاں مارے گا، تو اس کی زندگی بے کیف و بے سرور ہو جائے گی، پس جب ہر شخص جانتا ہے کہ اس کے پاس ملک الموت علیہ السلام آئیں گے، تو اس کی زندگی بے مزہ کیوں نہیں ہوتی۔

جاننا چاہئے! سکراتِ موت کی حقیقی تکلیف صرف وہی شخص جان سکتا ہے جس نے اُسے چکھا ہو اور جس نے اُسے نہیں چکھا وہ ان تکالیف پر قیاس کر کے اُسے جان سکتا ہے جو اُسے پہنچی ہوں یا مردوں کو حالتِ نزع میں سختی برداشت کرتے ہوئے دیکھ

پیش کش: مجلس المدینۃ العلمیہ (دعوتِ اسلامی)

کر اس سے استدلال کر سکتا ہے اور قیاس کی صورت یہ ہے کہ وہ جان لے کہ ان تکالیف میں روح کو بہت کم درد ہوتا ہے اور موت وہ درد ہے جو صرف روح کو پہنچتا ہے اور اس کی تمام اعضاء میں شدت ہوتی ہے تو یہ درد کس قدر عظیم ہوگا، کیا آپ نہیں دیکھتے؟ جب آگ جسم کو جلادے تو اس کا درد زخم سے زیادہ ہوتا ہے، کیونکہ یہ روح کے تمام اجزاء کو پہنچتی ہے اور موت کی سختی میں درد کے باوجود چیخ و پکار کی آواز نہیں نکلتی، کیونکہ اس کی تکلیف دل پر غالب آجاتی ہے اور تمام اعضاء کا احاطہ کر لیتی ہے تو اس سے ہر عضو کی قوت ختم ہو جاتی ہے، یہاں تک کہ مدد طلب کرنے کی قوت بھی باقی نہیں رہتی۔

موت کی سختی عقل کو بھی ڈھانپ لیتی ہے اور پریشان کر دیتی ہے، زبان کو گونگا کر دیتی ہے اور اعضاء کو کمزور کر دیتی ہے۔ موت کے وقت انسان چاہتا ہے کہ دوئے، چلائے اور مدد طلب کر کے سکون حاصل کرے لیکن وہ ایسا نہیں کر سکتا اور اگر کچھ قوت باقی رہتی ہے تو روح کے نکلنے وقت اس کے حلق اور سینے سے غرغراہٹ کی آواز سنائی دیتی ہے، اس کا رنگ بدل کر سیاہا ہوجاتا ہے، یہاں تک کہ اس سے مٹی کا رنگ ظاہر ہوتا ہے جو اس کی اصل فطرت ہے اور روح کو اس کی تمام رگوں سے کھینچ لیا جاتا ہے، پھر درجہ بدرجہ اس کے بدن میں موت واقع ہوتی ہے، پہلے اس کے قدم ٹھنڈے پڑتے ہیں پھر پنڈلیاں پھر رانیں۔ اور ہر عضو میں نئی سختی اور حسرت پیدا ہوتی ہے حتیٰ کہ گلے تک نوبت پہنچتی ہے اس وقت اس کی نظر دنیا والوں سے پھر جاتی ہے اور اس پر توبہ کا دروازہ بند ہو جاتا ہے۔

سرکار والاخبار، ہم بے کسوں کے مددگار، شفیع روزِ ہمارے اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان والا نشان ہے: ”جب تک غرغراہٹ موت کی کیفیت پیدا نہ ہو بندے کی توبہ قبول کی جاتی ہے۔“

(جامع الترمذی، کتاب الدعوات، باب ان اللہ یقبل العبد ما لم یغفر، الحدیث ۳۵۳۷، ص ۲۰۱۶)

حضرت سیدنا حسن رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے مروی ہے، نبی اکرم، نور مجسم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے موت کی تکلیف اور اس کے گلے میں رکنے کا ذکر کرتے ہوئے ارشاد فرمایا: ”یہ تلوار کی تین سوزیوں کے برابر ہے۔“

(موسوعۃ لابن ابی الدنیا، کتاب ذکر الموت، باب الخوف من اللہ، الحدیث ۱۹۲، ج ۵، ص ۴۵۳)

حضرت سیدنا زید بن اسلم رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے اپنے والد گرامی سے روایت بیان کی: ”جب مومن کا کوئی درجہ باقی رہ جاتا ہے جس تک وہ عمل کے ذریعے نہیں پہنچ سکتا، تو اس پر موت سخت کر دی جاتی ہے، تاکہ وہ موت کی سختیوں اور تکلیفوں کے بدلے جنت میں اپنا درجہ حاصل کر لے اور جب کافر کی کوئی نیکی ہو جس کا بدلہ اسے نہ دیا گیا ہو، تو اس پر موت کو آسان کر دیا جاتا ہے تاکہ وہ اپنی نیکی کا عوض حاصل کر لے، پھر اسے جہنم کی طرف بھیج دیا جاتا ہے۔“

کسی بزرگ کے بارے میں منقول ہے کہ وہ اکثر مرض الموت میں مبتلا لوگوں کے پاس جا کر پوچھتے: ”تم موت کو کیسا

پاتے ہو؟“ جب وہ خود بیمار ہوئے اور ان کا حال پوچھا گیا تو فرمایا: ”یوں محسوس ہوتا ہے کہ آسمان زمین سے آملے ہیں اور گویا میری روح سوئی کے ناکے سے نکل رہی ہے۔“

تاجدارِ رسالت، شہنشاہِ نبوت، مخزنِ جود و سخاوت، پیکرِ عظمت و شرافت، محسنِ انسانیت، محبوبِ ربِّ العزت عزوجل و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا فرمانِ راحت نشان ہے:

مَوْتُ الْفَجَاةِ رَاحَةٌ لِّلْمُؤْمِنِیْنَ وَاسْفَ عَلَی  
الْفَاجِرِ۔  
ترجمہ: اچانک موت مؤمن کے لئے راحت اور فاجر کے لئے افسوس کا باعث ہے۔

(المسند للامام احمد بن حنبل، مسند السيدة عائشة، الحدیث ۲۵۰۹۶، ج ۹، ص ۴۶۲)

### دوسری مصیبت:

موت کے فرشتے کی شکل دیکھنا اور دل پر اس کے خوف کا طاری ہونا ہے۔ حضرت سیدنا ابراہیم خلیل اللہ علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کے بارے میں مروی ہے، انہوں نے ملک الموت حضرت سیدنا عزرائیل علیہ السلام سے فرمایا: ”کیا تم مجھے وہ صورت دکھا سکتے ہو جس میں کسی گنہگار کی روح قبض کرتے ہو؟“ ملک الموت علیہ السلام نے جواب دیا: ”آپ نہیں دیکھ سکیں گے۔“ پھر ملک الموت علیہ السلام نے آپ کو اپنا چہرہ دوسری طرف کرنے کا کہا۔ آپ علیہ السلام نے چہرہ دوسری طرف پھیرا، پھر متوجہ ہوئے تو ایک سیاہ قام شخص کو دیکھا جس کے بال کھڑے ہیں، کپڑے سیاہ ہیں، اس سے بدبو آرہی ہے اور اس کے منہ اور نتھنوں سے آگ اور دھواں نکل رہا ہے (یہ دیکھ کر) حضرت سیدنا ابراہیم علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام پر بے ہوشی طاری ہو گئی، پھر افاقہ ہوا تو ملک الموت علیہ السلام اپنی پہلی صورت پر آچکے تھے۔ آپ علیہ السلام نے ارشاد فرمایا: ”اے ملک الموت علیہ السلام! گنہگار آدمی کو موت کے وقت تمہاری صورت دیکھ لینا ہی کافی ہے۔“

### مَلِكُ الْمَوْتِ اور حضرت سیدنا داؤد علیہ السلام:

حضرت سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ”حضرت داؤد علیہ السلام بہت غیرت مند تھے، جب آپ علیہ السلام باہر تشریف لے جاتے، تو دروازہ بند کر کے جاتے، آپ نے ایک دن دروازہ بند کیا اور تشریف لے گئے، آپ کی بیوی نے جھانکا، تو گھر میں ایک شخص تھا، انہوں نے پوچھا: ”اسے کون یہاں لایا ہے؟ اگر حضرت سیدنا داؤد (علیہ السلام) تشریف لے آئے تو مصیبت کھڑی ہو جائے گی۔“ چنانچہ حضرت داؤد علیہ السلام تشریف لائے، آپ نے اسے دیکھا تو پوچھا: ”تو کون ہے؟“ اس نے جواب دیا: ”میں وہ ہوں جو بادشاہوں سے ڈرتا ہوں، نہ دربان مجھے روک سکتے ہیں۔“

آپ علیہ السلام نے فرمایا: ”خَدَّعْتُمْ مَوْتَ كَيْفِ قِسْمٍ! پھر تو تو موت کا فرشتہ ہے اور حضرت داؤد علیہ السلام نے کبیل اوڑھ لیا۔“

(موسوعة لابن ابی الدنيا، کتاب ذکر الموت، باب ملك الموت واعوانه، الحدیث ۲۴۴، ج ۵، ص ۶۸)

روایت ہے کہ حضرت سیدنا عیسیٰ علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام ایک کھوپڑی کے پاس سے گزرے، تو آپ علیہ السلام نے اسے پاؤں سے ٹھوکر ماری اور فرمایا: ”اللہ عَزَّوَجَلَّ کے حکم سے مجھ سے گفتگو کر۔“ اس نے عرض کی: ”اے روح اللہ علیہ السلام! میں فلاں فلاں زمانے کا بادشاہ ہوں، میں اپنی سلطنت میں اپنے سر پر تاج رکھے تخت پر بیٹھا تھا اور میرے ارد گرد میرا لشکر اور میرے نوکر چاکر موجود تھے کہ اچانک موت کا فرشتہ میرے سامنے آیا، اسے دیکھتے ہی میرے تمام جوڑ ڈھیلے پڑ گئے، پھر میری جان نکل گئی، کاش! لوگوں کا وہ مجمع بکھرا ہوا ہوتا اور ان کی اُنسیت کی جگہ تنہائی کی وحشت ہوتی۔“

### مَلِكُ الْمَوْتِ اور حضرت سیدنا ابراہیم علیہما السلام:

حضرت سیدنا ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے، حضرت سیدنا ابراہیم علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام بہت غیور تھے، آپ ایک گھر میں عبادت کیا کرتے تھے، جب باہر تشریف لے جاتے، تو اسے بند کر دیتے، ایک دن واپس تشریف لائے تو گھر کے اندر ایک آدمی کو پایا تو پوچھا: ”تمہیں میرے گھر میں کس نے داخل ہونے کی اجازت دی؟“ اس نے کہا: ”مجھے اس نے اجازت دی، جو مجھ سے اور آپ علیہ السلام سے زیادہ اس گھر کا مالک ہے۔“ آپ علیہ السلام نے پوچھا: ”تو کون ہے؟ کیا تو فرشتہ ہے؟“ اس نے جواب دیا: ”میں موت کا فرشتہ ہوں۔“ آپ علیہ السلام نے پوچھا: ”تم جس صورت میں مومن کی روح قبض کرتے ہو وہ صورت مجھے دکھا سکتے ہو؟“ عرض کیا: ”جی ہاں! آپ علیہ السلام اپنا رخ دوسری طرف پھیریں۔“ جب آپ علیہ السلام دوبارہ متوجہ ہوئے تو دیکھا ایک نوجوان ہے اور آپ علیہ السلام نے اس کے حسن، عمدہ کپڑوں اور پاکیزہ خوشبو کا ذکر کیا، آپ علیہ السلام نے فرمایا: ”اے ملک الموت علیہ السلام! مومن کو موت کے وقت تمہاری صورت ہی کافی ہے۔“

کرانا کا تبین (یعنی اعمال لکھنے والے فرشتوں) کو دیکھنے کا معاملہ بھی اسی طرح ہے، حضرت سیدنا وہیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: ”ہمیں یہ بات پہنچی ہے کہ جس شخص کی روح قبض ہوتی ہے وہ اس وقت تک فوت نہیں ہوتا جب تک اپنے اعمال لکھنے والے دونوں فرشتوں کو نہ دیکھ لے، اگر وہ اطاعت گزار ہو تو وہ اس سے کہتے ہیں: ”اللہ عَزَّوَجَلَّ تمہیں ہماری طرف سے اچھا بدلہ دے، تو نے کئی اچھی مجلسوں میں ہمیں بٹھایا اور کئی اچھے اعمال کے وقت ہمیں حاضری کا موقعہ دیا۔“ اور اگر فاجر ہو تو کہتے ہیں: ”اللہ عَزَّوَجَلَّ تمہیں ہماری طرف سے اچھا بدلہ نہ دے، تو نے ہمیں کئی بری مجلسوں میں بٹھایا اور ہمیں قبیح کلام سنایا اور اس وقت مردہ ان کو دیکھ رہا ہوتا ہے۔“

## تیسری مصیبت:

گناہگاروں کو جہنم میں ان کا مقام دکھانا اور مشاہدہ سے پہلے ان کو خوف دلانا ہے، کیونکہ مرنے والے کی روح اس وقت تک نہیں نکلتی جب تک وہ ملک الموت علیہ السلام سے ان دونوں میں سے ایک کلمہ نہ سن لے: (۱) اے اللہ عزوجل کے دشمن! تجھے جہنم کی خبر دی جاتی ہے (۲) اے اللہ عزوجل کے ولی! تجھے جنت مبارک ہو۔ (اہل عقل کا خوف اسی وجہ سے تھا)

## مردہ اپنا ٹھکانہ دیکھ لیتا ہے:

حضور نبی اکرم، نور مجسم، شاہ بنی آدم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان حقیقت نشان ہے:

لَنْ يَخْرُجَ أَحَدٌ كُمْ مِنَ الدُّنْيَا حَتَّى يَعْلَمَ أَيْنَ مَصِيرُهُ، وَحَتَّى يَرَى مَقْعَدَهُ مِنَ الْجَنَّةِ وَالنَّارِ.  
ترجمہ: تم میں سے کوئی ہرگز دنیا سے نہیں جاتا جب تک کہ اسے معلوم نہ ہو جائے کہ اس کا مقام کہاں ہے اور جب تک وہ جنت یا جہنم میں اپنا ٹھکانہ نہ دیکھ لے۔

(موسوعہ لابن ابی الدنیا، کتاب ذکر الموت، باب مقام المیت فی الجنة أم فی النار، الحدیث ۳۰۳، ج ۵، ص ۴۹۴، بتغییر)

## قریب المرگ (یعنی مرنے کے قریب شخص) کو کیا کرنا چاہئے؟

قریب المرگ (یعنی مرنے کے قریب) شخص کے لئے خاموش اور پرسکون رہنا مستحب ہے اور اس کی زبان پر کلمہ شہادت جاری ہو اور یہ بھی مستحب ہے کہ دل میں اللہ عزوجل کے بارے میں حسن ظن اور اس سے اپنی بخشش کی امید رکھے۔ سرکار ابد قرار، شافع روز شمار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان خوشبودار ہے: ”میت کے لئے تین باتوں میں بہتری کی توقع جانو: (۱) جب اس کی پیشانی پر پسینہ آجائے (۲) آنکھوں سے آنسو جاری ہوں اور (۳) ہونٹ خشک ہو جائیں۔ پس یہ رحمت الہی کے نزول کی علامت ہے۔“

(کنز العمال، کتاب الموت، الباب الثانی، الفصل الاول، الحدیث ۴۲۱۷۱، ج ۱۵، ص ۲۳۹، بدون: ویست شفتاہ)

حضرت سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، اللہ کے محبوب، دانائے غیوب، منزہ عن الغیوب عزوجل صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان جنت نشان ہے:

لَقِنُوا مَوْتَكُمْ قَوْلَ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ.  
ترجمہ: اپنے فوت ہونے والوں کو کلمہ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ کی تلقین کرو۔

(صحیح مسلم، کتاب الجنائز، باب تلقین الموت ..... الخ، الحدیث ۲۱۲۳، ص ۸۲۱)

حضرت سیدنا حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت کے الفاظ یہ ہیں:

پیش کش: مجلس المدینۃ العلمیہ (دعوت اسلامی)

فَإِنَّهَا تَهْدِمُ مَا قَبْلَهَا مِنَ الْخَطَايَا.

ترجمہ: بے شک یہ (کلمہ طیبہ) ما قبل گناہوں کو مٹا دیتا ہے۔

(موسوعۃ لابن ابی الدنیا، کتاب المحتضرن، الحدیث ۲، ج ۵، ص ۳۰۲)

حضرت سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں، میں نے رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو یہ ارشاد فرماتے سنا: ”موت کافرشتہ ایک آدمی کے پاس آیا جو مر رہا تھا، اس نے اس کے دل میں دیکھا تو اس میں کچھ نہ پایا اس کے جڑوں کو کھولا تو زبان کے کنارے کو تالو سے ملا ہوا دیکھا اور کہہ رہا تھا ”لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ“ تو اس کلمہ طیبہ کی بدولت اس کی بخشش ہو گئی۔“

(موسوعۃ لابن ابی الدنیا، کتاب المحتضرن، الحدیث ۹، ج ۵، ص ۳۰۴)

تلقین کرنے میں نرمی کی راہ اختیار کرنا مستحب ہے کہ شاید کمزوری کی وجہ سے زبان سے پڑھنا مشکل ہوتا ہے اگر وہ اس پر اصرار کرے گا تو اس بات کا ڈر ہے کہ قریب المرگ شخص کلمہ کو ناپسند سمجھے اور اللہ عزوجل سے حسن ظن رکھنا مستحب ہے۔

حسن اخلاق کے پیکر، نبیوں کے تاجور، محبوب رب اکبر عزوجل صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان خوشبودار ہے: (اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: ”أَنَا عِنْدَ ظَنِّ عَبْدِي بِي فَلْيُظَنَّ بِي خَيْرًا.“ ترجمہ: بندہ مجھے اپنے گمان کے مطابق پاتا ہے پس اسے میرے بارے میں اچھا گمان رکھنا چاہئے۔“

(موسوعۃ لابن ابی الدنیا، کتاب حسن الظن باللہ، الحدیث ۸۳، ج ۱، ص ۹۴)

(الاحسان بترتیب صحیح ابن حبان، کتاب الرفائق، باب حسن الظن باللہ، الحدیث ۶۳۳، ج ۲، ص ۱۵)

## موت کے وقت مہلت نہیں دی جائے گی:

حضرت سیدنا وہب بن منبہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں: ”ایک بادشاہ نے کہیں جانے کے لئے سواری تیار کی، اس نے پہننے کے لئے کپڑے منگوائے لیکن وہ اسے پسند نہ آئے، دوسرے کپڑے منگوائے وہ بھی پسند نہ آئے، کئی بار ایسا کرنے کے بعد اس نے اپنے پسندیدہ کپڑے پہنے، اسی طرح اس نے سواری منگوائی وہ بھی پسند نہ آئی یہاں تک کہ اس کے پاس مختلف سواریاں لائی گئیں، تو وہ سب سے اچھی سواری پر سوار ہوا، اتنے میں ابلیس آیا، اس نے اس کی ناک میں پھونک ماری، تو وہ تکبر سے بھر گیا پھر لشکر کو ساتھ لے کر چل پڑا اور وہ تکبر کی وجہ سے لوگوں کی طرف نہیں دیکھ رہا تھا۔ اسی دوران ایک شخص آیا جس کے کپڑے پھٹے پرانے تھے، اس نے سلام کیا تو بادشاہ نے جواب نہ دیا۔ اس نے بادشاہ کی سواری کی لگام پکڑ لی۔ بادشاہ نے کہا: لگام چھوڑ دو، تم نے بڑی گستاخی کی ہے۔ وہ کہنے لگا: مجھے تجھ سے ایک کام ہے۔ اس نے کہا: میرے اترنے تک صبر کر۔ اس شخص نے کہا: نہیں ابھی۔ پھر اس نے لگام کو اچھی طرح دبایا۔ بادشاہ نے کہا: بول! کیا کام ہے؟ اس نے کہا: راز کی بات ہے۔ بادشاہ نے اپنا سر جھکا کر اس کے قریب کیا تو اس نے سرگوشی کرتے ہوئے کہا: میں موت کافرشتہ ہوں۔ (یہ سن کر) بادشاہ کا رنگ بدل گیا اور زبان لڑکھڑانے لگی اور اسے کہنے لگا: مجھے اتنی مہلت دو کہ میں گھر جا کر اپنے کام مکمل کر لوں اور گھر والوں کو اذاع کہہ لوں۔ ملک



الموت علیہ السلام نے فرمایا: نہیں، اللہ عزوجل کی قسم! اب تجھے اپنے مال و اسباب اور گھر والوں کو دیکھنا کبھی نصیب نہ ہوگا، پھر اس کی رُوح قبض کر لی اور وہ لکڑی کی طرح گر پڑا، پھر اسی حالت میں وہ فرشتہ ایک بندہ مؤمن سے ملا، اُسے سلام کہا، اس نے سلام کا جواب دیا۔ فرشتے نے کہا: مجھے تم سے ایک کام ہے۔ اس نے کہا: بتائیے! فرشتے نے سرگوشی کی اور کہا: میں موت کا فرشتہ ہوں۔ اس آدمی نے کہا: خوش آمدید و صدمہ! مجھے ایک عرصہ سے آپ کا انتظار تھا، اللہ عزوجل کی قسم! مجھے روئے زمین پر کسی غائب کی ملاقات آپ کی ملاقات سے زیادہ پسند نہیں۔ فرشتے نے اس سے کہا: آپ جس کام کے لئے گھر سے نکلے ہیں، اسے پورا کیجئے۔ اس نے کہا: اللہ عزوجل کی ملاقات سے زیادہ پسند اور اس سے بڑھ کر مجھے کوئی حاجت نہیں۔ فرشتے نے کہا: آپ جس حال میں چاہیں گے میں اسی طرح آپ کی رُوح نکالوں گا۔ اس نے پوچھا: کیا یہ آپ کے اختیار میں ہے؟ فرشتے نے جواب دیا: ہاں! مجھے یہی حکم ہے۔ اس شخص نے کہا: مجھے وضو کر کے نماز پڑھنے دو اور حالت سجدہ میں میری رُوح قبض کر لینا چنانچہ ملک الموت علیہ السلام نے حالت سجدہ میں اس کی رُوح قبض کی۔“

حضرت سیدنا ابو بکر بن عبد اللہ مزیٰ علیہ رحمۃ اللہ الخ فرماتے ہیں: ”بنی اسرائیل میں سے ایک شخص نے مال جمع کیا۔ جب اس کی موت کا وقت آیا تو بیٹوں سے کہنے لگا: مجھے میرے مختلف اموال دکھاؤ، اس کے پاس بہت سے گھوڑے، اونٹ اور غلام لائے گئے۔ جب اس نے ان کی طرف دیکھا، تو حسرت سے رونے لگا۔ ملک الموت علیہ السلام نے اسے روتے ہوئے دیکھا تو پوچھا: کیوں رورہے ہو؟ اس ذات کی قسم جس نے تجھے یہ سب کچھ دیا ہے! جب تک میں تیری رُوح اور بدن کو ایک دوسرے سے جدا نہ کر دوں یہاں سے نہیں جاؤں گا۔ اس نے کہا: مجھے کچھ مہلت دیجئے کہ میں اس مال کو تقسیم کر دوں۔ فرشتے نے کہا: اب تجھے مہلت نہیں، تو نے یہ کام اپنی موت کے آنے سے پہلے کیوں نہ کیا۔ چنانچہ ملک الموت علیہ السلام نے اس کی رُوح قبض کر لی۔“

**رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اور خلفاء راشدین رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا وصال مبارک:**

جاننا چاہئے! رسول خدا عزوجل و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی ذات زندگی اور وصال کے اعتبار سے بہترین نمونہ ہے۔ جب محبوب رب العالمین عزوجل و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا بھی وصال ظاہری ہو گیا، تو پھر کسی اور کو دنیا میں ہمیشہ رہنے کی طمع کرنے کی کوئی گنجائش نہیں۔ اللہ عزوجل نے ارشاد فرمایا:

﴿۱﴾ أَفَأَنْتُمْ مِمَّنْ الْخَالِدُونَ ۝

(ب، ۱۷، الانبیاء: ۳۴)

ترجمہ کنز الایمان: تو کیا اگر تم انتقال فرماؤ تو یہ ہمیشہ رہیں گے۔

﴿۲﴾ كُلُّ نَفْسٍ ذَائِقَةُ الْمَوْتِ ۝

(ب، ۴، ال عمران: ۱۸۵)

ترجمہ کنز الایمان: ہر جان کو موت چکھنی ہے۔

پیش کش: مجلس المدینۃ العلمیہ (دعوت اسلامی)

## آقائے دو جہاں علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ظاہری دنیا میں آخری گھڑیاں:

حضرت سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: ”ہم اُمّ المؤمنین حضرت سیدتنا عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے حجرہ مبارکہ میں نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے، اس وقت آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم دنیا سے رخصت ہونے والے تھے۔ ہمیں دیکھ کر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے پھر فرمایا ”خوش آمدید! اللہ عزوجل تمہیں زندہ رکھے، تمہیں پناہ دے، تمہاری مدد فرمائے، میں تمہیں اللہ عزوجل سے ڈرنے کی وصیت کرتا ہوں اور اللہ عزوجل سے تمہاری بھلائی کا طلب گار ہوں، میں اس کی طرف سے تمہیں واضح ڈرسانے والا ہوں، اللہ عزوجل کے شہروں اور بندوں کے سلسلے میں تکبر نہ کرنا، موت قریب آچکی ہے اور اللہ عزوجل، سدرۃ المنتہی، جنت المآویٰ اور بھرے ہوئے جام کی طرف لوٹنا ہے، میری طرف سے اپنے آپ کو اور میرے بعد تمہارے دین میں داخل ہونے والوں کو سلام کہنا۔“

(البحر الزخار بمسند البزار، مسند عبد اللہ بن مسعود، الحدیث ۲۸، ۲۰، ج ۵، ص ۳۹۴ تا ۳۹۶)

ایک روایت میں ہے کہ نبیوں کے سلطان، سرور و نشان، محبوبِ رحمن عزوجل صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے وصال ظاہری کے وقت حضرت سیدنا جبرائیل علیہ السلام سے ارشاد فرمایا: ”مَنْ لَأُمَّتِي مِنْ بَعْدِي تَرَجَمَهُ: میرے بعد میری امت کے لئے کون ہوگا۔“ اللہ عزوجل نے حضرت سیدنا جبرائیل علیہ السلام کی طرف وحی فرمائی کہ میرے حبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو خوشخبری سنا دو کہ میں انہیں ان کی امت کے بارے میں رسوا نہیں کروں گا اور انہیں یہ بھی خوشخبری دے دو، کہ جب لوگوں کو (قبروں سے) اٹھایا جائے گا، تو سب سے پہلے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم باہر تشریف لائیں گے، جب لوگ جمع ہوں گے تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ہی ان کے سردار ہوں گے اور کوئی امت جنت میں داخل نہ ہوگی یہاں تک کہ آپ کی امت اس میں داخل ہو جائے۔“ یہ سن کر پیارے آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ”الآن قَدْ قَرَّتْ عَيْنِي تَرَجَمَهُ: اب میری آنکھوں کو ٹھنڈک حاصل ہوئی۔“ (المعجم الكبير، الحدیث ۲۶۷۶، ج ۳، ص ۶۳، مفہوم ابداً والآن قَرَّتْ عَيْنِي)

اُمّ المؤمنین حضرت سیدتنا عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں: ”سرکارِ مدینہ، قرارِ قلبِ مدینہ، باعثِ نزولِ سکینہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے میرے گھر میں، میری باری کے دن، میرے سینے اور گردن کے درمیان وصال فرمایا اور اللہ عزوجل نے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے وصال کے وقت میرے اور آپ کے لعاب کو جمع فرمادیا، میرے پاس میرے بھائی حضرت سیدنا عبدالرحمن بن ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہما حاضر ہوئے، ان کے ہاتھ میں مسواک تھی، آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم مسواک کی طرف دیکھنے لگے، تو میں سمجھ گئی کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے اسے پسند فرمایا ہے۔ میں نے عرض کی: ”میں یہ مسواک ان سے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے لئے لے لوں؟“ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے سر انور کے اشارے سے فرمایا: ”ہاں! میں نے ان سے وہ

مساک لی، آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے اسے اپنے دہن مبارک میں داخل فرمایا تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو سخت محسوس ہوئی۔ میں نے پوچھا: ”نرم کر دوں؟“ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے سر انور سے اشارہ فرمایا: ”ہاں۔“ میں نے اسے (دانتوں سے) نرم کر دیا۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے پانی کا ایک پیالہ تھا، آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اس میں اپنا دست مبارک داخل کرتے اور فرماتے: ”لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ بے شک موت کی سختیاں ہیں۔“ پھر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے دست مبارک اوپر اٹھائے اور فرمایا: ”الرَّفِيقُ الْأَعْلَى، الرَّفِيقُ الْأَعْلَى“ یعنی اللہ عزوجل ہی اعلیٰ دوست ہے، اللہ عزوجل ہی اعلیٰ دوست ہے۔“ تو میں نے کہا: ”اللہ عزوجل کی قسم! اب آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ہمیں اختیار نہیں فرمائیں گے۔“

(صحیح البخاری، کتاب المغازی، باب مرض النبی ﷺ ووفاته، الحدیث ۴۴۹، ص ۳۶۵)

حضرت سیدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، اللہ کے پیارے حبیب، حبیب لبیب عزوجل و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ارشاد فرمایا: ”اے ابوبکر! مجھ سے سوال کرو؟“ انہوں نے عرض کی: ”یا رسول اللہ عزوجل و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم! کیا موت قریب آگئی؟“ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ”یقیناً قریب آگئی اور بہت قریب آگئی۔“ حضرت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا: ”اے اللہ عزوجل کے نبی! اللہ عزوجل کے ہاں جو نعمتیں ہیں وہ آپ کو مبارک ہوں، کاش! ہمیں اپنے انجام کا علم ہو جاتا؟ تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ”ہمارا انجام بارگاہ الہی عزوجل، سدرۃ المنتہی، جنت المآویٰ، فردوس اعلیٰ، بھرپور پیالے، رفیق اعلیٰ، لطف اٹھانے اور خوشگوار زندگی کی طرف ہے۔“ انہوں نے عرض کی: ”یا نبی اللہ! آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو کون غسل دے؟“ رسول کریم علیہ افضل الصلوٰۃ والتسلیم نے ارشاد فرمایا: ”میرے اہل بیت میں قریبی شخص۔“ پھر ہم نے عرض کی: ”آپ کو کن کپڑوں میں کفن دیں؟“ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے جواباً فرمایا: ”میرے انہی کپڑوں؛ یعنی چادر اور مصری جبہ میں“

حضرت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کی: ”آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم پر نماز جنازہ کا طریقہ کیا ہوگا؟“ (راوی فرماتے ہیں) یہ سن کر ہم سب رو پڑے، حضرت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی رونے لگ گئے، تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ”بس کرو، اللہ عزوجل تمہاری مغفرت فرمائے اور تمہیں اپنے نبی کی طرف سے اچھا بدلہ عطا فرمائے، جب تم میرے غسل و کفن سے فارغ ہو جاؤ، تو مجھے میرے اسی حجرے میں میری قبر کے کنارے چار پائی پر رکھ دینا اور کچھ دیر کے لئے باہر نکل جانا، کیونکہ سب سے پہلے میرا رب مجھ پر درود بھیجے گا۔ (اللہ عزوجل کا فرمانِ رحمت نشان ہے) ”هُوَ الَّذِي يُصَلِّي عَلَيْكُمْ وَمَلَائِكَتُهُ (ب ۲۲، الحزاب: ۴۳) ترجمہ کنز الایمان: وہی ہے کہ درود بھیجتا ہے تم پر وہ اور اس کے فرشتے۔“ پھر وہ اپنے فرشتوں کو مجھ پر درود پاک پڑھنے کی اجازت دے گا، تو اللہ عزوجل کی مخلوق میں سب سے پہلے حضرت جبرائیل علیہ السلام میرے حجرے میں داخل

ہوں گے اور مجھ پر درود بھیجیں گے پھر حضرت میکائیل علیہ السلام پھر حضرت اسرافیل علیہ السلام پھر حضرت ملک الموت عزرائیل علیہ السلام بہت بڑے بڑے لشکروں کے ساتھ آئیں گے، پھر تمام فرشتے آئیں گے، اللہ عزوجل ان سب پر رحمت فرمائے۔ (آئین)

پھر تم سب لوگ قافلہ در قافلہ اور گروہ در گروہ آنا اور مجھ پر درود و سلام پیش کرنا اور چیخ و پکار کر کے اور رو دھو کر مجھے اذیت نہ پہنچانا اور تم میں سے پہلے امام اور میرے اہل بیت میں سے زیادہ قریب والے مجھ پر درود پاک پڑھیں، پھر عورتوں کا گروہ، پھر بچوں کا گروہ۔ امیر المؤمنین حضرت سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پوچھا: ”آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو قبر شریف میں کون اتارے گا؟“ تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ”میرے اہل بیت میں سے قریبی لوگ، ان کے ساتھ بے شمار فرشتے ہوں گے جو تمہیں نظر نہیں آتے، لیکن وہ تمہیں دیکھتے ہیں، اٹھو اور میری طرف سے بعد والوں کو میرا سلام پہنچا دینا۔“

(المعجم الکبیر، الحدیث ۲۶۷۶، ج ۳، ص ۶۳)

(البحر الزخار بمسند البزار، مسند عبد اللہ بن مسعود، الحدیث ۲۰۲۸، ج ۵، ص ۳۹۴ تا ۳۹۶)

امم المؤمنین حضرت سیدنا عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں: ”جس دن نبی کریم، رؤوف رحیم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا وصال ہوا، تو صبح کے وقت آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے مزاج شریف میں صحابہ کرام علیہم الرضوان نے کچھ سکون دیکھا اس لئے صحابہ کرام علیہم الرضوان خوشی خوشی اپنے گھروں اور کام کاج کی طرف روانہ ہو گئے اور نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے پاس صرف عورتیں رہ گئیں۔ ہم اسی حالت میں تھے، گویا کہ اس سے پہلے ایسی امید اور خوشی نہ دیکھی تھی، تو نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ”میرے پاس سے چلی جاؤ، یہ فرشتہ مجھ سے اندر آنے کی اجازت مانگ رہا ہے۔“ چنانچہ حجرہ مبارکہ سے میرے علاوہ سب عورتیں چلی گئیں۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا سر اقدس میری گود میں تھا، جب آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اٹھ کر بیٹھ گئے، تو میں ایک کونے میں ہو گئی، فرشتے نے طویل گفتگو کی، پھر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے بلایا اور اپنا سر اقدس میری گود میں رکھ دیا۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے دیگر عورتوں سے فرمایا: ”تم بھی اندر آ جاؤ۔“ میں نے عرض کی: ”کیا یہ آہٹ جبرائیل علیہ السلام کی نہ تھی؟“ نبی رحمت، شفیع امت، قاسم نعمت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ”ہاں، اے عائشہ! یہ ملک الموت علیہ السلام تھے، جنہوں نے میرے پاس آ کر عرض کی: اللہ عزوجل نے مجھے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے پاس بھیجا ہے اور حکم فرمایا ہے کہ میں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے پاس اجازت کے بغیر نہ آؤں، اگر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی اجازت نہیں، تو میں چلا جاتا ہوں اور اگر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اجازت دیتے ہیں، تو اندر آ جاتا ہوں اور اللہ عزوجل نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی اجازت کے بغیر آپ کی روح مبارک قبض نہ کروں، پس آپ کیا فرماتے ہیں؟“ تو میں نے کہا: ”ٹھہر جاؤ یہاں تک کہ حضرت جبریل امین علیہ السلام میرے پاس آ جائیں، یہ ان کے آنے کا وقت ہے۔“

حضرت سیدنا عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں: ”ہم نے ایک ایسی بات کا سامنا کیا، جس کے بارے میں ہمارے پاس جواب یارائے نہ تھی پس ہم خاموش ہو گئے گویا ہم ایک بہت بڑے صدمے کی وجہ سے بے حس و حرکت ہو گئے، اس عظیم صدمے کی ہیبت کی وجہ سے اہل بیت میں سے کوئی شخص بھی بول نہ سکتا تھا۔“ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں: اسی وقت حضرت سیدنا جبرائیل علیہ السلام حاضر خدمت ہوئے، مجھے ان کے آنے کا علم ہو گیا اور باقی لوگ باہر چلے گئے، وہ داخل ہوئے اور عرض کی: ”اللہ عزوجل آپ کو سلام کہتا ہے اور آپ کی مزاج پر سی فرماتا ہے، حالانکہ وہ آپ کا حال ہم سے بہتر جانتا ہے، مگر وہ آپ کو مزید کرامت و شرافت اور تمام مخلوق سے زیادہ عظمت و بزرگی عطا فرمانا چاہتا ہے اور وہ چاہتا ہے کہ یہ (مزاج پرسی) آپ کی امت کے لئے سنت بن جائے۔“ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ”مجھے درد محسوس ہو رہا ہے۔“ تو انہوں نے عرض کی: ”خوشخبری ہو! اللہ عزوجل آپ کو اس مقام تک پہنچانا چاہتا ہے جو اس نے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے لئے تیار کیا ہے۔“ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ”اے جبرائیل! ملک الموت مجھ سے اجازت چاہتا ہے پھر آپ نے پوری بات بتائی حضرت جبرائیل علیہ السلام نے عرض کی: ”اے محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم! بے شک آپ کا رب عزوجل آپ کا مشتاق ہے، کیا اس نے آپ کو نہیں بتایا کہ وہ کیا کرنا چاہتا ہے؟“ اللہ عزوجل کی قسم! ملک الموت نے آج تک کسی سے اجازت نہیں مانگی اور نہ آئندہ کسی سے اجازت مانگے گا، لیکن آپ کا رب عزوجل آپ کے شرف کو پورا کرنے والا ہے اور آپ کا مشتاق ہے۔“ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ”ملک الموت کے آنے تک آپ یہاں سے نہ جائیں۔“ پھر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے عورتوں کو اندر آنے کی اجازت عطا فرمائی۔

آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ”اے فاطمہ! میرے قریب آؤ۔“ وہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی طرف جھکیں، آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ان کے کان میں سرگوشی کی، انہوں نے سر اٹھایا تو آنکھوں سے آنسو جاری تھے اور ان میں بات کرنے کی سکت نہ تھی۔ پھر فرمایا: ”اپنا سر میرے قریب کرو۔“ وہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی طرف جھک گئیں، آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے سرگوشی فرمائی اور انہوں نے سر اٹھایا تو مسکرا رہی تھیں، لیکن کلام کرنے کی سکت نہ تھی۔ ہمیں ان کی حالت سے تعجب ہوا۔ اس کے بعد جب ہم نے ان سے پوچھا تو انہوں نے ارشاد فرمایا: ”مجھے حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ”میں آج انتقال کر جاؤں گا تو میں رو پڑی، پھر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ”میں نے دعا کی ہے کہ اللہ عزوجل میرے گھر والوں میں سب سے پہلے تجھے میرے ساتھ ملائے لہذا میں ہنس پڑی۔ اُمّ المؤمنین فرماتی ہیں: ”(اسی دوران) حضرت ملک الموت علیہ السلام آگئے اور سلام پیش کر کے اجازت طلب کی۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے اجازت عطا فرمائی۔ فرشتے نے عرض کی: اے محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم! آپ کیا حکم فرماتے ہیں؟“ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ”ابھی مجھے میرے رب تک پہنچا دو۔“ انہوں نے عرض کی: ”کیوں نہیں، آج ہی ملا دوں گا، آپ کا رب عزوجل تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا مشتاق ہے اور جس قدر منزلت سے اللہ عزوجل آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم

کو واپس بلا رہا ہے، اس طرح کسی کو نہیں بلایا اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے علاوہ کسی اور کے پاس بغیر اجازت کے جانے سے منع نہیں فرمایا لیکن آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا وقتِ وصال آچکا ہے۔“ یہ کہہ کر وہ چلے گئے۔

اُمّ المؤمنین (حضرت سیدتنا عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا) فرماتی ہیں: ”پھر حضرت جبرائیل علیہ السلام حاضر ہوئے اور عرض کی: ”السَّلَامُ عَلَيْكَ يَا رَسُولَ اللَّهِ ترجمہ: اے اللہ کے رسول عَزَّوَجَلَّ وَصَلَّى اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم! آپ پر سلامتی ہو۔ یہ میرا زمین پر اترنا آخری بار ہے، وحی بھی لپیٹ دی گئی اور زمین بھی اور زمین پر مجھے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے سوا کوئی کام نہ تھا، میری غرض صرف آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں حاضری تھی، اب میں اپنی جگہ پر رہوں گا۔“ (ام المؤمنین حضرت سیدتنا عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں) اس ذات کی قسم جس نے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو حق کے ساتھ مبعوث فرمایا! گھر میں کسی کو بولنے کی تاب نہ تھی، اور باہر سے مردوں کو بھی کوئی نہ بلاتا تھا، اس کی وجہ یہ تھی کہ حضرت جبرائیل علیہ السلام کا کلام اس بڑے درجے کا تھا، ہم سب سہمے ہوئے اور خوفزدہ تھے۔ اُمّ المؤمنین فرماتی ہیں: پھر میں اٹھ کر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئی اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا سر انور اپنی چھاتی کے ساتھ لگایا اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے سینہ مبارک کو تھام لیا، آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم پر بیہوشی طاری ہو گئی حتیٰ کہ غالب آگئی۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی پیشانی سے اس قدر پسینہ نکلتا تھا کہ میں نے کبھی کسی انسان کو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے زیادہ خوشبودار نہیں دیکھا، میں وہ پسینہ پونچھتی تھی اور اس سے زیادہ خوشبودار چیز نہیں دیکھی۔ جب آپ کو افاقہ ہوتا تو میں عرض کرتی: ”میرے ماں باپ، میری جان، گھر والے، مال و اسباب سب آپ پر قربان ہوں، آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی پیشانی پر اس قدر پسینہ کیوں ہے؟ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ”اے عائشہ! مومن کی جان پسینے کے ذریعے نکلتی ہے اور کافر کی جان گدھے کی جان کی طرح اس کے نتھنوں سے نکلتی ہے۔“ اس وقت ہم سب عورتیں ڈر گئیں اور اپنے گھر کسی کو بھیجا، سب سے پہلے میرے بھائی تشریف لائے لیکن وہ آپ سے ملاقات نہ کر سکے۔ انہیں میرے والد ماجد نے میرے پاس بھیجا تھا، اور کسی کے آنے سے پہلے ہی آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی جان جان آفریں کے سپرد کر دی اور اللہ عَزَّوَجَلَّ نے سب کو روک رکھا تھا کیونکہ اللہ عَزَّوَجَلَّ نے آپ کا معاملہ حضرت جبرائیل اور حضرت میکائیل علیہما السلام کے سپرد کر رکھا تھا اور جب آپ پر بیہوشی طاری ہوئی تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ”بَلِ الرَّفِيقُ الْأَعْلَىٰ تَرْجَمَهُ رَفِيقُ الْعَالِيٰ كَيْفَ كَانَ“

(المعجم الكبير، الحديث ۲۶۷۶، ج ۳، ص ۵۹ تا ۶۴، بتغير/الحديث ۱۰۴۱۷، ج ۱۰، ص ۱۸۹)

(المسند للإمام احمد بن حنبل، مسند السيدة عائشة، الحديث ۲۶۴۰۷، ج ۱۰، ص ۱۴۳)

اُمّ المؤمنین حضرت سیدتنا عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں: ”نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے بروز سوموار

پیش کش: مجلس المدینۃ العلمیہ (دعوت اسلامی)

(یعنی پیر) چاشت اور دوپہر کے درمیان وصال فرمایا۔“

صَلَوَاتُ اللَّهِ عَلَيْهِ وَعَلَى آلِهِ وَأَصْحَابِهِ  
وَالتَّابِعِينَ أَجْمَعِينَ۔  
ترجمہ: آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم پر اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم  
کی تمام آل، اصحاب اور تابعین پر اللہ عزوجل کی رحمتیں ہوں۔

### امیر المؤمنین حضرت سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا وصال:

جب امیر المؤمنین حضرت سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا وقت وصال آیا، تو حضرت سیدنا عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ  
عنها تشریف لائیں اور آپ نے بطور مثال یہ شعر پڑھا:

لَعْمُرْكَ مَا يُغْنِي الشَّرَاءَ عَنِ الْفَتَى  
إِذَا حَشْرَجَتْ يَوْمًا وَضَاقَ بِهَا الصُّدْرُ

ترجمہ: آپ کی عمر کی قسم! دولت نو جوان کے کام نہیں آتی جب موت کا دن آجائے اور سینے میں دم گھٹ رہا ہو۔“

حضرت سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے چہرے سے کپڑا ہٹایا اور فرمایا بات اس طرح نہیں، بلکہ یوں کہو:

وَجَاءَتْ سَكْرَةُ الْمَوْتِ بِالْحَقِّ مَا  
كُنْتُ مِنْهُ تَحِيدُ (ب، ۲۶، ق، ۱۹)  
ترجمہ: کنز الایمان: اور آئی موت کی سختی حق کے ساتھ یہ ہے جس سے تو  
بھاگتا تھا۔

(پھر فرمایا) میرے ان دو کپڑوں کو دھو کر انہیں میں مجھے کفن دے دینا کیونکہ فوت شدہ کے مقابلے میں زندہ آدمی نئے کپڑوں  
کا زیادہ حق دار ہے۔ جب آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا وصال ہونے لگا اور حضرت سیدنا عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے یہ شعر پڑھا:

وَأَيْضُ يَسْتَسْقَى الْغَمَامُ بِوَجْهِهِ  
رَبِيعُ الْيَتَامَى عَضْمَةً لِلْأَرَامِلِ

ترجمہ: سفید رنگ والے جن کے چہرے کے سبب بادل برستے ہیں، آپ یتیموں کی بہار اور بیواؤں کا سہارا ہیں۔

تو آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: ”یہ تو نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی شان ہے۔“ صحابہ کرام علیہم الرضوان آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے  
پاس حاضر ہوئے اور عرض کی: ”کیا ہم کسی طبیب کو نہ بلا لائیں جو آپ کا حال دیکھے؟“ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: ”طبیب  
نے مجھے دیکھ لیا اور فرمایا ہے کہ میں جو چاہتا ہوں کرتا ہوں۔“

حضرت سیدنا سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی عیادت کے لئے تشریف لائے اور عرض کی: اے ابو بکر  
(رضی اللہ تعالیٰ عنہ)! ہمیں وصیت فرمائیں۔“ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ارشاد فرمایا: ”اللہ عزوجل تم پر دنیا کے خزانے کھول دے گا  
لیکن تم اس سے ضرورت کے مطابق لینا اور یاد رکھو! جس نے صبح کی نماز پڑھی وہ اللہ عزوجل کے ذمہ کرم پر ہے پس اللہ عزوجل  
سے عہد شکنی نہ کرنا ورنہ وہ تمہیں منہ کے بل جہنم میں ڈال دے گا۔“

جب امیر المؤمنین حضرت سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طبیعت زیادہ بوجھل ہو گئی۔ صحابہ کرام علیہم الرضوان نے چاہا

کہ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنا نائب مقرر فرمادیں تو آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت سیدنا عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اپنا خلیفہ نامزد فرمایا۔ صحابہ کرام علیہم الرضوان نے عرض کی: آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک سخت مزاج شخص کو ہمارا خلیفہ نامزد کیا ہے، آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے رب عزوجل کو کیا جواب دیں گے؟ انہوں نے فرمایا: ”میں عرض کروں گا کہ میں نے تیری مخلوق پر مخلوق میں سب سے بہتر انسان کو اپنا نائب مقرر کیا ہے۔“ اللہ عزوجل ان دونوں سے راضی ہو، آمین۔

### امیر المؤمنین حضرت سیدنا عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا وصال:

حضرت سیدنا عمرو بن میمون رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: ”جس صبح حضرت سیدنا عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر حملہ کیا گیا، میں وہیں کھڑا تھا، ہمارے درمیان صرف حضرت سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما تھے۔ حضرت سیدنا عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ صفوں کے درمیان خلا دیکھتے تو فرماتے: اپنی صفیں درست کر لو۔ جب آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دیکھا کہ صفیں بالکل سیدھی ہو چکی ہیں، نمازیوں کے درمیان بالکل خلا نہیں رہا اور سب کے کندھے ملے ہوئے ہیں تو آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ آگے بڑھے اور تکبیر تحریمہ کہی۔“

آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی عادت کریمہ تھی کہ صبح کی نماز میں اکثر سورہ یوسف اور سورہ فصل میں سے قراءت فرماتے، آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ پہلی رکعت میں کچھ زیادہ تلاوت فرماتے تاکہ بعد میں آنے والے بھی جماعت میں شامل ہو سکیں، ابھی آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نماز شروع ہی کی تھی کہ ایک مجوسی غلام جو پہلی صف میں چھپ کر کھڑا تھا اس نے موقع پاتے ہی ایک دودھاری تیز خنجر سے آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر حملہ کر دیا۔ حضرت سیدنا عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی آواز سنائی دی کہ مجھے کسی گٹھے نے قتل کر دیا یا کاٹ لیا ہے وہ مجوسی غلام حملہ کرنے کے بعد پیچھے پلٹا اور بھاگتے ہوئے تیرہ نمازیوں پر حملہ کیا جن میں سے سات شہید ہو گئے، ایک نمازی نے آگے بڑھ کر اس پر کپڑا ڈالا اور اسے پکڑ لیا، جب اس بد بخت غلام نے دیکھا کہ اب میں بکٹھا جا چکا ہوں، تو اپنے ہی خنجر سے خودکشی کر لی۔

مروی ہے کہ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو فرمایا: ”ام المؤمنین حضرت سیدنا عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی بارگاہ میں چلے جاؤ اور ان سے عرض کرو: ”عمر نے آپ کو سلام بھیجا ہے، امیر المؤمنین کا لفظ نہ کہنا کیونکہ آج میں مسلمانوں کا امیر نہیں ہوں۔ اور ان سے عرض کرو: عمر اس بات کی اجازت چاہتا ہے کہ اسے اس کے دوستوں کے ساتھ دفن کیا جائے اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے قرب میں جگہ عطا فرمائی جائے۔“ حضرت سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما حضرت سیدنا عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی بارگاہ میں حاضر ہوئے اور سلام عرض کیا۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا رو رہی تھیں، آپ رضی



اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کی: ”حضرت سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ آپ کو سلام عرض کر رہے ہیں اور اس بات کی اجازت چاہتے ہیں کہ انہیں ان کے دوستوں کے قرب میں دفن کیا جائے۔“ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے یہ سن کر ارشاد فرمایا: ”یہ جگہ تو میں نے اپنے لئے رکھی تھی لیکن اب میں یہ جگہ عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ایثار کرتی ہوں، انہیں جا کر یہ خوشخبری سنا دو۔“ چنانچہ حضرت سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما اجازت لے کر واپس تشریف لائے۔

جب حضرت سیدنا عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بتایا گیا کہ حضرت سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما آگئے ہیں تو آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: ”مجھے بٹھا دو۔“ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو سہارا دے کر بٹھا دیا گیا۔ پھر آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پوچھا: ”اے میرے بیٹے! کیا خبر لائے ہو؟“ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کی: ”حضرت سیدنا عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اجازت عطا فرمادی ہے، آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ خوش ہو جائیں، آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی پسندیدہ چیز عطا کر دی گئی۔“ یہ سن کر آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: ”مجھے اس چیز سے زیادہ اور کسی چیز کی فکر نہ تھی، الْحَمْدُ لِلَّهِ عَزَّ وَجَلَّ! مجھے میری پسندیدہ چیز مل گئی ہے۔“

پھر آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: ”جب میری روح پرواز کر جائے تو مجھے اٹھا کر سرکار ابد قرار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے روضہ اقدس پر لے جانا، پھر بارگاہ نبوت میں سلام عرض کرنا اور حضرت سیدنا عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے عرض کرنا: ”عمر بن خطاب اپنے دوستوں کے ساتھ آرام کی اجازت چاہتا ہے، اگر وہ اجازت دے دیں تو مجھے وہاں دفن کر دینا اور اگر اجازت نہ ملے تو مجھے عام مسلمانوں کے قبرستان میں دفن دینا۔“

پھر ام المومنین حضرت سیدنا حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا تشریف لائیں اور عورتوں نے ان کو چھپا رکھا تھا۔ جب ہم نے آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو دیکھا تو اٹھ کھڑے ہوئے، آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اندر داخل ہوئیں اور کچھ دیر آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس روتی رہیں پھر مردوں نے اجازت چاہی تو آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اندر چلی گئیں، ہم نے اندر سے ان کے رونے کی آواز سنی۔ آپ کے اصحاب نے عرض کی: ”اے امیر المومنین رضی اللہ تعالیٰ عنہ! وصیت فرمائیے اور کسی کو اپنا نائب مقرر کیجئے۔“ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: ”میں ان حضرات سے زیادہ کسی کو اس امر کا حق دار نہیں سمجھتا، رسول اللہ ﷺ وصال صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ان سے رضا مندی کی حالت میں اس دنیا سے تشریف لے گئے۔ پھر آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت سیدنا علی المرتضیٰ، حضرت سیدنا عثمان ذوالنورین، حضرت سیدنا زبیر، حضرت سیدنا طلحہ، حضرت سیدنا سعد اور حضرت سیدنا عبد الرحمن رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے نام لئے۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: ”حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما بھی تمہارے ساتھ موجود رہیں گے لیکن خلافت سے ان کا کوئی تعلق نہیں ہوگا۔“

حسن اخلاق کے پیکر، نبیوں کے تاجور، محبوب رب اکبر عَزَّ وَجَلَّ وصال صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان عالیشان ہے: ”مجھ سے حضرت جبرائیل علیہ السلام نے کہا: ”لَيْبِكِ الْإِسْلَامُ عَلَى مَوْتِ عُمَرَ تَرْجُمَهُ“ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی موت پر پورے عالم اسلام کو رونا چاہئے۔“

المعجم الكبير، الحديث ٦١، ج ١، ص ٦٧-٦٨

## امیر المؤمنین حضرت سیدنا عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا وصال:

حضرت سیدنا عثمان بن عفان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت کے متعلق مشہور حدیث ہے، حضرت سیدنا عبداللہ بن سلام رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: ”میں اپنے بھائی حضرت سیدنا عثمان ذوالنورین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں سلام پیش کرنے حاضر ہوا، آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ محصور تھے، میں داخل ہوا، تو آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: اے بھائی! آپ کا آنا مبارک ہو! بے شک میں نے رسول اللہ عزوجل و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو (خواب میں) کمرے کے اس روشن دان سے دیکھا، آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم فرما رہے تھے: اے عثمان! ان لوگوں نے تمہارا گھیراؤ کیا ہوا ہے؟“ میں نے عرض کیا: ”جی ہاں۔“ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے استفسار فرمایا: ”انہوں نے تمہیں پیسا سا رکھا ہوا ہے؟“ میں نے عرض کی: ”جی ہاں۔“ پھر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ایک ڈول میرے قریب کیا جس میں پانی تھا، میں نے خوب سیر ہو کر پانی پیا یہاں تک کہ اپنے سینے اور کندھوں کے درمیان اس کی ٹھنڈک محسوس کی۔ پھر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے مجھ سے فرمایا: ”اگر تم چاہو تو ان لوگوں کے خلاف تمہاری مدد کی جائے اور اگر چاہو تو ہمارے پاس آ کر افطاری کرو۔“ میں نے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے پاس افطار کرنے کو پسند کیا۔“ چنانچہ اسی روز آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو شہید کر دیا گیا۔

جن لوگوں نے حضرت سیدنا عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زخمی ہونے پر خون میں لت پت دیکھا تھا حضرت سیدنا عبداللہ بن سلام رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان سے پوچھا: ”حضرت سیدنا عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے خون میں لت پت ہوتے ہوئے کیا فرمایا تھا؟“ تو انہوں نے جواب دیا: ”ہم نے آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو یہ فرماتے سنا: اے اللہ عزوجل! حضرت سیدنا محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی امت کو اتفاق و اتحاد عطا فرما۔“ حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: ”اس ذات کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے! اگر حضرت سیدنا عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ یہ دعا کرتے، کہ اللہ مسلمانوں کو اتفاق نہ دے تو مسلمانوں میں قیامت تک اتفاق نہ ہوتا۔“

## امیر المؤمنین حضرت سیدنا علی المرتضیٰ کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم کا وصال:

حضرت سیدنا حنظلی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں: ”جس صبح حضرت سیدنا علی المرتضیٰ کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم زخمی ہوئے اس رات آپ لیٹے ہوئے تھے کہ ابن عباس نے طلوع فجر کے وقت آ کر آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو نماز کی اطلاع دی، آپ لیٹے رہے اور طبیعت پر کچھ بوجھ تھا، وہ دوبارہ تشریف لائے تو اسی طرح طبیعت بوجھل تھی۔ وہ تیسری مرتبہ حاضر ہوئے تو آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اٹھ کر چل پڑے اور آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ یہ اشعار پڑھ رہے تھے:

أَشَدُّ حَيَازِئُكَ لِلْمَوْتِ      فَإِنَّ الْمَوْتَ لَا يَتَّقِيكَ  
وَلَا تَخْرُجُ مِنَ الْمَوْتِ      إِذَا دَخَلَ بِوَادِيكَ مَا

ترجمہ: (۱)..... موت کے لئے تیاری کرو کیونکہ موت تمہارے پاس ضرور آئے گی۔

(۲)..... اور موت سے خوف نہ کھاؤ جب وہ تمہاری وادی میں اترے۔

جب آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ چھوٹے دروازے تک پہنچے، تو ابنِ ملجم نے آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر حملہ کر دیا۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی صاحبزادی حضرت سیدتنا اُمّ کلثوم رضی اللہ تعالیٰ عنہا باہر تشریف لائیں اور وہ کہہ رہیں تھیں: ”نمازِ فجر کے وقت میرے ساتھ کیا ہوا، میرے خاوند (حضرت سیدنا عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ) بھی صبح کی نماز میں شہید ہوئے اور میرے والد ماجد کو بھی نمازِ فجر کے وقت شہید کیا گیا۔ ایک قریشی کا بیان ہے: ”جب ابنِ ملجم نے حضرت سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف سے لڑائی شروع کی تو آپ نے فرمایا: ”رب کعبہ کی قسم! میں کامیاب ہو گیا۔“

## قریب المرگ (مرنے کے قریب) لوگوں کے اقوال

### حضرت سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا وقتِ وصال:

جب حضرت سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا وصال ہونے لگا، تو آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: ”مجھے بٹھاؤ۔“ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بٹھایا گیا تو اللہ عزوجل کا ذکر و تسبیح بیان کرنے لگے، پھر روتے ہوئے فرمایا: ”اے معاویہ! اب بڑھاپے اور کمزوری کے وقت اللہ عزوجل کا ذکر یاد آیا، اُس وقت کیا تھا جب جوانی کی شاخ تر و تازہ تھی۔“ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس قدر روئے کہ آپ کی آواز بلند ہو گئی اور بارگاہِ الہی عزوجل میں عرض کرنے لگے: ”اے میرے رب عزوجل! اس گناہ گار سخت دل بوڑھے پر رحم فرما، اے اللہ عزوجل! میری لغزش سے درگزر فرما، میری خطا معاف فرما اور اپنے حلم و بردباری سے اس بندے کو اپنی طرف لوٹا جو تیرے علاوہ کسی سے امید نہیں رکھتا اور نہ ہی تیرے سوا کسی پر بھروسہ رکھتا ہے۔“

### حضرت سیدنا معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا وقتِ وصال:

جب حضرت سیدنا معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے وصال کا وقت ہوا تو انہوں نے عرض کی: ”اے اللہ عزوجل! میں پہلے تجھ سے ڈرا کرتا تھا اور آج تجھے سے امید رکھتا ہوں، اے اللہ عزوجل! تو جانتا ہے کہ میں دنیا اور لہجی عمر کو اس لئے پسند نہیں کرتا تھا کہ اس میں میرے لئے نہریں جاری ہوں اور درخت لگے ہوں بلکہ میں تو اسے اس لئے پسند کرتا تھا تاکہ گرمیوں کے موسم میں پیاس پر صبر کروں، زمانے کی تکالیف برداشت کروں اور مجالسِ ذکر میں علماء کے سامنے دوزانو بیٹھوں۔“

پیش کش: مجلس المدینۃ العلمیہ (دعوتِ اسلامی)

## حضرت سیدنا ذوالنون مصری علیہ رحمۃ اللہ القوی کا وقت وصال:

حضرت ذوالنون مصری علیہ رحمۃ اللہ القوی سے بوقت وصال پوچھا گیا: ”آپ کی کیا خواہش ہے؟“ آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ارشاد فرمایا: ”میں چاہتا ہوں کہ مرنے سے ایک لمحہ پہلے مجھے اپنی موت کا علم ہو جائے۔“

## قبر کی حالت اور قبروں کے پاس بزرگوں کے اقوال:

حضرت سیدنا ضحاک رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں، ایک شخص نے پوچھا: ”یا رسول اللہ ﷺ صَلِّ اللہُ تَعَالَى عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ! لوگوں میں سے سب سے بڑا زاہد کون ہے؟“ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ”جو شخص قبر اور گلنے سڑنے کو نہ بھولے، دنیا کی زینت کو چھوڑ دے، فنا ہونے والی پر باقی رہنے والی کو ترجیح دے اور آنے والے کل کو اپنی زندگی میں شمار نہ کرے نیز اپنے آپ کو قبر والوں میں شمار کرے۔“

(شعب الایمان للبیہقی، باب فی الزہد وقصر الأمل، الحدیث ۱۰۵۶، ج ۷، ص ۳۵۵-۳۵۶، من أهل القبور: بدله: فی الموتی)  
حضرت سیدنا حسن بن صالح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ جب قبرستان کو دیکھتے تو فرماتے: ”تمہارا ظاہر کتنا اچھا ہے! لیکن مصیبت تو تمہارے اندر ہے۔“

حضرت سیدنا داؤد طائی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ایک عورت کے پاس سے گزرے جو ایک قبر پر رو کر کہہ رہی تھی:

عَدِمَتِ الْحَيَاةُ وَلَا نِلْتَهَا      إِذَا أَنْتِ فِي الْقَبْرِ قَدْ أَلْحَدُوكِ  
فَكَيْفَ أَذُوقُ طَعْمَ الْكِرَامِ      وَأَنْتِ بَيْنَنَا قَدْ وَسَدُوكِ

ترجمہ: (۱)..... تیری زندگی ختم ہوگئی اور تو اسے دوبارہ نہ پاسکے گا جب لوگ تجھے قبر میں دفن کر دیں گے۔

(۲)..... مجھے نیند کا مزہ کیسے آئے، جبکہ لوگوں نے تجھے دائیں پہلو پر لٹا دیا ہے۔

پھر اس نے کہا: ”اے میرے بیٹے! کاش! مجھے معلوم ہوتا کہ کیڑوں نے تیرا کون سا رخسار پہلے کھایا؟“ یہ سن کر حضرت سیدنا داؤد طائی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے چیخ ماری اور بے ہوش ہو کر گر پڑے۔

## اولاد کی موت کے وقت کے آداب:

جب تمہارا بیٹا یا قریبی رشتہ دار فوت ہو تو موت کو ایک منزل جانو اور یہ خیال کرو کہ وہ شخص سفر میں تم سے آگے نکل گیا اور تمہیں اس کے پیچھے ضرور جانا ہے یا وہ تجھ سے پہلے وطن لوٹ گیا اور تمہیں اس کے بعد جانا ہے کیونکہ جب تمہیں معلوم ہوگا کہ عنقریب تم نے بھی اس سے ملنا ہے تو تم پر موت گراں نہ ہوگی۔

## زیارت قبور:

کبھی کبھی قبروں کی زیارت کے لئے جانا مستحب ہے، پہلے ہمیں زیارت قبور سے منع کیا گیا تھا مگر بعد میں اس کی اجازت دے دی گئی۔ چنانچہ حضرت سیدنا ابو ذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، شہنشاہِ مدینہ، قرارِ قلب و سینہ، صاحبِ معطرِ پسینہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ”قبروں کی زیارت کرو کیونکہ یہ آخرت کی یاد دلاتی ہیں، مردوں کو غسل دو کہ روح سے خالی جسم کی درستگی اور تدبیر بہت بڑی نصیحت ہے۔“ مزید فرمایا: ”نمازِ جنازہ پڑھا کرو، شاید یہ تمہیں غمزدہ کر دے کیونکہ غمگین شخص رحمتِ الہیٰ غزوّ جَلّ کے سائے میں ہوگا۔ (شعب الایمان للبیہقی، باب فی الصلاة..... الخ، فصل فی زیارة القبور، الحدیث ۹۲۹۱، ج ۷، ص ۱۵)

نبی کریم، رؤوف رحیم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا فرمانِ عبرت نشان ہے:

زُورُوا أَمْوَاتِكُمْ وَسَلِّمُوا عَلَيْهِمْ وَصَلُّوا عَلَيْهِمْ  
ترجمہ: اپنے فوت شدہ لوگوں کی (قبروں کی) زیارت کرو، اُن کو سلام پیش کرو، اُن کے لئے دعائے رحمت کرو، کیونکہ اس میں تمہارے لئے عبرت ہے۔

(فردوس الاخبار للدیلمی، باب الزای، الحدیث ۳۱۶۰، ج ۱، ص ۴۲۳)

## موت کی حقیقت:

جاننا چاہئے! موت کی حقیقت روح کا جسم سے جدا ہونا ہے نہ کہ روح کا بالکل ختم ہو جانا۔ جیسا کہ آیاتِ مبارکہ، احادیثِ طیبہ اور معتبر ذرائع اس پر دلالت کرتے ہیں۔ پس جہاں تک آیاتِ مبارکہ کا معاملہ ہے تو اللہ غزوّ جَلّ نے ارشاد فرمایا:

وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِينَ قُتِلُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ أَمْوَاتًا  
بَلْ أَحْيَاءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُونَ (پ ۴، ال عمران: ۱۶۹)

ترجمہ کنز الایمان: اور جو اللہ کی راہ میں مارے گئے ہرگز انہیں مردہ نہ خیال کرنا بلکہ وہ اپنے رب کے پاس زندہ ہیں، روزی پاتے ہیں۔

یہ آیت شہداء کرام کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔

## کیا مردے زندوں کا کلام سنتے ہیں؟

اسی طرح بد بختوں کے بارے میں حدیثِ مبارکہ دلالت کرتی ہے کہ جب غزوہ بدر کے موقع پر کفار کے بڑے بڑے سردار ہلاک ہو گئے تو نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو پکار کر پوچھا: ”اے فلاں! اے فلاں! میں نے اپنے رب غزوّ جَلّ کے وعدے کو سچا پایا، کیا تم نے بھی اپنے رب غزوّ جَلّ کا وعدہ سچا پایا؟“ عرض کیا گیا: ”یا رسول اللہ غزوّ جَلّ و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم! آپ ان مردوں کو پکار رہے ہیں؟“ تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ”اس ذاتِ پاک کی قسم جس کے قبضہ قدرت

میں میری جان ہے! یہ لوگ اس گفتگو کو تم سے زیادہ سنتے ہیں لیکن جواب نہیں دے سکتے۔“

(صحیح مسلم، کتاب الجنة، باب عرض المقعد المیت ..... الخ، الحدیث ۷۲۲۲/۷۲۲۳، ص ۱۱۷۶)

### ملائکہ رحمت کا میت کو تسلی دینا:

حضرت سیدنا ابویوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، رسول اکرم، نور مجسم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ”جب مؤمن کی روح پرواز کرتی ہے تو اللہ عزوجل کی طرف سے رحمت کے فرشتے اس سے اس طرح ملاقات کرتے ہیں جس طرح دنیا میں خوشخبری دینے والے سے ملاقات کی جاتی ہے۔ اور کہتے ہیں: ”اپنے بھائی کو مہلت دو یہاں تک کہ یہ آرام پائے، کیونکہ یہ سخت تکلیف میں تھا۔“ پھر وہ اس سے مختلف سوالات کرتے ہیں: ”فلاں نے کیا کیا؟ فلاں عورت نے کیا کیا؟ کیا فلاں عورت کی شادی ہوگئی؟“ جب وہ اس سے پہلے مرنے والے کسی شخص کے بارے میں پوچھتے ہیں تو وہ انہیں بتاتا ہے کہ ”وہ شخص تو مجھے سے پہلے مر گیا تھا۔“ پس وہ ”إِنَّا لِلّٰهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُونَ“ (پ ۲، البقرة، ۱۵۶) ترجمہ کنز الایمان: ہم اللہ کے مال ہیں اور ہم کو اسی کی طرف پھرنا۔“ پڑھتے ہیں اور کہتے ہیں: ”اسے اپنے ٹھکانے دوزخ میں پہنچا دیا گیا۔“

(موسوعة لابن ابی الدنیا، کتاب ذکر الموت، باب ملاقات الارواح، الحدیث ۲۷۴، ج ۵، ص ۴۸۱-۴۸۲)

### قبر کا میت سے کلام کرنا:

سرکارِ مدینہ، راحتِ قلب و سینہ، سلطانِ باقرینہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا فرمانِ عمرت نشان ہے: ”جب میت کو قبر میں رکھا جاتا ہے تو قبر اس سے کہتی ہے: ”اے انسان! تیری ہلاکت ہو، تجھے میرے بارے میں کس نے دھوکے میں ڈالا؟ کیا تجھے معلوم نہ تھا، کہ میں فتنوں کا گھر، اندھیری کوٹھڑی، تنہائی اور وحشت کی جگہ اور کیڑوں مکوڑوں کا ٹھکانہ ہوں۔ تجھے میرے بارے میں کس چیز نے دھوکے میں ڈالا کہ تو میرے اوپر اکڑا کر چلتا (یعنی ایک قدم آگے کرنا اور دوسرا پیچھے)، اگر وہ نیک ہو تو اس کی طرف سے کوئی جواب دینے والا قبر کو جواب دیتا ہے اور کہتا ہے: ”کیا تجھے معلوم نہیں کہ یہ شخص نیکی کا حکم دیتا اور برائی سے منع کرتا تھا۔“ تو قبر کہتی ہے: ”اگر یہ بات ہے تو میں اس پر سرسبز و شاداب ہو جاتی ہوں اور اس کا جسم نور میں بدل جائے گا اور روح اللہ عزوجل کی طرف پرواز کر جائے گی۔“ (المعجم الكبير، الحدیث ۹۴۲، ج ۲۲، ص ۳۷۷۔ المعجم الاوسط، الحدیث ۸۶۱۳، ج ۶، ص ۲۳۲)

### عذابِ قبر اور منکر نکیر کے سوائے

حضرت سیدنا براء بن عازب رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم اللہ کے محبوب، دانائے غیوب، منزّہ عن الغیوب عزوجل صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ ایک انصاری صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے جنازہ کے لئے گئے۔ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اپنا

سر انور جھکا کر اس کی قبر کے پاس تشریف فرما ہو گئے پھر تین بار فرمایا: "اللَّهُمَّ إِنِّي أَعُوذُ بِكَ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ تَرْجُمَهُ: اے اللہ عزوجل! میں عذابِ قبر سے تیری پناہ چاہتا ہوں۔"

### مؤمن کا سفرِ آخرت:

پھر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: بندہ مؤمن جب مرنے کے قریب ہوتا ہے تو اللہ عزوجل فرشتوں کو بھیجتا ہے جن کے چہرے سورج کی مانند ہوتے ہیں، ان کے پاس اس کی خوشبو اور کفن ہوتا ہے، وہ اس کے سامنے تاحد نگاہ بیٹھ جاتے ہیں، جب اس کی روح نکلتی ہے تو زمین و آسمان کے درمیان والے فرشتے اور تمام آسمانی فرشتے اس کے لئے دعائے رحمت کرتے ہیں، اس کے لئے آسمان کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں اور ہر دروازہ تمنا کرتا ہے کہ اُس کی روح اس کے اندر داخل ہو۔ جب اس کی روح اوپر لائی جاتی ہے تو کہا جاتا ہے: "اے رب عزوجل! یہ تیرا فلاں بندہ حاضر ہے۔" اللہ عزوجل ارشاد فرماتا ہے: "اس کو واپس لے جاؤ! اور وہ کرامات دکھاؤ جو میں نے اس کے لئے تیار کر رکھی ہیں، کیونکہ میرا اس سے وعدہ ہے:

مِنْهَا خَلَقْنَاكُمْ وَفِيهَا نُعِيدُكُمْ وَمِنْهَا نُخْرِجُكُمْ تَارَةً أُخْرَىٰ (ب ۱۶، طہ: ۵۰)

ترجمہ کنز الایمان: ہم نے زمین ہی سے تمہیں بنایا اور اسی میں تمہیں پھر لے جائیں گے اور اسی سے تمہیں دوبارہ نکالیں گے۔

### مردہ جو توں کی آواز سنتا ہے؟

جب لوگ واپس لوٹتے ہیں تو مردہ ان کے جو توں کی آواز سنتا ہے یہاں تک کہ اس سے پوچھا جاتا ہے: "يَا هَذَا، مَنْ رَبُّكَ؟ وَمَا دِينُكَ؟ وَمَنْ نَبِيُّكَ؟" ترجمہ: اے فلاں! تیرا رب کون ہے؟ تیرا دین کیا ہے؟ اور تیرا نبی کون ہے؟" وہ جواب دیتا ہے: "میرا رب اللہ عزوجل ہے، میرا دین اسلام ہے اور میرے نبی حضرت (سیدنا) محمد مصطفیٰ (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم) ہیں۔" وہ دونوں فرشتے اسے بہت زیادہ جھڑکتے ہیں اور یہ آخری آزمائش ہے جس میں میت کو مبتلا کیا جاتا ہے۔ پس جب وہ یہ جوابات دیتا ہے تو ایک منادی ندا دیتا ہے: "تو نے سچ کہا اور یہی اللہ عزوجل کے اس فرمان کا معنی ہے:

يَقْبِطُ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا بِالْقَوْلِ الثَّابِتِ فِي الْحَيَاةِ الْمَدْنِيَا وَفِي الْآخِرَةِ (ب ۱۳، ابراہیم: ۲۷)

ترجمہ کنز الایمان: اللہ ثابت رکھتا ہے ایمان والوں کو حق بات پر دنیا کی زندگی میں اور آخرت میں۔

پھر اس کے پاس ایک آنے والا آتا ہے جو نہایت خوبصورت چہرے والا، عمدہ خوشبو اور حسین لباس میں ملبوس ہوتا ہے، وہ کہتا ہے: "تجھے تیرے رب کی رحمت اور باغات کی خوشخبری ہو، جن میں دائمی نعمتیں ہیں۔" قبر والا کہتا ہے: "اللہ عزوجل تجھے بھی بھلائی کی بشارت دے، تو کون ہے؟" وہ کہتا ہے: "میں تیرا نیک عمل ہوں، اللہ عزوجل کی قسم! میں جانتا تھا کہ تو نیکی میں

جلدی کرنے والا اور اللہ عزوجل کی نافرمانی میں دیر کرنے والا تھا، اللہ تعالیٰ تجھے جزائے خیر عطا فرمائے۔“ پھر ایک منادی ندا دیتا ہے: ”اس کے لئے جنت کا بچھونا بچھاؤ اور جنت کی طرف دروازہ کھول دو۔“ پس اس کے لئے جنتی بچھونا بچھایا جاتا اور جنت کی طرف دروازہ کھولا جاتا ہے۔ وہ عرض کرتا ہے: ”اے اللہ عزوجل! جلد از جلد قیامت قائم فرما، تاکہ میں اپنے اہل و مال کی طرف لوٹ جاؤں۔“

### کافر کا سفرِ آخرت:

کافر جب مرنے کے قریب ہوتا ہے اور دنیا سے اس کا رشتہ ختم ہونے لگتا ہے، تو اس کے پاس نہایت سخت کڑے (یعنی طاقتور) فرشتے آتے ہیں، ان کے پاس آگ کا لباس اور گندھک کی قمیص ہوتی ہے، وہ اُسے گھیر لیتے ہیں۔ جب اس کی روح نکلتی ہے تو زمین و آسمان کے درمیان والے فرشتے اور تمام آسمانی فرشتے اس پر لعنت بھیجتے ہیں اور اس پر آسمانوں کے دروازے بند کر دیئے جاتے ہیں۔ ہر دروازہ ناپسند کرتا ہے کہ وہ اس میں سے گزرے۔ جب اس کی روح کو اوپر لے جایا جاتا ہے، تو اسے پھینک دیا جاتا ہے اور کہا جاتا ہے: ”اے رب عزوجل! یہ تیرا فلاں بندہ ہے اسے نہ آسمان قبول کرتا ہے نہ زمین۔“

اللہ عزوجل فرماتا ہے: ”اس کو واپس لے جاؤ اور میں نے اس کے لئے جو شر (یعنی بڑا عذاب) تیار کر رکھا ہے وہ اسے دکھاؤ

کیونکہ میرا اس سے وعدہ ہے:

مِنْهَا خَلَقْنَاكُمْ وَفِيهَا نُعِيدُكُمْ وَمِنْهَا نُخْرِجُكُمْ  
 قَارَةَ أُخْرَىٰ ۝ (ب ۱۶، طہ: ۵۵)

ترجمہ کنزالایمان: ہم نے زمین ہی سے تمہیں بنایا اور اسی میں تمہیں پھر لے جائیں گے اور اسی سے تمہیں دوبارہ نکالیں گے۔

جب لوگ واپس پلٹتے ہیں، تو مژدہ ان کے جوتوں کی آواز سنتا ہے یہاں تک کہ اس سے پوچھا جاتا ہے: ”یَا هَذَا، مَنْ رَبُّكَ؟ وَمَا دِينُكَ؟ وَمَنْ نَبِيُّكَ؟“ ترجمہ: اے فلاں! تیرا رب کون ہے؟ تیرا دین کیا ہے؟ اور تیرا نبی کون ہے؟“ وہ جواب دیتا ہے: ”میں نہیں جانتا۔“ پس کہا جاتا ہے: ”تو نے جاننے کی کوشش ہی نہیں کی تھی۔“

پھر اس کے پاس ایک نہایت بد صورت، بد بودار، بد لباس آتا ہے، وہ کہتا ہے: ”تجھے اللہ عزوجل کی ناراضگی اور دردناک دائمی عذاب کی خبر ہو۔“ کافر مردہ کہتا ہے: ”اللہ عزوجل تجھے بری خبر سنائے، تو کون ہے؟“ وہ جواب دیتا ہے: ”میں تیرا عمل ہوں، اللہ عزوجل کی قسم! تو اس کی نافرمانی میں جلدی کرتا اور اس کی فرمانبرداری میں کوتاہی کرتا تھا، اللہ عزوجل تجھے برابر دے۔“ پھر اس پر ایک بہرہ، اندھا اور گونگا فرشتہ مقرر کیا جاتا ہے، اس کے پاس لوہے کا ایک گرز ہوتا ہے، اگر جن و انس اسے مل کر اٹھانا چاہیں تو نہ اٹھا سکیں، اگر اُسے پہاڑ پر مارا جائے تو وہ مٹی بن جائے۔ وہ اُسے ایک ضرب



لگاتا ہے تو وہ (کافر مردہ) مٹی ہو جاتا ہے پھر اس میں روح لوٹ آتی ہے، پھر وہ اس کی آنکھوں کے درمیان ایک ضرب لگاتا ہے تو جن وانس کے علاوہ زمین کی تمام مخلوق اُسے سنتی ہے۔ مزید فرمایا: پھر ایک ندا دینے والا ندا دیتا ہے: ”اس کے لئے آگ کی تختیاں بچھاؤ اور جہنم کی طرف ایک دروازہ کھول دو۔“ پس اس کے لئے آگ کی دو تختیاں بچھائی جاتی ہیں اور جہنم کی طرف ایک دروازہ کھول دیا جاتا ہے۔“ (سنن ابی داؤد، کتاب السنۃ، باب مسئلۃ فی القبر، الحدیث ۴۷۵۳، ص ۱۵۷۲، مفہوماً)

(المستدرک، کتاب الایمان، باب محییء ملک الموت عند قبض الروح..... الخ، الحدیث ۱۱۴، ج ۱، ص ۱۹۸ تا ۲۰۰)

حضور نبی پاک، صاحب لولاک، سیاح افلاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان جنت نشان ہے: ”مؤمن اپنی قبر میں سرسبز باغ میں ہوتا ہے اور اُس کی قبر ستر گز کشادہ اور منور ہو جاتی ہے یہاں تک کہ چودہویں کے چاند کی طرح ہو جاتی ہے اور کیا تم جانتے ہو کہ یہ آیت کس کے بارے میں نازل ہوئی؟“ **”فَإِنَّ لَهُ مَعِيشَةً ضَنْكًا (ب ۱۶، طہ: ۱۲۴)** ترجمہ کنز الایمان: تو بے شک اس کے لئے تنگ زندگانی ہے۔“ صحابہ کرام علیہم الرضوان نے عرض کی: **”اللہ عز و جل اور اس کا رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم بہتر جانتا ہے۔“** تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ”کافر کو قبر میں یوں عذاب ہوتا ہے کہ اس پر ننانوے ”تینین“ سلط کر دیئے جاتے ہیں، کیا تم جانتے ہو ”تینین“ کیا ہے؟ دو ننانوے سانپ ہیں، ہر سانپ کے ستر سر (یعنی پھن) ہیں، وہ قیامت تک اس کے جسم کو کاٹتے، چاٹتے اور پھنکارتے رہیں گے۔“ (الاحسان بترتیب صحیح ابن حبان، کتاب الجنائز، فصل فی احوال المیت فی قبرہ، الحدیث ۳۱۱۲، ج ۵، ص ۵۰، تسع وتسعون بدله سبعون)

اُم المؤمنین حضرت سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں، حبیب خدا عز و جل و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

**إِنَّ لِلْقَبْرِ ضَغْطَةً وَلَوْ سَلِمَ أَوْ نَجَا مِنْهَا أَحَدٌ لَنَجَا مِنْهَا سَعْدُ بْنُ مَعَاذٍ.**

ترجمہ: بے شک قبر دباتی ہے اور اگر کوئی اس سے محفوظ رہتا یا نجات پاتا تو سعد بن معاذ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نجات پاتے۔

(المسند للإمام احمد بن حنبل، مسند السيدة عائشة، الحدیث ۲۴۷۱۷، ج ۹، ص ۳۹۲)

جب نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت سیدہ ناعمر رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو منکر نکیر کے بارے میں بتایا تو انہوں نے عرض کی: ”یا رسول اللہ عز و جل و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم! کیا اس وقت میری عقل یونہی ہوگی؟“ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ”ہاں۔“ تو حضرت سیدہ ناعمر رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے عرض کی: **”إِذْ أُنْكَفِيهُمَا تَرْجَمُهُ:“** پھر تو میں ان کو کافی ہوں گا۔“

(التمهيد لابن عبد البر، هاشم بن عروة بن الزبير بن العوام، تحت الحدیث ۶۷۱، ج ۹، ص ۲۳۳، مفہوماً)

پس آپ کا یہ فرمان عالیشان اس پر دلالت کرتا ہے کہ موت سے عقل زائل نہیں ہوتی جیسا کہ پہلے بیان ہو چکا ہے۔

## صور کے پھونکے جانے اور مابعد کے حالات:

گذشتہ بیان سے مندرجہ ذیل باتیں معلوم ہوتی ہیں: موت کی ہولناکی و سختی کی شدت، خوفِ عاقبت کا خطرہ، قبر کا اندھیرا اور اس کے کیڑوں کو برداشت کرنا، منکر نکیر اور ان کے سوالات، پھر اگر وہ بد بخت ہو تو قبر کا دردناک عذاب۔ اور فوت ہونے والے کے سامنے ان تمام سے بڑے خطرات یہ ہیں: صور پھونکنا، قیامت کے دن دوبارہ اٹھنا، جبار و قہار عزوجل کی بارگاہ میں پیش ہونا، ہر چھوٹے بڑے گناہ کی پوچھ گچھ، میزانِ عدل قائم کرنا، تاکہ بندہ اپنے اعمال کا وزن دیکھ لے، باریک اور تیز دھار پل صراط پر سے گزرنا اور فیصلہ ہونے کے بعد اعلان کا انتظار کرنا یا تو خوش بختی حاصل ہوگی یا بد بختی مقدر رہے گی۔

ان تمام احوال اور ہولناکیوں کی معرفت، ان پر قطعی طور پر ایمان لانا اور تصدیق کرنا اور اس کے بعد گہرا غور و فکر کرنا ضروری ہے تاکہ تمہارے دل ان کی تیاری پر ابھارنے والے اعمال کی طرف مائل ہوں۔

اکثر لوگ ایسے ہیں جن کے دلوں میں آخرت پر مضبوط ایمان نہیں اور نہ ہی ان کے دلوں کے اندر ایمان نے مقام پکڑا ہے اور اس بات کی دلیل یہ ہے کہ وہ گرمیوں کی گرمی اور سردیوں کی سردی سے بچنے کے لئے خصوصی طور پر تیاری کرتے ہیں لیکن جہنم کی گرمی اور سردی سے بچنے کا انتظام کرنے میں سستی کرتے ہیں۔ جہاں تک صور پھونکنے کا تعلق ہے تو اللہ عزوجل کا فرمان ہے:

وَنُفِخَ فِي الصُّورِ فَصَعِقَ مَنْ فِي السَّمَوَاتِ وَمَنْ فِي الْأَرْضِ إِلَّا مَنْ شَاءَ اللَّهُ ثُمَّ نُفِخَ فِيهِ أُخْرَىٰ فَإِذَا هُمْ قِيَامٌ يَنْظُرُونَ ﴿٢٤﴾ (الزمر: ٦٨)

ترجمہ کنز الایمان: اور صور پھونکا جائے گا تو بے ہوش ہو جائیں گے جتنے آسمانوں میں ہیں اور جتنے زمین میں مگر جسے اللہ چاہے پھر وہ دوبارہ پھونکا جائے گا جیسا کہ وہ دیکھتے ہوئے کھڑے ہو جائیں گے۔

صعق کا معنی ہے: ”وہ مر جائیں گے، مگر جسے اللہ عزوجل چاہے اور وہ حضرت جبرائیل، حضرت میکائیل، حضرت اسرافیل اور حضرت ملک الموت عزرائیل علیہم السلام ہیں۔“ پھر اللہ عزوجل ملک الموت کو حضرت جبرائیل پھر حضرت میکائیل پھر حضرت اسرافیل علیہم السلام کی روح قبض کرنے کا حکم دے گا پھر ملک الموت علیہ السلام کو مرنے کا حکم ہوگا تو وہ بھی مر جائیں گے۔“

ثُمَّ نُفِخَ فِيهِ أُخْرَىٰ فَإِذَا هُمْ قِيَامٌ يَنْظُرُونَ ﴿٢٥﴾ ترجمہ کنز الایمان: پھر وہ دوبارہ پھونکا جائے گا جیسا کہ وہ دیکھتے ہوئے کھڑے ہو جائیں گے۔ (الزمر: ٦٨)

پھر انہیں ننگے پاؤں، ننگے جسم میدانِ محشر کی طرف لایا جائے گا۔ ہر ایک اپنے پسینہ میں شرابور ہوگا اور ہر ایک کا پسینہ اس کے گناہوں کے مطابق ہوگا۔ پس ہر شخص سے گٹھلی کے سوراخ اور کھجور کے ریشے جیسی معمولی چیز کے متعلق بھی سوال ہوگا۔ پھر میزان پر اس کی نیکیوں اور برائیوں کا وزن کیا جائے گا اور اس وقت مد مقابل سے ہونے والی زیادتیوں کا مطالبہ کیا جائے گا۔ پھر انہیں پل صراط کی طرف لے جایا جائے گا، جس طرح عقیدے کے بیان میں گزر چکا ہے اور اس وقت ان سے پوچھ گچھ ہوگی۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ کا فرمانِ عبرت نشان ہے:

فَاهْدُوهُمْ إِلَى صِرَاطِ الْجَحِيمِ ۝ وَقِفُوهُمْ إِنَّهُمْ  
مَسْئُولُونَ ۝ (ب ۲۳، الصفّت: ۲۳، ۲۴)

ترجمہ کنز الایمان: ان سب کو ہانکوراہِ دوزخ کی طرف۔ اور انہیں  
ٹھہراؤ ان سے پوچھنا ہے۔

### شفاعت کا بیان:

جاننا چاہئے! جب مومنین کے کچھ گروہوں پر عذاب ثابت کر دیا جائے گا تو اللہ سبحانہ و تعالیٰ ان کے حق میں حضرات  
انبیاء کرام علیہم السلام اور اولیاء و علماء کرام رحمہم اللہ تعالیٰ کی شفاعت قبول فرمائے گا اور ہر مقرب بارگاہِ الہی عَزَّوَجَلَّ کی شفاعت  
قبول کی جائے گی۔

### حوضِ کوثر کا بیان:

حضرت سیدنا انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ نبی مکرمؐ، نور مجسمؐ، رسول اکرمؐ، شہنشاہِ بنی آدم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ  
وسلمؐ کو نیند کا ایک جھوٹا سا آیا، پھر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے مسکراتے ہوئے سر انور اٹھایا۔ صحابہ کرام علیہم الرضوان نے عرض کی: ”یا  
رسول اللہ عَزَّوَجَلَّ و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم! آپ کس وجہ سے مسکرائے؟“ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ”مجھ پر ابھی ایک  
آیت نازل ہوئی ہے۔“ پھر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے اس کی تلاوت فرمائی: ”إِنَّا أَعْطَيْنَكَ الْكَوْثَرَ ۝ (ب ۳۰، الکوثر: ۱)“ پھر  
آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے استفسار فرمایا: ”کیا تم جانتے ہو؟ کوثر کیا ہے؟ صحابہ کرام علیہم الرضوان نے عرض کی: ”اللہ عَزَّوَجَلَّ اور  
اس کا رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم بہتر جانتا ہے۔“ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ”یہ جنت میں ایک نہر ہے جس کا  
اللہ عَزَّوَجَلَّ نے مجھ سے وعدہ فرمایا ہے، اس پر بہت برکت ہے، اس پر ایک حوض ہے جس پر میری امت آئے گی، اس کے برتنوں کی  
تعداد آسمان کے ستاروں جتنی ہے۔“ (صحیح مسلم، کتاب الصلاة، باب حجة من قال ..... الخ، الحدیث ۸۹۴، ص ۷۴۱)

اے اللہ عَزَّوَجَلَّ! ہمیں بھی اس پر جانا نصیب فرما۔ (آمین)

جہنم، اس کی سختیاں اور عذاب: اللہ عَزَّوَجَلَّ ہمیں اس سے محفوظ رکھے۔ آمین:

یاد رکھے! سب لوگوں کو جہنم پر سے گزرنا پڑے گا۔ اللہ عَزَّوَجَلَّ کا فرمانِ نصیحت نشان ہے:

وَإِنْ مِنْكُمْ إِلَّا وَارِدُهَا كَانَ عَلَى رَبِّكَ حَتْمًا  
مَقْضِيًّا ۝ (ب ۱۶، مریم: ۷۱)

ترجمہ کنز الایمان: اور تم میں کوئی ایسا نہیں جس کا گزر دوزخ پر نہ  
ہو۔ تمہارے رب کے ذمہ پر یہ ضرور ٹھہری ہوئی بات ہے۔

اور یہ بھی یاد رکھو! نجات کا حصول صرف تقویٰ پر ہے۔ اللہ عزوجل کا فرمان حقیقت نشان ہے:

ثُمَّ نُنَجِّي الَّذِينَ اتَّقَوْا (ب ۱۶، مریم: ۷۲) ترجمہ کنز الایمان: پھر ہم ڈروالوں کو بچالیں گے۔

یاد رکھئے! اس پر سے گزرتا تو یقینی ہے لیکن تقویٰ میں شک ہے جس پر نجات کا دار و مدار ہے۔ اے مسکین! تو اپنے دل میں اس مقام کے ہولناک منظر کا شعور بیدار کر، جبکہ لوگ بڑی بڑی ہلاکتوں کا سامنا کرنے کی وجہ سے شدید مصائب میں مبتلا ہوں گے کہ اچانک مجرموں کو شاخ در شاخ اندھیرے گھیر لیں گے اور لپٹ جانے والی آگ ان پر چھا جائے گی، وہ اس کا جوش اور گھٹی ہوئی آوازیں سنیں گے جو اس کے شدت غیظ و غضب پر دلالت کر رہی ہوں گی، اس وقت مجرموں کو اپنی ہلاکت کا یقین ہو جائے گا اور وہ زمین پر گھٹنوں کے بل گر جائیں گے حتیٰ کہ بچ جانے والوں کو بھی برے خاتمے کا خوف ہوگا اور جہنم کا ایک فرشتہ پکارے گا: ”فلاں بن فلاں کہاں ہے جس نے دنیا میں لمبی امیدوں کی وجہ سے ٹال مٹول سے کام لیا اور برے اعمال میں عمر کو ضائع کر دیا؟“ وہ لوہے کے گرز لے کر اُس کی طرف دوڑیں گے، اور اسے سخت عذاب کی طرف لے جائیں گے اور گہرے جہنم میں اوندھے منہ پھینک دیں گے اور اس سے کہیں گے: ”ذُقْ لَإِنَّكَ أَنْتَ الْعَزِيزُ الْكَرِيمُ“ (ب ۲۵، الدخان: ۴۹) ترجمہ کنز الایمان: چکھ، ہاں! ہاں! تو ہی بڑا عزت والا، کرم والا ہے۔“ اللہ عزوجل ہمیں اس سے محفوظ رکھے۔ (آمین بجاہ النبی الامین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم)

## جنت اور اس کی نعمتیں:

جاننا چاہئے! دوزخ کے مقابلے میں ٹھہرنے کا مقام جنت ہے، آخرت میں جو شخص ان دو گروں میں سے کسی ایک سے دور رہا وہ دوسرے میں جائے گا۔ جہنم کو یاد رکھو، تاکہ تمہارے دل میں اس کا خوف پیدا ہو اور جب تمہارے دل میں غلبہ خوف اور بکثرت گناہوں کی وجہ سے مایوسی پیدا ہونے کا ڈر ہو، تو جنت کو یاد کرو، تاکہ اس کی امید پیدا ہو۔ آیات مبارکہ اور احادیث طیبہ میں جنتیوں کی صفات، ان کی نعمتوں، امن، کھانے پینے اور پھلوں کے بارے میں جامع بیان ہے اس لئے اس کی تفصیل کی ضرورت نہیں بلکہ احادیث مبارکہ تو اللہ عزوجل کے دیدار پر بھی دلالت کرتی ہیں اور یہ جنت کا بلند ترین درجہ ہے۔

حضرت سیدنا جریر بن عبد اللہ البجلی رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان فرماتے ہیں، ہم نبی کریم، رؤوف رحیم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر تھے، آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے چودھویں رات کا چاند دیکھا تو ارشاد فرمایا: ”بے شک تم اپنے رب عزوجل کو اس طرح دیکھو گے، جس طرح اس چاند کو دیکھ رہے ہو، اُس کے دیکھنے میں کوئی شک نہ ہوگا، اگر تم سے ہو سکے تو طلوع آفتاب اور غروب آفتاب سے پہلے کی نماز (یعنی نماز فجر و عصر) ادا کرو۔“ پھر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے یہ آیت کریمہ تلاوت فرمائی:

پیش کش: مجلس المدینۃ العلمیہ (دعوت اسلامی)

وَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ قَبْلَ طُلُوعِ الشَّمْسِ  
وَقَبْلَ غُرُوبِهَا (پ ۱۶، طہ: ۱۳۰)

ترجمہ کنزالایمان: اور اپنے رب کو سراہتے ہوئے اس کی پاکی  
بولو سورج چمکنے سے پہلے اور اس کے ڈوبنے سے پہلے۔

(صحیح البخاری، کتاب مواقیب الصلاة، باب فضل صلاة العصر، الحدیث ۵۵۴، ص ۴۵)

### دیدارِ الہی عَزَّوَجَلَّ:

حضرت سیدنا صہیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ نور کے پیکر، تمام نبیوں کے سرور، دو جہاں کے تاجور، سلطانِ محروبر  
صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے یہ آیت مبارکہ تلاوت فرمائی:

لِّلَّذِينَ أَحْسَنُوا الْحُسْنَىٰ وَزِيَادَةٌ (پ ۱۱، یونس: ۲۶) ترجمہ کنزالایمان: بھلائی والوں کے لئے بھلائی ہے اور اس سے بھی زائد۔  
پھر ارشاد فرمایا: ”جب جنتی جنت میں داخل ہو جائیں گے تو ایک آواز سنائی دے گی: ”تمہارے لئے اللہ عَزَّوَجَلَّ کے ہاں ایک وعدہ  
ہے، وہ اُسے پورا کرنا چاہتا ہے۔“ اہل جنت عرض کریں گے: ”وہ کون سا وعدہ ہے؟ کیا ہمارے نیکیوں کے پلڑے کو بھاری اور  
ہمارے چہروں کو سفید نہیں کیا گیا، ہمیں جنت میں داخل اور جہنم سے بچایا نہیں گیا؟“ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں:  
”پس پردہ اٹھایا جائے گا اور وہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کی زیارت کریں گے اور انہیں کوئی چیز دیدارِ الہی عَزَّوَجَلَّ سے بڑھ کر محبوب نہ ہوگی۔“

(صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب اثبات رؤیة المؤمنین، الحدیث ۴۴۹، ص ۷۰۹، بتغییر قلیل)

(جامع الترمذی، ابواب تفسیر القرآن، باب ومن سورۃ یونس، الحدیث ۳۱۰۵، ص ۱۹۶۶)

دیدارِ خداوندی عَزَّوَجَلَّ کے بارے میں متعدد صحابہ کرام علیہم الرضوان سے حدیث مروی ہے اور یہ بہت بڑی خوبی اور انتہاء  
درجہ کی نعمت ہے اور ہم نے جتنی بھی نعمتیں تفصیلاً بیان کی ہیں، اس نعمت کے مقابلے میں وہ سب بھول جاتی ہیں اور جلتی جب  
زیارتِ خداوندی عَزَّوَجَلَّ سے مشرف ہوں گے، تو ان کو انتہائی مسرت ہوگی، بلکہ جنت کی کسی لذت کو لذتِ دیدارِ الہی عَزَّوَجَلَّ  
سے کوئی نسبت نہیں، اس کا کچھ تذکرہ ہم نے محبت کے بیان میں کیا ہے۔

مختصر یہ کہ بندے کو چاہئے کہ جنت میں دیدارِ خداوندی عَزَّوَجَلَّ کے علاوہ کسی نعمت کی خواہش نہ کرے، کیونکہ اس کے  
علاوہ دیگر نعمتوں میں تو انسان کے ساتھ چراگا ہوں میں چرنے والے جانور بھی شریک ہیں۔ اس بات کو سمجھ لو فائدہ ہوگا۔



## اختتامیہ

نیک فالی کے طور پر وسعتِ رحمتِ الہی عزوجل  
پر دلالت کرنے والی احادیث کا بیان

حدیث پاک میں ہے: ”نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم (نیک) فال لینے کو پسند فرماتے تھے۔“

(صحیح مسلم، کتاب السلام، باب الطیر والفعال..... الخ، الحدیث ۵۸۰۲، ص ۱۰۷۳)

ہم اللہ عزوجل کے فضل و رحمت اور مغفرت کی وسعت سے امید کرتے ہیں کہ وہ ہماری زندگی کا اختتام بہتر فرمائے گا جس طرح ہم نے اس کتاب کو اللہ عزوجل کی رحمت و مغفرت کی وسعت پر دلالت کرنے والی احادیث مبارکہ کے بیان پر مکمل کیا۔ اللہ عزوجل کا فرمانِ مغفرت نشان ہے:

ترجمہ کنز الایمان: بے شک اللہ اسے نہیں بخشا کہ اس کے ساتھ کفر کیا

﴿۱﴾ إِنَّ اللَّهَ لَا يَغْفِرُ أَنْ يُشْرَكَ بِهِ

جائے اور کفر سے نیچے جو کچھ ہے جسے چاہے معاف فرمادیتا ہے۔

وَيَغْفِرُ مَا دُونَ ذَلِكَ (ب۵، النساء: ۴۸)

ترجمہ کنز الایمان: اور جو کوئی برائی یا اپنی جان پر ظلم کرے پھر

﴿۲﴾ وَمَنْ يَعْمَلْ سُوءًا أَوْ يَظْلِمْ نَفْسَهُ ثُمَّ

اللہ سے بخشش چاہے تو اللہ کو بخشے والا مہربان پائے گا۔

يَسْتَغْفِرِ اللَّهُ يَجِدِ اللَّهُ غَفُورًا رَحِيمًا (ب۵، النساء: ۱۱۰)

ہم اللہ عزوجل کی بارگاہ میں قلم کی ہر لغزش سے معافی طلب کرتے ہیں۔

حضور سید المرسلین، رحمۃ اللعالمین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا فرمانِ رحمت نشان ہے: ”اللہ عزوجل کی ایک سورتیں

ہیں، جن میں سے ایک رحمت اس نے جنوں، انسانوں، جانوروں اور کیتروں مکوڑوں کے درمیان رکھی۔ اسی کے ذریعے وہ ایک دوسرے پر مہربانی اور رحم کرتے ہیں اور ننانوے رحمتوں کو روک رکھا ہے، جن کے ذریعے وہ قیامت کے دن اپنے بندوں پر رحم فرمائے گا۔“ (صحیح مسلم، کتاب التوبہ، باب فی سعة رحمة اللہ تعالیٰ، الحدیث ۶۹۷۴، ص ۱۱۵۵)

مروی ہے، ”جب قیامت کا دن ہوگا تو اللہ عزوجل عرش کے نیچے سے ایک کتاب نکالے گا جس میں لکھا ہوگا: ”إِنَّ

رَحْمَتِي سَبَقَتْ عَلَيَّ غَضَبِي وَأَنَا أَرْحَمُ الرَّاحِمِينَ ترجمہ: بے شک میری رحمت، میرے غضب پر غالب آگئی اور میں

سب سے بڑھ کر رحم کرنے والا ہوں۔“ (تفسیر الطبری، سورة الانعام، تحت الآية ۲، الحدیث ۱۲۱۰۶، ج ۵، ص ۱۵۵)

اللہ عزوجل بروز قیامت ہم مسلمانوں کے لئے اپنی شان کے مطابق مسکراتے ہوئے تجلی فرمائے گا اور ارشاد فرمائے گا:

ترجمہ: اے مسلمانوں کے گروہ! تمہیں خوشخبری ہو، میں نے تم میں

أَبَشَرُوا مَعْشَرَ الْمُسْلِمِينَ فَإِنَّهُ لَيْسَ مِنْكُمْ أَحَدٌ إِلَّا

سے ہر ایک کی جگہ جہنم میں کسی یہودی یا عیسائی کو بھیج دیا ہے۔

وَقَدْ جَعَلْتُ فِي النَّارِ مَكَانَهُ يَهُودِيًّا أَوْ نَصْرَانِيًّا.

(المسند للإمام احمد بن حنبل، حدیث ابی موسیٰ الاشعری، الحدیث ۱۹۶۷۴، ج ۷، ص ۱۵۵-۱۵۶، بتغییر قلیل)

پیش کش: مجلس المدینۃ العلمیہ (دعوتِ اسلامی)

نبی رحمت، شفیع امت، قاسم نعمت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا فرمانِ جنت نشان ہے:

يُشَفِّعُ اللَّهُ تَعَالَى يَوْمَ الْقِيَامَةِ مِنْ ذُرِّيَّتِهِ فِي مِائَةِ  
الف ألف وَعَشْرَةَ الْآفِ الْفِ . . . . .  
ترجمہ: اللہ عزوجل بروز قیامت حضرت آدم علیہ السلام کی اولاد میں  
سے گیارہ کروڑ افراد کے حق میں ان کی شفاعت قبول فرمائے گا۔

(المعجم الاوسط، الحدیث ۶۸۴۰، ج ۵، ص ۱۳۸)

شہنشاہ خوش نصال، بیکرِ حسن و جمال، دفعِ رنج و ملال صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا فرمانِ عالیشان ہے کہ اللہ عزوجل  
بروز قیامت ارشاد فرمائے گا: ”اُخْرِجُوا مِنَ النَّارِ مَنْ ذَكَرْنِي يَوْمًا أَوْ خَافَنِي فِي مَقَامٍ تَرْجَمُهُ: اس شخص کو بھی دوزخ سے نکال  
دو جس نے کسی دن میرا ذکر کیا ہو یا کسی جگہ مجھ سے ڈرا ہو۔“

(جامع الترمذی، ابواب صفة جہنم، باب ماجاء ان للنار نفسین..... الخ، الحدیث ۲۵۹۴، ص ۱۹۱۳)

سرکارِ والاختیار، ہم بے کسوں کے مددگار، شفیعِ روزِ شمار، دو عالم کے مالک و مختار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا فرمانِ عالیشان  
ہے: ”جب تمام جہنمی اور مسلمانوں میں سے جن کو اللہ عزوجل چاہے گا، جہنم میں جمع ہو جائیں گے تو کفار مسلمانوں سے پوچھیں گے:  
”کیا تم مسلمان نہیں تھے؟“ وہ جواب دیں گے: ”ہاں! کیوں نہیں۔“ تو وہ کہیں گے: ”تمہیں تمہارے اسلام نے کوئی فائدہ نہ دیا کہ تم  
بھی ہمارے ساتھ جہنم میں ہو۔“ وہ جواب دیں گے: ”ہم نے گناہوں کا ارتکاب کیا، اسی وجہ سے ہمارا مواخذہ ہوا۔“ اللہ عزوجل ان کی  
یہ بات سنے گا تو مسلمانوں کو جہنم سے نکالنے کا حکم فرمادے گا۔“ پس ان کو جہنم سے نکال دیا جائے گا۔ جب کفار یہ دیکھیں گے تو  
کہیں گے: ”کاش! ہم مسلمان ہوتے اور ہمیں بھی ان کی طرح جہنم سے نکال دیا جاتا۔“ پھر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے یہ آیت  
مبارکہ پڑھی: ”رُبَّمَا يَوَدُّ الَّذِينَ كَفَرُوا لَوْ كَانُوا مُسْلِمِينَ ۝ (پ ۱۴، الحجر: ۲) ترجمہ کنز الایمان: بہت آرزوئیں کریں گے کافر کاش!  
مسلمان ہوتے۔“

(تفسیر الطبری، سورة الحجر، تحت الآية ۱/۲، الحدیث ۲۱۰۰۵، ج ۷، ص ۴۸۹)

تاجدارِ رسالت، شہنشاہِ نبوت، مخزنِ جوہر و سخاوت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا فرمانِ رحمت نشان ہے:

لِلَّهِ اَرْحَمُ بِعَبْدِهِ الْمُؤْمِنِ مِنَ الْوَالِدَةِ الشَّفِيقَةِ  
بَوْلِدِهَا . . . . .  
ترجمہ: اللہ عزوجل اپنے مومن بندے پر اپنے بچے پر  
شفقت کرنے والی ماں سے بھی زیادہ رحیم ہے۔

(صحیح البخاری، کتاب الادب، باب رحمة الولد..... الخ، الحدیث ۵۹۹۹، ص ۵۰۸، مختصراً)

حضرت سیدنا جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ارشاد فرماتے ہیں: ”بروز قیامت جس شخص کی نیکیاں اس کی برائیوں سے زیادہ ہوں  
گی وہ بلا حساب و کتاب جنت میں داخل ہو جائے گا اور جس کی نیکیاں اور برائیاں برابر برابر ہوں گی، اُس سے آسان حساب لیا  
جائے گا پھر جنت میں داخل کر دیا جائے گا اور نبی رحمت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی شفاعت ان لوگوں کے لئے ہوگی جنہوں نے

دنیا میں اپنے کو ہلاک کیا اور ان کی پیٹھ پر بوجھ ہے۔“

مروی ہے، اللہ عزوجل نے حضرت سیدنا موسیٰ علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام سے فرمایا: ”قارون نے تم سے مدد مانگی تو تم نے اس کی مدد کیوں نہ کی، مجھے اپنی عزت و جلال کی قسم! اگر وہ مجھ سے مدد مانگتا تو میں اس کی مدد بھی کرتا اور اسے معاف بھی کر دیتا۔“ حضرت سیدنا صابحی علیہ رحمۃ اللہ الوالی فرماتے ہیں: ”میں حضرت سیدنا عبادہ بن صامت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوا، آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ مرض الموت میں تھے، میں روپڑا، تو آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: ”صبر کرو، روتے کیوں ہو، اللہ عزوجل کی قسم! میں نے نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے سنی ہوئی ہر حدیث، جس میں تمہارے لئے بھلائی ہو، تمہارے سامنے بیان کر دی ہے سوائے ایک حدیث کے، آج میں وہ بھی تمہیں بیان کئے دیتا ہوں کیونکہ میرا نفس گھیر لیا گیا ہے۔“

میں نے نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو یہ ارشاد فرماتے سنا: ”جس نے یہ گواہی دی کہ اللہ عزوجل کے سوا کوئی معبود نہیں اور حضرت (سیدنا) محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم) اللہ عزوجل کے رسول ہیں تو اللہ عزوجل اس پر روزخ کو حرام فرما دے گا۔“ (صحیح المسلم، کتاب الایمان، باب الدلیل علی ان من مات ..... الخ، الحدیث ۱۴۲، ص ۶۸۶)

حضرت سیدنا عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ اللہ کے محبوب، دانائے غیوب، منزّہ عنین الغیوب عزوجل صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا فرمانِ بخت نشان ہے: بروز قیامت تمام مخلوق کے سامنے میرے ایک اہستی کو لایا جائے گا جس کے بتا دے دفتر گناہوں کے ہوں گے اور ہر دفتر کی وسعت تاحد نگاہ ہوگی، پھر اللہ عزوجل استفسار فرمائے گا: ”کیا تم اس میں سے کسی چیز کا انکار کرتے ہو؟ کیا نامہ اعمال لکھنے والے فرشتوں نے تجھ پر کوئی ظلم کیا؟“ وہ عرض کرے گا: ”یارب عزوجل! نہیں۔“ پھر ارشاد فرمائے گا: ”کیا تیرے پاس کوئی عذر ہے؟“ وہ عرض کرے گا: ”نہیں، یارب عزوجل۔“ پھر اللہ عزوجل فرمائے گا: ”لیکن تمہاری ایک نیکی ہمارے پاس محفوظ ہے، آج کے دن تم پر کوئی ظلم نہیں ہوگا۔“ پس ایک کاغذ نکالا جائے گا جس میں اَشْهَدُ اَنْ لَا اِلَهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَسُوْلُ اللّٰهِ تحریر ہوگا۔“ وہ عرض کرے گا: ”اے میرے رب عزوجل! ان بڑے بڑے رجسٹروں کے مقابلے میں اس پرچے کی کیا حیثیت ہے؟“ اللہ عزوجل فرمائے گا: ”تجھ پر ظلم نہیں ہوگا۔“ حضور نبی رحمت، شفیع امت، قاسم نعمت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں: ”پس یہ رجسٹر ایک پلڑے میں اور وہ پرچہ دوسرے پلڑے میں رکھا جائے گا۔“ مزید فرمایا: ”پس رجسٹروں والا پلڑا ہلکا اور پرچے والا پلڑا بھاری ہو جائے گا کیونکہ اللہ عزوجل کے نام سے بڑھ کر کوئی چیز نہیں۔“

(جامع الترمذی، ابواب الایمان، باب ماجاء فیمن یموت وهو یشہد ان لا اله الا اللہ، الحدیث ۲۶۳۹، ص ۱۹۱۸)

الْحَمْدُ لِلّٰهِ وَالشُّكْرُ لِلّٰهِ وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰی حَبِیْبِ اللّٰهِ صَلٰی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ۔





## ماخذ و مراجع

نمبر شمار	کتاب	مصنف / مؤلف	مطبوعہ
1	قرآن مجید	کلام ہاری تعالیٰ	ضیاء القرآن پبلی کیشنز لاہور
2	کنز الایمان فی ترجمۃ القرآن	اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن متوفی ۱۳۴۰ھ	ضیاء القرآن پبلی کیشنز لاہور
3	تفسیر قرطبی	امام محمد بن احمد القرطبی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ متوفی ۶۷۱ھ	دار الفکر بیروت
4	صحیح البخاری	امام محمد بن اسماعیل البخاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ متوفی ۲۵۶ھ	دار السلام ریاض
5	صحیح مسلم	امام مسلم بن حجاج نیشاپوری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ متوفی ۲۶۱ھ	دار السلام ریاض
6	جامع الترمذی	امام محمد بن عیسیٰ الترمذی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ متوفی ۲۷۹ھ	دار السلام ریاض
7	سنن ابی داؤد	امام ابو داؤد سلیمان ابن اشعث رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ متوفی ۲۷۵ھ	دار السلام ریاض
8	سنن نسائی	امام احمد بن شعبہ النسائی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ متوفی ۳۰۳ھ	دار السلام ریاض
9	سنن ابن ماجہ	امام محمد بن یزید القزوينی ابن ماجہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ متوفی ۲۷۳ھ	دار السلام ریاض
10	صحیح ابن خزیمہ	الامام ابو بکر محمد بن اسحاق بن خزیمہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ متوفی ۳۱۱ھ	المکتب الاسلامی بیروت
11	الاحسان بترتیب صحیح ابن حبان	الحافظ محمد بن حبان رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ متوفی ۳۵۴ھ	دار الکتب العلمیہ بیروت
12	کتاب المراسیل لابی داؤد	امام ابو داؤد سلیمان ابن اشعث رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ متوفی ۲۷۵ھ	ملتان پاکستان
13	مسند ابی یعلیٰ	ابو یعلیٰ احمد الموصلی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ متوفی ۳۰۷ھ	دار الکتب العلمیہ بیروت
14	مسند للامام احمد بن حنبل	امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ متوفی ۲۴۱ھ	دار الفکر بیروت
15	الزهد للامام احمد بن حنبل	امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ متوفی ۲۴۱ھ	دار الفکر بیروت
16	فردوس الاخبار للہلمی	الحافظ شہر وہ بن شہر دار بن شہر وہ الدہلمی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ متوفی ۵۰۹ھ	دار الفکر بیروت
17	البحر الزخار المعروف بمسند البزار	امام ابو بکر احمد بن عمرو البزار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ متوفی ۲۹۲ھ	مکتبۃ العلوم والحکم مدینہ منورہ
18	المعجم الکبیر	الحافظ سلیمان بن احمد الطبرانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ متوفی ۳۲۰ھ	دار احیاء التراث بیروت
19	مسند الشہاب القضاعی	امام شہاب القضاعی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ متوفی ۴۵۴ھ	المکتبۃ الانقیہ بیروت
20	موسوعہ لامام ابن ابی دنیا	الحافظ ابی بکر عبد اللہ بن محمد بن عیاد ابن ابی دنیا رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ متوفی ۲۸۱ھ	دار الکتب العلمیہ
21	مکارم الاخلاق للخرطبی	امام ابو بکر محمد بن جعفر بن محمد خراطبی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ متوفی ۳۲۷ھ	المکتبۃ الشاملہ دار الفکر دمشق
22	مکارم اخلاق	الحافظ ابی بکر عبد اللہ بن محمد بن عیاد ابن ابی دنیا رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ متوفی ۲۸۱ھ	دار الکتب العلمیہ
23	اخلاق النبی علیہ السلام	عبد اللہ بن محمد بن جعفر الشیخ الاصبہانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ	المکتبۃ الشاملہ دمشق

پیش کش: مجلس المدینۃ العلمیہ (دعوت اسلامی)

دارالکتب العلمیہ	الحافظ سلیمان بن احمد الطبرانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ متوفی ۳۲۰ھ	مکارم اخلاق للطبرانی	24
دارالکتب العلمیہ بیروت	الحافظ سلیمان بن احمد الطبرانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ متوفی ۳۲۰ھ	المعجم الاوسط	25
دارالکتب العلمیہ بیروت	الحافظ سلیمان بن احمد الطبرانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ متوفی ۳۲۰ھ	المعجم الصغیر للطبرانی	26
دارالکتب العلمیہ بیروت	الحافظ سلیمان بن احمد الطبرانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ متوفی ۳۲۰ھ	کتاب الدعاء	27
باب المدینہ کراچی	امام عبداللہ بن عبدالرحمن رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ متوفی ۲۵۵ھ	سنن الدارمی	28
دارالاحیاء للتراث بیروت	امام محمد بن عیسیٰ الترمذی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ متوفی ۲۷۹ھ	الشمائل المحمدیہ للترمذی	29
دار المعرفہ بیروت	امام محمد بن عبد اللہ الحاکم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ متوفی ۴۰۵ھ	المستدرک علی الصحیحین	30
دارالکتب العلمیہ بیروت	الحافظ احمد بن الحسین البیهقی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ متوفی ۴۵۸ھ	دلائل النبوة للبیہقی	31
دارالکتب العلمیہ بیروت	امام احمد بن شعیب النسائی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ متوفی ۳۰۳ھ	السنن الکبریٰ للنسائی	32
دارالکتب العلمیہ بیروت	الامام احمد بن الحسین البیهقی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ متوفی ۴۵۸ھ	السنن الکبریٰ للبیہقی	33
دارالکتب العلمیہ بیروت	الامام احمد بن الحسین البیهقی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ متوفی ۴۵۸ھ	شعب الایمان	34
موسوالتکب الثقافیہ	الامام احمد بن الحسین البیهقی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ متوفی ۴۵۸ھ	الزهد الکبیر للبیہقی	35
دار المعرفہ بیروت	امام مالک بن انس رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ متوفی ۱۷۹ھ	موطا امام مالک	36
دار الفکر بیروت	امام عبداللہ بن محمد بن ابی شیبہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ۲۳۵ھ	المصنف لابن ابی شیبہ	37
دارالکتب العلمیہ بیروت	امام عبد الرزاق الصنعانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ متوفی ۲۱۱ھ	مصنف عبدالرزاق	38
دارالکتب العلمیہ بیروت	الامام ابو بکر احمد بن علی العطیب البغدادی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ متوفی ۴۶۳ھ	التاریخ البغدادی	39
دارالکتب العلمیہ بیروت	امام ابو احمد عبد اللہ بن عدی الحرجانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ متوفی ۳۶۵ھ	الکامل فی ضعفاء الرجال	40
دارالکتب العلمیہ بیروت	الامام الحافظ ابو نعیم الاصبہانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ متوفی ۴۳۰ھ	حلیۃ الاولیاء	41
دارالکتب العلمیہ بیروت	ابو عمر یوسف عبداللہ بن محمد بن عبدالبر القرطبی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ متوفی ۴۶۳ھ	الاستیعاب فی معرفۃ الاصحاب	42
دارالکتب العلمیہ بیروت	امام محمد بن عبد اللہ الحاکم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ متوفی ۴۰۵ھ	معرفة علوم الحدیث للحاکم	43
دار الفکر بیروت	امام شمس الدین محمد بن احمد النعمی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ متوفی ۷۴۸ھ	سیر اعلام النبلاء	44
دارالکتب العلمیہ بیروت	الحافظ محمد بن حبان رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ متوفی ۳۵۴ھ	المحرجین لابن حاتم	45
دارالکتب العلمیہ بیروت	امام عبد اللہ بن مبارک المروزی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ متوفی ۱۸۱ھ	کتاب الزهد لابن مبارک	46
المکتبۃ الشاملۃ	امام ابو بکر محمد بن جعفر بن محمد عمر الطی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ متوفی ۳۲۷ھ	مسوای الأخلاق للحرطی	47
دارالکتب العلمیہ بیروت	امام الحافظ احمد بن علی بن حجر العسقلانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ متوفی ۸۵۲ھ	الاصابة فی تمييز الصحابة	48

49	تعظيم قدر الصلاة	محمد بن نصر رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ	المکبة الشاملة
50	كشف الخفاء ومزيل الالباس	امام اسمعيل بن محمد بن الهادي رحمه الله تعالى عليه متوفى ١١٦٢هـ	دار الكتب العلمية بيروت
51	(الفوائد الشهيرة بالغيلا زيات	امام ابو بكر الشافعي رحمه الله تعالى عليه متوفى ٢٥٤هـ	المکبة الشاملة
52	مرآة المناجیح شرح مشکوٰۃ المصابیح	حكيم الامت مفتی احمد يار خان نعيمی رحمه الله تعالى عليه متوفى ١٣٩٥هـ	ضياء القرآن پبلي كيشنر لاهور
53	الحديقة الندية شرح الطريقة المحمدية	عبدالقنى نابلسی عليه الرحمة الله الغنى متوفى ١١٤٣هـ	پشاور پاکستان
54	الفتاوى الرضوية	اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان عليه رحمة الرحمن متوفى ١٣٤٠هـ	رضا فاؤنڈیشن لاهور
55	الدر المختار	علامه علاؤ الدين الحصكفي رحمه الله تعالى عليه متوفى ١٠٨٨هـ	دار المعرفة بيروت
56	رد المختار	علامه سيد محمد امين ابن عابدين شامی رحمه الله تعالى عليه متوفى ١٢٥٢هـ	دار المعرفة بيروت
57	الفتاوى الهندية	ملائظام الدين رحمه الله تعالى عليه متوفى ١١٦١هـ و علمائے ہند	کوئٹہ پاکستان
58	الهداية	علامه ابو الحسن علي بن ابی بكر مرغينانی متوفى ٥٩٣هـ	دار الاحياء التراث العربي
59	نور الابضاح	علامه محسن بن عمار بن علي شرنبلالی رحمه الله تعالى عليه متوفى ١٠٦٩هـ	فاروقيه بك ڈبو ہند
60	مراقی الفلاح	علامه محسن بن عمار بن علي شرنبلالی رحمه الله تعالى عليه متوفى ١٠٦٩هـ	مدينة الاولياء ملتان
61	تنوير الابصار	علامه شمس الدين محمد بن عبدالله بن احمد تمرناشي رحمه الله تعالى عليه متوفى ١٠٠٤هـ	دار المعرفة بيروت
62	غنية المتطلي	علامه محمد ابراهيم بن حلي رحمه الله تعالى عليه متوفى ٩٥٦هـ	سهيل اكيڈمی لاهور
63	حلية المحدثي	علامه ابن امير الحاج رحمه الله تعالى عليه متوفى ٨٧٩هـ	مخطوطه
64	كنز البقائق	مولانا عبد الله بن احمد بن مذحود رحمه الله تعالى عليه متوفى ٧١٠هـ	باب المدينة كراچي
65	مختصر القدوري	علامه ابو الحسين احمد بن محمد قدوري رحمه الله تعالى عليه متوفى ٤٢٨هـ	دار الكتب العلمية بيروت
66	لغة الفقهاء	محمد رؤس، حامد صادق	ادارة القرآن والعلوم السلامية
67	تذكرة الاولياء	شيخ فريد الدين عطار رحمه الله تعالى عليه متوفى ٦٣٧هـ	انتشارات گنجيه
68	فيروز اللغات	مولوي فيروز الدين	فيروز سر
69	التعظيم والمنة في ابوي رسول الله ﷺ في الحنة	امام جلال الدين السيوطي الشافعي رحمه الله تعالى عليه متوفى ٩١١هـ	حجازي پبلي كيشنر لاهور
70	احياء العلوم الدين	ابو حامد امام محمد بن احمد طوسي غزالي عليه رحمة الله الوالي متوفى ٥٠٥هـ	دار صادر بيروت
71	بهار شريعت	صليبا شريعة مفتي محمد امجد علي الاعظم رحمه الله تعالى عليه متوفى ١٣٦٧هـ	ضياء القرآن پبلي كيشنر لاهور
72	رفيق الحرمين	امير اهل سنت حضرت علامه مولانا محمد الياس عطار قادري دامت بركاتهم العالیه	مکبة المدينة باب المدينة كراچي
73	نماز کے احكام	امير اهل سنت حضرت علامه مولانا محمد الياس عطار قادري دامت بركاتهم العالیه	مکبة المدينة باب المدينة كراچي
74	کوثر الخيرات	عمدة الاذکياء حضرت علامه مولانا محمد اشرف سيالوي دامت بركاتهم العالیه	ضياء القرآن پبلي كيشنر لاهور

## مجلس المدینة العلمیة کی طرف سے پیش کردہ قابل مطالعہ کتب

﴿ شعبہ کتب اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ ﴾

- (۱) راہِ خدا عزوجل میں خرچ کرنے کے فضائل (رَأَى الْفَقِيْطُ وَالْوَبَاءُ بِدَعْوَةِ الْجَبْرَانِ وَمُؤَاسَاةِ الْفُقَرَاءِ) (کل صفحات: 40)
- (۲) دعاء کے فضائل (أَحْسَنُ الرِّعَاءِ لِذَابِ الدُّعَاءِ مَعَ ذَيْلِ الْمُدْعَا لِأَحْسَنِ الرِّعَاءِ) (کل صفحات: 140)
- (۳) عیدین میں گلے ملنا کیسا؟ (وَسَاحُ الْجَنِيْدِ فِي تَحْلِيْلِ مُعَانَقَةِ الْعَبِيْدِ) (کل صفحات: 55)
- (۴) کرنسی نوٹ کے شرعی احکامات (كَيْفَ الْقَفِيْهِ الْقَاهِمِ فِي أَحْكَامِ قُرْطَاسِ التَّرَايِمِ) (کل صفحات: 199)
- (۵) والدین، زوجین اور اساتذہ کے حقوق (الْحَقُوْقُ لِيَطْرُحَ الْعُقُوْقُ) (کل صفحات: 125)
- (۶) اعلیٰ حضرت سے سوال جواب (إِظْهَارُ الْحَقِّ الْحَقِيْقِيِّ) (کل صفحات: 100) (۷) ولایت کا آسان راستہ (تصویر شیخ) (الْيَاقُوْتَةُ الْوَاسِطَةُ) (کل صفحات: 60)
- (۸) شریعت و طریقت (مقالہ العرفاء بإعزازِ شرع و علمائے) (کل صفحات: 57) (۹) معاشی ترقی کا راز (ماہیہ تشریح تدبیر فلاح و نجات و اصلاح) (کل صفحات: 41)
- (۱۰) ثبوت ہلال کے طریقے (طُرُقُ إِثْبَاتِ هِلَالِ) (کل صفحات: 63) (۱۱) ایمان کی پہچان (ماہیہ تمہید ایمان) (کل صفحات: 74)

عربی کتب: از امام اہل سنت مجدد دین و ملت مولانا احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن

- (۱۲) كَيْفَ الْقَفِيْهِ الْقَاهِمِ (کل صفحات: 74). (۱۳) تَهْيِيْدُ الْإِيْمَانِ (کل صفحات: 77) (۱۴) الْأَحْزَابُ الْمَقِيْنَةُ (کل صفحات: 62). (۱۵) إِمَانَةُ الْقِيَامَةِ (کل صفحات: 60) (۱۶) الْفَضْلُ الْمَوْهَبِيُّ (کل صفحات: 46) (۱۷) أَحْسَنُ الْإِعْلَامِ (کل صفحات: 70) (۱۸) الْبُرْزَخَانَةُ الْقَمَرِيَّةُ (کل صفحات: 93) (۱۹, ۲۰, ۲۱) خَدُّ الْمُنْتَارِ عَلَى رَدِّ الْمُنْتَارِ (المجلد الاول والثاني والثالث) (کل صفحات: 713, 672, 570)

﴿ شعبہ اصلاحی کتب ﴾

- (۲۲) خوفِ خدا عزوجل (کل صفحات: 160) (۲۳) انفرادی کوشش (کل صفحات: 200) (۲۴) تنگ دستی کے اسباب (کل صفحات: 33) (۲۵) فکرِ مدینہ (کل صفحات: 164)
- (۲۶) امتحان کی تیاری کیسے کریں؟ (کل صفحات: 32) (۲۷) نماز میں لقمہ کے مسائل (کل صفحات: 39) (۲۸) جنت کی دو چابیاں (کل صفحات: 152) (۲۹) کامیاب استاذ کون؟ (کل صفحات: 43) (۳۰) نصابِ مدنی قافلہ (کل صفحات: 196) (۳۱) کامیاب طالب علم کون؟ (کل صفحات: تقریباً 63) (۳۲) فیضانِ احیاء العلوم (کل صفحات: 325)
- (۳۳) مفتی و دعوتِ اسلامی (کل صفحات: 96) (۳۴) حق و باطل کا فرق (کل صفحات: 50) (۳۵) تحقیقات (کل صفحات: 142) (۳۶) اربعینِ حنفیہ (کل صفحات: 112)
- (۳۷) عطاری جن کا غسل میت (کل صفحات: 24) (۳۸) طلاق کے آسان مسائل (کل صفحات: 30) (۳۹) توبہ کی روایات و حکایات (کل صفحات: 124)
- (۴۰) قبر کھل گئی (کل صفحات: 48) (۴۱) آدابِ مرشدِ کامل (کل صفحات: 275) (۴۲) ٹی وی اور موبی (کل صفحات: 32) (۴۳) فتاویٰ اہل سنت (سات حصے) (۵۰) قبرستان کی چڑیل (کل صفحات: 24) (۵۱) غوثِ پاک ہندو کے حالات (کل صفحات: 106) (۵۲) تعارفِ امیرِ اہلسنت (کل صفحات: 100)
- (۵۳) نہمائے جدول برائے مدنی قافلہ (کل صفحات: 255) (۵۴) مدنی کاموں کی تقسیم (کل صفحات: 68) (۵۵) دعوتِ اسلامی کی مدنی بہاریں (کل صفحات: 220)
- (۵۶) تربیتِ اولاد (کل صفحات: 187) (۵۷) آیاتِ قرآنی کے انوار (کل صفحات: 62) (۵۸) احادیثِ مبارکہ کے انوار (کل صفحات: 66)
- (۵۹) فیضانِ چہل احادیث (کل صفحات: 120) (۶۰) بدگمانی (کل صفحات: 57) (۶۱) غافلِ درزی (کل صفحات: 36) (۶۲) بد نصیبِ دولہا (کل صفحات: 32)
- (۶۳) گوز کا مبلغ (کل صفحات: 55) (۶۴) کریمین مسلمان ہو گیا (کل صفحات: 32) (۶۵) دعوتِ اسلامی کی جیل خانہ جات میں خدمات (کل صفحات: 24)
- (۶۶) قومِ بوجات اور امیرِ اہلسنت ذاتِ بَرَکَاتِهِمْ الْعَالِيَةِ (کل صفحات: 262) (۶۷) فیضانِ امیرِ اہلسنت ذاتِ بَرَکَاتِهِمْ الْعَالِيَةِ (کل صفحات: 101)
- (۶۸) 40 فرامینِ مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم (کل صفحات: 87)

پیش کش: مجلس المدینة العلمیة (دعوتِ اسلامی)

﴿ شعبہ تراجم کتب ﴾

- (۶۹) جنت میں لے جانے والے اعمال (المتَّخِرُ الرَّابِعُ فِي تَوَابِ الْعَمَلِ الصَّالِحِ) (کل صفحات: ۷۳۳)
- (۷۰) جہنم میں لے جانے والے اعمال (الزَّوْجَرُ عَنِ اعْتِرَافِ الْكِبَائِرِ) (کل صفحات: 853)
- (۷۱) مدنی آقا علی بن ابی طالبؑ کے روشن فیصلے (الْبَاهِرُ فِي حُكْمِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالْبَاطِنِ وَالظَّاهِرِ) (کل صفحات: 112)
- (۷۲) نیکیوں کی جزائیں اور گناہوں کی سزائیں (قُرَّةُ الْعُيُونِ وَمُفْرَحُ الْقَلْبِ الْمُحْزُونِ) (کل صفحات: 138)
- (۷۳) سایہ عرش کس کس کو ملے گا...؟ (تَمَهِيدُ الْعَرْشِ فِي الْيَحْضَالِ الْمُوجِبَةِ لِظِلِّ الْعَرْشِ) (کل صفحات: 28)
- (۷۴) حسن اخلاق (مَكَارِمُ الْأَخْلَاقِ) (کل صفحات: 74) (۷۵) بیٹے کو نصیحت (أَيْهَا الْوَالِدُ) (کل صفحات: 64)
- (۷۶) الدعوة إلى الفكر (کل صفحات: 148) (۷۷) آنسوؤں کا دریا (تَحْرِيْرُ التَّمْوَعِ) (کل صفحات: 300)
- (۷۸) راہِ علم (تَعْلِيمُ الْمُتَعَلِّمِ طَرِيقَ التَّعَلُّمِ) (کل صفحات: 102) (۷۹) عُيُونُ الْحِكَايَاتِ (مترجم) (کل صفحات: 412)
- (۸۰) شاہراہ اولیاء (مِنْهَاجُ الْعَارِفِينَ) (کل صفحات: 36) (۸۱) دنیا سے بے رغبتی اور امیدوں کی کمی (الزُّهْدُ وَقَصْرُ الْأَمَلِ) (کل صفحات: 85)

﴿ شعبہ دوسری کتب ﴾

- (۸۲) تعریفاتِ نحویہ (کل صفحات: 45)
- (۸۳) نزہۃ النظر شرح نخبة الفكر (کل صفحات: 175)
- (۸۴) نصاب التَّوْبِ (کل صفحات: 79)
- (۸۵) کتاب العقائد (کل صفحات: 64)
- (۸۶) نزہۃ النظر شرح نخبة الفكر (کل صفحات: 175)
- (۸۷) نصاب التَّوْبِ (کل صفحات: 79)
- (۸۸) وقایۃ النحو فی شرح ہدایۃ النحو
- (۸۹) شرح مائتۃ عامل (کل صفحات: 38)
- (۹۰) صرف بہائی مع حاشیہ صرف بہائی (کل صفحات: 55)
- (۹۱) المحادثة العربية (کل صفحات: 101)
- (۹۲) شرح ربیع النوویہ فی الاحادیث الضحیحة النبویہ (کل صفحات: 155)
- (۹۳) نصاب الصرف (کل صفحات: 343)
- (۹۴) دروس البلاغ مع شمس البراعة (کل صفحات: 241)
- (۹۵) امراح الارواح (کل صفحات: 241)

﴿ شعبہ تخریج ﴾

- (۹۶) عجائب القرآن مع غرائب القرآن (کل صفحات: 422)
- (۹۷) جنتی زیور (کل صفحات: 679)
- (۹۸) بہارِ شریعت (چھ حصے)
- (۹۹) اسلامی زندگی (کل صفحات: 170)
- (۱۰۰) آئینہ قیامت (کل صفحات: 108)
- (۱۰۱) صحابہ کرامؓ کا عشق رسول ﷺ (کل صفحات: 274)
- (۱۰۲) اُمہات المؤمنین (کل صفحات: 59)
- (۱۰۳) علم القرآن (کل صفحات: 244)
- (۱۰۴) اخلاق الصالحین (کل صفحات: 78)
- (۱۰۵) اچھے ماحول کی برکتیں (کل صفحات: 56)
- (۱۰۶) جہنم کے خطرات (کل صفحات: 207)



# شادی کی دعوت میں شواب کمانے کا گناہ

شادی میں جہاں بچت سا مال خرچ کیا جاتا ہے وہاں دعوتِ طعام کے اندر خواتین و حضرات میں ایک ایک گتے کی پستے (STALL) لگا کر حسب وقت و مکانی مسائل و چفٹ اور سنتوں بھرے بیانات کی کیتھیں وغیرہ مفت تقسیم کرنے کی ترکیب فرمائیے اور ڈھیروں نیکیاں کرائیے۔ آپ صرف مکتبۃ المدینہ کا دورے دیجئے۔ باقی کام ان شاء اللہ عوجل اسلامی جہاں اور اسلامی مکتبوں میں خود ہی سنبھال لیں گے۔ جو انکے اللہ خیراً۔

نوٹ: ہر گتے میں چھلم لگایا ہو اور شریف کی بیاد کی دعوت وغیرہ مواقع پر بھی ایسا شواب کے لئے اسی طرح ہنگامہ رسالے کے ذریعے لگوائیے۔ ایسا شواب کے لئے ہر مہینہ ہر مہینوں کے نام لگا کر فیضانِ سنت و نماز کے احکام اور دیگر چھوٹی بڑی کتابیں و رسالے اور چفٹ وغیرہ تقسیم کرنے کے خواہشمند اسلامی جہاں مکتبۃ المدینہ سے رجوع فرمائیں۔

کراچی: شہید مسجد کھارادر۔ فون: 2203311-2314045 حیدرآباد: فیضانِ مدینہ آفٹری ٹاؤن۔ فون: 2642211  
 لاہور: دربار مارکیٹ گنج بخش روڈ۔ فون: 7311679 ملتان: نزد پتیل والی مسجد اندرون بوہڑ گیٹ۔ فون: 4511192  
 سردار آباد (فیصل آباد): امین پور بازار۔ فون: 2632625 راولپنڈی: اصغر مال روڈ نزد عید گاہ۔ فون: 411665  
 کشمیر: چوک شہیدان میرپور۔ 058610-82772

Web: www.dawateislami.net, Email: maktaba@dawateislami.net